خلش کے اُکسا دینے سے کیا۔ عہدۂ جرمنی کے ایک جز ہونے کے
اعتبار سے بوہیمیا کو مرکزی پارلیمنٹ میں اپنے نمایندوں کو بھیجنے کا منصب
حاصل تھا لیکن ملک میں چخ اکثریت اپنے آپ کو ایک عظیم الشان جرمن
قوم میں جذب کر دینا گوارا نہیں کرتی تھی اور پراگ کے جرمن باشندوں کا
علم سہ رنگ اپنا نشان امتیاز بنانا تھا کہ فتنہ اور فساد کے آثار ہویدا ہونے لگے
اور جسکے متعلق قیاس کیا جاتا تھا کہ اور زیادہ اندیشہ ناک صورت اختیار کر لیں گے۔
اب استبدادی جرمنی عنصر اسلافی اقوام سے ہمدوش ہو کر اس پالیسی کے
خلاف صدائے ناراضی بلند کرنے پر آمادہ ہو گیا جو آسٹروی بادشاہی کے
روایتی منصب اور ہیئت کو بالکل فنا کر دینے والے تھے اور گو بالآخر حکومت نے
عموم وائنا کے دباؤ سے مجبور ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ انتخابات بہر نوع
عمل میں آئیں لیکن یہ سب کچھ صرف ایک خلط بحث ہو کر رہ گیا خود پراگ
میں صرف تین عدد منتخب کنندگان ٹاؤن ہال میں نظر آئے۔

آسٹریا کا مرکزی دستور

جرمن پارلیمنٹ کے لیئے ۲۴ و ۲۹ اپریل کے درمیان
انتخابات عمل میں آئے اور اسی دوران میں ۲۵ اپریل کو
کچھ اس انداز سے جسمیں غلط فہمی کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی تھی، حکومت
وائنا نے باستثنائے ہنگری اور ممالک اطالوی بادشاہی آسٹریا کے لیئے
ایک دستور نافذ کیا۔ اس مرکزیت کے خلاف جس سے صرف
جرمنوں کی سیادت مقصود تھی اور پولستانیوں نے صدائے ناراضی
بلند کی اور بجا طور پر وائنا کی ''انبوہ گردی'' کا مضحکہ اڑایا اشتعال پذیر
باشندگان وائنا کو یہ شبہہ ہوا کہ گورنمنٹ اور اسلافی افواج ایک
نافرجام معاہدے میں فریقین کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ اُنکو برافروختہ
کر دینے کے لیئے کافی ہوا۔ اور یہ تجویز کہ ایک چخ وزیر تعلیمات بنایا جائے
ایک نئے انقلاب کا حیلہ ثابت ہوئے۔ ۱۳ مارچ کو طلبا کی ''سنجیدہ درخواست'' صفحہ ۲۹۱
پر وزیر اعظم کاؤنٹ فیکل مونٹ (Ficquelmont) استعفیٰ داخل
کر چکا تھا اسکے جانشین پلرزڈورف (Pillersdorf) نے جسکی پشت پناہی

کاؤنٹ ہویوس (Count Hoyos) (جو جنگی صوبہ دار تھا) کر رہا تھا اس سیلاب کے سد باب کرنیکا اس طور پر انتظام کیا کہ نیشنل گارڈ کے ممبروں کو اس جدید مرکزی کمیٹی میں حصہ لینے سے روکدیا گیا جو ۲۳ مئی کو طلبا کے ایما اور امداد سے عالم وجود میں آئی تھی لیکن تمام معتبر افواج اٹلی بھیجی جاچکی تھیں اس لئے اسکے اختیارات کو موثر بنانے والی کوئی طاقت موجود نہ تھی۔

وائنا میں عوام کے جدید ہنگامے

۱۵ مئی کو ایک نیا ہنگامہ نہایت وسیع پیمانے پر رونما ہوا گورنمنٹ کو سر تسلیم خم کرنیکے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ دوسرے دن ایک اعلان شاہی کی رو سے نیشنل گارڈ کے غصب کردہ اختیارات تسلیم کر لئے گئے۔ اور ایک مجلس ترکیبی جو ایک ایسے ایوان پر مشتمل تھی جسکے اراکین عام حق انتخاب کی رو سے منتخب ہوئے طلب کی گئی۔ ان فرامین کے نفاذ کے فوراً ہی بعد شاہنشاہ نے اپنی تندرستی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے" وائنا کو خیرباد کہکر انزبروک (Innsbruck) کا راستہ لیا اور وہاں سے ایک فرمان صادر کر کے اپریل کے مراعات کو مستقل کر دیا لیکن ان رعایتوں کے خلاف جو عوام نے ڈر سے حاصل کیئے تھے، اظہار ناراضی بھی کیا۔ دربار کے فرار ہو جانے سے اہالیان وائنا کو اپنے نقصانات کا اندازہ ہوا اور یہی حقیقت تھی جس نے اُن کو سنجیدہ بنا دیا۔ اب انھوں نے از سر نو امن قائم کرنیکی کوشش شروع کر دی اور بادشاہ سے واپسی کی درخواست کی۔ دوسری طرف وزارت نے اس جذبے سے فائدہ اٹھا کر یونیورسٹی کو بند اور طلبا کو غیر مسلح (نہتا) کرنیکا تہیہ کر لیا۔ یہ کوشش ناکام ہو کر رہی طلبا جو ہفتوں تک آزاد اور بے لگام رہنے سے سرکشی اور طغیانی پر آمادہ ہو گئے۔ ان کی امداد کے لیئے ہر قسم کے کاریگر اور اوباش جمع ہو گئے۔ حکومت بالکل خستہ حال ہو چکی تھی، اُس نے شہر کے امن و عافیت کا انتظام خود شہر ہی کے سپرد کر دیا اور ایک کمیٹی موسوم بہ "انجمن تحفظ عامہ" کے قیام کی اجازت دیدی جسکی وجہ سے خود اس کے اختیار و اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ انقلاب اب اپنی معراج کمال پر پہنچ چکا تھا

اور اب یہ جمہوریت جو وائنا میں کوس لمن الملکی بجا چکی تھی، سلطنت پر، اپنا سکہ جمانے کی فکر میں تھی۔ لیکن آسٹریا، فرانس نہ تھا جسکی گردن دارالصدر کے چشم و ابرو کے اشارے پر جھک جاتی۔ وائنا کی بدنظمیوں نے محکوم قوموں کے دل میں گدگدی پیدا کی اور انھوں نے صفحہ ۲۹۲
محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب ان کی دیرینہ حوصلہ مندیاں بارآور ہوں گی اور قدیم کینوں اور کدورتوں کا انتقام لیا جائے گا۔ انزبروک (Innsbruck) میں وفد پر وفد چلے آتے تھے جو حرف بے پایاں عرضداشتوں اور محضرناموں کے حامل تھے اور بادشاہ نے امیدافزا توقعات کے ساتھ دارالصدر کی انقلاب پسندی کو خیرباد کہکر اپنے "عزیز اور وفاشعار صوبہ جات" سے درخواست دستگیری کی ؛

باب سیزدہم

دور استبداد

کل اسلافی کانگریس ونڈش گرانٹز (Windischgratz) پراگ میں انقلاب کا قلع قمع کرتا ہے۔ آسٹروی رائخشرات۔ انقلاب پر ملی حریفانہ چشمکوں کا اثر یلاچخ اور جنوبی اسلافی اقوام۔ فوج کا رویہ۔ کسٹوزا کا اثر۔ لیمبرگ اور لاٹور کا قتل۔ ونڈش گراتنز وائنا پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔ پرنس شوارزنبرگ (Prince Schwarzenberg) شاہنشاہ فرانس جوزف کی اورنگ نشینی۔ ہنگری میں جنگ۔ روس کی مداخلت۔ اٹلی۔ مابعد کسٹوزا۔ پیڈ مانٹ کا بار دیگر آمادہ جنگ ہونا۔ جنگ نووارا۔ جرمنی میں انقلاب۔ جرمن پارلیمنٹ۔ حکومت ہنگامی۔ مسئلہ شلسوگ ہولشٹائن۔ پروشیا کی مداخلت۔ دول یورپ کا رویہ۔ پروشیا اور جرمن پارلیمنٹ۔ برلن میں رد عمل۔ فریڈرک ولیم اور تاج شہنشاہی۔ جرمنی میں آسٹروی اور پروشوی حریفانہ چشمکوں کی کشاکش شمالی پروشوی لیگ۔ شوارزنبرگ کا طرز حکومت پروشیا کا منفرد اور مجرد رہ جانا۔ واقعات ہے سے۔ معاہدہ اولمتز (Olmutz)

صفحہ ۲۹۳

مبہوت اور خوف زدہ، مرکزی حکومت کے خلاف شاہنشاہ کی اپیل، کسی حد تک مگیاری اور جرمن قومی تحریکوں کی مخالفت کے لیئے ایک سند جواز کی حیثیت رکھتی تھی۔ کل اسلافی کانگریس کا اجلاس جس میں جرمن اشرافی

کل اسلافی کانگرس منعقدہ پراگ مئی سنہ ۱۸۴۸ء

استبدادیوں کی کافی تعداد شریک تھی، یکم مئی کو پراگ میں منعقد ہوا، یہ گویا فرانکفورٹ پارلیمنٹ کے مقابلے میں ایک جوابی مظاہرہ تھا اس کا اصلی مقصد بوہیمیا میں جرمن پارلیمنٹ کے اختیار اور اقتدار کا انفساخ تھا لیکن غایت اصلی یہ تھی کہ روس سے لیکر

بلقان تک جملہ اسلافی اقوام کی ایک زبردست لیگ قائم کر دی جائے۔ آسٹروی ارباب حل و عقد کے تو دل سے لگی ہوئی تھی کہ شاہی اقتدار کا ایک شمہ ہی کیوں نہ ہو، ہاتھ سے نہ دیا جائے پھر وہ وائنا کی جرمن النسل عموم کو سزا دینے کے لئے ایک ایسے آسان آلے سے کیوں نہ فائدہ اٹھاتے پرنس وندش گراتز (Windischgratz) کی مدد سے ۲۹۔ مئی کو کاؤنٹ تون (Thun) نے حکومت وائنا سے بوہیمیا کے انقطاع اور پراگ میں ایک علیحدہ گورنمنٹ کے قیام کا اعلان کر دیا، اور تین ہی دن کے بعد آسٹروی وزیر داخلہ کے اس اعلان کے باوجود کہ یہ تمام کارروائیاں ناقص اور مہمل تھیں بادشاہ نے نہایت جسارت کے ساتھ، بوہیمیا کی خود مختاری کو محکم اور مستقل بنا دیا صفحہ ۲۹۴

بوہیمیا کی خود مختاری

لیکن مصالح عسکری اور اسلافی قوم پرستوں کا یہ غیر فطری اتحاد محض چند روزہ ثابت ہوا۔ کانگریس کی فضا جمہوری جذبات سے کچھ اس طور پر سرشار ہو رہی تھی کہ استبدادی منکرین کو سانس لینا دشوار تھا۔ اور ۱۰۔ جون کو جبکہ جدید پریسیڈنٹ پالاتسکی (Palazky) کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ وہ عامۃ الناس کے لئے ایک ایسا اعلان مرتب کرے جس میں لبرل مشرب کے جملہ قواعد و شرائط سے جمیع اقوام اسلاف کی وابستگی و عقیدت کا اظہار ہوتا، تو باہمی تعلقات کشیدہ ہوتے ہوتے علانیہ مخاصمت کے حدود تک پہنچ گئے ایک محضر نامہ جس میں اسلافی اقوام کے حقوق کا ادعا کیا گیا تھا مرتب ہو ہی رہا تھا کہ باشندگان پراگ کے عجلت زدہ اور بے ہنگام طبقہ ادنے نے ایک طغیان تمرد برپا کر دیا اور اس طور پر معاملات نے دفعتہً ایک نازک صورت اختیار کر لی۔ چیخ قومی دستے اور طلباء کی سرگرمیاں (جو اپنے حریفان وائنا کی تقلید میں از خود رفتہ ہو رہے تھے اور سلطنت کو استبداد سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے) ۱۲۔ جون کو ایک ہنگامہ وقوع پذیر ہوا۔ پرنس وندش گراتز کو جسے

وندش گراتز انقلاب موقوعہ پراگ کا قلع قمع کر دیتا ہے ۱۵۔ جون ۱۸۴۸ء

ننگ باطن آسٹروی عسکریت کا بالکل پیکر کہنا چاہیئے موقع ہاتھ آیا۔ گلی کوچوں میں متفرق و منتشر طور پر جنگ و پیکار اور بے سود گفت و شنید کے بعد ۱۵۔ جون کو وہ

انہی تمام افواج شہر سے باہر نکال لے گیا اور مرتفع مقامات سے گولہ باری کر کے شہر کو مسخر اور مغلوب کر لیا۔ اسلافی کانگریس قومی کمیٹی اور عمومی کلب حباب آسا ٹوٹ گئیں۔ اپنی ہمرکاب فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوکر ونڈش گراٹنز نے فوجی قانون نافذ کر دیا۔ اور ایک فوجی مطلق العنان کی حیثیت سے شہنشاہ کی طرف سے اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ استبداد کی پہلی شاندار کامیابی تھی۔ ونڈش گراٹنز کے فتوحات کے نتائج نہایت اہم بھی تھے اور سریع الوقوع بھی۔ پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ وہ نسلی کشاکش جو عنقریب رونما ہونے والی تھی، جلد سے جلد پیدا ہوگئی۔

اہالیان جرمنی "کل اسلافیت" عفریت کے مغلوب و منکوب ہونے سے کچھ اس درجہ شاد اور مسرور ہوئے کہ وہ لبرازم کے اس جذبے کو بالکل فراموش کر بیٹھے جو اس میں اور پراگ کانگریس میں مشترک تھا ونڈش گراٹنز (Windischgratz) کے غازی ملت ہونے کی تعریفیں بلند کیں نوبت تو یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اسکی امداد و استعانت کے لیئے فرانکفورٹ پارلیمنٹ نے فوج تک بھیجنے کا عندیہ ظاہر کر دیا تھا لیکن اس کا جواب معنی خیز تھا اس نے بیان کیا کہ یہ قومیتوں کا سوال نہ تھا بلکہ محض ایک معمولی ہنگامے کا جو باضابطہ حکومت کے خلاف برپا کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا اثر تو یہ ہوا کہ بوہیمیا کی فوجی تحریکات کا سدباب ہوگیا۔ لیکن اگر اس سے بوہیمی مجلس ملّی کا وہ اجلاس جو ۱۹۔ جون کو منعقد ہونے والا تھا، ملتوی ہوگیا اور رائے دہندگان کے انتخابات عمل میں آنے کا فرمان صادر ہوا تو یہ حریت قومیت کی نہیں بلکہ غیر ملی تخیل شاہنشاہیت کی فتح تھی مزید براں یہ خالصاً عسکریت کی فتح تھی جس نے "سلطانیہ" (Kaiser lichen) (جو فوج کا نام پڑ گیا تھا) کی جرأت وخود اعتمادی میں ایک تازہ روح پھونک دی تھی اور جس میں فی الحال آسٹروی حرب وضرب کی اس کامیابی سے جو اسے اٹلی میں حاصل ہوئی تھی اور اضافہ ہوگیا تھا۔ اسلافی جن کی مساعی اتحاد قطعاً ناکام ہوچکی تھیں اس حالت اور موقع کو فوراً تاڑ گئے وہ اس جرمنی عمومیہ سے جو انکے مطمحان نظر کی

فوج کی ترقی پذیر اہمیت

پامالی میں معین رہ چکی تھی، اس درجہ متنفر تھے کہ انھوں نے اپنے لبرلزم کو اپنے جذبۂ ملت پرستی پر قربان کردینے کا تہیہ کرلیا تھا اور اس امید پر کہ شاید انقلاب کے شکستہ آثار پر حریت قومی کے کچھ سقف و در قائم کئے جاسکیں استبدادی قوتوں کے ہمدوش و ہم پہلو بنگئے۔

پراگ کے ایام جون اور اطالوی فتوحات کسی جوابی فتنۂ انقلاب کی محرک نہ ہوئیں۔ وائنا بدستور عموم کے قبضے میں رہا اور ۱۰ جولائی کو آسٹروی رائخشرات کا پہلا اجلاس منعقد ہوا لیکن وندش گرائتز (Windischgratz) کا غلبۂ پیروزی حکومت کا پشتیبان تھا اور اقتدار و حکومت کا عنصر، آسٹریا کی اولین آئینی آزمائش کے جلووں سے اور زیادہ قوی ہوچکا تھا حسب توقع، عالمگیر حق انتخاب کی رو سے ڈائٹ میں اسلافی اکثریت غالب تھی لیکن جرمن عمومیت پسند اپنے اصول کے اس منطقی نتیجے سے کچھ ایسے برہم ہو رہے تھے کہ انھوں نے اپنی اس قلت تعداد کی تلافی کی یہ صورت نکالی، اور اس میں انھیں کامیابی بھی ہوئی، کہ اپنی مقصد براری کے لئے انھوں نے اہالیان وائنا کی خدمات حاصل کرنی شروع کردیں۔ اسکا نتیجہ محض ایک پارلیمنٹی خلفشار تھا جس سے بتدریج صرف ایک نہایت وقیع اور اہم اصلاح نمودار ہوئی جسے انقلاب کا تنہا اور مستقل ثمرہ کہنا چاہئیے۔ کسانوں کی نجات و فلاح غالبیین اور استبدادی دونوں جماعتوں کے نزدیک مقدم اور ضروری خیال کی گئی۔ یہ صرف کسانوں کی دلی بیزاری اور بے اطمینانی تھی جس نے انقلاب کو امکانات کے حدود میں داخل کردیا تھا اور اب اسی بیزاری اور بے اطمینانی کے ازالے سے استبداد کو فتح نصیب ہوسکتی تھی۔ ادھر، ۷ ستمبر کو جاگیری خدمات کو حذف کردینے کا مسودہ شاہنشاہ کی منظوری کے لئے پیش ہوا ادھر انقلاب کی کمر ٹوٹ گئی۔ طبقۂ مزارعین کے نائبین جو طبقۂ متوسطین کے موہوم اور غیر معین نصب العین سے ابتک ناآشنائے محض تھے اپنے اپنے حلقۂ انتخاب کو واپس ہوئے۔ اور اپنی نویافتہ آزادی کی ضمانت میں اس بات کا عزم کرچکے تھے کہ وہ حکومت کی

آسٹروی رائخشرات کا افتتاح

زرعی اصلاح ۲۹۶

اعانت و امداد میں ہمہ تن کوشاں رہیں گے حکومت کو اسلافیوں کے ہمدوش ہو کر جس وقت جرمن لبرلزم اور مگیاری جذبۂ ملت پرستی کے خلاف صف آرا ہونا پڑا اُس وقت حکومت شاہی کی پشت پناہی کے لیئے صرف وہ افواج نہ تھیں جنکے حوصلوں کو فتوحات نے اور وسعت دے دی تھی بلکہ وہ طبقۂ مزارعین بھی تھا جو وفاشعاری اور شکر گزاری کے جذبات سے سرشار ہو رہا تھا۔

یلاچخ (Jellacic)

۱۴۔ اپریل کو بیرن یلاچخ کروشیا کا بان یا وائسرائے مقرر ہوا۔ اسلافی قومیتوں کی اُس تمام تگ و دو کا مقصد جس کا تعلق آسٹریا میں ۱۸۴۸ء کی انقلابی تحریکات کی قسمت کے فیصلے سے تھا، اُسی شخص کے وجود سے وابستہ تھا یلاچخ استبدادی سے آسٹریا کے شاہی اور فوجی اقتدار کو از سر نو کار فرما بنانے کا عزم کر چکا تھا اور اگر انسبرگ (Inusbruck) میں اس کے آئین وفاشعاری کو کبھی اشتباہ کی نظر سے دیکھا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس امر کو بخوبی محسوس کر چکا تھا کہ جرمن اور مگیاروں کی انقلابی طاقت کو شکست دینے کی صرف یہ صورت ممکن تھی کہ وہ اپنے آپ کو اُن اسلافی مطمحات نظر سے وابستہ کرے جو ان دونوں سے معاندانہ چشمک رکھتے تھے۔ مگیاری جرمن دوعملی کے مقابلے میں اُس نے اُس وفاقیت (Federalism) کو لا کھڑا کیا تھا جس کے علم بردار اسلافی تھے اور اس طور پر وہ "دشمن میں تفرقہ ڈالو اور ان پر حکمرانی کرو" کے اس اصول کو بر سر کار لانا چاہتا تھا جسکا شمار حکومت ہاپسبرگ کی دیرینہ روایات میں کیا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنے مقصد کی تکمیل میں انتہائی فراست و قابلیت سے کام لیا۔ (Bonote) اپنے صوبے میں اسکا داخل ہونا ہی تھا کہ اس نے تمامی انتظامی جماعتوں کے نام ایک حکمنامہ امتناعی جاری کیا کہ سوائے ان احکام کے جنھیں وہ خود نافذ کرے اُن کو کسی دوسری ہستی کے فرمان پر کار بند نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف اُس نے مگیاری حکام کو حذف کر کے اُن کے مناصب پُر جوش الریائیوں کو تفویض کر دیئے اور اس طور پر پسٹ کی مجلس ملی کو علی الرغم اعلان جنگ دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُس نے کروشیا اور

صفحہ ۲۹۷

اسلافونیا میں فوجی قانون کا نفاذ کرکے، ایک طور پر ہنگری کو اعلان جنگ دے دیا۔ مگیاری حکومت نے بھی انتہائی سرعت کے ساتھ اس اعلان پر صدائے لبیک بلند کردی۔ ہنگری کے والی اور وزارت نے اسکی شکایت بارگاہ انسبرگ سے کی، اور ۷۔ مئی کو ایک شاہی فرمان صادر ہوا جس میں اس قسم کی منافقانہ تحریکات سے اجتناب اور ہنگری حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یلاچچ نے نہ صرف تعمیل سے انکار کیا بلکہ کروشیوی مجلس ملی کا ایک اجلاس ۵۔ جون کو اگرام میں منعقد کیا۔ اس مجلس اولین کا کارنامہ یہ تھا کہ اُس نے "سلطنت ثلاثیہ" کو ہنگری سے منقطع کردیا اور اس کے بعد اُس نے اس امر کا ووٹ سے فیصلہ کردیا کہ اول الذکر مقامات کے ساتھ گورنز کارنیولا کارنتھیا۔ اسٹیریا۔ اور نشیبی سٹیریا شامل کردیئے جائیں۔ آسٹریا کے ساتھ اُن کا شمول محض مالیات، خارجی پالیسی اور معاملات جنگ کے نکلے تصفیے کیلئے رہ گیا بارگاہ انسبرگ کے صدرنشینوں نے اس جدید منافقانہ رویے کو اندیشے کی نظر سے ملاحظہ کیا۔ مئی کی بغاوت وائنا کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے دارالسلطنت کی تمام باغیانہ ریشہ دوانیوں کو نیست و نابود کردینے کے لئے مگیاریوں سے طالب استعانت ہونا بالکل ناگزیر ہوگیا تھا اور اس خیال کو عمل پذیر بنانے میں جو چیز سدراہ ہورہی تھی وہ یلاچچ کا بے محل و بے موقع طرز عمل تھا۔ بتھیانی (Batthyany) کے ایما پر، ۱۰۔ جون کو شاہنشاہ نے ایک فرمان صادر کیا جس میں تحریک الیریا کو نہایت سخت و سست لب ولہجہ سے یاد فرمایا اور یلاچچ کو معزول کردیا۔ موخر الذکر ایک رئیس الوقت کی حیثیت سے انسبرگ کے لئے روانہ ہوچکا تھا۔ یہاں آنے پر اُس نے اس حقیقت کو فوراً سمجھ لیا کہ وہ کن کن ذرائع اور اصول پر کاربند رہکر شاہی قسمت کی نزاکتوں کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد میں تبدیل کرسکتا ہے۔ وہ اس امر کو بخوبی ذہن نشین کرچکا تھا کہ ہر بات کا مدار فوج پر ہے۔ اور فوج مرادف تھی۔ اٹلی میں جنگ و پیکار کی! اگر کروٹ اور مگیاری رجمنٹ لمبارڈی سے اٹھالی جاتی ہیں تو آسٹروی اغراض و مقاصد فوت ہوتے ہیں۔

ہنگری سے "سلطنت ثلاثیہ" کا انقطاع

مگیاری حکومت نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ہنگروی افواج کو تاج خسروی سے منحرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ ۱۴ مئی کو پیستھ میں باقاعدہ شاہی افواج اور قوم پرست استیصالیوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جس میں موخر الذکر کو فتح نصیب ہوئی۔ محافظین ملی کا ایک دستہ منتخب ہوا، اور بد دل فوجیوں کو بڑی بڑی تنخواہوں کا لقمہ دے کر اپنے علم و نشان کو خیر باد کہکر جدید علم کے نیچے آجانے کے لیئے آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ یکم جون کو افواج متعینہ پیستھ (Pesth) نے دستور کے لیئے حلف وفاداری اٹھایا، اور اب تمام مگیاری اعیان و اکابر کی وہ توقعات جو انقلاب پسندان وائنا سے وابستہ تھیں زائل ہوگئیں

یلاچخ و جنوبی اسلافیوں کا فوج کے ساتھ اتحاد

یلاچخ نے اب اپنا موقع دیکھا اور اُسے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ۲۰ جون کو صفحہ ۲۹۸ اُس نے افواج کروٹ متعینہ اٹلی کے نام ایک اعلان شائع کیا جس میں انھیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ اٹلی ہی میں اپنے قدم جمائے رکھیں اور ما در وطن کے لیئے آمادۂ سر فروشی ہو جائیں اس لمحے سے فوج اور جنوبی اسلافی ملتوں کے درمیان رابطۂ اتحاد بالکل مستحکم ہو گیا۔

یلاچخ ایک متحدہ سلطنت کا خیال ظاہر کرتا ہے

باغی سرویوں (جو اسٹراتیمرووچ (Stratemirovic) کی سرکردگی میں تھے) اور مگیاریوں کے درمیان، جنوبی سرحد پر آتش جنگ مشتعل ہو چکی تھی۔ اگرام کی مجلس ملی نے بعلی ۱۰ جون کے اعلان پر غضبناک ہوکر، ایک اعلان جنگ انسبرگ بھیج دینے کا تہیہ کر لیا اور بان (یلاچخ) کو بحال کر دینے کا مطالبہ کیا۔ شاہی کابینۂ وزارت کو ابتک اسکی ہمت نہ تھی کہ وہ علی الاعلان مگیاریوں کی توہین یا تضحیک روا رکھ سکتا۔ یلاچخ بغیر کسی مزاحمت کے اپنی جگہ کو واپس ہوا، ایک طرف تو اس نے ہیجان اور اضطراب کو فرو کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف اپنے مساعی اور جد و جہد کو تکمیل کے حد و تک پہنچا تا رہا۔ اسکے ایما سے مجلس ملی نے ایک قرارداد منظور کر کے نظام دوعملی کو قابل ملامت گردانا اور سلطنت کی متحدہ حیثیت کو از سر نو

قائم کرنے کی تحریک پیش کی۔ ۲۶۔ جولائی کو بتوسل ارک ڈیوک جان گورنر جنرل اور تبھیانی (Batthyany) سے رابطۂ تفہیم و تفہم قائم کرنے کی غرض سے یلاچخ وائنا کی سیاحت اختیار کرنا واقعات اور حالات پر مزید روشنی ڈالتا تھا عہد معاہدے کی کوئی صورت نہ نکل سکی لیکن افواج نے یلاچخ کی پذیرائی کچھ اس شان سے کی گویا اُسے سلطنت اور فوج دونوں کے حقوق کے محافظ کی حیثیت حاصل تھی اس مظاہرے سے گورنمنٹ کچھ اس درجہ متاثر ہوئی کہ اُس نے ہمت کر کے اس امر کا اعلان کر دیا کہ آسٹروی سلطنت کا مدار اس حقیقت پر تھا کہ وہ تمام قومیتوں کے مساوی حقوق کو تسلیم کرتی ہے" یہ اسلافی نسل کے لئے ایک رعایت تھی جرمن اور مگیاری اقوام کی متکبرانہ علیحدگی کا (Exclosiacness) ایک جواب اور انجام کا آغاز! یلاچخ کو اب بھی اپنی کروٹ فوج کی بے صبری کو فرو کرنا باقی تھا لیکن اس میں زیادہ مدت نہیں صرف ہوئی۔ متحدہ سلطنت کے خلاف مگیاریوں کا اس بات پر آمادہ ہو جانا کہ اب قسمتوں کا فیصلہ صرف تلواروں کی چھاؤں میں ہو سکتا ہے، ایک ایسا واقعہ تھا جس نے یلاچخ کو پوری آزادی کے ساتھ کارفرما ہونے کا جلد موقع دے دیا۔

ہنگروی ڈائٹ کروٹوں کو کچل دینے کے لیئے آمادہ ہوتی ہے۔

۲۔ جولائی کو ہنگروی ڈائٹ کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ کسی قسم کے مفاہمے یا صلح کے لیئے کوئی آمادہ نہ تھا، اعتدال پسند طبقے کی آواز قوم پرستوں کے شور بے ہنگام میں جذب ہو جاتی تھی اور مستحفظ کابینۂ کوستھ (Kossuth) کی شخصیت سے مرعوب ہو رہا تھا جو اپنے وسیع اعتبار و اثر کو بہ سرکار لا کر نسلی مناقشات کے بھڑکتے ہوئے شعلوں پر روغن اندازی کر رہا تھا۔ کروشوی مسئلہ اس وقت سب پر فوق تھا۔ ڈائٹ نے صفحہ ۲۹۹
بان (یلاچخ) کی افواج کو رسد وغیرہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ تحریک۔ راڈٹسکی (Radetzky) کے لیئے کمک روانہ کی جائے، اختلاف آرا کا باعث ہوئی لیکن آخر کار اسے اس شرط پر منظور کر لیا گیا کہ سب سے پہلے ہنگری میں "امن و عافیت قائم کرنا چاہیئے"[1]

[1] اسپرنگر جلد دوم صفحہ ۴۷۸۔

اسی دوران میں یہ امور بھی منظور کر لیئے گئے کہ ۲ لاکھ سپاہ فراہم کی جائے، محصول جنگ قائم ہو اور فوج کی ترکیب اور ترتیب اس طور پر ہونی چاہیئے کہ قومی عنصر اور زیادہ غالب نظر آنے لگے،

لیکن اسی زمانے میں، جنوب میں ایک بار پھر آتش مخاصمت بلند ہونے لگی تھی اور وزیر جنگ کی خاموش رضامندی سے آسٹروی افسر باغیوں سے جا ملے۔ لیکن بظاہر آسٹروی حکومت اب بھی اپنے غیر جانبدارانہ رویے پر قائم تھی اور پیسٹھ سے جو پیام دعوت شاہنشاہ کو موصول ہوا تھا اسکا جواب شہنشاہ نے دوستانہ طریقے پر دیا گرو بات کا ٹالنا تھا، لیکن کوستھ کا غیر مصالحانہ رویہ اور اسکی وہ سب سے علیحدہ مالی پالیسی جسکی رو سے وہ آسٹریا اور ہنگری کے درمیان افتراق و نفاق کی خلیج وسیع کرتا جاتا تھا اور حکومت پیسٹھ کی فطری بدگمانی اور سوء ظنی ایسی حالتیں تھیں جنھوں نے معاملات کو جلد سے جلد نازک حدود تک پہنچا دیا۔ واقعات اٹلی نے اس کو اور مصدق کر دیا۔ ۲۵ جولائی کو فتح کسٹوزا نے ایک ایسی فوج کو آزاد کر دیا جو جذبات فتح و فیروزی سے سرشار اور اپنے افسروں اور خاندان شاہی کے لیئے سر بکف تھی۔ ایک مضبوط مرکزی اور فوجی مملکت کے

فتح کسٹوزا کا اثر

قیام و احیاء کا امکان از سر نو تازہ ہو گیا۔ مگیاریوں کو علیحدہ کر دینے کے خلاف خود آسٹروی پارلیمنٹ میں آوازیں بلند ہوئیں اور وزرا کو اتنی جسارت ہوئی کہ وہ حکومت پیسٹھ کے خلاف جو اسلافیوں کو نیست و نابود کر دینے کے لیئے جد و جہد کر رہی تھی صدائے احتجاج بلند کر سکے۔ آسٹروی سلطنت اور ہنگروی بادشاہت کے مطالبات آپس میں نقیضین معلوم ہو رہے تھے اور اب ایک ایسی حالت پیدا ہو چلی تھی جسکے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس کا تصفیہ اب صرف طاقت اور اشتداد سے ہو سکتا تھا

یلاچخ - ہنگری پر حملہ آور ہوتا ہے

۴ ستمبر کو شہنشاہی حکومت نے یلاچخ کو انتہائی اعزاز و اقتدار کے ساتھ جسکا وہ سزاوار بھی تھا اُس کے قدیم عہدے پر فائز المرام کر دیا۔ سات ہی روز کے بعد بان نے کروشوی افواج کی معیت میں دریائے ڈراؤ کو عبور کر کے ہنگری کے خلاف علانیہ

اعلان جنگ کر دیا۔

اُس وقت سے وہ نتائج جو انقلاب سے مترتب ہونے والے تھے لیکن باعتبار اہمیت کچھ زیادہ وقیع نہ تھے بالکل فراموش کر دیئے گئے اور آسٹریا کی جملہ نسلوں اور ملتوں کی نظریں ہنگری کے خطرے (Crisis) کی رفتار ترقی پر جمی ہوئی
صفحہ ۳۰۰ تھیں وائنا کی جرمن عمومیہ مگیاری قوم پرستوں کے ساتھ انتہائی بلند آہنگی سے اظہار ہمدردی کر رہی تھی۔ آسٹروی رائخشرات میں اسلافیوں کی کثرت آرا سے

جرمن لبرل جماعت و مگیاریوں کا اتحاد اسلافیوں کے خلاف

ایک قرارداد منظور ہوئی جسکی رو سے بحث مباحثے میں ہر زبان کو مساوی درجہ عطا کیا گیا تھا اور یہ گویا جرمنیت کے عروج و اقتدار کے لیئے ایک پیام زوال تھا۔ اُن دو ہنگاموں کو جو اشتراکی مبلغین کے اکسانے سے رونما ہوئے، حکومت نے یکے بعد دیگرے تھوڑی سی وقت سے فرو کر دیا۔ اور اب غالی اعیان و اکابر نے اس امر کو محسوس کیا کہ اقتدار اور سطوت کی عنان رفتہ رفتہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگی تھی ان حالات کے ماتحت اُس وفد نے جسے کوستھ نے باشندگان آسٹریا کے پاس بھیجا تھا اور جو وائنا ۱۵ ستمبر کو پہنچا، ایک ایسا خوش آیند موقع مہیا کر دیا جسکی وجہ سے یہ اپنی حالت کو بہتر اور محکم بنا سکتے تھے۔ رائخشرات کی اسلافی اکثریت نے ان کی ملاقات سے انکار کر دیا لیکن وائنا کے باشندوں نے ان کے ورود پر انتہائی جوش کا اظہار کیا۔ یہ گویا ایک اعلان جنگ تھا جس میں بحیثیت فریقین ایک طرف تو حکومت خود موجود تھی جسکی پشت پناہی کے لیئے اسلاف آمادہ تھے اور دوسری طرف جرمن عموم تھے جن کے ہدوش و ہمعنان مگیاری تھے۔ خود پستھ میں یا جیسی کہ توقع کی جاتی تھی، اس بحران نے حکومت کی

پستھ میں انقلاب پسند جماعت برسر کار آتی ہے

انتہا پسند جماعت کو تقویت پہنچائی، چیچینئی (Szechenyi) کچھ دن قبل ہی اپنے حواس کھو چکا تھا۔ بقیہ میں سے جو زیادہ اعتدال پسند اراکین تھے مثلاً ایوٹ ووس (Eotvos or) دیاک (Deak) اُنھوں نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا اب اپنی شامت اعمال سے صرف بتھیانی (Batthyany) ایسا رہ گیا تھا جو

ان نامساعد حالات میں بھی سرگرم کار رہا۔
چند دنوں تک تو حیص بیص کی حالت رونما رہی۔ مگیاری افواج کا رویہ کچھ غیر متیقن اور مشکوک تھا اور اسکی کمان اب تک گورنر جنرل آسٹروی ڈیوک اسٹیون کے ہاتھ میں تھی لیکن یلاچخ کی یہ امید کہ کچھ مگیاری باقاعدہ افواج اس سے آکر مل جائے گی، بار آور نہ ہوئی، کچھ عرصے کی بے کار اور بے سود گفتگوئے مصالحت کے بعد گورنر جنرل نے سپر ڈال دی اور فرار ہوگیا۔ بالآخر اس امر کی کوشش کی جانے لگی کہ کسی طرح اس نااتفاقی کو رفع کیا جائے اور ایک عارضی صلح حاصل کرنے کے لیئے جنرل لامبرگ کو ہنگری کے تمام اسلاف یا مگیاری افواج کا جنرل بناکر، موقع پر بھیجا گیا اسکا تقرر یلاچخ کی توہین تھی، مگیا ریوں کے لیئے یہ ایک رعایت تھی اور ٹھیک یہی خیال بتھیانی (Batthyany) کا بھی تھا لیکن بدقسمتی سے لامبرگ بجائے اسکے کہ وہ وزیر اعظم کا انتظار کرتا جو خود اسی سے ملنے کے لیئے روانہ ہو چکا تھا، جلد سے جلد پسته کے لیئے روانہ ہوگیا اور یہ ایک ایسا مقام تھا جسے شدید ترین انقلابی طاقتوں کا مرکز کہنا چاہیئے ۲۷ ستمبر کو ڈائٹ صفحہ ۱۰۴
کے باقیات صالحات نے کوسته کی تحریک پر، ایک فرمان نافذ کیا جس میں مگیاری افواج کو اس امر کی ترغیب دی گئی تھی کہ وہ لامبرگ کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں[۱] دوسرے ہی دن بوڈا کے پل پر، عوام کے ایک غضبناک

جنرل لامبرگ کا قتل

جم غفیر نے آسٹروی جنرل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب کسی آشتی پذیر مصالحت کی کوئی گنجائش نہ تھی اور گو بتھیانی (Batthyany) انتہائی سرعت کے ساتھ وائنا پہنچا کہ کسی نہ کسی طور پر معاملات روبراہ لائے جا سکیں لیکن اب کینہ و مخاصمت کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ ۳ اکتوبر کو بتھیانی کے جانشین ریکسے (Recsey) کے دستخط سے ایک اعلان شائع ہوا جسکی رو سے ہنگری میں فوجی قانون نافذ کردیا گیا یلاچخ

[۱] یہ دستوری ہیئت ظاہری کی مثال خصوصی تھی۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وزیر متعینہ پسته نے لامبرگ کے کمیشن پر اپنے دستخط نہیں ثبت کیئے تھے (فرے جلد دوم صفحہ ۱۱۴)

کو وائسرائے کا عہدہ تفویض ہوا اور وہ کل افواج کا کمانڈر مقرر کر دیا گیا۔ اسی دوران میں جنرل لاٹور (Latour) وزیر جنگ نے وائنا کی متعینہ افواج سے چند رجمنٹوں کو اسکی امداد کے لیئے کوچ کرنے کا حکم نافذ کیا۔ لیکن پچھلے چند مہینوں سے ان کے ساتھ کچھ ایسی مراعات ملحوظ رکھی گئی تھیں کہ ان میں کافی طور پر بد نظمی پھیل چکی تھی اس لیئے ان افواج پر بالکل اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ کلیتہً ناقابل اعتبار ثابت ہوئیں۔ عامتہ الناس اور استیصالیوں (Radicals) نے ہنگیاریوں کے خلاف کوچ کرنے سے احتراز کرنے پر انھیں کچھ اس طرح اکسایا کہ کئی رجمنٹوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ عامتہ الناس اور افواج ایک دفعہ پھر ہوف برگ پر ٹوٹ پڑیں اور لاٹور اپنی مروت و حوصلے کا شکار ہوا، یعنی اُس نے حملہ آوروں کے خلاف توپ و تفنگ سے امداد لینا گوارا نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ کمزور شاہنشاہ نے ایک دفعہ پھر جم غفیر کے جبر و قہر کے سامنے گردن خم کر دی اور ۳؍ اکتوبر کے اعلان کو واپس لے لینے پر رضامند ہو گیا لیکن چار یوم کے بعد وہ نواح دار السلطنت سے ایک دفعہ پھر مفرور ہوا اور ایک اسلافی شہر یعنی اولمتز (Olmutz) میں جا کر پناہ گزین ہوا جہاں سے اُس نے اپنی تمام وفادار رعایا کے نام ایک اپیل شائع کی کہ وہ تاج کی حفاظت و صیانت کے لیئے جمع ہو جائیں۔ رائخشرات کی اسلافی اکثریت نے بھی شاہنشاہ کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنایا اور پراگ کو مراجعت کر گئے بقیہ ایام "جرمن رمپ" کے خلاف، غالی کلبوں اور کمیٹیوں کے ایک حقیر اور قابل رحم ضمیمے کی حیثیت سے، لعن و طعن کرتی رہی۔

لاٹور کا قتل اور شاہنشاہ کا بار دیگر مفرور ہونا

اب وہ موقع آن پہنچا تھا جب کہ جماعت حربی اپنی قسمت آزمائی کے لیئے شمشیر بے نیام کر لیتی۔ ۱۱؍ اکتوبر کو وندشگراتز نے (جس نے کہ نہایت کامیابی سے پراگ میں عافیت و تسلط قائم کر دیا تھا) ایک اعلان شائع کیا جس میں چخ قوم کی وفاداریوں کی مدح سرائی کی گئی تھی اور اس خیال کا بھی اعادہ کیا گیا تھا کہ وہ جلد سے جلد صفحہ ۳۰۲

وندشگراتز (Windischgratz) وائنا پر غلبہ حاصل کرتا ہے

وائنا پر حملہ آور ہو کر شاہنشاہ کے اقتدار و سطوت کو بحال کرنے کی کوشش کریگا۔ ۱۶ر اکتوبر کو شاہی فرمان کی رو سے وہ باستثنائے اس لشکر کے جو اٹلی میں متعین تھا جملہ آسٹروی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر کر دیا گیا، اب بغیر کسی توقف کے اُس نے دارالسلطنت کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔ ہنگری کی متوقع کمک کے عدم حصول پر جو کچھ نتیجہ ہوتا وہ ظاہر تھا۔ وندشگراتز نے نہایت متکبرانہ انداز سے "باغیوں" سے تمام شرائط صلح پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور ۲۰ر اکتوبر کو اُس نے اہالیان وائنا کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو ترحم شاہی کے حوالے کر دیں۔ ۲۸ر اکتوبر سے شہر پر حملہ شروع کیا گیا، ۳۰ر کو معلوم ہوا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ لیکن دوران گفت و شنید میں یہ خبر لگی تھی کہ ایک ہنگروی لشکر محصورین کی اعانت کے لیے بڑھتا آرہا ہے، باغی لیڈروں نے اطاعت و انقیاد و تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لیکن امداد و استعانت کی توقع نقش بر آب ثابت ہوئی مغیاریوں کی جماعت بمقام شوئےخات (Schwechat) زیر و زبر کر دی گئی اور محصورین کی بدعہدیوں سے برافروختہ ہو کر یکم نومبر کو وندشگراتز شہر میں داخل ہوا۔ اب مغلوب استیصالیوں کو فوجی انتقام سے پورے طور پر گرانبار ہونا پڑا۔ جن لوگوں کو سزائے موت دی گئی ان میں سب سے نمایاں

رابرٹ بلم کا قتل کیا جانا

رابرٹ بلم۔ فرانکفورٹ پارلیمنٹ کا ایک رکن تھا جس نے شہر کی محافظت میں حصہ لیا تھا، دوسرا شخص میسن ہاؤسر (Messenhaussar) تھا جس نے مجلس ملی کی ہدایات کے مطابق اپنے فرائض انجام دیئے تھے۔ اور یہ سب کچھ محض اس بنا پر تھا کہ اس سے جرمن ملت پرستی اور آئینی آزادی کو صدمہ پہنچایا جا سکتا تھا اس سے بحث نہیں وہ (آزادی) جرمن ہوتی یا آسٹروی۔ مگیاری اور جرمنوں نے اس امر کو محسوس کیا اور وہ بھی بہت دیر میں کہ وائنا کا زوال فرانکفورٹ اور پیسٹھ کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

وائنا کا زوال، فی الحقیقت، اس کشاکش کا ایک جدید باب تھا، جس میں فوج ہی سب کچھ تھی راڈٹسکی (Radetzky) نے اٹلی سے وندشگراتز کو

مبارکباد بھیجی خود شاہنشاہ نکولس نے مہینوں کے پُرنخوت سکوت کو خیرباد کہا اور وندشگرائٹز (Windischgratz) اور یلاچچ کے پاس تعریف وتحسین کے خطوط روانہ کیئے۔ جدید آسٹروی وزارت تبدیل شدہ واقعات اورحالات کا مرقع تھی۔ پرنس شوارتسنبرگ (Schwarzenberg) جس کے اصول سیاسی میٹرنخ سے مشابہ تھے اُس وقت وزیر اعظم تھا اُس کی سیرت اور ذات اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ آیندہ سے، فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کی کمزوری یا پس وپیش کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ انقلاب سے موجودہ حالت میں روگرداں ہونا، درآنحالیکہ ہنگری کی ناشکستہ طاقت استبداد کے راستے میں ایک سنگ گراں تھی، ناممکن تھا۔ ۲۷ نومبر کو ایک اعلان شائع کیا گیا جس میں حکومت کے اس ارادے کا اعادہ کیا گیا تھا کہ وہ آئینی اصول کو برقرار رکھے گی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کیا گیا کہ بحیثیت ایک متحدہ سلطنت کے آسٹریا کی حیثیت قائم رکھی جائے گی خواہ اسکا انجام یہی کیوں نہ ہو کہ اسکا تعلق ”نئی جوانی پائی ہوئی“ (Rejuvenated) جرمنی سے بالکل منقطع ہوجائے۔ اس مقصد کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ نگیاری ہنگامے کا قلع قمع کردیا جائے۔

پرنس سوارتسن برگ (Schwarzenberg)

حکومت جدیدہ کے تجاویز اولین ہی اس کی غیر مصالحانہ فطرت پر دال تھے۔ آسٹروی مجلس ملی ۲۲ اکتوبر کو برخاست ہوئی تھی۔ دوسری بار اس کا اجلاس ۱۵ نومبر کو کرم زیرہ میں منعقد ہونا طے پایا۔ جہاں خنازیر کی کثرت تھی! یہاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ گفت وشنید کرسکتے تھے اور کسی کی نگاہ بھی اُن پر نہیں پڑسکتی تھی۔ اس سے بھی زیادہ قضا شیم وہ طرز عمل تھا، جو ۲ دسمبر کو اختیار کیا گیا جبکہ شاہنشاہ فرڈیننڈ اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ تاج وتخت سے دست کش ہوکر سریر سلطنت اپنے بھتیجے آرک ڈیوک فرانسس جوزف ایک ہیزدہ سالہ لڑکے کو حوالے کردے، یہ تجویز اس بنا پر قابل تسلیم خیال کیجاسکتی تھی کہ

ریشتاغ کرم زیرہ (Krem sier) کو منتقل کیجاتی ہے

صفحہ ۴۰۳

فرڈیننڈ کا تاج و تخت سے دستکش، اور فرانسس جوزف کا سریر آرائے سلطنت ہونا ۲ر دسمبر ۱۸۴۸ء

فرڈیننڈ ایسا ناقابل اور ناکارہ تھا کہ وہ موجودہ بحران ٹی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تھا لیکن باعتبار نتائج یہ سب کچھ نگیاریوں کے خلاف ایک دعوت جنگ تھی اور کارکنوں کے نزدیک یہی مقصد پیش نظر بھی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تاج و تخت سے دست کش ہونے سے پہلے فرڈیننڈ نے کوسنتھ اور انقلابی جماعت کو جو بستہ ہیں موجود تھی خوب سخت و سست کہا۔ لیکن بایں ہمہ ہنگری کی انقلاب کا ہر پہلو اور اسکی ہر نوعیت شاہنشاہ کی جنبش ابرو کی رہین منت رہ چکی تھی۔ اسکا جانشین اس قسم کی پابندیوں کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا تھا۔ دور جدید کا پہلا کارنامہ ایک اعلان کا نفاذ تھا جسکی رو سے بادشاہ نے سلطنت کے لیئے ایک آئین منظور کرنے کا وعدہ کیا۔ باشندگان ہنگری نے اس دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کی۔ انھوں نے اس دست کشی کو کالعدم تسلیم کیا، جدید شاہنشاہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اُسے ہنگری میں اسوقت تک کوئی حق نہیں حاصل ہوسکتا تھا جب تک کہ وہ دستور کے لیئے حلف وفاداری نہ اٹھائے اور سینٹ اسٹیفن کا تاج زیب فرق نکرے۔ اس کے بعد ہی جو ہنگامۂ کارزار بہ پا ہوا اس میں انھوں نے آئین دستوری کی اپنی عادتی پاسداری کی وجہ سے اس امر کا اعلان کردیا کہ وہ نگیاری آزادی اور اپنے اصلی بادشاہ فرڈیننڈ کے لیئے جنگ کر رہے ہیں۔ صفحہ ۴۴

ہنگری میں جنگ

ابتدا میں تو یہ حقیقت نہایت نمایاں طور پر آشکار ہو رہی تھی کہ قسمت یقینی طور پر آسٹریوں کا ساتھ دے گی۔ نگیاری اول تو تیار نہ تھے، دوسرے ان میں کوئی ترتیب اور تنظیم نظر نہ آتی تھی، خود انھیں کے حدود میں دشمنوں کی یورش تھی، جنوب میں سرب قوم مکمل طور پر بغاوت کا اعلان اور اظہار کر رہی تھی اور جسوقت آسٹریوں کے مقابلے کے لیئے نگیاری سپاہ واپس بلائی گئی، انھوں نے بقیہ افواج کو پے در پے شکستیں دیں۔ ٹرانسلوینیا میں رومانوی کاشتکاروں نے آسٹروی اغراض و مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیئے،

صمیم قلب سے تیار ہو گئے۔ خود سیکسنوں کا یہ حال تھا کہ وہ کوستھ کے غیر مصالحانہ جذبۂ ملت پرستی سے برگشتہ ہو کر رومانوی کاشتکاروں کے ہم پہلو اور ہمعناں ہو کر مگیاری سطوت و جبروت کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ ۱۵۔ دسمبر کو ایک عارضی پسپائی کے بعد یلاچچ نے بار دیگر رود بار دراوے (Drave) کو عبور کیا اور مغیاریوں کو جو پرچیل (Perczel) اور گور گئی (Gorgei) کی سرکردگی میں صف آرا ہوئے تھے متواتر شکستیں دیں۔ اور اُن کو پستھ تک ڈھکیلتا چلا گیا۔ ہنگری کی دارالسلطنت میں اب خلفشار اور سراسیمگی کا پورا تسلط تھا، اعیان و اکابر کی ایک اعتدال پسند جماعت شرائط صلح طے کرنے کے لیے پرنس وِنڈشگراٹز (Windischgratz) کی خدمت میں باریاب ہوئی پرنس نے نہایت متکبرانہ انداز سے باغیوں سے گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا، فوج آگے بڑھتی گئی۔ ۴ جنوری ۱۸۴۹ء کو ہنگری ڈائٹ دارالسلطنت سے دبریچن (Debreczin) کو منتقل ہوئی اور دوسرے دن آسٹریوں نے پستھ پر قبضہ کر لیا بتھیانی (Batthyany) اور مگیاریوں کی ایک مقتدر جماعت حراست میں لے لیگئی شہر میں فوجی قانون نافذ کر دیا گیا۔ اور تمام دنیا نے یقین کر لیا کہ جنگ اتمام کو پہنچ گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب اسکی ابتدا ہوئی تھی۔ ۳۱ جنوری کو جنرل گلپکا نے آسٹریوں کو جو شلک (Count Schlick) کی سرکردگی میں تھے شکست دی جسکی وجہ سے مگیاریوں کی ہمت از سر نو عود کر آئی، لیکن ہنگری جنرلوں میں کینہ و نفاق کی ایسی گرم بازاری تھی کہ وہ اپنی فتح و نصرت کے ثمرات سے محروم رہ گئے۔

جنگ کپولنا (Kapolna) ۲۷ فروری ۱۸۴۹ء

۲۷ فروری کو کاؤنٹ شلک (Connt Schlick) وِنڈشگراٹز (Windischgratz) سے جا ملا اور اُن کی متحدہ افواج نے مگیاریوں کو جو دِمبنسکی (Dembinski) باشندۂ پولستان کے زیر کمان تھی، کپولنا پر شکست فاحش دی۔

آسٹریوں کے نزدیک فتح کپولنا نے جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا اور اب شوارتسن برگ (Schwarzenberg) نے اپنے سیاسی توپ و تفنگ کو بے نقاب کرنا شروع کر دیا تھا، کسی زمانے میں اس نے اپنے سیاسی اصول کی تشریح صفحہ ۳۰۰

ان الفاظ میں کی تھی "اپنے خیالات کو علی الرغم بیان کر دینا چاہیے اور انکی پشت پناہی کے لیے چالیس ہزار آدمی موجود رکھنا چاہیے"۔ آسٹروی کامیابی نے پشت پناہی کا سامان پیدا کر ہی دیا تھا اس لیے اُس نے بھی اپنے آئندہ طرزِ عمل کو ظاہر کر دیا۔ رایچ کو کرم ریز کی مجلس ملی جسکا ایک پر لطف جلسہ محض حقوق اساسی پر بحث کرنے میں صرف ہوا تھا درہم برہم کر دی گئی، تمام قلمرو کے لیے جس میں آسٹریا بھی شامل تھا،

ایک مرکزی آئین کا شائع کیا جانا

ایک جدید آئین شائع کیا گیا اور اسی دوران میں حسب ضابطہ اس امر کی درخواست کی گئی کہ یہ جدید اور مرکزی آسٹروی قلمرو کلیۃً جرمن وفاقیت میں شامل کر لی جائے۔ اس وحشت خیز تحریک کا اثر فرانکفورٹ میں کیا ہوا، اُسکا تذکرہ کسی دوسرے مقام پر کیا جائیگا۔ خود آسٹریا میں اسکا اثر کچھ کم معنی خیز نہ تھا۔ جنوبی اسلافیوں نے، جو بزعم خود حصولِ آزادی کے لیے شمشیر بکف تھے، محسوس کیا کہ ان کے ساتھ فریب روا رکھا گیا تھا اور اس خیال سے اُنھوں نے اپنی جد و جہد کم کر دی۔ دوسری طرف مگیاریوں نے اپنی اس قسمت کا خیال کر کے جو پہنائے مستقبل میں ان کے لیے مخصوص ہو چکی تھی، اپنے مساعی کو مہمیز کیا۔ اُس وقت سے جنگ نے ایک فیصلہ کن صورت اختیار کر لی۔ ٹرانسلوینیا میں بِم "جسے ہمیشہ شکست ہوئی لیکن جو ہمیشہ فاتح کہلایا" جنگ پریشانی کے فن میں طاق تھا۔ اُس نے وائنا کی محافظت میں ونڈشگراٹز (Windischgratz) سے ایک ناکام مقابلہ کیا تھا اور اب ابتدائے جنوری سے آسٹرویوں کا سدِّ راہ تھا۔ روسی افواج سرحد پر اس امر کی نگراں تھیں کہ انقلاب کے طوفانی سیلاب کے کچھ چھینٹے اڑ کر روس کے ارض مقدس پر نہ جا گریں۔ عین عالم یاس میں آسٹروی جنرل انکی مدد کا طلب گار ہوا جو زار کے اِذن سے دی گئی۔ لیکن باوجود اس کے کہ بِم کو متواتر ہزیمتوں سے دو چار ہونا پڑا تھا اُس نے روسیوں اور آسٹرویوں کو حدود والے کیا (Wallachia) سے افتاں و خیزاں نکال باہر کیا۔ دو مہینے کے بعد لڑائیوں کا ایک دوسرا سلسلہ چھڑا لیکن اُسکا بھی یہی انجام ہوا۔ اسی دوران میں پرچل (Perczal)

مگیاری فتوحات

صوبۂ سربیا میں بِم کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ دوسری طرف

خاص میدان کارزار میں گورگئی (Gorgei) اپنی پیہم فتوحات سے اُن تمام کارناموں کا شیرازہ منتشر کر رہا تھا جو آسٹر دیوں کی جانفشانی اور عرق ریزی کا رہین منت تھا، تین مہینے تک وندشگر تنر (Windischgratz) پستھ پر قابض رہا۔ لیکن اسکی سختیوں کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ دارالسلطنت میں بے اطمینانی اور اضطراب کے جو شعلے بھڑک رہے تھے ان کو بڑھنے نہ دیا ۔ اس کی سیاسی نظر صرف حربی قوانین کے افق تک محدود تھی ۔ اور آسٹروی افواج کی اولین ہزیمتوں نے اُسے بے یار و مددگار بنا دیا۔ مگیاری افواج گورگئی (Gorgei) کی سرکردگی میں آگے بڑھ رہی تھیں اور یہ اُن سے مقابلے کے لیئے باہر نکلا تھا۔ ۱۴ اپریل کو تاپیو باچے (Tapio Bacze) اور ۶ اپریل کو گودولو (Godolloe) پر شکست کھا کر یہ پستھ کو لوٹنے پہ مجبور ہوا اور اسکی وہ شہرت جسکا تمام تر مدار اسکی قابلیت کے بجائے اسکی خوش قسمتی پر تھا ناقابل تلافی طور پر برباد ہو گئی۔ اُسے سبکدوش کرنے کے لیئے جنرل ولڈن۔ پستھ بھیجا گیا۔ اسی دوران میں گورگئی (Gorgei) نہایت سرعت کے ساتھ قلعۂ کومورن کو کمک پہنچانے کے لیئے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے آسٹروی افواج کو جو گیوتنر Goetz کے زیر کمان تھیں ویٹزن (Waitzen) پر شکست دی اور بار دیگر ان افواج کو بھی ناگی سارلو میں زک پہنچائی جو وول گیموٹ (Wohlgemuth) کی سرکردگی میں تھیں یہاں تک کہ ۲۲ اپریل کو کومورن میں داخل ہو گیا۔ اب آسٹر دیوں کو پستھ میں تاب مقاومت نہ تھی۔ مگیاری برابر بڑھتے آرہے تھے اور خود وائنا خطرے میں تھا اس لیئے اس کی پشت پناہی کے لیئے ولڈن کو محض دارالسلطنت ہی سے واپس نہیں ہونا پڑا بلکہ خود ہنگری کو بھی خیرباد کہنا ناگزیر ہو گیا۔ اب بساط پورے طور پر منقلب ہو چکی تھی ۔ اور مگیاری اعیان و اکابر کے لیئے اب بھی ممکن تھا کہ وہ ایک باعزت صلح کی سلسلہ جنبانی کر سکتے ۔ لیکن صلح آمیزی و اعتدال پسندی کے جملہ صلاح و مشورے جنگ کی حشر انگیزیوں میں مدت ہوئی کہ جذب ہو چکے تھے اب کوسثھ کی سرکردگی میں استیصالی رہبروں کے سامنے نفرت انگیز آسٹر دیوں کی مغلوب اور مایوس افواج تھیں اب ان کی نگاہیں مغرب کی طرف مغلوب و منکوب دشمن کی جانب جمی ہوئی تھیں

صفحہ ۳۰۶

جن کے ماورا یورپ کی وسیع المشرب ہمدردی ان کی جاذب نظر تھی لیکن ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا تھا اور وہ آہنین زار کے اس سایۂ آسیب سے بالکل بے خبر تھے جو انکی رزمگاہ پر مستولی ہوچکا تھا اور جسے حقوق من جانب اللہ کی حفاظت وصیانت کے لیئے صرف ایک حیلہ شرعی کی تلاش تھی۔ ورنہ دخل انداز ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس فقدان بصیرت ہی کا تصرف تھا کہ انھوں نے یہ حیلہ بھی مہیا کردیا۔ کوستھ کی

ہنگری کی خودمختاری کا اعلان ۱۴ اپریل ۱۸۴۹ء

تحریک پر، ۱۴ اپریل کو دیبریچن (Debreczin) میں ہنگری کی خودمختاری کا اعلان اور خاندان ہاپسبرگ کو دغابازی اور غیر وفاداری کے جرم میں ہمیشہ کے لیئے تاج وتخت سے محروم کردیا گیا[1] یہ یورپ کے "حق بجانب" شاہی خاندانوں کے خلاف تکبر وتمرد کا ایک اعلان تھا جسے انھیں معنوں میں قبول بھی کیا گیا۔ صفحہ ۳۰۷

روس کی مداخلت

نومبر ۱۸۴۸ء کے اشتباہ افزا ایام میں شوارتسن برگ نے زار سے گلیسیا میں امن وعافیت قائم کرنے کے لیئے درخواست کی تھی، لیکن نکولس نے اس بنا پر اس تجویز کو نامنظور کردیا کہ روس، آسٹریا سے اس وقت تک کسی قسم کا سلسلۂ اتحاد نہیں قائم کرسکتا جب تک کہ آسٹریا میں خود کوئی باقاعدہ اور منتظم حکومت نہ قائم ہوجائے اسوقت سے برابر کسی نہ کسی طور پر حکومت وائنا نے اپنے اصولوں کی مضبوطی واستواری کا کافی ثبوت دیا اور فرانسس جوزف نے جسوقت عین حالت یاس واضطراب میں دستگیری کے لیئے زار کی طرف دست سوال پھیلایا، موخرالذکر نے امداد و استعانت کا وعدہ کرلیا۔ اس فیصلے نے ہنگری کی قسمت کا قطعی فیصلہ کردیا۔ گورگئی (Gorgei) بجائے اسکے کہ آگے بڑھتا چلا جاتا اور وائنا کا محاصرہ کرلیتا، غلطی سے، بوڈاپیستھ مراجعت کرگیا۔ یہ ایک غلط چال تھی جسکی وجہ سے دشمن کو وقت مل گیا اور اس نے کیل کانٹے سے درست ہوکر مگیاریوں کو محض اپنی کثرت تعداد سے کچل دیا۔ ٹھیک اسوقت جب کہ آسٹروی دوبارہ مغرب سے

---

[1] فربے لڈوگ کوستھ، جلد سوم صفحہ ۱۱ (فربے)

یلغار کر رہے تھے مشرقی محاذ پر ۲ لاکھ روسی افواج امنڈ آئیں، کوستھ (جو اسوقت حکمران مطلق منتخب ہو چکا تھا) کی آتش بیانی ہنگروی افواج کے قلب ودماغ کو شعلہ زار بنا چکی تھی اور موخر الذکر نے میدان جدال وقتال میں حسب معمول اپنی بے پناہ شجاعت کا ثبوت دیا۔ اس حالت یاس وناامیدی میں انھوں نے ترکوں اور اسلافی اقوام سے جو اُن کے ظلم وستم کے شکار رہ چکے تھے درخواست استعانت کی لیکن پذیرائی نہ ہوئی، انھوں نے اُن حقوق کو قبول کرنے سے انکار کردیا جو اس سے قبل کبھی بطیب خاطر تفویض نہیں کیے جا سکتے تھے۔ آسٹریا کی جارحانہ کارروائیوں نے حکومت کو ایک دفعہ پھر پیسٹھ کو خیر باد کہنے پر اور دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا، آخر کار کوستھ نے یہ محسوس کرکے ہنگری کی آخری امید صرف فوج کی ذات سے وابستہ تھی اپنے منصب حکمرانی کو گورگئی (Gorgai) کے حوالے کرکے خود مستعفی ہوگیا۔

اطاعت ولاگوس
۱۳ اراگست ۱۸۴۹ء

۱۳ اراگست کو گورگئ (Gorgei) نے اپنی تمام افواج کے ساتھ جنرل پاسکی اے وچ (Paskievitch) کے سامنے سپر ڈال دی تو آس وامید کی آخری شمع بھی جل بجھی، ہنگری کی قسمت کا فیصلہ اب زار کے قدموں کے تلے تھا۔ نکولس اپنے ضوابط عزت وناموس پر نہایت سچائی کے ساتھ قائم رہا، اُس نے اس ملک کو جسے خود اسکی تلوار نے فتح کیا تھا، بغیر کسی معاوضے یا شرائط کے شاہنشاہ فرانسس جوزف کے حوالے کر دیا۔ لیکن ہنگری کی قسمت یورپ کے جذبۂ ترحم کی محرک ہوئی شوارتسن برگ کا کلبیت آفریں فن سیاست ادھوری اور نامکمل کارروائیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا، جہاں کہیں وہ دیکھتا تھا کہ صلح آمیزی اور آشتی ناممکن ہے وہاں قلع قمع کر دینا
اس کے نزدیک بہترین اصول تھا جنرل ہئے ناؤ جسکی خوں آشامی جنون کی صفحہ ۳۰۸
حدود تک پہنچتی تھی اس کے نزدیک ایک آسان ترین آلہ تھا۔ گیاری آزادی کا ایک ایک شائبہ فنا کردیا گیا، ملک میں فوجی قانون نافذ تھا اور پیسٹھ و آراد (Arad) میں حکام نے فرائض عدالت کو بجا لانے کے لیے دار و رسن و بندوق اندازوں کا پورا سازوسامان درست کرلیا جتنے اعیان واکابر اس داروگیر سے بچ کر نکل گئے انھوں نے زیادہ رحم دل ترکوں کے یہاں جا کر پناہ لی۔ ان پناہ گزینوں کا

جب مطالبہ کیا گیا تو فرانس اور انگلستان کے ایما و تائید سے ترکوں نے انھیں حوالے کرنے سے انکار کیا، جسکا نتیجہ جنگ یورپ تھی۔[۱] ہنگری کا تختہ اُلٹ جانے سے شوارتسن برگ کے لیئے یہ ممکن ہوگیا کہ وہ اُس مرکزی نظام دفتریت کو از سر نو زندہ کردے جسکا پچھلے سال، انقلاب مارچ نے دفتر اُلٹ دیا تھا، اتنی آزمائشوں اور مصیبتوں کے بعد بالآخر سلطنت آسٹریا نظام میٹرنخ سے متحد اور وابستہ ہو گئی اور ایک ایسے مبارک مقصد کو مذہبی جواز دینے کے لیئے آسٹروی پادریوں کی ایک مقدس جماعت نے انتہائی احترام کے ساتھ ملت پرستی پر کار شیطانی کا فتوی لگا دیا۔ روس دوست تھا، اور اپنے شہزادے صدر جمہوریہ Fraice President کی ناخدائی میں، فرانسیسی بحیرۂ استبداد کی فرمانده جزیرے پر ہچکولے کھا رہا تھا اس صورت میں، یہ توقع بالکل بر محل تھی کہ اب وسطی یورپ کے مجالس میں آسٹریا اپنے دیرینہ اور مکمل عروج و سطوت کو از سر نو بحال کرے گا لیکن اٹلی اور جرمنی کے حالات و حادثات سد راہ ہوئے۔ اٹلی میں آسٹریا نے ایک دفعہ پھر اپنے بدترین دشمنوں کو اپنا بہترین دوست پایا یعنی انتہا پسند استیصالی۔ کسٹوزا کے حادثے کے بعد اطالویوں کے لیئے صرف ایک صورت باقی رہ گئی تھی یعنی وہ صبر و اطمینان سے کام لیں اور اپنے ان نقائص کو دور کرنے کی فکر کریں جو انکی مصیبت اور زوال کا باعث تھے لیکن وہ انقلابی عناصر جو نہایت مشکل سے دوران جنگ میں، جبکہ نتائج بالکل غیر متیقن حالت میں تھے قابو میں رکھے جا سکے تھے، اسوقت جب کہ "اعتدال پسندی" کی آزمائش بے سود اور ناکامیاب ثابت ہوئی، مزید شدت کے ساتھ رونما ہوئے۔ پہلی مثال روما نے پیش کی۔ روسی جو پاپائے روما کا فرانسیسی وزیر تھا اور جسے جماعت استیصالی اور ارباب استبداد "دونوں"، "اعتدال پسند" تصور کر کے نہایت قابل نفرت خیال کرتے تھے ٹھیک اُسوقت جب کہ وہ ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہو رہا تھا قتل کر دیا گیا۔

اٹلی مابعد کسٹوزا

---

[۱] ملاحظہ ہو اولی وسیئے "لبرل سلطنت"، جلد ۲ صفحہ (۴)

انقلابیوں کا ایک جمِ غفیر جن سے پولس اور فوج دونوں مل گئی تھیں، روما کی سڑکوں پر قابض ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ گوشۂ ہیبنل پر حملہ کردیا گیا پاپائے روما پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ شہر سے بھیس بدل کر فرار ہوا اور نیپلس کے حدود سلطنت میں جاکر پناہ گزیں ہوا۔ اور گیتا (Gaeta) میں سکونت اختیار کرلی جہاں اس پر کارڈینل انٹونیلی Cardinal Antonelli کا ایسا نافرجام اثر پڑا کہ اُس نے اپنے آپ کو بالکل استبداد کی نذر کردیا۔ پوپ کی مہاجرت نے رومن مسئلہ کو اب مقامی نہیں بلکہ بین الاقوامی حیثیت دے دی تھی۔ صفحہ ۳۰۹

اسپین اور آسٹریا نے مداخلت کی تحریک پیش کی اور اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ رئیس کلیسا کو اس کی اسقفیہ پر فائض کردینا چاہیئے پیڈمانٹ نے فی الحال فرانس کی امداد وایما سے اس امر پر صدائے احتجاج بلند کی کہ کسی بیرونی طاقت یا حکومت کو اٹلی کے معاملات میں دخل انداز ہونے کا منصب حاصل ہو۔ یہ بین الاقوامی گتھی اس وقت اور زیادہ اُلجھ گئی، جسوقت کہ رومن ایوانوں نے پوپ کی حکومت ارضی کے اختتام اور "رومن جمہوریہ" کے قیام کا اعلان کردیا اور اس طور پر کسی مفاہمت یا صلح آمیزی کی آخری امید بھی منقطع ہوگئی۔ یہ اٹلی کے دول ملوکیہ کے خلاف عہد شکنی تھی صرف مشکنی۔ روما نے نقش قدم کو اختیار کرنے پر تیار تھا اور اُس نے "جمہوریہ" کا اعلان بھی کردیا میزنی کی موجودگی کچھ اس درجہ ولولہ انگیز ثابت ہوئی کہ ۸ ر فروری کو فلورنس کی عمومیت پسند جماعت نے گرینڈ ڈیوک کی معزولی، اور ایک ہنگامی حکومت کے قیام کا اعلان کردیا۔ دس یوم کے بعد نہایت احترام کے ساتھ "جمہوریہ" کا اعلان کردیا گیا دو ایک روز تو گرینڈ ڈیوک اس جھجھک میں رہا کہ اسے ملوکیت پسند پیڈمانٹ کی معاونت کرنی چاہیئے یا ہم حلقہ ہاپسبرگ میں منسلک ہوجانا بہتر ہے، فرڈیننڈ والی نیپلس اور پوپ کے جو مراسلات اُسے موصول ہوئے اُن سے وہ ایک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ گیا۔ اور گیٹا میں پوپ سے ملاقی ہونے کے لیئے اُس نے ۱۲ ر فروری کو جہاز کا لنگر اُٹھایا۔ اٹلی کے

رومن جمہوریہ کا اعلان ہوتا ہے ۱۸۴۹ء

جمہوریہ ٹسکنی

مجالس میں اضطراب اور گمراہی کا یوں ہی کیا کم خلفشار تھا، نزاع و فساد کا ایک اور شاخسانہ نمودار ہوگیا اور وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ ایک مشترک دشمن کے مقابلے میں اتحاد و اتفاق کی ایسی ضرورت تھی جیسی کسی اور وقت میں محسوس نہ کی گئی ہوگی۔

انتخابات فروری کے بعد گو ایوانوں میں عمومیت پسند اراکین کی تعداد کہیں زیادہ تھی تاہم پیڈمانٹ کو مرکزی اٹلی کے جذبۂ جمہوریت سے کچھ ہمدردی نہ تھی۔ جیوبرٹی کو بحیثیت ایک محب وطن اور سیاسی فیلسوف کے جو شہرت حاصل تھی اس کے تصرف سے وہ منصب حکومت میں بھی دخیل ہوگیا۔ اُس نے اختلاف وافتراق کو سلجھانے کی سخت کوشش کی اور اطالوی سلطنتوں کی ایک عہدیت قائم کردینے میں انتہائی جد و جہد سے بھی دریغ نہیں کیا لیکن ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت
پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک مدبر سلطنت کے لیئے ایک تولہ عقل سلیم ایک من مبادیات صفحہ ۲۱۰
ونظریات سے زیادہ قیمتی ہے۔ عمومیت پسند اکثریت اسکی ابن الوقتی اور تمرد سے متنفر تھی اور ۲۱ فروری کو جس وقت وہ اپنے منصب سے معزول کیا گیا ہے اسوقت پیڈمانٹ تن تنہا اٹلی میں پورے آسٹریا کے دوبدو صف آرا تھا۔ بیرونی امداد کی طرف سے بھی مایوسی تھی۔ اہالیان پیڈمانٹ کی مصالحت قبول نہ کرنے والی طبیعت نے اُن کو انگلستان کی ہمدردی سے بھی محروم کردیا تھا۔ نپولین جب کبھی اپنے اُس عہد ابتدائی کو یاد کرتا تھا جب وہ اٹلی کی لبرل تحریکات میں کافی حصہ لیا کرتا تھا تو ہمدردی کے جذبات اس میں پیدا ہوجاتے تھے تاہم یہ ناممکن تھا کہ وہ مداخلت کی کوئی تجویز پیش کرکے کابینۂ وزارت کو اپنا ہم نوا اور ہم آہنگ بنا سکتا بایں ہمہ پیڈمانٹ

پیڈمانٹ تجدید جنگ کرتا ہے مارچ ۱۸۴۹ء

میں آرائے عامہ نے بہت شد و مد کے ساتھ تجدید جنگ کی موافقت میں آواز بلند کی، لمبارڈی میں **راڈٹسکی** Radetzky کے عہد خونیں نے جذبۂ وطن پرستی کو بحران کے حدود پر پہنچا دیا تھا، ہزار ہا پناہ گزیں سرحد پر جمع ہو ہو کر اُس کے شعلوں کو یوماً فیوماً بھڑکانے جارہے تھے اور یہ امر واضح ہونے لگا تھا کہ تاوقتیکہ آسٹروی بالکل بدر نہ کردیئے جائیں گے اٹلی میں امن و عافیت کا تسلط نہ ہوگا۔ چارلس البرٹ کے بھی

اپنے پچھلے داغ ناکامی کو مٹانے کی دل سے لگی ہوئی تھی اس لیئے **کاوئر** Cavour کے تنبیہات کے باوجود، جسے ناگزیر نتائج پر بوجوہ احسن وقوف حاصل ہوچکا تھا، ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء کو **ویجے وانو** Sigevano کی عارضی صلح پر صدائے نفرین بلند کی گئی اور مسلح ہوجانے کے لیئے ایک دفعہ پھر اپیل کی گئی، پندرہ ہی دن کے اندر اندر سب کچھ ہوگزرا۔ جہاں تک کثرت تعداد کا لحاظ کیا جاسکتا تھا افواج پیڈمانٹ اب بھی ناقابل تسخیر تھیں۔ لیکن پچھلے سال جس اعتماد و امید نے اُن کو اُبھار رکھا تھا اب اس کے بجائے اُن پر شکوک اور اندیشہ ناکیوں کا عالم طاری تھا۔ بادشاہ اور اُسکے تمام سپہ سالار گذشتہ ناکامیوں کی وجہ سے کافی بدنام و رسوا ہوچکے تھے اب تجویز یہ ہوئی کہ افواج کی پوری کمان ایک غیر ملکی اور قسمت کے منظور نظر، عسکری **جنرل خرزانووسکی** General Chrzanousky باشندۂ پولینڈ کے حوالے کردی جائے۔ یہ بھی دوسروں کی طرح بے نیل مرام رہا۔ جہاں تک فوجی نقل و حرکت کا تعلق تھا **راڈٹسکی** Radetzky نے افواج **پیڈمانٹ** کو ہر جگہ نیچا دکھایا بالآخر دونوں حریف **نووارا** میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوگئے، نہایت معرکہ کا رن پڑا اور اٹلی کی آخری امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔ شکست کی شام کو افواج پیڈمانٹ کے سپہ سالاروں نے ایسی غیر مساوی جنگ کو جاری رکھنے سے انکار کردیا اب **چارلس البرٹ** بجائے اسکے کہ ایک ذلت آگیں صلح نامے پر دستخط کرتا، اپنے لڑکے **وکٹر عمانوئیل** کے حق میں تاج و نگین سے دستکش ہوکر بھیس بدلے ہوئے ایک گھوڑے پر سوار ہوکر، آسٹروی فوجی خطوط سے گزرتا ہوا جلا وطن ہوگیا **نووارا** کی شکست سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ آسٹروی طوق اٹلی کی گردن میں ایک دفعہ پھر نہایت سختی کے ساتھ پڑ گیا تھا۔ بایں ہمہ اطالوی اغراض و مقاصد کے لیئے ایک جدید اور امید افزا عہد کا آغاز ہورہا تھا، اس آخری اور غیر مساوی کشاکش میں **چارلس البرٹ** نے جس مجاہدانہ قربانی کا ثبوت دیا تھا اُس نے اہالیان اٹلی کی لوح دل سے اس کی گزشتہ ناکامیوں کے داغ کو محو کردیا۔ اس کی کمزوریاں اس کی جبریت۔ اس کی ظاہری دوعملی، تمام کی تمام طاق نسیان پر رکھ دی گئیں۔ لوگوں کی نظروں میں

نووارا مارچ ۱۸۲۳ء

صفحہ ۳۱۱

اسکی حیثیت ایک ہیرو بادشاہ اور اُس شہید ملت کی تھی جس نے اپنے آپ کو اطالوی اتحاد کے لیئے قربان کردیا تھا[1] اُس وقت سے یہ ظاہر ہونے لگا کہ جسے میزینی نے ناممکن بتایا تھا اب امکان کے حدود میں داخل ہوچکا ہے اور اطالوی ملت پرستی کے جذبات ایک اطالوی دودمان شاہی کو اپنے حصارِ عاطفت میں لے سکتے ہیں بقول کاوؤر۔ اٹلی کو ایک ایسی چیز حاصل ہوگئی تھی جس نے اُس کے تمام نقصانات کی تلافی کردی۔ یعنی ایک عَلَم قومی۔ فی الحال آسٹریا کی فتح و نفرت بہمہ وجوہ مکمل تھی اور اب شوارٹسن برگ Schwartzenberg اس قابل تھا کہ وہ اپنی پوری توجہ معاملات جرمنی کے لیئے وقف کردیتا۔

۱۸ مئی ۱۸۴۸ء کو جرمن پارلیمنٹ کا اجلاس فرانکفورٹ میں منعقد ہوا جس میں بالاتفاق جرمنی کو از سر نو مرتب اور منتظم کرنے کی ضرورت تسلیم کی گئی اور قومی اتحاد کے اصول کو بھی عام طور پر منظور کرلیا گیا۔ لیکن اس نصب العین کے حاصل کرنے سے پہلے، جن مسائل کا تصفیہ ضروری تھا اور اسی سلسلے میں جن ناقابل تسخیر دقتوں کا سامنا تھا، اُنکا جب بنظر امعان مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں کسی قسم کی سہولت نہیں پیدا ہوئی تھی۔ متحدہ جرمنی کے حدود کیا ہوں؟ مزید براں، اس جدید مملکت کی حریف حکومتوں مثلاً آسٹریا اور پروشیا کے باہمی اندرونی تعلقات کا تعین کس طرح کیا جاتا؟ اس حکومت کی نوعیت کیا ہوتی، جمہوریہ یا شہنشاہیت؟ پارلیمنٹ کے منعقد ہونے سے پہلے ہی یہ مسائل زیر بحث آچکے تھے لیکن کوئی نتیجہ اب تک برآمد نہیں ہوسکا تھا۔ یکم اپریل کو پیش از وقت آسٹریا نے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ پارلیمنٹ کوئی ایسی تجویز نہیں منظور کرسکتی تھی جو خود آسٹریا کے (بحیثیت ایک مملکت عہدیہ کے) مقاصد اور اغراض سے متضاد ہو۔ مورخ والمان نے جو اُسی کمیٹی کا صدر تھا جسے آئین مرتب کرنے کی خدمت تفویض ہوئی تھی۔ اُسکا جواب ایک ایسی تجویز پیش کرنے ہوئے دیا جسکی رو سے آسٹریا کا جرمنی سے تعلق ہی

جرمن پارلیمنٹ

صفحہ ۳۱۴

[1] اولی وئے جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ (نقشہ پہنچنے پر اطالوی ایوان کا منظر)

منقطع ہوجاتا اور پروشیا کی سرکردگی میں ایک سلطنت قائم ہوجاتی۔
آئیڈیلسٹ فرقہ جسکی تائید آسٹروی عمومیت پسند کر رہے تھے کسی ایسے اتحاد جرمنی کا قائل نہ ہوتا تھا جس میں آسٹروی جرمن ممالک شامل نہ ہوں، اس طرح وہ محض یہی نہیں چاہتے تھے کہ جرمن نسل کا کوئی فرد حذف نہ کیا جائے بلکہ وہ اس امر کے بھی متمنی تھے کہ وہ جدید مملکت کے حدود کو کسی قدر اور وسیع کردیں تاکہ کچھ غیر جرمن نسل کے افراد بھی اس میں شامل ہوسکیں۔ قدیم "سلطنت" Reich کے ایک جزو ہونے کی حیثیت نہ صرف **بوہیمیا** بلکہ **شلسوگ** Schleswig اور پروشیا کے اسلافی مشرقی ممالک بھی شامل کردیئے جانے والے تھے **شاہ فریڈرک ولیم** کی ازمنۂ وسطیٰ کی پرستاری ہی نہیں بلکہ اُس کی وہ کمزوری جسکی وجہ سے اس نے ایام مارچ میں، جرمنی کی جنگی طاقت کو ضائع اور زائل کردیا تھا آسٹروی جماعت کے اشاروں پر رخ بدلتی رہتی تھی اُس وقت ایک ایسی بحال شدہ مذہبی سلطنت کا خواب دیکھ رہا تھا جو خاندانِ **ہاپسبرگ** میں پشتہا پشت تک قائم رہتی، دوسری طرف شاہان پروشیا ہوتے جن کا لقب شاہ جرمن ہوتا اور جن کو غیر آسٹروی افواج کی کمان دراثت کے طور پر حاصل ہوتی، باوجود اس کے کہ **پوزن** کے پولستانی اس اندیشہ ناک تحریک کے خلاف علم بغاوت بلند کرچکے تھے جسکی زد میں ہر شئے پر جرمنی کا رنگ چڑھتا جاتا تھا، **فریڈرک ولیم**۔ ملوکیت پروشیا کو کلیۃً جدید جرمن مملکت میں شامل کردینے کے لیئے رضامند ہوچکا۔ اس طور پر ایک طرف تو اُس نے اپنی خودمختار یورپی حیثیت کو خیرباد کہا اور دوسری طرف اگر آسٹریا نے بھی اسی طرح اپنے مقبوضات کو شامل کیئے جانیکا مطالبہ کیا تو ایسے الحاق کی ایک خطرناک نظیر قائم کردی۔ بوہیمیا کے چیخ باشندوں نے جسوقت پارلیمنٹ کے فرائض میں کسی قسم کا حصہ لینے سے انکار کیا ہے اُسوقت ایک بالکل ہی برعکس خطرے کا امکان نظر آنے لگا۔ اور جسوقت **شلسوگ** Schleswig شامل کرلیئے جانے کا ارادہ کیا گیا اُسوقت معلوم ہونے لگا کہ متحدہ جرمنی (جو ابھی تک پورے طور پر عالم وجود میں نہیں آئی تھی) اور دول **یورپ** ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوجائینگے۔ یہ تھے چند لاینحل مسائل جن کے سلجھانے کے لیئے کئی سو جرمنی پروفیسر اور وکلا،

جن میں سے کسی کو بھی فن سیاست سے مس نہ تھا، فرانکفورٹ میں طلب کیے گئے تھے۔

اندریں حالات اُن کا سب سے نمایاں اور واضح طرز عمل یہ ہو سکتا تھا کہ وہ جلد سے جلد جرمنی کے لیے، ایک طرح کا عمل پذیر عارضی آئین مرتب کر لیتے، تقریباً چھ ہفتے کی مدت ختم ہونے پر، ۲۸ جون کو باتفاق آرا اس ہنگامی حکومت کی صفحہ ۳۱۳
ہئیت یا خاکہ طے پایا۔ اس کے عناصر ترکیبی میں ایک انتظامی جماعت تھی جس کو

ہنگامی حکومت جون ۱۸۴۸ء

ہر معاملے پر خواہ سیاسی، حربی یا تجارتی ہوں اور جن کا تعلق عہدیت کے مشترک مفاد سے تھا، پوری قدرت اور تصرف حاصل تھا۔ انھیں انتظامی جماعت کو آئین سازی میں کوئی دخل نہ تھا، لیکن اسکی عنان ایک متولی سلطنت کے ہاتھ میں تھی جس کو پارلیمنٹ منتخب کرتی تھی، اور جو بجائے خود غیر ذمہ دار حیثیت رکھتا تھا لیکن ذمہ دار وزرا کے توسل سے کار فرما ہوتا۔ دوسرے دن، **شاہ فریڈرک ولیم** کا نام تجویز کیا گیا لیکن چونکہ کوئی مویّد نہ تھا، **آرک ڈیوک۔** آسٹریا متولی سلطنت (ریجنٹ) منتخب ہوا۔ ۱۱ جولائی کو آرک ڈیوک وارد **فرانکفورٹ** ہوا۔ طوعاً و کرہاً تمام کار فرمایان جرمنی اسکی حیثیت تسلیم کر چکے تھے۔ مجلس عہدیت نے جو پارلیمنٹ کے ساتھ ساتھ ایک بے بود سایہ کی طرح لگی ہوئی تھی، اس کو اس بات سے مطلع کیا کہ جماعت شاہزادگان نے بھی اُسے منتخب کر لیا تھا۔ اس طور پر اسکی حکومت و اقتدار کا مدار دہری بنیاد پر تھا اور وہ ہر قسم کے آیندہ رونما ہونے والے واقعات اور حادثات سے مصون و مامون تھا، اسی دوران میں مجلس عہدیت نے اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ آئینی نقطۂ نظر سے صرف وہی اپنے آپ کو برخاست بھی کر سکتی تھی اور خفیہ طور پر اُس نے ایک ایسا فیصلہ کر دیا جو آگے چل کر نہایت اہم اور وقیع ثابت ہوا یعنی اُسے اُسوقت تک اپنا وجود قائم رکھنا چاہیے جب تک کہ آیندہ دستور حکومت کا باضابطہ نفاذ نہ ہو جائے لیکن اس دوران میں اسنے اپنے فرائض و مناصب کی ذمہ داری متولی سلطنت کے حوالے کر دی۔

اب ایک طرف تو نظر فریب مرکزی حکومت تھی جو بظاہر محکم و استوار معلوم

ہوتی تھی دوسری جانب کوئی صدا اس کی مخالفت میں بلند نہیں ہوئی، اسلیئے پارلیمنٹ آئین سازی کا کام سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ شروع کردینے میں حق بجانب تھی۔ سب سے پہلے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ "جرمن قوم کے حقوق اساسی" کی تعریف معین کی جائے، جس انتہائی قابلیت اور فصاحت سے فریقین نے

پارلیمنٹ اور دول یورپ

ایک مبحث مجرد Abstract theme پر اظہار خیال کیا ہے اسکی نظیر بمشکل کہیں اور مل سکے گی۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ایک ایسے مبحث سے جو انکی قابلیت اور فطانت سے تناسب تامہ رکھتا تھا، اراکین مجلس ایک طور پر لطف اٹھا رہے تھے ہفتوں اور مہینوں گزر گئے اور یہ مہتم بالشان دماغی جنگ نہ ختم ہوئی لیکن باہر کی حالت کیا تھی! بحران سیاسی کا سلسلہ طویل ہوتا
گیا صنعت و حرفت کی کساد بازاری لوگوں کو آئین سے منحرف کرتی جاتی تھی متفرق طور پر صفحہ ۳۱۴
جہاں کہیں علم بغاوت بلند کیا گیا اسکا نہایت کامیابی کے ساتھ قلع قمع کردیا گیا اور اس طور پر حربی طاقتوں کا اعتماد اور اعتبار بھی بڑھتا گیا مؤخر الذکر حالت نہایت درجہ شوم و نا فرجام تھی۔ بقول گاگرن Gagern "پارلیمنٹ کے صدر پروشیا پر متولی کی اطاعت اتنی ہی عاید ہوتی تھی جتنا شاومبرگ لیپے Schaumburg Lippe پر" اس اقرار کے یہ معنی تھے کہ پھر تمام باتوں سے ہاتھ دھولینا چاہیئے ۱۶ جولائی کو فریڈرک ولیم نے اپنی افواج کو متولی سلطنت کی وفاداری میں حلف لینے سے منع کردیا۔ آرک ڈیوک جان نے بحیثیت متولی آسٹریا خود اسکے اس فعل کے خلاف جو اس سے متولی جرمن کی حیثیت سے سرزد ہوا تھا صدائے احتجاج بلند کی۔ متولی اور پارلیمنٹ دونوں بظاہر اقتدار و طاقت کے اعتبار سے مساوی درجے پر معلوم ہوتی تھیں لیکن کوئی طاقت ایسی نہ تھی کہ انکے حکومت یا اختیار کو نافذ کرانے میں معاون ہوتی اس لیئے انکے ثبات کے متعلق صرف یہ کہا جاسکتا تھا کہ ان کا وجود اسوقت تک قائم رکھ سکتا تھا جب تک کہ دول حربی اُسے اپنے مفید مطلب پائیں اور اسکی دستگیری کرتے رہیں۔ اس طور پر گویا جرمنی کی قسمت کا مدار پروشیا کے رویئے اور آسٹریا کی قسمت کے ساتھ وابستہ تھا۔ اور خود جرمنوں کو حقیقت حال سے اُسوقت خبر ہوئی جب کہ مسئلۂ شلسوگ ہولشٹائن

Schleswig-Holstein
شلسوِگ ہولشٹائن
Schleswig-Holstein

معرضِ بحث میں لایا گیا۔
تاج ڈنمارک کے ساتھ ہولشٹائن اور شلسوگ کے صوبوں کا اتحاد ۱۴۶۰ء میں عمل میں آیا تھا لیکن باوجود اس مسلسل کوشش کے کہ اُنکو بلوکیت ڈنمارک میں ضم کر دیا جائے، کسی نہ کسی طرح انکی آزادی برقرار ہی رہی۔ اب معاملات نے ایک عجیب پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی کیونکہ اگر ایک طرف ہولشٹائن مقدس سلطنت روما کا ایک جزو تھی تو دوسری جانب باوجود اسکے کہ شلسوگ اپنی بھنیلی وچی سے کچھ اس طور پر وابستہ تھی کہ ان دونوں کے تعلقات کبھی منقطع نہیں ہو سکتے تھے وہ سلطنت روما سے کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی۔ ایک صورت یہ بھی تھی کہ سیلک لا Salic Law متعلق بہ وراثت ڈنمارک میں تو عرصے سے منسوخ ہو چکا تھا لیکن ان ڈچیز میں اب بھی نافذ تھا۔ جب مقدس سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا تو فریڈرک چہارم نے معاملات کو سلجھانے کی فکر کی اور ان صوبوں کو پورے طور سے ڈنمارک میں شامل کر دینے کا عزم کیا۔ اور اس کوشش میں اسکی امداد و معاونت اُس نوزائیدہ روح ملی نے کی جو آئیڈر ڈنمار Eider Danish کی جماعت کی روح کہلائی جاتی تھی [1] خاندان اگسٹن برگ کے ورثاء نے اس پر صدائے ناراضی بلند کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام مساعی نامشکور ہو کر رہ گیا۔
صفحہ ۳۱۵ لیکن معاملات نے کوئی نازک صورت اختیار نہ کی یہاں تک کہ ۱۸۳۹ء میں کرسچین ہشتم سریر آرائے سلطنت ہوا اور اب یہ حقیقت تیقن کے حدود تک پہنچنے لگی کہ وہ وقت دور نہیں رہا ہے جب کہ خاندان ڈنمارک کا سلسلۂ ذکور منقطع ہو جائے گا۔ ۱۸۴۶ء میں بادشاہ نے ایک کھلی چٹھی شائع کی جس میں اُس نے اس بات کا دعوے کیا تھا کہ شلسوگ اور لاوئن برگ Lauenburg کے صوبوں پر اسکی بہن شارلوٹ اور اسکے ورثا کا حق ثابت ہوتا تھا لیکن اسی دوران میں آئیڈر ڈنمارکیوں Eider Danes کے جذبۂ ملی کے ساتھ ساتھ ان ڈچیز میں

---

[1] وہ جماعت جو دریائے آئیڈر کو ڈنمار کی قومیت کی سرحد بنانا چاہتی تھی۔

جرمن جذبۂ ملت پرستی بھی ہمدوش وہمعنان رہا اور مملکت ہا۔ آشوب نتائج سے عہدہ برآ
جرمن مجلس ملی سے اپیل کی۔ یہ مجلس اپنے دیرینہ طرز عمل پر قائم، قوم تھی جو ایام مارچ سے
کچھ نہ کیا۔ جنوری ۱۸۴۸ء میں کرسچین ہشتم نے وفات پائی، اور اسے نبرد آزما
فریڈرک ہفتم آئیڈر ڈنمارکی جماعت کی منت وساجت سے کچھ اب ولیم کی مثال
اس نے تمام قلمرو کے لئے جس میں یہ صوبے بھی شامل تھے ایک دسہ۔ بالآخر
شائع کیا یورپ کی انقلابی تحریکات نے لوگوں کے دل ودماغ میں ایک [illegible] تھا،
ہیجانی کیفیت پیدا کردی تھی اور اس ہیجان افکار نے اس مسئلے کو اور زیادہ مشتعل
کردیا تھا، اہالیان ہولشٹائن نے صدائے احتجاج بلند کی اور جب انھوں نے
یہ محسوس کیا کہ بادشاہ یا تو انکی عرض ومعروض کو سننے سے معذور تھا یا انکو گوش گزار
کرنا پسند نہیں کرتا تھا، انھوں نے علم بغاوت بلند کردیا۔ تمام جرمنی میں آرائے عامہ
نہایت جوش وخروش کے ساتھ، مداخلت کے موافق تھے اور تمام لوگ اپنے
ہمجنسوں کے ساتھ جو آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اظہار ہمدردی کرتے
تھے۔ ڈیوک آگسٹنبرگ انتہائے سرعت کے ساتھ پروشیا کی مداخلت حاصل
کرنے کے لئے برلن پہنچا۔ یہ ۱۸ مارچ کی تاریخ تھی جسے انقلاب کا یوم البحران کہنا چاہئے
یہ وقت ایسی عرضداشت کے لئے نہایت نامبارک معلوم ہوتا تھا لیکن فی الحقیقت
سب سے زیادہ مبارک فال ثابت ہوا، پروشیوی وزرا نے خیال کیا کہ پروشوی
اسلحات کے حربی اقتدار کی شہرت کو جب کچھ صدمہ پہنچ چکا تھا اسکی تلافی کے لئے یہی
صورت تھی کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیا جائے اور ایک ایسے مقبول انام مقصد
کے لئے ڈنمارک میں ایک مسلح مداخلت روا رکھی جائے۔ ایک حق بجانب بادشاہ
پر جبر واشتداد روا رکھنا، فریڈرک ولیم کے لئے سوہان روح ضرور تھا لیکن
وہ اس بات کا ضامن ہونے کے لئے بھی تیار تھا کہ وہ جرمنی کے مفاد ومقاصد سے
کبھی روگردانی نہیں کرے گا۔ منصب شہریاری کے مشترک مفاد ومقاصد کے خیال
سے اُس نے ایک دفعہ اور گفت وشنید کا سلسلہ آغاز کیا۔ لیکن جب اس میں
ناکامی ہوئی تو پروشوی افواج نے ان صوبوں کی سرحد کو عبور کرنا شروع کردیا۔
۱۲ اپریل کو حسب ضابطہ مجلس ملی نے شلسوگ کی ہنگامی حکومت کو تسلیم کرلیا

ہاتھ میں آجائے گا۔ ہر پروشیا کو حکم دیا کہ وہ مجلس کے اس فرمان کی تعمیل کرانے
مالمو کو مسترد کرنا چاہیئے جو تدابیر مناسب خیال کرے عمل میں لائے پس جنرل
غداروں، کے خلاف جو ورانگل کو شلسوگ پر قبضہ کرنے کا حکم نافذ کیا گیا۔
تھے، مسلح ہوجانے پر دول یورپ نے مداخلت کی۔ روس۔ فرانس۔ انگلستان
وہ حکومتوں میں کوئی اس بات کے لیئے تیار نہ تھا کہ جرمنی کے حسب دلخواہ ڈنمارک (۳۱۶)
بالآخر کا مذبحہ کر دیا جائے شمال کی جانب سے سوئیڈن نے تنبیہہ و تہدید

دول یورپ کی مداخلت

کا آغاز کیا، آسٹریا نے اس بات کا اعلان کیا کہ ایک
جرمن مملکت کی حیثیت سے اسکے احساسات خواہ کچھ ہی ہوں،
دول یورپ کے ایک رکن ہونے کی حیثیت سے وہ اس بات پر
مصر ہوگا کہ جنگ سے پہلے جو حالت جس ملک کی رہی ہو وہی قائم رکھی جائے۔
اب پروشیا خود جرمنی میں ایسا ہی یکہ و تنہا رہ گیا تھا جتنا خود جرمنی تمام یورپ
میں اس لیئے اسے اسکے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا کہ سر تسلیم خم کردے۔ اہالیان
ڈنمارک نے انگلستان کی ثالثی، جسے پروشیا نے تسلیم کرلیا تھا نامنظور
کیا۔ اسی دوران میں افواج سوئیڈن جٹ لینڈ پر اترنے لگی تھیں اور
ضد و تمرد سے جو نتائج مترتب ہونے والے تھے انکا تذکرہ نہایت ہی نامسعود
لب و لہجہ سے روس کرنے لگا تھا، فریڈرک ولیم نے جنرل ورانگل کو
اپنی افواج واپس بلا لینے کا حکم دیا لیکن اسی دوران میں فرانکفورٹ پارلیمنٹ
نے معاملات کی عنان براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی تھی ورانگل نے اس
بنا پر کہ وہ شاہ پروشیا کی طرف سے نہیں بلکہ جرمنی کے متولی سلطنت کی
طرف سے افسر مقرر کیا گیا تھا تعمیل حکم سے انکار کردیا اور یہ تجویز پیش کی کہ
مرکزی حکومت کو ہر مرتب شدہ صلحنامہ کو تصدیق اور منظوری کے لیئے پیش کرنا
چاہیئے۔ یہ اہالیان ڈنمارک نے نامنظور کیا، اور سلسلۂ گفت و شنید منقطع ہوگیا
جو جرمنی کی انتہائی مسرت و امتنان کا باعث ہوا۔ پروشیا کے لیئے
"نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" کی صورت پیدا ہوئی تھی۔ ایک طرف تو دول یورپ
کا اندیشہ ناک متحدہ حربی محاذ تھا جو زبان حال سے اس بات کی ترجمانی کرتا تھا کہ

اگر یہ استبدادی کارروائی جاری رکھی گئی تو پھر اسکے پرآشوب نتائج سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے تیار بھی رہنا چاہیئے۔ دوسری طرف جرمن قوم تھی جو ایام مارچ سے برابر دول یورپ کو حقارت کی نظر سے دیکھتی آتی تھی اور اسے نبرد آزما ہونے کے لیئے نہایت بلند آہنگی سے اُکسا رہی تھی۔ فریڈرک ولیم کی مثال بعض اوقات اُس گیاہ خشک کی ہوتی تھی جو باد تند کی زد میں ہو۔ بالآخر اُس نے ہمت سے کام لیا اور ایسی حالت میں جو طریقہ ممکن العمل ہو سکتا تھا، اسی کو اُس نے اختیار کیا، یعنی متولی سلطنت اور پارلیمنٹ دونوں کی پروا نکرے اور ایک خود مختار سلطنت کی حیثیت سے کار فرما ہو ۲۶ اگست کو پروشیا نے ڈنمارک کے ساتھ مالمو میں ایک عہد نامے پر دستخط ثبت کیئے جس میں عملاً اُس نے اہالیان ڈنمارک کے جملہ شرائط تسلیم کر لیئے۔ بالآخر پروشوی افواج کو واپس آجانے کے لیئے حکم دے دیا گیا۔

عہد نامۂ مالمو ۲۶ راگست ۱۸۴۸ء

اس داستان کی پوری اہمیت کا اندازہ فوراً نہیں کیا جا سکا متنفر جرمن محبان وطن کے نزدیک یہ ایک ایسی دغابازی اور غداری تھی جس کے لیئے متحدہ جرمنی، پروشیا سے جواب طلب کر سکتی تھی۔ ڈچیوں کی ہنگامی حکومت نے پروشیا سے گزر کر جرمن ریجنٹ (متولی سلطنت) کی خدمت میں مرافعہ کیا اور فرانکفورٹ پارلیمنٹ نے اس معاملے کو نہایت تندہی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پروشوی افواج کو واپس بلا لینے کے خلاف کثرت آرا سے ایک دوسرا حکم نافذ کیا گیا گو کابینۂ وزارت، اس بنا پر کہ اس حکم کو موثر بنانا تقریباً ناممکن تھا۔ اس کے خلاف صدائے ناراضی بلند کرتی رہی۔ وزارت تو مستعفی ہو گئی لیکن دوسری کا ترتیب دینا ناممکن ہو گیا اب اکثریت نے محسوس کیا کہ واقعات کس درجہ نازک ہو رہے تھے۔ نائب سلطنت اور حکومت امداد و استعانت کے لیئے، دونوں عظیم الشان طاقتوں کی مسلح افواج کے محتاج تھے ان زبردست طاقتوں سے روگرداں ہونے کے یہ معنی تھے کہ دستور حکومت کا پورا قصر یکلخت منہدم ہو جائے گا یا پھر غالی انتہا پسندوں کے

پارلیمنٹ اور پروشیا صفحہ ۳۱۷

ہاتھ میں آجائے گا۔ ۱۴ر ستمبر کو ایک غضب ناک مباحثہ اس مسئلے پر چھڑا کہ آیا عہدنامہ مالمو کو مسترد کرنا چاہیئے یا منظور۔ عمومیت پسند جماعت نے اپنے حواریوں کو، ان غداروں، کے خلاف جو ارباب شلسوگ، ہولشٹائن کو فروخت کرڈالنا چاہتے تھے، مسلح ہوجانے کی دعوت دی۔ اعتدال پسند اکثریت خوف زدہ ہوگئی، وہ حکومتوں کے خلاف علی الاعلان صف آرا ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔ بالآخر کافی اکثریت کے ساتھ عہدنامہ مالمو منظور کرلیا گیا۔ اسکا فوری نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ عوام خود پارلیمنٹ کے خلاف یکلخت برافروختہ ہوگئے اور اگر پروشوی افواج نہ ہوتیں تو پارلیمنٹ ان کے غصے اور غضب کا شکار بھی ہوجاتی۔ فرانکفورٹ کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ دو نمایندے قتل کردیئے گئے اور اس نازک موقع سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے خود پارلیمنٹ اس سے بہتر کوئی اور وسیلہ تلاش نہ کرسکی کہ ایک "دلکش طمانیت خاطر"، کے ساتھ "حقوق اساسی"، پر مباحثہ جاری رکھے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اب جرمن قوم کی قسمت کا فیصلہ ایک ایسی انجمن کے بحث مباحثہ پر منحصر نہ تھا جسکی شہرت اور عزت ہمیشہ کے لیئے فنا ہوچکی تھی۔

افتتاح کے پانچ ماہ بعد، ۱۹ر اکتوبر کو پارلیمنٹ نے فی نفسہ آئین حکومت پر بحث کی ابتدا کی، لیکن جلد سے جلد اسکے سامنے نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ یہ پیش ہوا کہ جرمنی میں آسٹریا کی کیا حیثیت ہوگی۔ ۲۷ر اکتوبر کو یہ تجویز پیش ہوکر منظور ہوئی کہ

آسٹریا کا سوال جرمنی میں

آسٹریا کے جرمن صوبے جدید جرمن مملکت میں ضم کردیئے جائیں۔ اس طور پر ملوکیت ہاپسبرگ نصف نصف دو حصوں میں منقسم ہوگئی لیکن اسی دوران میں وندشگریتز Windischgratz نے جمہوریۂ وائنا کا قلع قمع کردیا، اور شوارتسن برگ Schwarzenberg خود اپنے جوابی تجاویز پیش کرنے کے لیئے آمادہ ہورہا تھا۔ صفحہ ۳۱۸

دستور کرم سیر مشتہرہ ۲۷ر نومبر کی رو سے آسٹروی حکومت نے اپنا یہ منشا، ظاہر کردیا تھا کہ وہ جرمنی کے کسی ایسے فیصلے کو تسلیم نہیں کرسکتی تھی جس سے آسٹریا کی آزادیٔ عمل اور اس کی خود مختاری، خطرے میں پڑسکتی تھی۔ آسٹریا کے اس رویئے نے پارلیمنٹ کی اکثریت کو پروشیا کی صف میں داخل کردیا۔ گاگرن (Gagern)

جو ہمیشہ اس بات کی وکالت کرتا رہتا تھا کہ آسٹریا، جرمنی سے علیحدہ کر دیا جائے، ۱۸ر دسمبر کو کابینۂ وزارت میں، آسٹروی شمرنگ کے بجائے داخل ہوا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ فیصلہ اب قطعاً پارلیمنٹ کے اختیار میں نہ تھا۔ برلن میں، صدر وزارت کی حیثیت سے کاؤنٹ برانڈنبرگ کا تقرر دور استبداد کا افتتاح تھا (۲ر نومبر) پروشوی مجلس ملی کی عمومیت پسند اکثریت نے افواج کی تضحیک کی اور اس بات کا ارادہ کیا کہ

وزارت برینڈنبرگ اور برلن میں دور استبداد

اُسے کچھ اس طور پر ترتیب دینا چاہئے کہ رفتہ رفتہ یہ عساکر ضبطیۂ ملیہ (نیشنل ملیشیا) کی صورت میں تبدیل ہو جائیں۔ ۳۱ اکتوبر کو ایک جم غفیر نے قصر شاہی کو نرغہ میں لے لیا اور انتہائی شور و غوغا کے ساتھ بادشاہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ وائنا کے عمومیت پسندوں کی امداد کے لیئے کمک روانہ کرے۔ بادشاہ کا جام صبر لبریز ہو گیا۔ اُس نے اُن افواج کو جو ورانگل کے زیر کمان تھیں، برلن پر قبضہ کر لینے کا حکم دے دیا۔ وزارت مستعفی ہو گئی۔ کاؤنٹ برانڈنبرگ جو خاندان شاہی کا ایک فرد اور قدیم مسلک کا پروشوی تھا، کابینۂ وزارت کی ترتیب پر مامور کیا گیا[1]۔ ۸ر نومبر کو مجلس ملی معرض التوا میں آ گئی اور ۲۷ر کو برانڈنبرگ میں بار دیگر مجتمع ہونے کے لئے مامور کی گئی لیکن اس حکم سے اُس نے سرتابی کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے اُسے منتشر کر دیا۔ برلن کے متعلق اعلان کیا گیا کہ وہ محاصرے کی حالت میں ہے اور ۵ر دسمبر کو حسب ضابطہ مجلس ملی درہم برہم کر دی گئی اور نہایت حیرت انگیز سہولت کے ساتھ پروشیا اپنے قدیم نمونہ ملوکیت حربیہ پر عود کر آیا۔

ان فتوحات سے بادشاہ کی ہمت افزائی ہوئی تو اُس نے عنان توجہ جرمنی کی طرف منعطف کی۔ وہ فرانکفورٹ پارلیمنٹ کو ناپسند کرتا تھا اور

فریڈرک ولیم اور جرمنی ۱۸۴۹ء

اس وفد کو جو واقعات وحالات کی نزاکت کو مطالعہ کرنے کے لیئے برلن وارد ہوا تھا، بغیر شرف باریابی دیئے ہوئے واپس کر دیا۔ اُس نے معاملات ولیعہدیت، کو ہمیشہ نگاہ عالی

---

[1] اس ہنگامے کی مشرح کیفیت کے لیئے ملاحظہ ہو بسمارک جلد اول صفحہ ۵۵۔

سے انصرام پذیر ہونے کے لئے سلاطین عظام سے ازسر نو سلسلہ جنبانی شروع
کردی، لیکن پروشیا کے قدیم شکوک اب اتنے قوی تھے کہ کسی قسم کے مفاہمے صفحہ ۳۱۹
یا من سمجھوتے کی گنجائش ہی نہیں باقی رہ گئی تھی ۱۳ر دسمبر کو شوارتسن برگ
Schwarzenberg نے فرانکفورٹ پارلیمنٹ کے درہم برہم کرنے
اور ایک وفاقیہ کے طور پر جرمنی کی ترتیب و تنظیم نو کا مطالبہ
کیا جس میں من حیث الکل آسٹریا شامل ہو۔ اس امر نے فی الحال
پروشیا اور پارلیمنٹ کے اغراض و مقاصد کو ایک کردیا۔ موخر الذکر نے اب
فریڈرک ولیم کا درپردہ استمزاج لینا شروع کردیا تھا کہ وہ شاہی تاج وتخت کو
قبول کرنے پر رضامند ہے یا نہیں اور اگر یہ منصب اسے تفویض کیا جاتا تو گو وہ اُسے
قبول کرنے کے لئے کچھ آمادہ نہ تھا تاہم بطور تفنن طبع اُس نے اس خیال کو گوشۂ قلب
میں محفوظ رکھا، جہاں تک سیاسی بازیگری کا تعلق تھا پروشوی شہریار کا آسٹروی
وزیر سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ شوارتسن برگ نے ایوان الملوک کا خیال تسلیم
کرتے ہوئے حیلۃً صریحۃً پروشیا کے تالیف قلوب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن
دوسری طرف اُس نے پروشوی ہوسناکیوں اور حوصلہ مندیوں سے سلاطین کو
مشتبہ کراکے اپنے زمرے میں شامل کرلیا اور یہ وعدہ کرلیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی
مملکتوں کو ضم کرکے خود ان شہریاروں کی حدود حکومت کو وسیع بنادے گا۔
فریڈرک ولیم نے نہایت بے چارگی کے ساتھ ایک ایسی پالیسی کے خلاف
صدائے احتجاج بلند کی جو ایسی دو سلطنتوں میں نفاق و افتراق پیدا کرسکتی تھی
جو ''تنزکیۂ جرمنی'' کا منجانب اللہ ایک سامان تھیں۔ ۱۹ر جنوری ۱۸۴۹ء کو شوارتسن برگ
نے اسکا جواب یہ تجویز پیش کرتے ہوئے دیا کہ چھ بادشاہوں کو اپنے اپنے نمائندوں
کے توسل سے فرانکفورٹ میں مجتمع ہونا چاہئے۔ اس سے قبل ایک پروشوی
دستۂ فوج نے پارلیمنٹ کا شیرازہ بالکل منتشر کردیا تھا۔ لیکن فریڈرک ولیم
اس قدر ہاتھ پاؤں پھیلانے کے لئے بالکل تیار نہ تھا اُس نے اپنے وزیر
کامپ ہاؤزن Comphausen کو اس بات کا حکم دے دیا کہ وہ چھوٹے چھوٹے
درباروں میں ایک گشتی مراسلہ روانہ کرے اور اس بات کا اعادہ کرے کہ اگر تمام

حکمرانوں نے متحدہ طور پر اُسے تاج و تخت تفویض کیا تو وہ اُسے قبول کرنے کو آمادہ ہے۔ لیکن اس میں ایک مرتب اور مستقل طرزِ عمل پر قائم رہنے کی اہلیت ہی نہ تھی۔ ۲۰ / فروری کو ایک قانون پاس ہوا جسکی رو سے انتخابات، عام حق انتخاب و خفیہ رائے دہی کی رو سے عمل میں آنے والے تھے اور یہ اسکے دماغی توازن کو متحدہ آئین کے خلاف زیر و زبر کر دینے کے لیئے کافی تھا۔ چھ ہفتے بعد، فتح کیولنا نے آسٹریا کو اپنے اصلی منشا و مقصد کے اظہار کرنے پر مجبور کر دیا۔

۴/ مارچ کو پوری آسٹروی سلطنت کیلیئے ایک دستور حکومت نافذ کیا گیا شوارتسن برگ

شوارتسن برگ کی تدابیر

نے اب اس امر کا مطالبہ کیا کہ اسے تمامتر عہدیت میں شامل کر دیا جائے اور آسٹریا کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دستور حکومت کو از سر نو ترتیب دیا جائے، یعنی سات افراد کی ایک مجلس منتظم ہو جو بجائے شہنشاہ کے کارفرما ہو۔ اور بجائے اسکے کہ آرائے عامہ سے منتخب کیئے ہوئے اراکین کی ایک پارلیمنٹ ہو، حکومتوں اور مختلف مجالس ملیہ کے نائبین کا ایک مرکزی ماموریہ ہو جس میں آسٹریا کی رایوں کا غلبہ ہو پارلیمنٹ کی پروشوی جماعت نے اس مراسلے کا فوراً جواب دیا، اُنھوں نے انتہائی سرعت کے ساتھ دستور حکومت کو پاس کیا اور فریڈرک ولیم کو شہنشاہ منتخب کر لیا۔ لیکن نا آمیز جماعتوں کی امداد سے آسٹروی ابھی کافی طاقتور تھے اور نتائج کو معرض تعویق میں رکھ سکتے تھے ۲۸ / مارچ کو جس وقت پروشوی بادشاہ شہنشاہ جرمنی منتخب ہوا ہے اُسوقت کی اکثریت کا اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کچھ بے پایاں نہ تھی۔ (۴۲۰)

جسوقت اہالیانِ جرمن کا ایک وفد متحدہ جرمنی کا تاج شہریاری والی پروشیا کے قدموں پر ڈال دینے کے لیئے حاضر ہوا ہے اُسوقت جرمن قوم کو یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ جس مقصد کے لیئے اتنی مدت تک تکلیف اور اذیت اٹھائی گئی تھی وہ انجام کار حاصل ہوگیا۔ لیکن یہ خواب جلد محو ہوگیا آسٹریا نے صدائے احتجاج

فریڈرک ولیم تاج شہنشاہی نامنظور کرتا ہے

بلند کی اسکا حکمراں ایک ماتحت حیثیت نہیں قبول کر سکتا تھا، اسکی صدائے ناراضگی کو چنداں اہمیت نہیں دی گئی کیونکہ نگیاریوں کو غیر متوقع فتوحات نصیب ہو چکی تھیں لیکن

فریڈرک ولیم "انقلاب پسندوں" کو پسند نہیں کرتا تھا، اُسکے تکبر و تمکنت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ کسی تاج شہنشاہی کو کیچڑ سے اُٹھا کر زیب فرق کرلے، اور بعضوں کی جبری رضامندی اور دوسروں کی کینہ پروری اور شکوہ شکایت، ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ انتخاب شہریاروں کی طرف سے عمل میں آیا تھا۔ کچھ دنوں تک شش و پنج میں رہکر، بالآخر ۲۱ اپریل کو اُس نے باضابطہ طور پر یہ اعلان کردیا کہ وہ تاج و تخت کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔

جرمن پارلیمنٹ کا اختتام

تاج شہنشہی جرمنی دستور حکومت کے قصر کا سنگ اساسی تھا۔ جب یہ برقرار نہ رہ سکا تو ساری عمارت پیوندزمین ہوگئی آسٹریا نے اپنے ۹۵ نائبین کو فرانکفورٹ سے واپس بلا لیا تھا۔ شاہ پروشیا کے فیصلے کا حال سنکر انتہائے یاس و ناامیدی کے ساتھ اعتدال پسند اراکین کی ایک بڑی جماعت نے پارلیمنٹ کو خیرباد کہا اور ساری انجمن رفتہ رفتہ درہم برہم ہوگئی۔ اس فیصلے کو جس نے کتنی امیدوں کا خون کردیا آیندہ آنے والے ناقدین نے مورد طعن و تشنیع نہیں بنایا۔ اگر بادشاہ نے تاج شہنشاہی قبول کرلیا ہوتا تو یہ امر تسلیم کرلیا جاتا کہ ایک طرف تو بادشاہوں کے خلاف فریڈرک ولیم نے کھلم کھلا کارفرما جماعت سے ایک اتحاد قائم کرلیا تھا اور دوسری طرف بھی اتحاد پرستاران جمہوریت کے خلاف تھا۔ اور فریڈرک ولیم کی (۳۲۱) یہ حالت تھی کہ وہ ایک ایسے منصب کی ذمہ داری قبول کرنا نہ تو پسند کرتا تھا اور نہ اسکی اہلیت رکھتا تھا۔ اس میں شک نہیں ایسی حالت میں آسٹریا سے جنگ چھڑ جانا ناگزیر تھا اور یہ واقعہ سلطنت کی ترتیب اور تنظیم کا پیش خیمہ نہ خیال کیا جاتا بلکہ اسکے نتائج پر محمول کیا جاتا۔ اس طور پر یہ گویا جرمن قوم کے اتحاد کا نہیں بلکہ نفاق و افتراق کا طرۂ امتیاز خیال کیا جاسکتا تھا۔[۱]

پروشیا کا دستور حکومت کو نامنظور کرنا انقلابی کشاکش کے لئے ایک اشارہ تھا اور وہ بھی خصوصیت کے ساتھ ڈرسڈن اور باڈن میں۔ گورنمنٹ نے

---

[۱] بسمارک جلد اول صفحہ ۶۲ ۔

پروشیا سے درخواست استعانت کی اور عافیت اور سکون قائم کرنے میں پروشوی افواج کو زیادہ دقت نہیں گوارا کرنی پڑی۔ اسی دوران میں جدید پروشوی مجلس ملی ایوانِ زیریں کو جرمن حکومت کے ساتھ انتہائی وابستگی ظاہر کرنے کی یہ سزا دی گئی کہ وہ درہم برہم کردی گئی۔ ۱۸۴۸ء کے ایام مارچ کے مانند، یکبار پھر "قومی معنوں" میں پروشیا کی حربی طاقت کو برسرکار لانے کا بہتر موقع آپہنچا تھا اور ایک مرتبہ پھر وہ بادشاہ کے فقدان بصیرت اور تذبذب سے، جو اسکی خصوصیات میں داخل تھے۔ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا[1]۔

فرانکفورٹ پارلیمنٹ کی ناکامیابی متیقن ہوگئی تو فریڈرک ولیم نے جرمنی کے لئے ایک ایسا دستورِ حکومت وضع کرنا شروع کیا جو خود اُسکے اصول "حقوق من جانب اللہ" سے زیادہ مطابق تھا۔ اُسکی اس تجویز کو کہ کارفرمائی کا منصب مساوی طور پر اور نہایت صفائی کے ساتھ پروشیا اور آسٹریا میں تقسیم کردیا جائے شوارتسن برگ نے نامنظور کردیا جسکا مقصد اب محض یہ رہ گیا تھا کہ کسی طرح قدیم مجلس وفاقیہ میں از سرِ نو زندگی کی روح پھونکدی جائے اور اس کے تصرف سے آسٹروی سطوت و جبروت ایک دفعہ پھر چمک اُٹھے۔ ۱۷ مئی ۱۸۴۹ء کو فریڈرک ولیم نے ایک نئے دستورِ حکومت پر جسکی بنیاد اس کے قدیم تخیل "ایوان الملوک" پر تھی بحث مباحثہ کرنے کیلئے ایک کانفرنس منعقد کی۔ پہلے ہی اجلاس کے بعد آسٹریا نے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور کابینہ وائنا سے ہم آہنگ ہونے میں ناکامیاب ہوا تو بادشاہ پروشیا نے بذاتِ خود کارفرما ہونے کا عزم کرلیا۔ ۲۶ مئی کو پروشیا، ہانوور اور سکسنی میں ایک دستورِ حکومت کی ترتیب

شمالی پروشوی لیگ

اور قانون انتخاب کے وضع کرنے کے لئے ایک معاہدہ ہوا۔ اور تینوں حکومتوں نے ایک جارحانہ اور مدافعانہ لیگ قائم کرکے اپنے دستخط ثبت کردئے، جس میں توقع یہ تھی کہ دوسری مملکتیں بھی رفتہ رفتہ آملیں گی۔ یہ اتحاد شروع سے غیر مخلصانہ تھا۔ ہانوور (۳۲۲)

---

[1] بسمارک جلد اول صفحہ ۶۵۔

اور سکسنی نے فوراً صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ ان کی شرکت دوسری مملکتوں کی شرکت پر مشروط تھی اور انھوں نے خفیہ طور پر زار کو اپنی علٰحدگی کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ پروشیا اور آسٹریا کے تعلقات یوماً فیوماً کشیدہ ہوتے جاتے تھے۔ پارلیمنٹ کے درہم برہم ہونے کے باوجود ارک ڈیوک جان اور

آسٹریا اور پروشیا کی حریفانہ چشمک

شاہی کابینہ وزارت اب تک فرانکفورٹ میں قائم و برقرار تھے اور پروشیا کے اس دعویٰ پر کہ وہ انکے اقتدار و حکومت کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا، ان کا یہ جواب ہوتا کہ اس کا مدار وفاقی مجلس ملیہ کے انتخاب پر تھا۔ متولی سلطنت نے اب اپنے خالص آسٹروی رویہ کو بے نقاب کیا، اُس نے پروشیا کے ان تمام مساعی کو جو وہ انقلاب باڈن کے قلع قمع کر دینے کے لئے بہ سرکار لا رہا تھا، زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پروشیا کے اُس خود مختارانہ فعل پر اُس نے صدائے احتجاج بلند کی جسے وہ صوبہ جات متعلقہ ڈنمارک کے سلسلے میں عمل میں لا رہا تھا اسوقت پروشوی ستارہ عروج پر تھا، ایک طرف ہنگیاری، آسٹرویوں کو پیہم شکست دے رہے تھے، دوسری جانب پروشوی رجمنٹ انقلاب جرمنی کے آخری شراروں کو نذر خاکستر کر رہا تھا اور مسئلہ شلسوگ ہولسٹین کے عارضی تصفئے میں پروشیا صرف اپنی انفرادی قوت ارادی کا رہین منت رہا۔ اگر اُسوقت فریڈرک ولیم اپنے دستور حکومت مرتبہ ۲۶ مئی کو مملکت ہائے جرمنی کے سامنے بزور پیش کر دیتا تو پھر کوئی شخص اسکے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا لیکن پروشوی فرماں روا شجاعت و فروسیت کے حقیقی جذبات سے سرشار تھا وہ صرف ایسے رفقا گوارا کر سکتا تھا جو بطیب خاطر اسکے شریک حال ہوں۔ شوارتسن برگ اس قسم کے پس و پیش سے بالکل آزاد تھا۔ اُس نے پروشوی تجاویز کے خلاف ایک سازش کی۔ یہاں تک کہ اواخر اگست میں ہنگیاری ہنگامے کی تباہی اور ناکامی نے آسٹریا کو اس قابل بنا دیا کہ وہ زیادہ موثر طریقے سے اپنا دباؤ ڈال سکتا تھا۔ بویریا اور ورٹمبرگ نے فریڈرک ولیم کی اسکیم کو اب قطعی طور پر مسترد کر دیا۔

باوجود ان فتوحات کے آسٹریا ایک طویل سلسلۂ جنگ سے کچھ اس درجہ

خستہ ہو رہا تھا کہ وہ پروشیا کے خلاف صف آرا نہیں ہو سکتا تھا۔ ۳۰ ستمبر کو، دونوں حکومتوں میں ایک معاہدہ موسوم بہ Compact of Interim معاہدہ فی الحال ہوا جسکی رو سے ارک ڈیوک جان کا منصب متولی سلطنت سے مستعفی ہونا قرار پایا۔ یہ اسامی اب آئندہ مئی تک کے لیئے ایک ماموریہ کے سپرد کی گئی، اور اس بورڈ میں آسٹریا اور پروشیا دونوں کو دو دو رایوں کا حق حاصل تھا یہ سب کچھ آسٹریا کی چیرہ دستی پر دال تھا جس سے پروشیا قدیم "عہدیت" کو تسلیم کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن موخرالذکر کو اب بھی اس لیگ پر اصرار تھا جسکا مدار دستور حکومت مرتبہ ۲۶ مئی پر تھا۔ چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی ایک کثیر تعداد نے اس میں شرکت کرلی اور پروشیا نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک وفاقی مجلس ملیہ منتخب کر کے اسے اور زیادہ موثر بنا دینا چاہئیے، لیکن ہانوور نے جسکی تائید سکسنی کر رہا تھا اس تجویز سے اس بنا پر اظہار مخالفت کیا کہ دستور حکومت کا مسودہ موجودہ عہدیت کے قیام و تسلسل کو تسلیم کرتا تھا اور اس عہدیت کے آئین کو اس وقت تک تبدیل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے اراکین جس میں آسٹریا اور بویریا بھی شامل تھے، باعتبار رضامندی متفق الرائے نہ ہوں باوجود اس اظہار اعتراض کے وفاقی مجلس نے ۱۵ر جنوری سنہ ۱۸۵۰ء انتخابات کے لیئے مقرر کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہانوور اور سکسنی نے لیگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ جو بغیر بادشاہوں کے ناممکن ہو گئی۔

> Confact of the Interim
> معاہدہ فی الحال
> ۳۰ ستمبر ۱۸۴۹ء (۳۲۴)

> سکسنی اور ہانوور پروشوی لیگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں

جرمنی اب دو غیر مساوی حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک طرف تو چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا بڑا مجموعہ پروشیا کے تحت تحفظ میں تھا، دوسری طرف چار حکومتیں آسٹریا کے سائے میں پناہ گزیں تھیں۔ ان تمام حالات اور واقعات کو مد نظر رکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک نہایت دقت طلب ضغطہ سے دوچار ہونا پڑے گا شوارتسن برگ نے پروشوی پیش نامے سے اس بنا پر اظہار اختلاف کیا کہ یہ دستور عہدیت سے متضاد ہے حالانکہ وہ ادعا اس امر کا کرتا ہے کہ اسکی بنیاد ہی اس پر رکھی گئی ہے، اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے مطالبے کی تجدید کی

یعنی آسٹروی سلطنت عہدیت میں شامل کرلی جائے۔ اُس نے اپنے مطالبے کی بنیاد، بویریا، ہانوور، سکسنی اور ورٹمبرگ کے چار بادشاہوں کے لیگ پر رکھی جو پروشیا کے خلاف دسمبر ۱۸۴۹ء میں مرتب ہوئی تھی، اور ایک مرتبہ پھر اُس نے اِس امر پر زور دیا کہ جرمنی کا حصہ بخرہ کرکے بڑی بڑی مملکتوں میں تقسیم کردیا جائے اور انکے حکمرانوں کی ایک مرکزی مجلس انتظامیہ ہو جس میں آسٹریا کی آواز و آرا سب پر غالب ہو۔ اس کے جواب میں پروشیا ایک دوسری چال چلا، اُس نے اپنی لیگ کو اور زیادہ مستحکم اور متحد کیا۔ اور مارچ ۱۸۵۰ء میں بہ مقام ارفرٹ Erfort اس کی پارلیمنٹ کا اجلاس ہونا قرار پایا۔ لیکن فریڈرک ولیم کے
۳۲۴ پاؤں اب ڈگمگانے لگے تھے۔ وہ آسٹریا سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور اب ایک آئینی حکومت کے جدید نتائج آزمائش سے خوف زدہ ہوگیا۔ خود برلن میں

ارفرٹ پارلیمنٹ مارچ ۱۸۵۰ء

اب قدیم پروشوی جماعت برسر عروج تھی اور ایک ایسے طرزِ عمل کو ناپسندیدہ خیال کرتی تھی جسکی رو سے دوسری متفرق جرمن مملکتوں کے مجموعے کے مقابلے میں پروشیا کے اغراض ومقاصد کو ثانوی یا متبعانہ حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ اندریں حالات گو بادشاہ نے چار و ناچار ارفرٹ پارلیمنٹ کو دستور حکومت کے معرض بحث میں لانے اور اسے پاس کرلینے دیا لیکن اُس نے اس بات کی بھی دھمکی دی کہ اگر اُس کے منشا کے مطابق اس پر نظر ثانی نہ کی گئی تو وہ لیگ سے قطع تعلق کرلے گا۔ اس کے دوسری معنی یہ تھی کہ یہ سارا نقشہ بنا بنایا ایک لمحہ میں بگڑ جاتا۔ پھر اس کے سامنے پارلیمنٹ سر تسلیم کس طرح نہ خم کرتی، ۵ اپریل کو اُس نے دستور حکومت کو بہ یک وقت کلیتہً پاس کردیا۔ اور ۲۹ اپریل کو اُس نے ان تمام ترمیموں کو جو پروشیا نے پیش کیں منظور کرلیا، لیکن اُنکے لطف وکرم نے صرف انکے نوشتہ تقدیر کو معرض التوا میں ڈال دیا تھا۔ شوارتسن برگ Schwarzenberg بھلا ایسے وقت میں کیسے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہ سکتا جبکہ پروشیا تمام جرمن مملکتوں کو سیاسی طور پر جیسا کہ (پہلے تجارتی انداز سے کرچکا تھا) ضم کر رہا تھا۔ دور انتہائیت Interim ختم ہو رہا تھا اور اس نے فوراً یہ حیلہ کرکے پروشیا کے ساتھ کوئی جدید معاہدہ نہیں ہوا تھا اُس نے دستور مرتبہ ۱۸۱۵ء کے

آسٹریا وفاقی دستور مرتبہ ۱۸۱۵ء کو بحال کرتا ہے

ماتحت یہ مطالبہ کیا کہ آسٹریا وفاقیہ کا صدر تسلیم کیا جائے اور قانون وفاقیہ اور عہدناجات وائنا کو پیش نظر رکھکر جرمنی کے دستور حکومت پر نظر ثانی کرنے کے لئے حکمرانوں کی ایک کانگریس منعقد کی جائے۔ یہ پروشیا کی انتہائے توہین تھی کیونکہ اثنائیت کی روسے اس قسم کے مراسلات دعوت دونوں حکومتوں کے مشترکہ دستخطوں سے جاری ہونے چاہئے تھے۔ لیکن فریڈرک ولیم کو اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اس دعوت جنگ کو قبول کرسکتا اُس نے اس مراسلے کو قبول کر لینے کا، بشرطیکہ اس تمام گفت وشنید کی بنیاد پروشوی لیگ ہو وعدہ کرلیا۔ اور آسٹریا کا اس امر پہ غور کرنے سے انکار کرنا تھا کہ اُس نے اس امر کا اعلان کردیا کہ وہ شمالی اتحاد کو اور زیادہ مستحکم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن مالی حالت کچھ ایسی ابتر ہورہی تھی کہ یہ محالات میں سے خیال کیا گیا لیکن اگر کوئی تدبیر زیادہ موثر ہوسکتی تھی تو یہ تھی کہ پروشوی افواج کو آمادۂ پیکار کردیا جاتا۔ ۱۸ ارمئی کو برلن میں حکمرانوں کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اُس سے صرف اس حقیقت کا انکشاف ہوسکا کہ خود لیگ کے اندر نفاق وافتراق کے عناصر مضمر تھے۔ یہ البتہ طے کردیا گیا کہ بحالت موجودہ اتحاد کو "ایوان الملوک" کے تحت حکومت میں منتقل کردینا بہتر ہوگا اور پروشیا کے پیش کردہ شرائط پر فرانکفورٹ کو سفرائے مختار بھیجنے چاہئیں۔ لیکن والی ہیسے کچھ اس طور پہ مسلسل مخالفت کرتا رہا کہ اس کی نا آمیز فطرت کا جلد پتہ لگ گیا اور چند دوسری مملکتوں میں بھی طغیانی وعصیان کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے شواارتسن برگ نے Schwarzenberg لیگ کی قوت کا نہایت صحیح اندازہ لگایا تھا اُس نے اپنے مطالبات سے ایک گرہ بھی گریز کرنا روا نہ رکھا، آسٹریا چار بادشاہوں لگزمبرگ اور ڈنمارک کے نمائندوں نے فرانکفورٹ میں مجتمع ہو کر اپنے آپ کو قدیم مجلس ملی کی جمعیت عامہ Plenum کی حیثیت تفویض کی اور دوسری مملکتوں کو (اگر وہ ۱۸۱۵ء کے ایکٹ کے شرائط نہ بجالائیں) داخل کرنے سے انکار کردیا۔ جرمنی دو نصف حصوں میں تقسیم ہوگیا لیکن نتائج ابھی غیر متیقن حالت میں تھے۔ (۳۲۵)

معاملات جرمنی جسوقت اس نازک حالت میں تھے شاہنشاہ نکولس کا رویہ نہایت درجہ وقیع اور اہم محسوس ہونے لگا۔

زار کا رویہ

فریڈرک ولیم نے پروشیا کے "قدیم اور آزمودہ روایات" کو انقلابی تخیلات کی زیاں کاری پر قربان کرکے زار کو بُری طرح ناراض کر دیا تھا اور جسوقت بادشاہ نے ستمبر ۱۸۴۸ء میں امداد کے لیئے دست سوال پھیلایا، اُس نے علی الاعلان کہدیا کہ ان دونوں میں اُسوقت تک خلوص و اتحاد نہیں ہوسکتا تھا جب تک کہ پروشیا اپنی اس قدیم حالت پر پھر واپس نہ کر دیا جائیگا جیسا کہ بادشاہ کے "مرحوم و محترم باپ" نے اُسے حوالے کیا تھا[۱]۔ آئندہ مہینوں میں جس قسم کا استبدادی طرز عمل روا رکھا گیا تھا اُس نے زار کو کچھ زیادہ راضی یا رضامند نہیں کیا، وہ جب پروشیا کی غیر سکون پذیر فتنہ پردازیوں کا آسٹریا کے ہموار و معقول طرز عمل سے مقابلہ کرتا تھا تو اول الذکر سے بدظن ہو جاتا تھا۔ وہ آسٹریا کو جرمنی سے نکال باہر کرنے کے لیئے پروشیا کی کبھی امداد نہیں کرسکتا تھا اور نہ اس امر کو گوارا کرسکتا تھا کہ کوئی دوسرا ایسا کرے، اور وہ خاموش دیکھتا رہے کیونکہ آسٹریا نے اپنا سنگ اساسی عہدناموں پر رکھا تھا برخلاف اسکے پروشیا کا سنگ بنیاد، انقلاب پر تھا[۲]۔ اس لئے اگر پروشیا نے جنگ میں عجلت کی تو اُسے صرف آسٹریا ہی کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا بلکہ روس کا بھی۔

دول یورپ کا جرمنی کے طرف کیا رویہ تھا اسکی وضاحت ایک بار پھر شلسوگ ہولشٹائن کے مسئلے کے سلسلے میں ہوگئی، خاندان گوٹورپ کی شاخ اکبر کے وارث ہونے کی حیثیت سے نکولس کو براہ راست ان ڈچیز کی وراثت اور تاج ڈنمارک ۳۲۶ سے ان کے تعلقات کی نوعیت سے وابستگی تھی۔ خود انگلستان کچھ تو جذبات سے مجبور ہوکر اور کچھ اپنے اغراض و مقاصد کے خیال سے اہالیان ڈنمارک کے مطالبات کی تائید کرنے پر آمادہ تھا۔ ان معاملات کے تصفیہ کے لئے اکتوبر ۱۸۴۸ء میں

لنڈن کا نفرنس اور صوبہ جات اکتوبر ۱۸۴۸ء

لنڈن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ ڈنمارک نے ایک مفاہمے کی تحریک پیش کی جسکی بنیاد دونوں صوبوں کے ایک دوسرے سے علیحدہ کیئے جانے پر تھی، اس کی تائید روس

---

[۱] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۳۷۸۔
[۲] مراسلہ فی پنڈورف بہ سون ٹوٹی فل، ۲۷ ستمبر مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۳۸۱۔

اور انگلستان نے کی اور پروشیا نے اپنی رضا بھی دے دی۔ اسکی رو سے ہولشٹائن کو (شلسوگ سے علیحدہ کر کے) جرمن عہدیہ کے ایک رکن کی حیثیت سے ایک آئین تفویض کیا جانا قرار پایا۔ لیکن آخری وقت میں ڈنمارک نے یہ مطالبہ کیا کہ دونوں صوبے تاج ڈنمارک کے ساتھ کچھ ایسے طور پر وابستہ کر دیئے جائیں کہ پھر انکی علیحدگی ناممکن ہو جائے پروشیا نے جرمن ورثا کے حقوق کو قربان کر دینے سے انکار کیا اور ۳۰ اپریل ۱۸۴۹ء کو جنگ کا از سر نو آغاز ہوا۔

جنگ کی بار دیگر ابتدا ہوتی ہے اپریل ۱۸۴۹ء

لیکن جہاں تک صلح طلبی اور امن کا تعلق تھا پروشیا، دول یورپ کا ہمنوا اور ہمصفیر تھا اور ناآمیز فرانکفورٹ پارلیمنٹ کی اس حرکت کو اُس نے بُری طور پر محسوس کیا جسکی رو سے وہ اس جنگ میں شریک ہونے پر مجبور ہوا تھا۔ جرمنی جذبات اور متولی سلطنت دونوں کی مطلق پروا نہ کر کے فریڈرک ولیم نے ایکبار پھر ڈنمارک سے سلسلہ گفت و شنید آغاز کیا۔ ۱۰ جولائی کو عارضی صلح از سر نو قائم ہوئی، جرمن قوم کے نزدیک یہ "سلطنت" کے اغراض و مقاصد اور اُس اعتبار و اعتماد کے خلاف صریح غداری تھی جو دونوں صوبوں کی طرف سے جرمنوں کے قلب و دماغ میں جاگزیں تھا، اب کسی آخری تصفیئے کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ آخر کار ۱۷ اپریل ۱۸۵۰ء کو پروشیا نے اس بنیاد پر صلح کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ جتنے مابہ النزاع مسائل تھے وہ سب تصفیئے کے لیئے کبھی آئندہ پیش ہوں گے۔ زار کے نزدیک ایک ایسا تصفیہ بالکل بے سود اور لایعنی تھا جس میں

نکولس اول اور شلسوگ ہولشٹائن

معاملات ڈنمارک کو اور زیادہ ژولیدہ بنا دینے کی اہلیت تھی، اسکے نزدیک علمبرداران ہولشٹائن کھلم کھلا باغی تھے، ڈیوک آگسٹنبرگ انقلاب پسند تھا اور وہ اس حقیقت کے سمجھنے سے بالکل قاصر تھا کہ آخر کس اصول پر پروشیا تاج ڈنمارک کے جائز حقوق کو تسلیم کرنے سے اغماض کرتا تھا اگر بادشاہ ڈنمارک ہولشٹائن میں امن و عافیت کا تسلط قائم کرنے کی اہلیت اور قابلیت نہیں رکھتا تھا تو وہ خود مداخلت کرنے کے لیئے آمادہ تھا اور اُس نے اسکی دھمکی بھی دے دی، اور پروشیا کے اعلان پر کہ اگر جرمن مقبوضات پر کسی بیرونی طاقت نے دست تطاول دراز کیا تو

جرمن عہدیہ اُسے کبھی گوارا نہیں کرسکتی تھی، اُس نے جواب دیا کہ ایسی حالت میں
عہدیہ اس پر توجہ کرے گی اور ۱۸۱۵ء کے زبردست اصولوں کو قائم اور نافذ رکھے گی۔ ۴۲۷
یورپین تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے پروشیا کو سرِ تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی
چارۂ کار نظر نہ آیا۔ ایک ایسی جنگ سے محترز رہنے کے لئے آسٹریا نے بھی
زور دیا جس میں صرف "بھائیوں کا خون" بہایا جاسکتا تھا۔ تمام دول یورپ
میں سے صرف نپولین ایسا تھا جس نے اتحاد مقدسہ کی شکست وریخت کے لئے
اس موقع کو مناسب خیال کیا، اُس نے پروشیا سے گفت وشنید کا آغاز کیا اور
فرانسیسی امداد واستعانت کے معاوضے میں ضمناً دریائے رائن کے بائیں کنارے کا
حوالہ بھی دے دیا۔ ایک شیطان کے بھانجے سے روابط اتحاد پیدا کرنے کی تحریک،
جسکی تلافی جرمنوں کے جان ومال سے کی جاتی، ایک ایسی حقیقت تھی جس نے فریڈرک ولیم
کو محسوس کرا دیا کہ وہ کشاں کشاں کہاں چلا جارہا ہے[۱] اب خوف اور تحیر کا ایسا عالم

پروشیا اور ڈنمارک میں صلح ۲ رجولائی ۱۸۵۰ء

اس پر طاری ہوا کہ اُس نے بلا تکلف اپنے آپ کو آغوش روس
میں ڈال دیا۔ اور ۲ رجولائی ۱۸۵۰ء کو ایک صریح ومعین صلح نامے پر
دستخط ثبت ہوئے جسکی رو سے بادشاہ ڈنمارک کو بہ حیثیت
ڈیوک آف ہولشٹائن اس امر کا اختیار تفویض کیا گیا کہ
بشرکت یا بعدم شرکت عہدیہ وہ ڈچی میں امن وعافیت کا تسلط قائم کرنے کا مجاز تھا۔

ڈنمارک کے قضیۂ نامرضیہ کا نتیجہ پروشیا کی توہین
اور اسی تناسب کے ساتھ آسٹریا کو کامیابی تھی جسکی پشت وپناہی
اب روس مسلمہ طور پر کر رہا تھا چھوٹی چھوٹی جرمن مملکتوں کے بد دماغوں نے
شوارتسن برگ Schwarzenberg پر زور ڈالا کہ وہ اپنے فائدہ طلبی کو
انتہائی حدود تک پہنچا دے اور تمام قصہ ہی پاک کردے۔ لیکن وہ جنگ کے
امکانات اور اندیشہ ناکیوں سے اُسوقت تک محترز رہنا پسند کرتا تھا جب تک کہ
وہ تمام ذرائع اور وسائل جو اسکی سیاسی خداعیوں کے رہین منت ہوسکتے تھے،

[۱] سیبل جلد اول صفحہ ۴۵۵۔

ختم نہ ہو جائیں۔ وہ اپنے آپ کو اتنا قوی محسوس کرتا تھا کہ وہ جرمن مسئلے کے متعلق آسٹریا کے رویئے کو معتدل، بحال شدہ مجلس ملی کو درہم برہم کردے اور اگر پروشیا اپنی طرف سے ۲۶ر مئی کے دستور حکومت سے دست بردار ہو جائے، تو وہ آسٹریا اور پروشیا دونوں کی مساویانہ حیثیت مدنظر رکھکر اور اُسی بنیاد پر، ایک جدید مرکزی حکومت قائم کرا سکتا ہے لیکن فریڈرک ولیم اپنی پروشوی لیگ سے بُرے طور پر وابستہ تھا اور اسے عمل پیرا ہونے پر مجبور کرنے کے لیئے شوارتسن برگ نے تمام جرمن حکومتوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ روانہ کیا جس میں اُس نے مجلس ملی کی جماعت انتظامی یعنی "مجلس محدود" کے جلد سے جلد از سر نو ترتیب دیئے جانے کا اعلان کیا تھا۔ اب ایک مرتبہ پھر تعلقات کے کشیدہ ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ نازک حالت پیدا ہونے کا اندیشہ پیدا ہونے لگا۔ لیکن شلسوگ ہولشٹائن کی پیچیدگیاں کچھ ایسی ترقی پذیر ہوئیں اور روس کا رویہ بھی ان سے کچھ ایسا متناسب نظر آیا کہ علانیہ نفاق و افتراق کی نوبت نہ آئی۔ زار تو انقلاب کو کچل دینے کے لیئے بیتاب نظر آرہا تھا اُس نے عہدیہ کے جمود کی شکایت کی اور اُسکا تمام بار آسٹریا کے شانوں پر ڈال دیا جس کا ۴۲۶ صلح کی تصدیق و توثیق سے انکار کرنا زار کی کبیدہ خاطری کا موجب ہوا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آئینی طور پر صرف جمعیت عام (Plenum) اس صلح کی تصدیق و توثیق کر سکتی تھی اور چھوٹی چھوٹی مملکتوں نے ڈچرہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے، نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ اس حقیقت کی طرف توجہ منعطف کرادی تھی شوارتسن برگ (Schwarzenberg) کو ان کا یہ طرز عمل، جس سے وہ روس کے الطاف و مرحمت سے محروم ہوتا تھا، ناگوار ہوا، اس لیئے وہ ایک مرتبہ پھر پروشیا کی جانب مخاطب ہوا اور ایک مفاہمے کی تحریک پیش کی جسکی رو سے پروشوی لیگ کی حیثیت تسلیم کرلی جاتی تھی اور وہ عہدیہ میں شامل بھی کرلی جا سکتی تھی۔ اُس سے اُسکا صرف یہ مقصد تھا کہ پروشیا کی اسوقت تک تالیف قلوب ہوتی رہے جب تک کہ زار کے ساتھ دوستانہ تعلقات پھر قائم نہ ہو جائیں، شلسوگ اور ہولشٹائن کے مسئلے نے اُسے یہ موقع بھی دے دیا۔ روس، فرانس اور انگلستان کی ایک کانفرنس لندن میں ایک صریح و معین

ایک مفاہمے کی تحریک

تصفیے کے لئے منعقد ہوئی تھی، ایک عہد نامہ مرتب ہوا جسکی رو سے ملوکیت ڈنمارک کی ناقابل انفساخ سالمیت کا علی الاعلان اظہار کیا گیا، یہ عہد نامہ دستخط ہونے کے لئے پروشیا اور آسٹریا کے نمایندوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ دونوں نے نامنظور کیا۔ پروشیا نے اس بنا پر کہ ورثا کے مطالبات، جسکی تائید میں جرمنی کی آراء عامہ متفق تھیں، بالکل نظر انداز کر دی تھیں اور آسٹریا کا یہ عذر تھا کہ اس میں عہد یہ جرمنی سے ہولشٹائن کے تعلقات کا کہیں تذکرہ نہ تھا۔ موخر الذکر غلطی جسوقت پیش کی گئی اسی وقت اسکی اصلاح کر دی گئی اور آسٹریا نے اپنے دستخط ثبت کر دیے اور اس طور پر وہ ایک دفعہ

پروشیا کا منفرد وتجرد رہ جانا

پھر منفرد وتجرد پروشیا کے مقابلے میں بڑی بڑی دول کے ساتھ ہمدوش وہمعناں ہوگیا، اپنی سیاسی فتح کی اس کامیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے شوارتسن برگ نے زار سے وعدہ کر لیا کہ مجلس ملی کی "مجلس محدود"، کا اجلاس یکم ستمبر کو منعقد ہوا اور ہولشٹائن میں سکون وعافیت قائم کرنے کی جلد جلد کوشش شروع کر دی جائے۔ ۲ ستمبر کو "مجلس محدود" نے فی الحقیقت ان تمام تجاویز پر غور کرنا شروع کر دیا جو عمل میں آنے والی تھیں۔

شوارتسن برگ (Schwaizenberg) نے احتیاطاً مجلس ملیہ کو اس امر سے متنبہ کر دیا تھا کہ پروشوی لیگ کا کوئی تذکرہ معرض بحث میں نہ آنے پائے اور فریڈرک ولیم نے اپنی طرف سے یہ کیا کہ اس نے مجلس ملیہ کے وجود ہی کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔ حالات کا یہ غیر مستقل توازن ایک نامعلوم مدت تک قائم رہتا اگر ایک ایسا سوال نہ پیدا ہو جاتا جسکی وجہ سے ایک مرتبہ پھر حالات اور واقعات نے اندیشہ ناک صورت اختیار کر لی والی ہیسے ابتدا ہی سے پروشوی لیگ کا ایک ۳۲۹
نارضامند رکن تھا، اسے آسٹریا کے ان مساعی میں جو مجلس ملیہ از سر نو زندہ کرنے میں معین ہوسکتی تھیں، ایک موقع ہاتھ لگ گیا جسکے تصرف سے وہ نہ صرف پروشوی بیڑیوں سے نجات پا سکتا تھا بلکہ اس تنفر انگیز، دستور حکومت سے بھی گلو خلاصی حاصل ہوسکتی

آسٹریا، پروشیا وہیسے

تھی جو سولہ برس پہلے اس پر عاید کیا گیا تھا۔ ہاسن پفلگ Herv Von Hassenflug ایک سابق پروشوی افسر کی ذات میں اسے ایک ایسا آلہ ہاتھ لگ گیا جو ہر طریقے سے

مفید اور کارآمد ثابت ہوسکتا تھا۔ موخر الذکر فروری سے دسمبر تک بلا منظوری "طبقہ جات" محاصل عاید کرتا رہا یہاں تک کہ اُنھوں نے محاصل ادا کرنے سے انکار کردیا اور اُنکی امداد واستعانت کے لیئے ملکی اور فوجی حکام آمادہ ہوگئے۔ ۱۲ ستمبر کو والی اور اُسکا وزیر دونوں مجلس ملیہ سے اپیل کرنے کے لیئے بھاگ کر **فرانکفورٹ** پہنچے اور بغاوت کے انتظام والسنداد کے لیئے امداد و استعانت کے طالب ہوئے جنوبی ملکتوں کے نزدیک پروشیا کو نیچا دکھانے اور اذیت پہنچانے کا یہ بہترین موقع تھا۔ ہسی، ملوکیت پروشیا کے دو غیر منقسم نصف حصوں میں واقع تھا اور معاہدۂ باہمی کی رو سے وہ اُن فوجی راستوں کو استعمال کرسکتا جو اُس سے گزرتے تھے۔ وہ بغیر کسی تردد خاطر کے یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اُن پر اس دولت یا ان دول کا قبضہ ہوجائے جن کے خلوص نیت کے متعلق اُسے خود کچھ شبہہ ہوتا۔ پروشوی وزیر **رادووِٹز** (Radowitz) نے اب موقع پایا اور اُس نے بادشاہ سے نہایت اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ مجلس ملیہ کا جو کچھ آئندہ طرز عمل ہونے والا ہے اُسکے لیئے یہ بے حد ضروری ہے کہ ابھی اسکا نفاذ کردیا جائے لیکن **فریڈرک ولیم** کا دماغ مختلف اور متضاد اغراض و مقاصد کا آماجگاہ تھا الکٹر کے اس غیر آئینی فعل میں اُسکے کوئی بات قابل ملامت نظر نہ آئی۔ اور اُس نے اس قسم کے تمام خیالات اپنے ذہن سے نکال ڈالے کہ **لیگ** کو برسرکار لاکر الکٹر کو آئین وضابطہ کی پابندی پر مجبور کرے۔ وہ **لیگ** کے شیرازے کو منتشر کردینے کے بھی خلاف تھا، مجلس ملیہ میں شرکت کرنا نہیں چاہتا تھا اور اس پر بھی نہیں تیار تھا کہ محاذ **فرانکفورٹ** پر آکر آسٹریوں کا زور نہ توڑدے۔ اب ایک چارۂ کار تو جنگ تھی جسکے لیئے **پروشیا** جسکی فضائے ذہنی آرائے عامہ تقاریر، اختیارات اور دستوری بازیگری[1] کی ہنگامہ زائیوں سے پُر تھی، تیار نہ تھا، دوسری

پروشیا کے خلاف ایک لیگ اکتوبر ۱۸۵۰ء

صورت، اطاعت تھی جس سے سالہا سال کے لیئے اُسکا ناموس واقتدار مجروح ہوتا تھا شوارتسن برگ **Schwarzenberg** صورت حال سے بوجوہ احسن واقف ہوچکا تھا۔ **پروشیا** کی صدائے احتجاج، شرائط صلح، تخویف وتہدید کا جواب وہ صرف اس ناآمیز ادعا سے

[1] بسمارک جلد اول صفحہ ۷۶۔

۴۳۰ دیتا تھا کہ انتہائی اور قطعی اختیارات صرف مجلس علیہ کو حاصل تھے اور چونکہ زار کی امداد و استعانت کا اُسے یقین ہو چکا تھا اس لیئے اُس نے اس امر کا اعلان بھی کر دیا کہ وہ مجلس علیہ کے اختیارات کو بزور تسلیم کرائے گا۔ اس تہدید کو موثر بنانے کے لیئے ۱۱ اکتوبر کو پروشیا کے خلاف آسٹریا، بویریا اور ورٹمبرگ کی ایک لیگ قائم ہوگی۔

۲۲ اکتوبر کو مجلس علیہ نے افواج بویریا کو ہیسے پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اس کے جواب میں پروشوی افواج بھی بڑھیں اور متخاصمین کی فوجی چوکیاں بالآخر ایک دوسرے سے متصادم ہوگئیں۔ لیکن جس جنگ کی دھمکی دی گئی تھی وہ معرض وجود میں نہ آئی۔ اب ایک طرف تو دول یورپ کا معاندانہ رویہ تھا دوسری طرف خود پروشیا کی عدم تیاری تھی، ایسی حالت میں اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ موخرالذکر سر تسلیم خم کر دے۔ ۲۸ اکتوبر کو شاہنشاہ فرانسس جوزف، شہزادۂ پروشیا (جو بعد کو شاہنشاہ ولیم اول ہوا) کاؤنٹ برانڈنبرگ اور پرنس شوارتسن برگ زار کے توسل سے اور اسکی موجودگی میں، معاملات کا تصفیہ کرنے کے لیئے وارسا میں مجتمع ہوئے۔ برانڈنبرگ نے پروشیا کی نازک اور ابتر حالت کا بڑے طور پر احساس کیا اور برلن واپس ہو کر شکستہ خاطر اور درماندہ وفات کر گیا، کچھ دنوں تک تو جرمنی پر لڑائی کی گھٹا چھائی رہی۔ زار کی شہ پاکر شوارتسن برگ نے پروشوی لیگ کی شکست وریخت کا مطالبہ کیا اور پروشیا نے فوجیں اکھٹا کرنی شروع کر دیں۔ لیکن ارض جرمنی کے لیئے جو آخری لڑائیاں ہونے والی تھیں اُسکا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ ۵ کو فریڈرک ولیم نے مجلس شاہزادگاں کے سامنے شمالی لیگ کی شکست وریخت کا اعلان کیا۔ اور آسٹریویوں کے اس اعلان جنگ کا جواب کہ ہیسے فوراً خالی کر دیا جائے یہ دیا گیا کہ بیرن مان ٹوفل Baron Manteanel اولمتز Olmutz بھیجا گیا جہاں اُس نے ۲۹ نومبر کو شوارتسن برگ کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیئے سارے

شوارتسن برگ کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیئے سارے خطوط جنگ پر آسٹریا کی سیاسی فتح کی انتہائی کامیابی مسلم تسلیم کر لی گئی پروشیا اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ آسٹریا کو	**معاہدہ اولمتز ۲۹ نومبر ۱۸۵۰ء**

والیٔ ہیسے کے محافظ ہونے کا حق حاصل تھا، اُس نے ریاست ہیسے سے اپنی افواج کی

کثیر تعداد واپس بلالی اور صرف ایک بٹالین کاسل میں مقیم رہنے دیا۔ اُس نے
ڈچیز میں جو کچھ کہا تھا اُن سب واقعات کو سفیہانہ ثابت کردینے کے لیئے مجبوراً یہاں تک کیا کہ آسٹریا کو
ہولسٹین سے شلسوگ خالی کرانے کے لیئے امداد بھی پہنچائی، انجام کار شمال کی پروشوی لیگ قطعاً ٹ گئی تاہم
۴۴۱ اولمتز Olmutz کا شمار پروشوی ذلت میں نہیں بلکہ آسٹروی کمزوری میں ہوگا[1]
برلنی کابینۂ وزارت کی اخلاقی پستی سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تو شوارتسن برگ معاملات
جرمنی کے تصفیے کے لیئے جو شرائط چاہتا عائد کردیتا اور پروشیا کی ہوسناکیوں کو
ہمیشہ کے لیئے محدود کر دیتا۔ لیکن اُس نے غفلت شعاری سے کام لیا۔ جرمنی کے
آئندہ دستور حکومت کا تصفیہ آزاد کانفرنسوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا جنکا اجلاس
ڈرسڈن میں منعقد ہونے والا تھا اور جسکے لیئے آسٹریا و پروشیا دونوں کی طرف
سے مشترکہ طور پر رقعات دعوت بھیجے گئے تھے۔ آسٹریا نے از سر نو جو غلبہ اور عروج
حاصل کرلیا تھا شاید اسی بنا پر شوارتسن برگ Schwarzenberg نے اس جلسے
کی کارروائیوں کی رہبری کے لیئے کوئی شرط یا پابندی وضع نہیں کی تھی اس میں شک نہیں
اُس نے خود کانفرنس میں آسٹریا کے غیر محدود دعاوی اور لن ترانیوں کو پیش کرنے میں
ایک طوفان بپا کر دیا تھا۔ پوری سلطنت جرمن عہدیت میں شامل کی جائے۔ اور
مجلس علیہ میں اسکی آواز اور آرا کو ایسا غلبہ حاصل ہو کہ پروشیا کا شمار دوسرے درجے کی
طاقتوں میں ہو سکے۔ اب پروشیا کا موقع تھا، فرانس اور انگلستان دونوں
اس امر کو گوارا کرنا نہیں پسند کرتے تھے کہ آسٹریا کو اس درجہ تفوق حاصل ہو جائے۔
شاہنشاہ نکولس نے بھی اب تک آسٹریا کو محض اس بنا پہ مدد دی تھی کہ وہ
عہد نامہ ہوں، کا مرد میدان تھا اور اسکی غداری کا ثبوت مل جانے پر اُس کے خلاف
صف آرا ہونے کے لیئے آمادہ تھا اندریں حالات پروشیا نے انتہائی سرعت کے
ساتھ ان مواقع کو سمجھ لیا جہاں سے مطلب براری ہو سکتی ہے چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی
حاسدانہ اندیشہ ناکیوں سے جرأت حاصل کرکے اُس نے کانفرنس میں نہایت
مردانگی کے ساتھ آسٹریا کی ہر منقلب تحریک کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ اکثریت نے

[1] بوئیسٹ جلد ۱ صفحہ ۹۶ -

اسکی رفاقت کی، آخرکار اس پیچیدہ کشاکش سے نکلنے کی صرف یہ صورت پیدا ہوسکی کہ ۱۸۱۵ء کی قدیم اور پراگندہ عہدیت کو از سر نو بحال کیا جائے - ۱۵ ار مئی ۱۸۵۱ء کو کانفرنس کے آخری اجلاسوں میں شوارتسن برگ اسکے مساعی کے متعلق صرف یہ کہہ سکا کہ "آئندہ سلسلۂ گفت وشنید کے لئے اُس نے کافی مواد فراہم کرلیا ہے" انقلاب کے دو سالہ کرب واضطراب نے جرمنی میں جو کچھ پیدا کیا وہ یہ تھا کہ ہر حکومت اپنی اپنی حالت پر قائم رہے اور رکھی جائے - قدیم وفاقی مجلس ملیہ کی زنگ آلود کل کو، ایک دفعہ پھر فرانکفورٹ میں حرکت دی گئی -

---

۳۳۲

باب چہاردہم

نپولین سوم اور جنگ کریمیا ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۶ء

لوئی نپولین اور افکار نپولینی Napoleonic Idea ۔ ۳۱ مارچ ۱۸۵۰ء کے انتخابی قوانین ۔ نپولین اور جمعیت ۔ یکم دسمبر ۱۸۵۱ء کی حکمت عملی ۔ دوسری شہنشاہی ۔ انگلستان اور روس کے باہمی تعلقات بعد ۱۸۴۸ء ۔ نکولس اول اور نپولین سوم ۔ مسئلہ اماکن مقدسہ ۔ نکولس اول ۔ اور مسئلہ مشرقیہ ۔ مین شی کوف کا مشن Menschikoff. کانفرنس منعقدہ وائنا ۔ دول یورپ کا رویہ جنگ کریمیا ۔ عہد نامہ پیرس ۱۸۵۶ء ۔

۱۸۴۸ء کے طغیان انقلاب کے دود و غبار سے جب مطلع صاف ہوا تو دو قوتیں سطح عام سے کسی قدر مرتفع نظر آنے لگیں ۔ لوئی نپولین اور شاہنشاہ نکولس اپنی اپنی طبیعت اصول اور طرز عمل کے اعتبار سے ان دونوں میں جو فرق صریح تھا اُسکی مثال شاید ہی کہیں اور مل سکے ۔ باینہمہ دونوں قوت استبداد کے مرقع تھے ۔ دونوں نے انقلاب کے عفریت پر غلبہ حاصل کیا تھا لیکن نکولس کا طرز عمل اُس شخص کا تھا جو شیر کو رام کرتا ہے ، اُس نے ہیبت وہراس کا سکہ جما دیا تھا اور اُسکا اعتقاد صرف فولادی تازیانوں اور آہنی سلاخوں پر تھا ۔ نپولین نے عفریت کے کانوں کو خوشگوار اور تملق آمیز فقروں سے مسحور کر دیا تھا ۔ اس کے دانتوں کو چند لقموں اور اسکی آنکھوں کو "چشم پوشی" سے آشنا کیا اور انتہائی فخر و مباہات کے ساتھ اُسے عرابہ سلطنت سے ہم آویز کر دیا تھا[1] اور استبدادی یورپ اس پر

---

[1] پرسی نی بہ المسبری (Persigny) (یادداشت صفحہ ۲۱۸)
"فرانس ایک زبردست جمہوری حکومت ہے جسے تنظیم و انضباط کی ضرورت ہے اور کوئی عنصر اسکی نیابت نہیں کر سکتا تھا اِلّا نپولینی عنصر"

تجمل لیکن طالع آفریں خیمہ و خرگاہ کی ترقی و تقدم کو دیکھتا تو اس پر خوف و انبساط کے متضاد جذبات طاری ہو جاتے تھے۔

۱۸۴۸ء کے دستورِ حکومت کی رو سے، عام حق انتخاب کے ماتحت، لوئی نپولین چار سال کے لیئے صدرِ جمہوریہ منتخب ہوا تھا۔ یعنی اسکا انتخاب اس حلقے سے ہوا تھا جو خود ایوانوں کے اختیار و اقتدار کا سرچشمہ تھا۔ جماعت عاملہ کے صدر ہونے کی حیثیت سے اسکے ہاتھوں میں اس مرکزی نظام و نسق کی عنان تھی، جو قدر و قوت کے اعتبار سے فرانس میں ہمیشہ چیرہ دست رہی اور اب تک ہے۔ سرگروہ افواج ہونے کی حیثیت سے

لوئی نپولین اور افکار نپولینی

وہ اپنے اس عظیم الشان اثر و اقتدار کو جو اُسے سپاہیوں پر حاصل تھا اور جسکا ضامن۔ خود اسکا نام تھا، قانوناً برسرکار بلا سکتا تھا۔ ایک ایسی صدارت اور سلطنت میں صرف ایک قدم کا فاصلہ حائل تھا۔ نپولین اتنے عرصے تک انتظار کی سختیاں جھیل چکا تھا کہ وہ تھوڑی دیر تک اور منتظر رہ سکتا تھا اور اب اُس نے منزل مقصود کی طرف انتہائے عزم و احتیاط کے ساتھ قدم بڑھانے شروع کیئے۔ اُس نے اس بات کا عزم کر لیا تھا کہ اب وہ کسی طور پر فرانس کی شہنشاہیت کو خیرباد کہکر ایک دفعہ پھر، نذر غربت و گمنامی ہو جانا گوارا نہ کرے گا لیکن ابھی تین سال باقی تھے جس میں وہ اپنے تجاویز و عزائم کو مکمل اور مرتب کر سکتا تھا، مزید براں اُسے اپنے آپ کو، خود ملک اور یورپ کے لیئے ناگزیر بتانا بھی باقی تھا۔ قصہ مختصر، اسے دنیا کو یہ سبز باغ دکھانا مقصود تھا کہ اجتماعی اور سیاسی نظام کا شیرازہ صرف اسکی ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور خدانخواستہ تخیل نپولینی، کا یہ قائم مقام برطرف کیا گیا تو اصول اور جماعتیں ایک دفعہ پھر انقلابی بوتے کی نذر ہو جائیں گی، جہاں سے صرف ایک چیز برآمد ہو سکتی، کیا؟ نامعلوم! فرانس اور ایک حد تک تمام دنیا نے اس پر آمنا و صدقنا کہا اور اس وقت جب کہ صدرِ جمہوریہ اور دستورِ حکومت میں علی الاعلان جنگ کا آغاز ہوا، فرانس۔ نے اول الذکر کی رفاقت کی ایوان اپنی طرفہ حماقت زائیوں کے ساتھ اسکے ہاتھ میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے، جمہوریت پسند اور اشتراکی، وقتاً فوقتاً ملک میں شور و شین بلند کرتے رہے اور جون ۱۸۴۹ء میں اسقیصالیوں نے ایوانوں کے خلاف ایک ہنگامۂ عام بلند کیا جو کسی قدر دقت کے ساتھ

فرو کیا گیا۔ امن پسند جماعتیں ہراساں ہوئیں اور موقعہ پاکر ۳۱ر اکتوبر کو نپولین نے وزارت کو معزول کر دیا اور اسکے بجائے ایک ایسی وزارت مقرر کی جو اسکے نزدیک قابل اعتماد تھی۔ لیکن اس سے زیادہ دقیع اور معنی خیز وہ الفاظ اور فقرے تھے جن کے ساتھ یہ فعل وقوع میں آیا تھا۔ اُس نے اس امر کا اظہار کیا کہ فرانس کسی رہبر کے میسر نہ آنے سے مضطرب تھا اور اسکی نظر بار بار اسی کی (نپولین کی) جانب اُٹھتی تھی جسے اُس نے ۱۰ ر ستمبر کو منتخب کیا تھا، جسکی رو سے صرف اسکی ذات ہی کا نہیں بلکہ اس سارے نظام کا بھی انتخاب ہوا تھا جو نپولین کی ذات کے ساتھ وابستہ تھا[۱]۔ استیصالیوں سے دست و گریباں رہنے کے فرائض، وزارت برابر انجام دیتی رہی لیکن نپولین حتی الامکان ایسی پالیسی سے ہمیشہ بے تعلق رہنے کی کوشش کرتا رہتا تھا جو پیرس میں اس درجہ نامقبول تھی۔ اس دوران میں جب کہ جون والے باغیوں پر فتوی سزا صادر ہو رہا تھا اُس نے ایوانوں کے ایک جدید فیصلے کے باوجود اور اسکے علی الرغم ۱۸۴۸ء کے ۱۵۰۰ ماخوذ شدہ باغیوں کو عفو عام کا پروانہ عطا کر دیا۔ بہرحال یہ ۳۱ر مئی ۱۸۵۰ء کے ایوانوں کا منظور کردہ قانون انتخاب تھا جس سے وہ موقع ہاتھ لگا جسکا وہ عرصے سے منتظر تھا اور جس پر وہ نہایت تندہی کے ساتھ متصرف ہو گیا۔ عفریت احمرین (اشتراکیت) سے ایوان کچھ اس درجہ ہراساں ہوئے کہ اُنھوں نے بغیر اس احساس کے کہ اُنھوں نے کیا کیا، حلقۂ رائے دہندگاں کو اتنا تنگ کر دیا کہ تقریباً ۳۰ لاکھ فرانسیسی حق انتخاب کی آزادی سے محروم ہو گئے۔ نپولین عالمگیر حق انتخاب کی رو سے منتخب ہوا تھا اس لیئے ایوانوں سے، جو رائے دہندوں کے اعتبار اور اعتماد کے امانت دار تھے اور اب خیانت کی مرتکب ہو چکے تھے، گزر کر اُس نے خود ملک سے اپیل کی۔

اگست کی نشست کے اختتام پر، جس زمانے میں وہ صوبوں کا دورہ کر رہا تھا، اُس نے علی الاعلان اس امر کا اظہار کر دیا کہ دستور حکومت پر نظر ثانی ہونی چاہئے۔ مقصود یہ تھا کہ اس طور پر وہ خود، بار ثانی، کرسی صدارت پر فائز ہو سکے گا۔ کبھی کبھی افواج نے

---

[۱] اولی دِیئے۔ لبرل شہنشاہی L, Emfiro Liberl جلد ۲ صفحہ ۲۵۸۔

اُسے شہنشاہ کہکر نعرۂ تہنیت بلند کیا تو اُس نے اُسے گوارا بھی کرلیا۔ اندریں حالات ۱۱ر نومبر ۱۸۵۰ء کو جب ایوانوں کا دوبارہ اجلاس منعقد ہوا تو اراکین کی طبیعتیں صدر سے، جسکی ہوسناکیاں اب بالکل بے نقاب ہو چکی تھیں، بیزار اور برافروختہ ہو رہی تھیں۔

صدر اور ایوانوں میں مناقشہ ۱۸۵۱ء

صحیح موقع کے انتظار میں انتہائی صبر و سکون کے ساتھ نپولین قوم کی نبض پر انگلی رکھے ہوئے مرض کا اندازہ اور اسکی تشخیص کر رہا تھا۔ اگر وہ آئینی ہی طریقے سے دستور حکومت پر نظر ثانی کر سکے تو پھر کسی یک بہ یک حکمت عملی کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ لیکن اگر ایوانوں نے اسکی رفاقت نہ کی تو پھر ۳۱ر مئی کا نامسعود قانون ایک ایسی ترپ چال تھی جسے وہ اُسی دوران میں کسی وقت بھی کھیل سکتا تھا۔ اپنی وزارتوں کو برابر، مختلف طور پر، امیز کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰ر اپریل کو اُسے ایک وزارت حاصل ہوگئی، جو بالکل اسکی بازی کے مطابق تھی۔ دستور حکومت پر نظر ثانی کرنے کے لئے ایک تحریک ایوانوں میں پیش ہوکر منظور ہوگئی، لیکن اکثریت کا تناسب، جیسا کہ ضروری تھا، دو تہائی نہ تھا۔ اب نظم و نسق کی پوری مشین گورنمنٹ کی طرف سے حرکت میں لائی گئی اور ۸۶ صوبوں میں سے ۸۰ نے نظر ثانی کی موافقت میں درخواست گزرانی۔ اب پارلیمنٹ سے روگرداں ہونے میں صدر نے اپنے آپ کو کافی توانا محسوس کیا اور اس مقصد کو پیش نظر رکھکر، ۳۱ر مئی کے قانون انتخاب کے منسوخ کئے جانے کی تحریک پیش کی۔ یہ ایک فرزانہ طرز عمل تھا، کیونکہ صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہوتی، کامیابی اسکے حصے میں تھی۔ اگر استیصالیوں کی امداد سے یہ تحریک پاس ہوگئی تو اسکی غایت و مقصد کے لیے تیس لاکھ ووٹ محفوظ ہوں گے اور اگر یہ مسترد کر دی گئی، تو پھر اُسے جمعیت کے خلاف جبر و تشدد عمل میں لانے کا بہانہ مل جائے گا۔ اب یہ امر کہ وہ اپنی مطیع وزارت کو بھی اپنا ہم خیال نہ بنا سکا کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔ اُس نے اس امر کو احتیاط کے ساتھ مد نظر رکھا تھا کہ اسکے گرد و پیش کے کارکن ایسے ہونے چاہئیں، جن کی قسمت خود اسکی قسمت سے وابستہ ہو۔ اُسکا سوتیلا بھائی کاؤنٹ ڈی مورنی شبستان عشرت اور ایوان تجارت کا نمایاں ترین فرد؛ فلیوری جو اپنی قسمت کے شکستہ آثار کی آخری امید نپولین کی ذات میں منعکس پاتا تھا پرسی نی Persigny جو نپولین کے دور حیات کے

ساتھ ساتھ، ہر نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اب مقام موعودہ تک پہنچا تھا سینٹ آزلو جسکی مجروح شہرت کو جنگ الجزائر نے محض ایک نا مکمل طور پر مندمل کر دیا تھا موپاس Maupas بالائی گارون Upper Garoune کا سابق پریفیکٹ جسکی بے محابا اور بے حذر فطرت نے اُسے قوانین کے شکنجے تک پہنچا دیا تھا، اور جہاں سے محض اپنی غرض و مقصد کے لیئے صدر جمہوریہ نے اُسے نجات دلائی تھی۔ یہ تھا وہ گداز ہر سانچے میں ڈھل جانے والا اخلاقی سرمایہ جسکے آثار پر، پریسیڈنٹ اپنی وزارت کی بنیاد رکھنا چاہتا تھا۔ ۲۶ اکتوبر کو وزارت معزول ہوئی اور ایک جدید وزارت مرتب کی گئی جس میں سینٹ آزلو کو وزارت جنگ کا منصب تفویض ہوا اور موپاس Maupas ناظم کوتوالی مقرر ہوا۔ ۴ نومبر کو ایوانوں کا اجلاس منعقد ہوا جسکی توجہ، جناب صدر نے، تبریک تہنیت پیش کرتے ہوئے، ملک کے سیاسی اضطراب کی طرف منعطف کرائی، اور بیان کیا کہ اب نجات کی صرف یہ صورت باقی رہ گئی تھی کہ ۳۱ مارچ کا قانون مسترد کر دیا جائے اور اسکے صرف اُس اصول پر کاربند ہونا چاہئیے جو غالباً حق انتخاب سے متعلق تھا۔ اب جمعیت نے محسوس کیا کہ وہ کن شدائد اور مصائب میں مبتلا کر دی گئی ہے اُنھوں نے اپنی حیثیت کو ایک استوار بنیاد پر قائم کرنے کے لیئے اعلانات شائع کئے اور انھیں فوجی بارکوں میں چسپاں کرانا شروع کرا دیا اور سپاہیوں کو یہ ترغیب دی جانی لگی کہ اُن کو پارلیمنٹ کے علاوہ کسی اور کے حکم کی تعمیل نہ کرنی چاہئیے۔ ۱۵ نومبر کو صرف سات کی اکثریت سے ایوان نے اس تحریک کو جسکا منشاء عالمگیر حق رائے دہی کو نفاذ پذیر بنانا تھا مسترد کر دیا اور جیسے نپولین کو توقع تھی، اس نتیجے سے غالبین کچھ اس درجہ برافروختہ ہوئے کہ صدر کے فریق سے ہم آویز ہوکر اُنھوں نے اس تحریک کو مسترد کرا دیا جس میں ایوانوں کو فوج پر دسترس حاصل ہوتے کی تحریک کی گئی تھی۔ بے دست و پا اور مجبور اب پارلیمنٹ نپولین کی یہ چشم ترحم کی محتاج تھی اُس نے ایک ایسے موقع سے جو اتنی مدت اور احتیاط سے تیار کیا جا رہا تھا اولین فرصت میں فائدہ اٹھایا، جنرل ماشیان سپہ سالار افواج متعینۂ پیرس توڑ لیا گیا تھا اور خود اُسے اپنے ماتحتوں کو ملا لینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ جنرل پیروٹ، سر عسکر محافظین ملی، جمہوریت کا ایک پرخلوص پرستار تھا لیکن ایک نافرجام حیلے کا شکار ہوکر مستعفی ہو گیا اور ایک دوسرا جانذار اس ضمانت کے ساتھ

مقرر کیا گیا کہ وہ شہر میں افواج کو غیر جانب دار رکھے گا، اب ایک یک بہ یک حکمت عملی کے لئے

(ہول وہراس) حکمت عملی ۲ر دسمبر ۱۸۵۱ء

ہر قسم کی تیاری ہو چکی تھی اور اسکے لئے یکم دسمبر تاریخ بھی مقرر ہو چکی تھی۔ اس سازش کے تمام جزئیات پر کافی غور و خوض کرلیا گیا تھا اور بغیر کسی پس وپیش کے ان پر عمل درآمد بھی کیا گیا۔ شب کا نصف حصہ گزر چکا تھا، ایک طرف موپاس کے حکم وہدایت کے ماتحت کوتوالی ۷۸ نمایاں ترین نائبین کو گرفتار کرکے زندان خانے بھیج رہی تھی دوسری طرف **مورنی** مختلف ممالک کو تار بھیج رہا تھا کہ **پیرس** نے انتہائے جوش مسرت کے ساتھ حکومت کی تبدیلی کا خیر مقدم کیا تھا۔ حکومت کے مطابع کے کمپوزٹر، فوجی سنگینوں کے سائے میں اس اعلان کو مرتب کر رہے تھے جو دوسرے روز صبح کو، فرانسیسی رعایا کے سامنے، **نپولین** کی ذات و وجود کے لیئے ایک سند جواز کی حیثیت رکھنے والا تھا۔

۲ر دسمبر کو **پیرس** نے عین عالم استعجاب وتحیر میں بیدار ہوکر، یہ محسوس کیا کہ جو کچھ ہونے والا تھا وہ ایک مسلمہ حقیقت کی صورت میں پیش نظر ہے۔ ایوانوں کے بقیہ اراکین نے ہمت سے کام لیکر، ایک اجلاس منعقد کیا، جس میں انھوں نے جلد جلد ایک تجویز پاس کی جسکی رو سے، دستور حکومت کے ماتحت، عدالت العالیہ کے روبرو صدر جمہوریہ کو مورد الزام گردانا۔ لیکن ایوان اور عدالت العالیہ دونوں فوجی نرغے میں تھے اور جلد منتشر ہوگئے **وکٹر ہیوگو** اور **ژیول فاور** Jules Favre کو سرگردگی میں، پرجوش استیصالیوں نے گلی کوچوں کے ارباب معدلت سے اپیل کی۔ جلد جلد پشتہ بندی کا سلسلہ شروع کیا گیا اور متفرق طور پر کہیں کہیں جنگ وپیکار بھی شروع ہوگئی، لیکن یہاں بھی افواج نہایت آسانی کے ساتھ مظفر ومنصور رہیں۔ ۴ر دسمبر کے سہ پہر تک ہر قسم کی سلحی مدافعت کا خاتمہ ہوگیا۔

صدر جمہوریہ کے جس نظام عمل کا اعلان میں تذکرہ کیا گیا تھا، وہ عملاً اُس قنصلیت کو جو شہنشاہی اول کی اولین پیشرو تھی، از سر نو برسرکار لایا۔ اسکی رو سے صدر کا انتخاب دس سال کے لیئے ہونا قرار پایا، اسکی امداد کے لیئے ایک منسٹری آف اسٹیٹ (وزارت مملکت) ہوگی جو اپنے فرائض اور کارکردگی کے لیئے صرف صدر کی جوابدہ ہوگی۔

قوانین وضع کرنے کے لیئے ایک مجلس مملکت بھی قائم ہوئی امن و عافیت کی حفاظت اور نگہداشت کے لیئے ایک ایوان مقننہ اور مجلس سینیٹ بھی معرض وجود میں آئی۔ اسی دوران میں ایوان درہم برہم کر لئے گئے پیرس اور اسکی نواح میں جتنے صوبے تھے ان سب میں حالت محاصرہ کا اعلان کر دیا گیا۔ عالمگیر حق انتخاب کی بار دیگر تجدید ہوی، اور فرانسیسی رعایا کی ابتدائی جمعیتوں کو اطلاع دے دی گئی کہ وہ ۲۰، و ۲۱، دسمبر کو اپنے اجلاس منعقد کر کے ان انتظامات کی تصدیق و توثیق کریں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ افواج کی رائے سب سے پہلے لی گئی اور ۱۴، دسمبر کو یہ بالاتفاق تبدیلی کی موافقت میں دیئے گئے۔ پندرہ روز کے بعد اہالیان فرانس نے ۷۵، لاکھ ووٹ سے اس فیصلے کی تصدیق و توثیق بھی کر دی۔ کم وبیش چھ لاکھ ووٹ اس کے خلاف تھے۔ اب نپولین سوا اسکے کہ وہ اس لقب سے ملقب نہیں ہوا تھا، ورنہ شہنشاہ مطلق تھا انتخاب کے بعد ہی وہ قصر توئی لیری Tuileries میں اقامت پذیر ہو گیا تھا جہاں سے اُس نے جمہور انام کے گوبندے کی حیثیت سے، اس آئین کو شائع کیا

آئین مرتبہ ۱۴، جنوری ۱۸۵۲ء

جو اُسوقت سے اہالیان فرانس کے لیئے کافی ووافی تصور کیا جاتا تھا فی الحقیقت یہ مطلق العنان شہریاری کا ایک ایسا نمونہ تھا جسے حجاب و نقاب کی گرانباریوں سے بمشکل کوئی سروکار تھا۔ اس میں شک نہیں ایوان زیریں کے اراکین کا انتخاب اب بھی عالمگیر حق انتخاب کے ماتحت عمل میں آتا تھا، مگر صدر کو مطبوع اور اپنے موافق امیدواروں کو نامزد کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن بدایت کی ہراس فطری آزادی سے جو وضع قوانین کے لیئے لازمی تھی وہ محروم کر دیئے گئے تھے۔ رہی مجلس سینیٹ وہ تمام کی تمام صدر کے نامزد کردہ اراکین پر مشتمل تھی جن کو وہ کسی وقت برطرف کر سکتا تھا اس لیئے ایک ہی سال کے اندر جسوقت سلطنت اسماً اور معناً دونوں اعتبار سے متیقن اور مسلم ہو گئی اور ۷، نومبر کو جسوقت مجلس سینیٹ نے صدارت کی دہ سالہ مدت کو موروثی منصب شاہنشاہیت میں تبدیل کرنے کی تجویز پیش کی تو صرف ایک مخالف آواز بلند ہوئی اور یہ تحریک پاس ہو گئی۔ آئین اور اصول نپولینی، کی رو سے آخری فیصلہ جمہور کے ہاتھ میں تھا۔ ۲۱، نومبر کو بمشکل ۲ ½ لاکھ آرا کے مقابلے میں اٹھتر لاکھ

اعلان شاہنشاہیت ۲ر دسمبر ۱۸۵۲ء

فرانسیسیوں نے تجویز شہنشاہیت کی موافقت میں ووٹ دے دیئے۔ ۲ر دسمبر کو انتہائے احترام کے ساتھ شہنشاہیت کا اعلان کیا گیا اور ۱۴ر فروری ۱۸۵۳ء کو نپولین نے جمعیت مقننہ کو اس امر کی اطلاع دے دی کہ چند حقیر ملکوں کے علاوہ تمام بیرونی ممالک نے اسکے لقب کو تسلیم کر لیا تھا۔

جس سہولت کے ساتھ نپولین نے یورپ کی تصدیق و توثیق حاصل کر لی تھی، اسے فی الحقیقت مجالسۂ یورپ کی کمزوری کا پیمانہ تصور کرنا چاہیئے محالفۂ عظیمہ کا وجود اب محض برائے گفتن تھا۔ اور یہ شہنشاہی جدیدہ کی آئندہ اشتداد پذیری کا امکان تھا جسکی بنا پر اسکے (محالفۂ عظیمہ کے) از سر نو زندہ کرنے اور تقویت پہنچانے کی تجویز پیش کی گئی۔ لیکن دول یورپ کے باہمی اغراض و مقاصد کچھ ایسے منفرد اور دور افتادہ ہو رہے تھے کہ ان کو ایک خط محاذ پر لانا بغایت دشوار تھا۔ اپنے حدود سلطنت میں، آسٹریا کو نفاق و افتراق کی جن قوتوں پر غلبہ حاصل ہوا تھا اُن کی شیرازہ بندی اسکی پوری توجہ جذب کر رہی تھی۔ فریڈرک ولیم چہارم کے زیر فرمان اب پروشیا کو ایک با اثر اور مقتدر طاقت کی حیثیت نہیں حاصل رہی تھی اور ۱۸۴۸ء کے بحران سیاسی کے جانب پامرسٹن کا جو رویہ تھا اس کی وجہ سے

انگلستان اور روس کے تعلقات

انگلستان کی طرف سے نکولس مشتبہ اور بدظن ہو گیا تھا۔ انقلابی اغراض و مقاصد کی جس طور پر پامرسٹن نے علمبرداری کی تھی وہ محض اس حقیقت پر محمول کی گئی کہ یہ سب کچھ مکیاویلی کے سے ہتھکنڈے تھے جسکے تصرف سے تمام عالم کا سطح آب محض اس لئے مضطرب اور متلاطم کیا جا رہا تھا کہ انگلستان کو ماہی گیری میں سہولت پیدا ہو۔ اس اندیشے کو سانحہ پیسیفیکو سے اور زیادہ تقویت پہنچتی تھی جب کہ روس اور فرانس یعنی

سانحہ پیسیفیکو

سلطنت یونان کی دوسری ضامن طاقتوں کے صلاح و مشورے بغیر، پامرسٹن نے، اس نیت سے کہ اُس برطانوی رعایا کے لئے جس پر ظلم و تشدد روا رکھا گیا تھا، تاوان وصول کیا جائے، یونانی سواحل کی ناکہ بندی کا حکم نافذ کر دیا تھا۔ انگلستان کے اس رویے کو، زار اور اُسکے مشیروں نے

اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنے آپ کو...... مشترک پابندیوں سے آزاد........ اور دوسری جبرہ دست طاقتوں .... کو اس بات پر جری کرنا چاہتا تھا کہ کمزور حکومتوں کے خلاف اُنکی مرضی ہر قانون پر فوق تھی اور مادی طاقت کے سامنے حقوق کی کوئی حیثیت نہ تھی،،[1] دسمبر ۱۸۵۱ء میں پامرسٹن کے جبری استعفیٰ نے اس بات کا امکان پیدا کر دیا تھا کہ شاید اب باہمی تعلقات ازسرِ نو خوشگوار ہو جائینگے۔ لیکن یہ امید بھی جلد سے جلد فنا ہو گئی۔ آئندہ فروری میں وزارت رسل کی معزولی اس حقیقت پر دال تھی کہ پامرسٹن انگریزی منتخب کنندگان کی طبیعت کا صحیح ترین ترجمان تھا۔ اور دسمبر ۱۸۵۲ء میں لارڈ ڈاربی کی چند روزہ وزارت کے بعد جب لارڈ ایبرڈین کی وزارت برسرکار ہوئی تو گو پامرسٹن ضابطے سے، خارجی معاملات سے بالکل برطرف کیا جا چکا تھا، لیکن اُس نے گورنمنٹ کے لب و لہجہ کا رخ ایک دفعہ پھر اس طور پر بدل دیا تھا کہ روس کی معاندانہ چشمک باقی رہی۔ ان حالات کے ماتحت، نکولس نے یہ محسوس کیا کہ اگر وہ نپولین کی حیثیت نہیں تسلیم کرتا تو پھر گویا انگلستان کے ہاتھوں میں وہ ایک عضو معطل رہ جاتا ہے اور اس طور پر مغرب کی لبرل حکومتوں کے ائتلاف کے از سرِ نو عالم وجود میں آجانے کا احتمال تھا، جو اس سے پیشتر یورپ کی عافیت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہو چکا تھا۔ لیکن زار کی سخت طبیعت یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ "صرف عافیت جوئی اور مصالح ملکی کی بنا پر جتنی مراعات روا رکھی جا سکتی تھیں،، اُنکے علاوہ رعایت کا ایک شائبہ بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے وہ باشندگان فرانس کے شہنشاہ کو تسلیم کر سکتا تھا لیکن اُسکے اُن خاندانی حقوق اور مطالبات کو نہیں تسلیم کر سکتا تھا جو "سوم، کے اُس ہندسے میں مضمر تھے جسے اُس نے اپنے نام کے ساتھ شامل کر لیا تھا[2] اُس نے فرانسیسی غاصب کو وضع متداول "برادرمن،، کے بجائے

نکولس اول اور نپولین سوم

---

[1] مراسلات نیسلرود مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۳۔

[2] "اور یہ اُن عہد ناموجات ۱۸۱۵ء کو مطعون بنانے کا مرادف تھا جن پر یورپ کے نظام بین الاقوام کا مدار تھا،، (مارٹنس جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ مالمسبری صفحہ ۳۷۶)

"محب من"، سے مخاطب کرنا شروع کر دیا تھا اور روس اور فرانس کے اس ارتباط باہمی کو جسکا قیام و بقا روسی تدبّر کے مقاصد اولیں میں سے تھا شان تمکنت پر جو کم ہونا نہ جانتی تھی قربان کر دیا۔ نپولین ایک سریع الحس اور زود رنج نو دولت کے مانند زار کے اس رویے سے بے حد مکدر ہوا اور انتقام کے لیے اولیں لمحۂ فرصت کا منتظر رہا۔ اسی دوران میں، مشرق میں، واقعات اور حالات کچھ ایسی نوعیت اور پہلو اختیار کر رہے تھے کہ شاہنشاہ فرانس کی ذاتی عصبیت اُس کے طرز عمل سے بالکل چسپاں ہو گئی۔

مسئلۂ اماکن مقدسہ یہ مئی ۱۸۵۰ء کا واقعہ ہے، انگریزی حکومت کو پہلے پہل یہ خبر معلوم ہوئی کہ مشرق میں ایک ایسا مسئلہ رونما ہو رہا تھا جو بحالت موجودہ بالکل معمولی تھا لیکن آئندہ چل کر چند در چند پیچیدگیوں کا باعث ہو سکتا تھا۔ ۱۷۴۰ء کے مراعات (Capitu-lations) کے سلسلے میں فرانس کو سلطنت عثمانیہ کے لاطینی عیسائی باشندوں کی صیانت اور محافظت کا حق حاصل ہو گیا تھا اور بیت المقدس کے چند اماکن اور اشیاء مقدسہ پر اسکا استحقاق بھی تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ۴۴۰
اسی اثنا میں والٹیر اور انقلاب فرانس کا دور دورہ ہوا اور لاطینی کلیسا کی توجہ دیگر اہم ترین مسائل کی طرف مائل دیکھکر یونانی قسیسیوں نے، روس کے سایۂ عاطفت میں اپنے حریف کی محروسہ صیدگاہ پر دست درازی شروع کر دی۔ لیکن اس وقت انتہا پسند پاپائی گروہ کا استبداد کا سیلاب ترقی پر تھا اور فرانس کے تخت پر، ایک ایسا حکمراں متمکن تھا، جسکی ذات کے ساتھ یہ شانِ امتیاز تو نہیں وابستہ کی جا سکتی کہ وہ صلیبی حمیّت کے جذبات سے سرشار تھا، تاہم وہ فرانسیسی قسیسیوں کی تالیف قلوب، اور روس کی توہین و تذلیل کرنا چاہتا تھا۔ فرانسیسی سفیر نے، باب عالی میں ایک باضابطہ یادداشت پیش کر کے لاطینیوں کی جملہ املاک اور استحقاق کے دلا پانے کا مطالبہ کیا،[۱] اسکے جواب میں حکومت عثمانیہ نے اپنی تعویق پسند وضعداری کے مطابق یہ تجویز پیش کی کہ ایک باہمی "تفتیشی کمیشن" قائم کیا جائے[۱] فرانس اس شرط پر رضامند ہو گیا کہ ۱۷۴۰ء کے بعد کے کسی قسم کے

[۱] کاغذات مشرقیہ ۵۴-۱۸۵۲ء حصہ اول صفحہ ۴۔

کاغذات پیش نہ کئے جائیں کیونکہ اس سے ۱۷۷۴ء کا عہد نامہ کائنارجی (Kainardji) بالکل حذف ہوجاتا تھا۔ زار نے نہایت متکبرانہ انداز سے جواب دیا، اور کہا کہ موجودہ حالت میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا نہیں کی جاسکتی تھی۔ نومبر ۱۸۵۱ء تک اس مسئلے نے انتہائی تشویشناک صورت اختیار کرلی [1] جہاں تک موجودہ امور تنقیح طلب کا تعلق تھا، انگریزوں کے نزدیک ان کا تصفیہ انتہائی ابلہانہ طور پر خفیف اور معمولی نظر آتا تھا لیکن انجام کار دود و دخان کے گوناگوں حجابات سے شعلے بے نقاب ہونے لگے اور اب یہ حقیقت محسوس ہونے لگی تھی کہ مشرق میں اقتدار مطلق کے لیئے فرانس اور روس میں تصادم لازمی تھا جس سے کنارہ کش رہنا انگلستان کے لیئے تقریباً ناممکن تھا۔ حکومت ترکی پر آشفتگی اور سراسیمگی کا ایک عجیب عالم طاری تھا، انگلستان صلح اور عافیت قائم رکھنے پر تلا ہوا تھا۔ اُس نے آشتی اور اعتدال کی تجاویز پر زور دیا اور مارچ ۱۸۵۲ء میں، ایک فرمان کی رو سے، ایک مفاہمے کی اطلاع دی گئی جو فرقۂ پروٹسٹنٹ اور جماعت مسلمین کے نزدیک بہمہ وجوہ قابل اطمینان تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس مسئلے کا مہلک ترین پہلو یہ تھا کہ فریقین اصلی میں سے ایک بھی کسی قسم کے مفاہمے کے لیئے تیار نہ تھا۔ نپولین کے لیئے ممکن تھا کہ وہ کنیستہ القیامت کو ہر سال ایک یونانی پادری کی موجودگی در عشاء ربانی سے آلودہ ہوتے دیکھتا اور اطمینان کے ساتھ خاموش رہ جاتا، لیکن اسے ضرورت تو جنگ آزمائی کی تھی اور وہ اسکے لیئے عزم مصمم کرچکا تھا۔[2] ۱۴۳

نکولس جسکے نزدیک اس مسئلے کا مذہبی پہلو سب سے زیادہ اہم تھا، جنگ سے بچنے کے لیئے ایک ادنیٰ رعایت بھی ملحوظ نہیں رکھ سکتا تھا اور جسکے متعلق اُسے امید بھی تھی کہ وہ کافروں اور بے دینوں کو ارض یورپ سے بدر اور مسئلۂ مشرقیہ کا قطعی فیصلہ کردے گا عیسوی روس کی آخری مسیحی جنگ کے لیئے، یہ ساعت بدرجہ اتم نیک فال تھی۔ اسکے نزدیک کوئی ایسی لیگ جو حکومت ہائے فرانس اور ٹرکی پر مشتمل ہوتی

[1] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء حصۂ اول ص ۱۹

[2] ہارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۰ نیسلرودؔ بہ بردنوف ۱۴ فروری ۱۸۵۳ء

تشویشناک نہ تھی۔ اسے جس چیز پر بھروسہ تھا وہ دوسری حکومتوں کا اشتراک عمل نہیں تو انکی غیر جنبہ داری تھی۔ آسٹریا اسکی اس فیصلہ کن استعانت کا رہین منت تھا، جو اُسے ۱۸۴۹ء میں حاصل ہوئی تھی۔ ایک ایسے کارخیر میں فریڈرک ولیم چہارم کی شان اتقا پر ہر طور سے بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ صرف انگلستان کا حال مشتبہ تھا لیکن بیرن برونوف کے مراسلات ہر طرح سے اطمینان بخش تھے ۱۸۵۱ء کی بین الاقوامی نمائش[1] (یعنی مرض انقلاب کا وہ مرکز جہاں سے ہر نیک نہاد روسی اکو دامن بچاکر نکلنا چاہئے تھا) سے اب تک شیر برطانیہ، صلح و عافیت کے مرغزار میں، برائٹ اور کوبڈن کی سامعہ نواز بین اطمینان سے سن رہا تھا اور اب وہ اپنے پنجوں کو عریاں کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن بایں ہمہ زار نے ناقابل تسخیر انگریزی عصبیت کو مغلوب و منکوب، اور انکو اپنے نقطۂ خیال سے وابستہ کرنے کا عزم مصمم کرلیا، کیونکہ روس یکہ و تنہا جس امر کو تکمیل پذیر بنانے کی توقع رکھتا تھا، اُسکا اندازہ کرتے ہوئے یہ فرض کرلینا آسان تھا کہ روس اور انگلستان متحد ہوکر مشرق قریبہ کے مسئلے کو آئندہ ایک مدت دراز تک کے لئے طے کردیں گے لارڈ ایبرڈین جو اس وقت وزیر اعظم تھا روس کا زبردست رفیق تھا۔ ابرڈین ترکوں کے خلاف اپنے جذبۂ منافرت اور اس جبر و اکراہ کو، جو اُسے ترکوں کو مدد پہنچانے سے برداشت کرنا پڑتا تھا اور جسکی پابندی وہ اپنے فرائض میں سے سمجھتا تھا، عرصے تک پردۂ خفا میں نہ رکھ سکا۔ اگر زار جیسے اپنے بلند پایہ مقاصد کا پورے طور پر احساس تھا اس حقیقت سے آشنا نہ ہوسکا کہ برطانیہ ترکی کے طریق کار سے جیسا کچھ متنفر ہے اُس سے کہیں زیادہ وہ روس کی نیت اور ارادے کو مشتبہ نظر سے دیکھتا ہے، تو زار قابل معافی تصور کیا جاسکتا ہے۔

۹، اور ۱۴ جنوری ۱۸۵۳ء کو زار نے سر ہملٹن سیمور برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرز برگ سے اپنا ایما ظاہر کردیا۔ عملاً یہ اسی گفت و شنید کی دوبارہ تکرار تھی جو ۱۸۴۴ء میں انگلستان میں ہوچکی تھی۔ اُس نے ٹرکی کی مثال ایک مرد بیمار کی دی، ۴۴۲

[1] ملاحظہ ہو، مارٹنس مین، مراسلات برونوف، اور زار کی تشریح و توضیح جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۹۔

نکولس اول اور "مرد بیمار"

بنا براں اُسکی وراثت کے حصے بخرے کرنے کی ضرورت کو بڑے شد و مد سے ظاہر کیا اور اسی سلسلے میں اس مفاہمے اور معاہدے کا خاکہ بھی پیش کر دیا جسکی بنا پر یہ تقسیم عمل میں آنے والی تھی یعنی زیر سیادت دولت روسیہ، جزیرہ نمائے بلقان میں ولایتہائے ڈینوب کے نمونے پر عیسائی ملکتیں قائم کی جائیں اور مصر، قبرس و کریٹ میں انگلستان کو معاوضہ دے دیا جائے اور دائمی طور پر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی قسطنطنیہ پر قبضہ نہ حاصل ہو، کیونکہ کیتھرین دوم کا قسطنطنیہ میں سلطنت مشرقی کی از سر نو بنیاد رکھنے کا خیالی نقشہ روس ایک عرصے سے فراموش کر چکا تھا۔ زار کی اس یاوہ گوئی کا ۱۸۵۳ء میں وہی اثر ہوا جو اس سے نو برس پہلے ہو چکا تھا انگریزی وزرا کے نزدیک یہ ایک زبردست اور پیش بندی کے ساتھ مکاری تھی۔ اس طور پر انھوں نے ایک ایسا موقع ضائع کر دیا جو شاید ان اختلافات کے رفع ہونے کا باعث ہو سکتا۔ جن کی بنا پر آج تک ان دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت ناگوار طریقے پر کشیدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ زار کی اُس خفیہ گفتگو کے جواب میں لارڈ جان رسل نے اس حقیقت سے انکار کیا کہ ٹرکی کا شیرازہ منتشر ہونے والا ہے اور اُس نے ایک بار پھر اس امر کی تصدیق و توثیق کر دی کہ جس قسم کے اختلافات رونما تھے، اُن کا تصفیہ محض دول یورپ کی مشترکہ کارروائی سے ہو سکتا تھا[1] سلطنت ٹرکی کو آپس میں تقسیم کر لینے کے لیئے آسٹریا اور روس کے باہمی معاہدے کا دیرینہ شبہہ ایک بار پھر عود کر آیا[2] زار کے ناعاقبت اندیشی کے جو اثرات مترتب ہو چکے تھے اُنکے ازالے کی روسی مدبّروں نے انتہائی کوشش کی اور روس کی اس آرزو کی کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیئے دول یورپ کے دوش بدوش کام کرنے کا خواہشمند ہے تصدیق و توثیق بھی کر دی۔ اس قسم کے اجتماع ضدین کا یہ نتیجہ ہوا کہ خود ایبرڈین بھی روس کی خلوص نیت سے مشتبہ ہو گیا

[1] گفت و شنید اور اس کے بعد کے مراسلات کے لیئے ملاحظہ ہو:-
کاغذات مشرقیہ Ixxi حصہ ۵-۱۔ مقابلہ ہو مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۶ وغیرہ
[2] مارٹنس جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۴۳۲، بگور باب دوم صفحہ ۱۶۹ -

اور انگریزی آرائے عامہ کے نزدیک زار کے اغراض و مقاصد ایسے عریاں نظر آنے لگے کہ کسی مزید شک و شبہہ کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

زار کی رازدار گفتگو کے نتائج کے سلسلے میں ابھی بحث دپز ہوہی رہی تھی کہ فروری ۱۸۵۳ء میں لارڈ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریڈکلف (Lord Strat ford de Redcliffe) ایک بار پھر ان ہدایات کے ساتھ قسطنطنیہ بھیجا گیا کہ فرانس اپنے مطالبات کو معتدل بنانے اور ٹرکی کو اپنی سب سے نمایاں خرابیوں کی اصلاح کرنے پر آمادہ کرے اور اس طور پر جنگ و خونریزی کا سد باب ہو جائے اور روس ان تمام شر عی حیلوں سے محروم کر دیا جائے جنکی بنا پر وہ اپنی انتہا گزینیوں سے باز رہ سکے۔ لیکن نکولس کی تعجیل پسند طبیعت کسی آئندہ تاخیر کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ۳۴۳

مین شی کوف اور اسٹریٹ فرڈ ڈی ریڈکلف قسطنطنیہ میں Menschikoff

ابتدائے ۱۸۵۳ء میں اس نے افواج کو مجتمع اور مستعد کار زار ہونے کا حکم نافذ کیا اور شروع مارچ میں پرنس مین شی کوف Menschikoff ایک کٹّر سپاہی، جو اپنے آقا شاہنشاہ اور روس مقدس کے نصب العین کا شیدائی اور سیاسی معاہدوں سے متنفر تھا، زار کے آخری اور قطعی مطالبات کا حامل بنکر قسطنطنیہ پہنچا۔ یعنی اماکن مقدسہ اپنی اصلی حالت اور نوعیت پر قائم رکھے جائیں اور حسب عہدنامہ کائنارجی Kainardji روس کا بابعالی کے "راسخ الاعتقاد" (عیسائی) رعایا کی سیادت و صیانت کا باضابطہ حق تسلیم کر لیا جائے۔ موخر الذکر مطالبہ اگر تسلیم کر لیا جاتا تو پھر عملاً دولت عثمانیہ یورپ میں، اپنی نصف سے زیادہ رعایا پر سطوت شاہی کا سکہ جانے سے محروم رہ جاتی اور جس حقیقت نے بابعالی کو خوف زدہ بنا دیا وہ روس کا نفس مطالبہ نہ تھا بلکہ وہ انداز اور طریقہ تھا جس طور پر کہ مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ مین شی کوف کا رویہ ابتدا ہی سے التزاماً متمردانہ تھا، اس نے وزیر خارجہ فواد افندی سے رسمی دید و بازدید بھی روا نہ رکھی، جسکی وجہ سے اسکا استعفا فوراً قبول کر لیا گیا، بارگاہ خسروی میں اسکا طرز ایسا نہ تھا جس سے مصالحت کی بو آتی ہو۔ اب عالم یاس میں ٹرکی وزرا کی نگاہیں انگلستان کی جانب اٹھنے لگیں۔ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریڈکلف ابھی قسطنطنیہ نہیں پہنچا تھا

اسکے غیاب میں برطانوی منصرم امورات کرنل روز نے افواج زیر کمان امیر البحر ڈنڈاس متعینہ مالٹا کو خلیج ڈرلا میں طلب کیا۔ اب معاملات نہایت نازک صورت اختیار کرنے لگے تھے، لیکن برطانوی حکومت کو اب بھی اندفاع جنگ کی جانب سے مایوسی نہیں ہوئی تھی، مگر زار کے ذاتی مواعید کہ وہ سلطنت عثمانیہ کی سالمیت سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا، لارڈ کلیرنڈن کے نزدیک اس حکم کو منقلب کردینے کے لئے کافی تھے جو جنگی بیڑے کو اون سے دیا تھا باینہمہ وہ فرانسیسی حکومت کو مجمع الجزائر میں ایک بحری مظاہرہ کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔

اوائل اپریل میں جسوقت لارڈ اسٹرٹ فورڈ، قسطنطنیہ پہنچا ہے تو صورت حال یہ تھی۔ اُس نے معاملات کے اصلی پہلوؤں کو فوراً ذہن نشین کرلیا اور انگریزی مفاد و مقاصد کے لیئے، جس طرز عمل کی اسکے دل نے گواہی دی، وہ اس پر کاربند ہوگیا۔ سب سے پہلے اُس نے ان باتوں کو جو روسی مطالبے میں معقول تھیں، نامعقول اور ناقابل تسلیم امور سے علٰحدہ کیا۔ کلیسائے فلسطین میں، رومن اور یونانی قسیسیوں کے درمیان جو مناقشہ رونما تھا، انگلستان اسکی طرف سے بالکل بے پروا تھا۔ مذہبی حیثیت سے فرانسیسی حکومت بے پروا تھی، سیاسی پہلو کے اعتبار سے اُسے کہیں نہ کہیں تلافی کی صورت پیدا ہوجانے کی توقع تھی۔ صرف روس کا اعتقاد اور اعتماد البتہ مسلم تھا۔ اس لئے ایک صحیح طرز عمل کا اقتضا یہ تھا کہ اماکن مقدسہ کے مسئلے میں، روس اپنی ذاتی مرضی کو عمل پذیر بنانے کا مختار ہوتا لیکن اسکا اطلاق اُس سیادت پر نہیں ہوسکتا تھا جو اُسے ترکی کی عیسائی رعایا پر حاصل تھی۔ کاونٹ نیسلرود اس امر کا بے سود ادعا کر رہا تھا کہ انگلستان صرف ایک پرچھائیں سے مصروف پیکار تھا کیونکہ عہدنامہ کائنارجی کی رو سے جو موہوم حقوق حاصل ہوچکے تھے، روس صرف انکی تشریح کرانا چاہتا تھا اور وہ یونانی رعایا پر وہی حقوق حاصل کرنا چاہتا تھا جو فرانسیسی حکومت کو لاطینیوں پر ایک صدی سے حاصل تھے[1] وزرائے زار کی

[1] مراسلات نیسلرود (مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۵ و ۳۱۶)۔

مانند، روس کے دشمن دیرینہ، برطانوی سفیر پر بھی یہ حقیقت منکشف ہونے لگی تھی کہ ٹرکی میں روس کے حقوق کی تشریح کرانی موخر الذکر کی ایک غلط چال تھی بقول نیسلرود، روس کا حق مداخلت اس ناممکن حقیقت پر مبنی تھا کہ ۵ کروڑ روسی راسخ الاعتقاد عیسائی باشندے، سلطان کی ۱ کروڑ ۲۰ لاکھ راسخ الاعتقاد (عیسائی) رعایا کی قسمت سے مستغنی اور بے خبر رہ سکتے تھے[۱] ٹرکی میں روس کے اس اثر میں جسکی بنیاد اس مہتم بالشان اور ناگزیر حقیقت" پر تھی، اس میں محض کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ اضافہ نہیں ہو سکتا تھا جسے صرف ایک جنگ فنا کر سکتی تھی اور جو کامیاب بھی ہوتا تو عہد نامہ کا خارجی کا شیرازہ منتشر ہو جاتا اور ایک نحیف ٹرکی کے بجائے متعدد خود مختار مملکتیں قائم ہو جاتیں جنکا احساس تحفظ و بقائے ذات، ان کو ہمیشہ روس کے خلاف آمادۂ پیکار رکھتا[۲] خود دول یورپ کسی ایسے مشرح اور معین مطالبہ کے خلاف متحدہ طور پر صف آرا ہو سکتے تھے جسکا تعلق ٹرکی میں مخصوص حقوق کے حصول سے ہو سکتا تھا اور جہاں پر وہ کسی ایسے اثر کے خلاف صدائے ناراضی نہیں بلند کر سکتے تھے جو موہوم تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اتنا ہی کاری وکارگر بھی تھا۔ ۳۴۵
اس پہلو کو لارڈ اسٹریٹ فرڈ نے پورے طور پر محسوس کیا اور اس نے روسی مطالبات کو ان کمتر اور حقیر متعلقات کے نازک حجابات سے عریاں کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہا جنسے وہ پردۂ خفا میں آگئے تھے مین شی کوف اس پختہ کار سیاسی کے ہاتھ میں محض ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ روسی مطالبات کو فرداً فرداً بالعجالی میں پیش کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اماکن مقدسہ کے مسئلے میں فرانسیسی، روسی اور برطانوی وزرا کو ایک قرارداد (۲۲ اپریل) پر کاربند ہو جانا زیادہ دقت طلب نہیں ثابت ہوا اور روس کی جائز شکایات کا تکملہ ہو نا تھا کہ لارڈ اسٹریٹ فورڈ نے اپنی تمامتر جدوجہد صرف اس مقصد کے حصول میں

[۱] مراسلات نیسلرود (مارٹنس باب ۱۲ صفحہ ۳۱۸)۔ صفحہ ۲۴۴۔ ۱۸۷۱ کاغذات مشرقیہ مقابلہ ہو مراسلہ ریبٹ کلف بہ کلیرنڈن ۱۸۵۳ صفحہ ۱۷۶۔
[۲] برونوف در مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۴۔

صرف کر دی کہ حکومت عثمانیہ اُن مساعی سے عہدہ برآ ہو سکے جنکے تصرف سے وہ پھر ان مراعات کو منظور کرنے سے انکار کر سکتی تھی جنکی وجہ سے اس کی آزادی یا خود مختاری کے معرض خطر میں آجانے کا احتمال ہو سکتا تھا، ؎۱ اُس نے نہایت شدومد کے ساتھ اس امر پر زور دیا کہ حکومت عثمانیہ، خود سلطان کے اختیارات کی رو سے، رعایا کے حقوق شہریت کو ایک مضبوط بنیاد پر قائم کر کے، روس کے اس تنہا عذر کا جو اسکے موجودہ رویّے کا ذمہ دار تھا قلع قمع کر دے۔ اس رویّے کے اختیار کرنے میں جیسی کہ اُسے توقع تھی، تمام دوسری حکومتوں کے وزرا نے اسکی تائید کی۔ اور مین شی کوف نے اس حقیقت کو بہت دیر میں محسوس کیا کہ وہ چر کا کھا چکا تھا اور اب تلافی کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ بہر حال جو ہدایات اُسے تفویض کی گئی تھیں وہ بالکل واضح تھیں۔ ۵ مارچ کو اُس نے اپنا یہ مطالبہ پیش کیا کہ روس کو سلطان کی راسخ الاعتقاد (عیسائی) رعایا کی حفاظت کا جسکی خود عہد نامہ تشریح کرتا ہے، حق حاصل ہو، دولت عثمانیہ نے برطانوی وزیر کے مشورے سے، نہایت اعتدال پذیر لیکن محکم انداز سے اس مطالبے کو مسترد کر دیا اور اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اس مسئلے کو عہد نامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء کے دستخط کنندگان کے سامنے پیش کر دے گی۔ بقیہ چار دول عظیمہ کے سفرا کی منظوری سے، روس کی یہ استدعا بھی کہ عہد نامے کے بجائے ایک سرکاری نوٹ، منظور کر لیا جائے اسی طور پر نامقبول ہوا لیکن باوجود اسکے کہ روس کا تفرد و تجرد نہایت نامسعود طریقے پر متیقن ہو چکا تھا تاہم اُس نے رجعت قہقری گوارا نہ کی۔ اعلان جنگ کے نامنظور ہوتے ہی ۲۲ مئی کو مین شی کوف اور روسی مدبروں کے پورے عملے نے قسطنطنیہ کو خیر باد کہا اور اس بات کا اعلان کر دیا کہ اختتام ماہ پر روسی افواج ولایات ڈینوب میں داخل ہو جائیں گی ؎۲

روس کا اعلان جنگ، بابعالی کو ۵ مئی ۱۸۵۳ء

؎۱ کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء صفحہ ۱۵۷۔
؎۲ مراسلات نیسلرووڈ (مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۸ - کاغذات مشرقیہ صفحہ ۲۴۱)۔

۳۴۶ ولایات پر گورچاکوف Gortschakoff کے حملے کی خبر جو وسط جون میں اشاعت پذیر ہوئی، انگلستان میں انتہائی اضطراب اور ہیجان کی محرک ہوئی یہاں تک خود ایبرڈین، اپنی تمامی جدوجہد اور ردوقدح کے باوجود عامۃ الناس کے اُس جذبۂ جنگ کے سامنے نہ ٹھہر سکا جو اب پورے طور پر ظاہر ہو چکا تھا۔ اور اُس نے صاف طور پر اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ فرانسیسی اور انگریزی بیڑے کو درۂ دانیال سے گزرنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن باینہمہ وہ اندفاع جنگ کے لیئے برابر جدوجہد کرتا رہا جسکے متعلق اسکا خیال تھا کہ وہ تمام "نظام معاشرتی کا شیرازہ منتشر کر دے گی"۔ اُس نے اپنے اس عقیدے کا اظہار کر دیا تھا کہ دولت عثمانیہ اب کئی دن کی مہمان ہے اور اگر موجودہ نازک اور پر خطر حالت سے عہدہ برآ ہونے کی صورت نکل سکی تو پھر اسکے حصے بخرے کے متعلق انگلستان اور روس میں کسی مصالحت کی گنجایش ممکن تھی ۱؎ لیکن فی الحال جوش وہیجان کا وہ عالم تھا کہ نزاع واختلال کو معرض التوا میں بھی رکھنا دشوار ہو گیا تھا۔ انگریزوں کی طرف سے جو دوسرا معاہدہ پیش کیا گیا تھا، وہ سینٹ پیٹرسبرگ میں مسترد کر دیا گیا اور ۲ جولائی کو روس کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ شائع ہوا جسکی رو سے، ولایات، حسب ضابطہ قبضے کا اعلان کر دیا گیا۔ ۲۶ جون کو لارڈ کلیرنڈن نے اسٹریٹ فرڈ ڈی رڈکلف کو ہدایت کی کہ وہ حکومت ٹرکی کو اس امر کا مشورہ دے کہ وہ روسی دست درازی کا جواب بزور شمشیر دینے سے احتراز کرے تاکہ "اس طور پر بسلسلۂ اتمام حجت، صبر وتحمل کی آخری حدود بھی طے کر لی جا سکیں" اس خاموش رویے کا اثر مترتب ہوا۔ اور روسیوں کی پیش قدمی پر تمام یورپ نے متفق اللسان ہو کر صدائے احتجاج بلند کی دول یورپ اس حقیقت کے معترف اور روس منکر تھا کہ عہدنامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء کی رو سے دولت ٹرکی مجالسۂ یورپ کے سایۂ ضمانت میں تھا ۲؎ اسی سلسلے میں

روسی، ولایات ڈینوب پر قبضہ کرتے ہیں ۲۲ جون ۱۸۵۳ء

۱؎ مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲۔ اسکے آگے زار نے پنسل سے یہ اضافہ کر دیا تھا۔ Enfin ("آخر کار")

۲؎ مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۶۲۔ کاغذات مشرقیہ ۱×× صفحہ ۳۰۰ مراسلہ ویسٹ مورلینڈ بہ کلیرنڈن۔

ایک کانگریس کی تجویز اس خوف سے ترک کردی گئی کہ اس طور پر روس قبل از وقت اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر مجبور ہو جائے گا۔ آسٹریا اور پروشیا کا رویہ دیکھکر زار کی آنکھیں کھل گئیں۔ فریڈرک ولیم، حسب معمول عالم تذبذب میں تھا۔

آسٹریا اور پروشیا کا رویہ

اس نے مین شی کوف Menschikoff کی استبدادی کارروائیوں کو ناپسند کیا۔ رائن پر فرانسیسی مظاہرے کا اندیشہ تھا جسکا خمیازہ پروشیا کو بھگتنا پڑتا اور جسے آسٹریا۔ دوسری جرمن حکومت عظیمہ۔ سے ہمدوش دہم پہلو ہو کر ل ہیرا ہونا لازمی تھا۔ لیکن آسٹریا کا طرز عمل کسی احساس تشکر کا نہیں بلکہ اُسکے خوف وہراس کا رہین منت تھا۔ وہ ڈینوب کی شاہراہ تجارت کی حفاظت کے لیئے لرزرہا تھا اور ولایات ڈینوب پر روسی قبضے کی خبر سنکر اُس نے ایک ہنگامۂ احتجاج بلند کیا اور سروی حدود پر فوجیں اتارنی شروع کردیں۔ اس میں شک نہیں وہ جنگ کا خواہاں نہ تھا اور کاؤنٹ بیواول نے مصالحت کے لیئے درمیانی بننے کی خدمت پیش کی۔ اگست ۱۸۵۳ء میں دول یورپ کی چار حکومتوں نے، آسٹریا کی سرکردگی میں ایک کانفرنس منعقد

کانفرنس منعقدۂ وائنا اور یادداشت وائنا اگست ۱۸۵۳ء

کی جنھوں نے متفق ہو کر ایک یادداشت کا مسودہ تیار کیا جو بابعالی کی جانب سے زار کی خدمت میں بطور بنائے تصفیہ پیش ہونے والی تھی۔ یہ دستاویز جو دول یورپ کی جانب سے بابعالی پر جبراً نافذ کی گئی، ان حقوق کی جو عہدنامجات کائنارجی Kainardji اور ادرنہ اور فرمان مجریہ ۱۸۵۲ء کی رو سے تفویض کیئے جاچکے تھے، انتہائے جلالت شان کے ساتھ تصدیق و توثیق کرتی تھی۔ یونانی رسوم شریعت ان تمام حقوق سے بہرہ اندوز ہو سکتے تھے جو "مراعات" کی رو سے دوسرے کلیساؤں کو تفویض ہوئے تھے اور ایک خاص قانون کے ماتحت، بیت المقدس کے تمام مذہبی ادارات روسی قنصلوں کے حلقۂ حکومت میں داخل کردیئے گئے [1]۔ یادداشت وائنا کی رو سے، روس کو وہ تمام باتیں حاصل ہوگئی تھیں

[1] کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ء ۱×۱ حصہ دوم صفحہ ۲۵۔

جنکی وہ توقع کرسکتا تھا اور پروشیا کے اصرار سے زار نے اُنکو قبول بھی کرلیا تھا کچھ دیر کے لیئے یہ معلوم ہونے لگا کہ موجودہ نازک اور اندیشہ ناک ساعتیں گزر چکی ہیں۔ لیکن دول یورپ نے جو کچھ اندازہ لگایا تھا اُس میں سے ترکوں کی سخت مزاجی اور اصرار کو نظر انداز کردیا تھا۔ ولایات ڈینوب پر حملہ آور ہونا مسلمانوں کی انتہائے ناراضی اور بددلی کا باعث ہوا۔ کم سے کم فرانس کے رویّے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اگر جنگ کی نوبت آئے تو ترکی بے یار و مددگار نہ رہے گا۔ اب بابعالی کو ایسے شرائط مسترد کردینے کے لیئے، جو اسکی سطوت و جبروت کے منافی ہوتے۔ اسٹریٹ فرڈ ڈی ریٹ کلف کے "شیزہ کار اثر" کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ برطانوی سفیر نے سلطان کو یادداشت کے منظور کرنے اور "حق تاویل" کو محفوظ رکھنے کی ترغیب دی، لیکن وہ اپنے مقاصد میں صرف اس حد تک کامیاب ہوسکا کہ ۱۹ اگست کو رشید پاشا نے صرف ایک ترمیم کے ساتھ مسودہ منظور کیا اور تحفظ، رعایا، کے حقوق کو سلطان کے لیئے مخصوص کردیا۔ اس طور پر تمام مسئلہ ایک دفعہ پھر معرض بحث میں لایا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ آسٹریا اور پروشیا دونوں نے متحدہ طور پر، ترمیم شدہ مسودے کو منظور کرنے کے لیئے زار پر دباؤ ڈالا۔ لیکن زار نے انتہائے تمرد کے ساتھ ایک ایسی دستاویز میں تغیر و تبدیل کرنا قطعًا گوارا نہ کیا جسے وہ شرف قبولیت بخش چکا تھا اور جو روس کو ایک ادنٰے درجہ پر لا کرنے کا مرادف تھا۔ ۳۴۸
روس کے اس منافی مصالحت طریقے نے، انگریزی سیاسیوں کو گفت و شنید کی ناکامیابی پر قناعت گزیں کردیا۔ یہ ظاہر تھا کہ یہ یادداشت کسی امر کا تصفیہ نہیں کرسکتی تھی کیونکہ روسی اعتراضات کا مفہوم اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ روس انکی تاویل کچھ اس طور پر کرنا چاہتا تھا کہ اسکے انتہائی مطالبات کو نفع پہنچ سکے[1] اب جنگ ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔

اب روس کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے اپنے اُن حریفوں کی تعداد محدود کردے جو اسکے خلاف صف آرا ہونے والے تھے اُسے اب شمالی اتحاد ثلاثہ کے قدیم رفقا کی کسی حصول پذیر ہمدردی کی توقع نہ تھی لیکن اُنکی معاندانہ تگ و تاز

[1] مراسلہ کلیرنڈن بہ کاؤلی (کاغذات مشرقیہ ۱۸۵۴ ب صفحہ ۱۲۴-

سے بہر صورت بچنا لازمی تھا۔ پروشیا کے رویے پر مملکت ہائے اسکنڈے نیویا کے رویے کا خصوصیت کے ساتھ مدار تھا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ روس کو صرف اول الذکر کی فیاضانہ غیر جانب داری سے نبرد آزمائی کے وجوب اولیں کے دستیاب ہونے کی توقع ہو سکتی تھی۔ ۲۸ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو اولمٹز Olmutz میں اتحادی بادشاہوں کا اور ایک اجلاس منعقد ہوا۔ شبہات اور بدگمانیوں سے لبریز، فریڈرک ولیم بھی شریک اجلاس ہوا۔ لیکن انجام بخیر ہوا۔ طے یہ کیا گیا کہ یادداشت وائنا کی نوعیت پر دول یورپ کی طرف سے ایک دوسری یادداشت مرتب کی جائے جو مملکت ترکی کی خودمختاری کی ضامن ہو۔[۱] ابرڈین نے اس فیصلے کا انتہائے شد و مد کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ بظاہر سلطان کو ایک امکانی اسلامی ہنگامۂ رستخیز سے محفوظ رکھنے کے لئے متحدہ فرانسیسی اور برطانوی بیڑہ درۂ دانیال عبور کر چکا تھا مگر فی الحقیقت یہ روسی درازدستیوں کے مقابلے میں ایک جوابی چال تھی۔ لیکن ابرڈین کا نظریہ یہ تھا کہ صلح و عافیت اب تک قائم رکھی گئی ہے اور آئندہ بھی قائم رکھی جاسکتی ہے۔

برطانوی اور فرانسیسی جنگی بیڑے درۂ دانیال عبور کرتے ہیں ۲۲ اکتوبر ۱۸۵۳ء

جب تک روس رودبار ڈینوب عبور نہیں کرتا تھا انگلستان انکے فوجی مواضعات سے کسی قسم کا تعرض کرنے پر آمادہ نہیں تھا اور جب تک روس بحیرۂ اسود کے کسی بندرگاہ پر حملہ نہ کرتا۔ انگلستان ترکوں کو کسی قسم کی مادی امداد دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ انگریزی حکومت یہ کبھی نہیں گوارا کر سکتی تھی کہ سلطنت عثمانیہ کا دفتر اُلٹ جاتا اور وہ صرف محو تماشا رہتی۔ زار کے نزدیک یہ اعلان جنگ کا مرادف تھا۔[۲] بہر حال مقدمۂ جنگ اسوقت تک رونما نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اتحادیوں کا جہازی بیڑہ بحیرۂ باسفورس سے گزر کر بحیرۂ اسود میں نہ داخل ہو جاتا۔ ۳۴۹

صورت حال یہ تھی کہ ۳۰ نومبر کو یہ خبر پہنچی کہ بندرگاہ اسنوف میں ایک روسی بیڑے نے ترکوں کے ایک دستے کو بالکل نیست و نابود کر دیا اور وہ بھی

[۱] کاغذات مشرقیہ ۱×۱ صفحہ ۱۲۸۔ مارٹنس جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۶ جلد ۸ صفحہ ۳۰۴۔
[۲] اس نے رپورٹ کے حاشیہ پر یہ رقم کر دیا تھا۔ Ainsi c'esh la guerre! Soit! مارٹنس باب ۱۲ صفحہ ۳۳۱

ایسی حالت میں جسکا اندازہ لگاتے ہوئے یہ قرین قیاس تھا کہ انتہائی شقاوت اور بربریت عمل میں لائی گئی تھی [۱] نپولین نے اپنے وزیر دروابن دُلوئیس Drouyn de Lhuys کے توسل سے، فوراً اپنی اس تحریک کا اعادہ کیا جسے وہ اس سے قبل ۱۹ر اکتوبر کو پیش کر چکا تھا، یعنی اتحادیوں کے جنگی بیڑے کو باسفورس سے عبور کرنا چاہئے اور بحیرۂ اسود پر اسوقت قابض رہنا چاہئے جب تک کہ روس ولایات ڈینوب پر سے اپنا قبضہ نہ اٹھالے اور روسی جہازات کو سیبا ستوپول واپس آجانے کی دعوت نہ دیدے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ سلطان کے مقبوضات کو تاخت وتاراج سے محفوظ رکھنے کا انگلستان

اتحادیوں کا بیڑا بحیرۂ اسود میں داخل ہوتا ہے

ضامن ہو چکا تھا، لارڈ ایبرڈین کو اسکے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ وہ ان شرائط پر کاربند ہو جائے، تاہم اُس نے اس امر کا اظہار کر دیا کہ وہ کسی ایسے فعل کا ذمہ دار نہ ہوگا جس سے چاروں دول یورپ کے اس ایتلاف حقیقی میں فرق آسکے جسکا مدار کانفرنس ہائے وائنا پر تھا [۲] زار کے شور وشغب کے باوجود خود روس اتحادیوں کے جنگی بیڑے کے فعل کو اعلان جنگ کا مرادف تسلیم کرنے سے گریز کرتا تھا۔ اگر اتحادی امیر البحروں کو صرف اس قدر ہدایت موصول ہوئی تھی کہ وہ ساحت سمندر میں غیر جانب داری قائم اور برقرار رکھیں اور روسی اور ترکی بندرگاہوں کو مساوی طور پر دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رکھیں تو پھر روس اسی صورت حال پر قائم رکھنے کے لئے تیار تھا۔ صرف خشکی پر وہ آزادئ عمل کا مختار تھا۔ لیکن اگر یہ مداخلت صرف ترکوں کی حمایت میں تھی تو پھر سفرائے زار متعینۂ لندن اپنے اپنے پروانہ جات راہداری طلب کر سکتے تھے۔ جنوری ۱۸۵۴ء میں یہ قضایا آگئیں مسائل لندن اور پیرس میں پیش کئے گئے۔ اور ان کے جوابات سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ فرانس اور انگلستان دونوں

[۱] کاغذات مشرقیہ ۱×۲×۱ بابت ۱۲ صفحہ ۳۰۶ -
[۲] " " " " ، ۲ ، صفحہ ۳۲۳ -

مملکت ترکی کے ساتھ متحد ہو کر، روس کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے تیار ہیں[1]

انگلستان اور فرانس اعلان جنگ کرتے ہیں ۲۷ مارچ ۱۸۵۴ء

اوائل فروری میں روس اور ہر دو مغربی درباروں سے تمام سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے، اور ۲۷ مارچ کو فرانس اور انگلستان نے باضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔

آغاز جنگ میں روسی مدبّر صرف اس امر کے ساعی رہے کہ روس کے خلاف جملہ دول یورپ متحد نہ ہونے پائیں۔ فی الواقع اب ایک طرفہ حالت رونما تھی۔ ہر چہار دول عظیمہ ایک بات پر متحد تھے اور وہ روسی افواج کا ولایات ڈینوب سے واپس بلا لینے کے مزاحم تھے۔ کیونکہ دریائے ڈینوب ۳۵۰

پروشیا اور آسٹریا کا رویّہ

میں حق جہاز رانی کی آزادی کے مسئلے میں پروشیا اور آسٹریا دونوں کو مساوی دلچسپی تھی دونوں حکومتیں روس پر اس قسم کا دباؤ ڈالنے کے لئے تیار تھیں، جس سے وہ باب عالی کی عیسائی رعایا پر سے اپنے انتہائی مطالبات کو اٹھا لینے اور مملکت ترکی کی خودمختاری برقرار رکھنے پر مجبور کیا جا سکتا ان حکومتوں نے فرانس اور انگلستان سے متحد ہو کر بعینہٖ اسی قسم کی ایک یادداشت پیش کی جیسی کانفرنس منعقدہ وائنا میں مرتب ہوئی تھی جس میں عہد نامہ مرتبہ ۱۸۴۱ء کے اصول کی تصدیق کی گئی تھی اور جو باب عالی سے شرف قبولیت حاصل کرنے کے بعد دربار روس سے مسترد ہو گئی۔ ۹ اپریل اور اسکے بعد ۲۳ مئی کو ان اصول کا از سر نو ادعا کرتے ہوئے اور بشرط ضرورت ان کو بزور شمشیر تسلیم کرانے کے لئے مضبطات پر دستخط ثبت کئے گئے لیکن بہر نوع پروشیا کا رویّہ بدلا نہ تھا۔ فریڈرک ولیم کو اندیشہ تھا کہ یورپ کا نقشہ کہیں انقلابی دروبست کا آئینہ نہ ہو راسخ الاعتقاد جماعت کے ممکلین تاب مرد میدان کے خلاف، جسکا احترام اسکی تعلیم و تربیت کا سبق اولین تھا، وہ نپولین بوناپارٹ سے کسی مقصد یا غایت کی بنا پر کسی قسم کا اتحاد نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا، خود پروشیا کی سنجیدہ آرا متحد نہ تھیں۔ اگر ایک طرف بنسن جو دربار انگلستان کے

---

[1] مارٹنس جلد ۲ صفحات ۳۳۸ - ۳۴۲ -

زیر اثر تھا، اس امر پر زور دے رہا تھا کہ بادشاہ کو روس کے خلاف، اتحادیوں کے ساتھ صف آرا ہو جانا چاہئیے تو دوسری طرف آٹو فون بسمارک جسکے متعلق کسی جذباتی غرض و غایت کا شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس حقیقت کا اعلان کر رہا تھا کہ چونکہ پروشیا، آسٹریا نہ تھا، اس لیئے اول الذکر کو اسکی خس برابر پروا نہ تھی کہ روس، ٹرکی میں اپنے مقبوضات کا دائرہ وسیع کر رہا تھا یا نہیں۔ فریڈرک ولیم کی صحیح پالیسی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ بالائی سیلیسیا میں ایک لاکھ افواج مجتمع کر دے تاکہ وہ ہر دو جنگجو فرق کو، اطمینان اور فراغت کے لمحہ میں اپنی پیش کردہ شرائط صلح کے سامنے سر تسلیم خم کرانے پر مجبور کر دے[۱] اپنے مدمقابل کی حیثیت سے پروشیا کو جسکا خطرہ تھا وہ روس نہیں بلکہ آسٹریا تھا جسکے اثر کو باطل کر دینے کے لیئے وہ ڈائٹ آف فرانکفورٹ کی مجلس ملیہ میں صف آرا ہونے کے لیئے کمربستہ تھا۔ فی الحقیقت محالفۂ یورپ سے، ان دونوں جرمن طاقتوں کو علیحدہ کرنا ایک فعل عبث نہ تھا۔ انگلستان اور نپولین دونوں حیلۂ جنگ کی لفظی بحث سے تجاوز کر کے، اس امر کے خواہشمند تھے کہ روس کی طاقت کو کچھ اس طور سے کچل دیا جائے کہ آئندہ کچھ دنوں تک اسکی طرف سے کوئی اندیشہ باقی نہ رہے، ۳۵۱ آسٹریا اور پروشیا کسی نے اپنے آپ کو اس طرز عمل کا نہ تو پابند بنایا تھا اور نہ اسکی توقع تھی کہ وہ کبھی پابند بنائیں گے۔ بہرحال ان دونوں طاقتوں کا آخری رویہ کچھ ہی کیوں نہ ہوتا، فی الحال اس کشاکش سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے فرانس اور انگلستان تنہا آمادہ نظر آرہے تھے۔

جنگ کریمیا اُن معدودے چند تاریخی تصانیف کے موضوعوں میں شمار ہے جو اپنی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے ایک مستند اور مسلمہ ادبی حیثیت رکھتی ہیں اُن سنگین نتائج کے اعتبار سے جو بظاہر اس میں مضمر تھے اور اُن جانبازانہ واقعات اور حادثات کی بنا پر جو اس بے پناہ کشاکش میں رونما ہوئے اور اُن المناک ستم ظریفیوں کے سلسلے میں جو اسکے آخری نتائج سے وابستہ تھیں جنگ کریمیا

---

[۱] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۱۴۱

کسی ایسی تصنیف کے لیئے موزوں ترین موضوع تھی۔ فی الحال کسی ایسی پیچیدہ تاریخ پر تفصیلی نظر ڈالنا ناممکنات سے ہے۔ لیکن اسکا بسیط خاکہ نہایت واضح طور پر نمایاں کیا جا چکا ہے اور ہمارے مقصد کے لیئے اتنا ہی کافی ہے۔ ابتدا میں رودبار ڈینوب کے دونوں کناروں پہ روسی اور عثمانی افواج ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا تھیں اور روسی میمنہ سر موقع کے انتظار میں اسلحہ پوش آسٹریا مصروف نظارہ تھا۔ ٹرکی نے ۵ ر اکتوبر ۱۸۵۳ء کو اعلان جنگ کیا۔ سرما کا پورا زمانہ سواحل جنوب پر غیر فیصلہ کن جنگوں میں صرف ہوا۔ اسکے بعد ٹھیک اُسوقت جبکہ اتحادیوں کا جنگی بیڑہ بحیرۂ اسود میں داخل ہو رہا تھا، روسیوں نے ڈینوب کو عبور کرنا شروع کیا اور قلعہ سلسٹریا کے سامنے اُنکی پیش قدمی کا غیر متوقع طور پر سدباب ہوتا تھا کہ برطانوی اور فرانسیسی سپاہ وارنا میں اتار دی گئیں اور ۳ ر جون کو آسٹریا کی طرف سے روس کو یہ پیغام پہنچایا گیا کہ ولایات ڈینوب خالی کر دی جائیں روسیوں نے مجبور ہو کر ۲۲ ر جون کو قلعہ سلسٹریا سے محاصرہ اُٹھا لیا اور انجام کار، آئندہ چھ ہفتوں میں ترکوں نے اُنکو بتدریج پسپا کر کے دریائے پروتھ کے پار مار بھگایا۔ ادھر روسی پسپا ہو رہے تھے، ادھر جیساکہ باب عالی سے پہلے ہی طے ہو چکا تھا آسٹروی افواج نے ولایات ڈینوب پر قبضہ کر لیا اور اُن کی صیانت اور حفاظت کی ضامن بن گئیں۔

اخلائے ولایات (ڈینوب) نے ایک اور نئی حالت پیدا کر دی۔ وہ مقصد واحد جس پہ ہر چہار دول متحد تھیں حاصل ہو چکا تھا اور اب اگر جنگ کو اور طوالت دی جاتی تو اس مفاہمہ کو نقصان پہنچتا تھا جو اتحاد اربعہ کی رو سے عمل میں آیا تھا۔ لیکن روسی کمزوری کا انکشاف فرانس اور انگلستان کی ہمت افزائی کا باعث ہوا جنھوں نے اپنے تگ و تاز کو اس نیت سے برقرار رکھا کہ اس طور پر مسئلۂ مشرقیہ کا جیساکہ توقع کی جاتی تھی، ہمیشہ کے لیئے تصفیہ ہو جائے گا۔ اس اثنا میں روسی ہزیمتوں کے ساتھ ساتھ آسٹریا کا تذبذب اور تردد بھی زائل ہوتا گیا۔ مغربی حکومتوں نے اب اپنے مقاصد کا نام نہاد چہار مطالبات میں، اظہار کیا یعنی ولایات ڈینوب اور سرویا پر سے ۲۵۲

چہار مطالبات

روس اپنی سیادت اٹھالے۔ دریائے ڈینوب میں جہازرانی کی عام آزادی ہو
اور " توازن طاقت کے اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے " عہدنامہ متعلق
بہ بحیرۂ اسود و درۂ دانیال مرتبہ جولائی ۱۸۴۱ء پر نظرثانی کی جائے اور سب سے
آخر میں زار سلطان کی راسخ الاعتقاد عیسائی رعایا پر اپنا حق تحفظ نافذ کرنے سے دستکش
ہوجائے۔ اگست ۱۸۵۴ء میں آسٹریا نے ان شرائط کو تسلیم کرلیا، اور اگر وہ
پروشیا اور جرمن عہدیہ کو اپنا جانب دار بنالیتا تو اسوقت روس کے
خلاف، ایک جارحانہ اتحاد قائم کرنے میں اسکی کامیابی متیقن تھی۔ لیکن باوجود اسکے کہ
پروشیا ایک معاہدے کی رو سے جس پر ۲۰ راپریل کو دستخط کیئے گئے تھے' آسٹریا
کو (اگر اس پر کوئی حملہ آور ہوتا) مدد پہنچانے کے لیئے مجبور تھا' اُس نے ایک خالص
اشتدادی تحریک میں، فریق کی حیثیت قبول کرنا گوارا نہ کیا۔ فریڈرک ولیم اور جرمن
مجلس ملیہ کا رویہ کچھ ایسا مشتبہ تھا کہ بغیر ان کے آسٹریا کسی جارحانہ کارروائی کا
متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ فرانکفورٹ کے قیشمن بلند سے بسمارک نے البتہ یہ مشورہ
دیا کہ پروشیا کو سرحد سیلیشیا پر ۲ لاکھ، افواج مجتمع کردینا چاہیئے اور شرائط صلح
اس تہدید کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے کہ جو فریق تمرد یا سرکشی پر نظر آئے گا وہ اس کے
خلاف، دوسرے سے جاملے گا[۱]۔ ایک ایسے بے باک طرزعمل کو عمل پذیر بنانا تو
درکنار، فریڈرک ولیم اسکے سمجھنے ہی کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ صرف جمعیۃ الحلفا
کو غیرجانب دار بناکر مطمئن ہوگیا اور ساتھ ہی ساتھ، نہایت اصرار کے ساتھ ہر چہار
مطالبات کو منظور کرلینے کے لیئے زار پر دباؤ ڈالتا رہا۔ اور اس طور پر وہ آسٹریا کی
مخاصمت کو باطل اور مغربی اتحادیوں کو ان حیلہ جات شرعی سے محروم کردینا چاہتا تھا
جنکی بنا پر وہ جنگ جاری رکھ سکتے تھے۔ اواخر ۱۸۵۴ء میں اسکی شدید عجلت
اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی اور ۲۸ نومبر کو آسٹریا کو اطلاع
دی گئی کہ زار نے ہر چہار مطالبات تسلیم کرلیئے تھے۔ لیکن اب پانی سر سے گزرچکا
تھا۔ وہ مادی طاقتیں جو زار کو سر تسلیم خم کردینے کی ترغیب دے چکی تھیں آسٹریا کی

[۱] بسمارک جلد ۱ صفحہ ۱۰۶۔

پست ہمتانہ پالیسی کو ایک قدم اور آگے بڑھانے میں معین ہوئیں۔ ۲ ر دسمبر کو آسٹریا نے روس کے خلاف، ایک دفاعی اتحاد پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے آسٹریا کے اس اقدام کا باعث جنگ کی ترقی پذیری تھی۔ بابعالی کو روسی دباؤ سے مصؤن اور مامون رکھنے کے لئے بحیرۂ اسود، جہاں پر روسی طاقت کو نیست و نابود کر دینا نپولین اور حکومت برطانیہ کا مقصد مشترک تھا نزدیک ترین راستہ تھا۔ انگلستان کی سیاحت سمندر کو، روسی جنگی جہازات سے پاک کر دینے کی تجویز

کریمیا پر حملہ

کافی ثابت نہیں ہوئی کیونکہ یہ ہمیشہ سباسٹوپول کے مضبوط اور مستحکم بندرگاہ میں پناہ گزیں ہو سکتے تھے اور صرف اس بندرگاہ کے زیر و زبر کر دینے سے روس کی بحری طاقت کامل طور پر تباہ کی جا سکتی تھی۔ اس لئے نپولین نے، جو مزید براں ایک ایسے موقع کا متلاشی تھا جس میں فرانسیسی افواج خشکی پر اپنے جوہر شجاعت دکھا سکتیں یہ مشورہ دیا کہ اتحادیوں کی جملہ افواج سباسٹوپول کے زیر کرنے میں بر سر کار لائی جائیں۔ انگریزی حکومت نے اظہار رضامندی کیا اور ۱۴ ستمبر کو اتحادیوں کی افواج کریمیا میں اتار دی گئیں۔ ایک روسی فوج جو پرنس مین شی کوف کی سرکردگی میں تھی انکی پیش قدمی کی مزاحم ہوئی اور ۲۰ ر ستمبر کو جنگ الما وقوع میں آئی جس میں مین شی کوف پسپا ہو کر سباسٹوپول میں داخل ہوا اور اسکے بعد وسط کریمیا میں پہنچ گیا۔

انخلائے شہر سے قبل مین شی کوف نے توپوں اور سپاہیوں کو اتارنے کے بعد، روسی جہازات کو بندرگاہ کے مدخل پر غرق کرا دیا اور قلعہ جات کی اصلی حفاظت روسی ملاحوں کے سپرد کر دی۔ چونکہ اب تک مدافعانہ دروبست نامکمل حالت میں تھی،

محاصرۂ سباسٹوپول

اس لئے اگر شہر پر براہ راست حملہ کر دیا جاتا تو شاید کامیابی متیقن ہو جاتی۔ لیکن مارشل سینٹ آرنو نے لارڈ ریگلن کو یہ مشورہ دیا کہ جب تک افواج شہر کے جنوب میں کوئی اور مناسب اور مساعد مقام اختیار نہ کر لیں اور کالسکہائے محاصرہ خشکی پر نہ اتار لئے جائیں، حملہ ملتوی رکھنا چاہیئے۔ تین ہفتے کی مدت اسی فکر و تدبیر میں صرف ہو گئی اور اسی دوران میں کورنیلوف اور ٹوڈلیبن، روسی کمانڈروں کو مدافعت کا پورا ساز و سامان درست کر لینے کا موقع مل گیا

اور ۱۷ اکتوبر کو جسوقت گولہ باری جسے حملے کا پیش خیمہ ہونا چاہیئے تھا، شروع کی گئی تو ۳۵۴
کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اب مین شی کوف کو کمک پہنچ چکی تھی اس لیئے اُس نے ایک بار پھر اتحادی مواضع پر پیش قدمی شروع کردی۔ ۲۵ اکتوبر کو بالک لاوا کی مشہور جنگ معرض وجود میں آئی اور اسکے بعد ہی ۵ نومبر کو جنگ انکرمان واقع ہوئی۔ برطانوی سپاہیوں اور اتحادیوں کی ناقابل تسخیر ہمت وشجاعت مسلم ہوگئی۔ لیکن باوجود ان فتوحات کے جو بڑے نقصان کے ساتھ حاصل کی گئی تھیں جنگ کا اختتام ابھی نظروں سے بہت دور تھا۔ اور ۱۴ نومبر کو جسوقت محاصرین پر ایام سرما کا عمل شروع ہوا ہے اور برف وبارش کے ایک بے پناہ طوفان نے، ۲۱ جہازوں کو جن پر فوج کی رسد اور انکے ملبوسات بار تھے برباد اور دریابرد کردیا، اتحادیوں کی نظروں کے سامنے صرف ایک محاصرۂ سرمائی کا نمایاں اندیشہ تھا جسکی نہ انھیں توقع تھی اور نہ جسکے لیئے وہ تیار تھے۔ ۱۸۵۴-۵۵ء میں سباسٹوپول کے سامنے، انگریزی افواج نے جتنی سختیاں جھیلیں اور جن میں بیشتر غیرضروری تھیں، وہ انگریزی باشندوں کے صفحۂ دل سے اب تک محو نہیں ہوئی ہیں۔ اس ہولناک حقیقت کا منکشف ہونا تھا کہ عامتہ الناس کے جذبۂ وطن پرستی میں تنفر وتنغض کا ایک ایسا سیلاب آیا، جو ایبرڈین کی ناپائدار وزارت کو خس وخاشاک کی طرح بہالے گیا اور پامرسٹن جس میں خصائل کے اعتبار سے کتنے ہی نقائص کیوں نہ ہوتے، کم سے کم وہ اپنے ذہن ودماغ پر تو وقوف رکھتا تھا، کاربراری اور کار فرمائی کے لیئے مامور کیا گیا۔
دراصل اس مجاہدۂ عظیم میں روس نے اتحادیوں سے زیادہ نقصان اٹھایا موخرالذکر کو سمندر پر پورا دسترس حاصل تھا جسکی وجہ سے وہ حسب ضرورت کافی سامان رسد اور کمک فراہم کرسکتے تھے، دوسری طرف روسیوں کو عین سرما میں ہزاروں میل کا Steppe علف زار طے کرنا پڑتا تھا اور یہی حقیقت تھی جس نے جنگ کی نوعیت اور اسکے نتائج کو متیقن کردیا۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حملہ آور جماعت ایک خفاش منحوس کے مانند، ملک کے پاؤں کو چمٹ کر اسکے رگ وپے سے خون حیات چوس رہی تھی اور یہ محض اسی حقیقت کا احساس تھا جس نے شاہنشاہ نکولس کی خودسرانہ شجاعت اور شہامت کا خون۔ اور شرائط صلح پیش کرنے پر مجبور کردیا۔ اُس نے نہایت

۳۵۵ **شاہنشاہ نکولس کی وفات ۲ر مارچ ۱۸۵۵ء**

غیظ آفریں انداز سے کہا تھا "سپہ سالاران جنوری اور فروری" اسکے بہترین رفیق ثابت ہوں گے۔ یہ آئے بھی اور رحلت بھی کر گئے لیکن انکا وار بے میل اور بے لوث تھا اگر ایک طرف پوری فوج کی فوج سباسٹوپول کے سامنے خندقوں میں فنا ہوگئی تو دوسری طرف وہ شاہراہ جو وسط روس سے کریمیا تک چلی گئی تھی اس پر روسی مقتولین کی ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتی تھیں زار کا متکبر قلب کرب ناکامی اور ایک بے سود ننگ رسوائی کا متحمل نہ ہوسکا اور ۲ر مارچ ۱۸۵۵ء کو وہ زندگی کے اُس بار سے سبکدوش ہوگیا، جسکے لیئے اگر تھوڑی سی بھی احتیاط گوارا کی جاتی تو محفوظ رکھی جاسکتی تھی۔

الگزنڈر دوم کی اورنگ نشینی سے۔ گو جدید زار نے اس امر کا اعلان کردیا تھا کہ وہ پیٹر اعظم، کیتھرائن اور نکولس کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائے گا۔ صلح و مصالحت کی توقعات کو تابناک بنادیا اور سلسلۂ گفت و شنید کا ایک دفعہ پھر آغاز ہوا۔ روس کے خلاف اتحادیوں میں ایک نیا شاخسانہ رونما ہوا۔ ایک طرف گو پروشیا نے کلیتہً ایک غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرلیا تھا، دوسری جانب آسٹریا نے انگلستان اور فرانس کی طرف ایک قدم اور بڑھادیا تھا اور اس بات کا وعدہ کرلیا تھا کہ اگر مجوزہ اصول کی بنا پر صلح و مصالحت کی صورت نہ پیدا ہوسکی تو پھر وہ اتمام سوال پر اتحادیوں سے ہمدوش ہوکر، حصول مقصد کے لیئے مناسب ذرائع اور وسائل پر کاربند ہوگا۔ ان حالات کے ماتحت روس نے یہ مناسب خیال کیا کہ وہ دول متحدہ کی استدعا کو قبول کرکے مجوزہ کانفرنس وائنا میں شریک ہوجائے۔ پروشیا

کانفرنس منعقدۂ وائنا مارچ ۱۸۵۵ء

نے چونکہ اس امر کی ضمانت سے انکار کردیا کہ اگر گفتگو کی تحریک ناکام رہی تو وہ اتحادیوں کی مجوزہ شرائط کو قابل نفاذ بنانے کا ذمہ دار ہوگا، اس لیئے وہ کانفرنس سے جسکا آغاز مارچ ۱۸۴۱ء سے ہوا حذف کردیا گیا۔ ہر چہار مطالبات میں سے پہلے دو پر یعنی روس ولایات ڈینوب اور سرویا پر سے اپنا حق تحفظ اٹھالے اور دریائے ڈینوب میں جہاز رانی کی عام آزادی ہو۔ بغیر کسی کد و کاوش کے ایک قسم کی مصالحت ہوگئی لیکن تیسری شرط کے متعلق یعنی عہدنامۂ مرتبہ ۱۸۴۱ء جو بحیرۂ اسود اور درۂ دانیال کے

متعلق تھی یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ اراکین کانفرنس میں بے حد اختلاف رائے ہے۔ فرانس اور انگلستان اس پر مُصر تھے کہ بحیرۂ اسود بالکل بے سروکار اور غیر جانبدار رکھا جائے۔ اسکی سطح آب پر کسی جنگی جہاز کا، خواہ وہ روس کی ملک ہو یا کسی دوسری قوم کی، گزر نہ ہو سکے گا۔ دوسری طرف شاہزادہ سکندر گورچاکوف ۳۵۶
اس امر کا اعلان کر رہا تھا کہ بدرجۂ انتہا اس امر کی اجازت ہو سکتی تھی کہ ہر حکومت کو، ان آبنایوں سے جنگی جہازوں کے لانے یا لے جانے کا مساوی حق حاصل ہو یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جہاں پہنچکر تمام سلسلۂ گفت و شنید منقطع ہو گیا۔ آسٹریا نے جواب تک گورچاکوف Gortcshakoff کی اس رائے سے کہ ایک قسم کی مصالحت ہو جانی چاہیئے اتفاق ظاہر کیا تھا اور اب جبکہ دول مغربی نے اس تحریک کو مسترد کر دیا تھا اس نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ تمام پابندیاں جو عہد نامہ مرتبۂ ۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کی رو سے اُس پر عائد ہوتی تھیں پوری ہو چکیں اس طور پر آسٹریا نے ایک بار پھر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کر لیا۔ اب سوا اسکے کہ خود آسٹریا کی عالت پر اسکا اثر پڑا تھا کانفرنس بیکار محض ثابت ہوئی، آسٹریا کی پالیسی کے متعلق کیسے ہی حق بجانب اور معقول عذرات کیوں نہ پیش کیئے جاتے دول مغربی اس سے آزردہ خاطر ہو گئے اور انھوں نے یہ جرم لگایا کہ آسٹریا نے حق رفاقت ادا کرنے سے احتراز کیا اور وہ بھی جنگ کی ابتدا سے ذرا پہلے۔ دوسری طرف روس کو اس حکومت سے جسکے جزیۂ لشکر کو وہ کچھ زیادہ قابل وقعت نہیں سمجھتا تھا، ایسا زخم لگا تھا کہ اب وہ اُسے نہ معاف کر سکتا تھا نہ بھول سکتا تھا، اس زمانے سے آسٹریا یورپ میں سب سے علیحدہ تھا اور جب گیارہ سال بعد خود اس کی تقدیر بگڑی تو ہمدردی اور دستگیری کے لیئے اسکی نگاہیں ہر طرف اُٹھیں لیکن ناکام واپس آئیں۔

دوران جنگ میں آسٹریا کے متزلزل رویے کا بڑا سبب اُسکا یہ اندیشہ تھا کہ اگر وہ مشرق کی کشاکش میں گرفتار ہوا تو لمبارڈی کی سمت سے سارڈینیا اس پر حملہ آور ہو گا اور اُسوقت کے ازالے کے لیئے مغربی حکومتوں نے حکومت پیڈمانٹ پر یہ زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ اتحادیوں کی صف میں شامل ہو جائے کاوور Cavour کے

سارڈینیا کی مداخلت جنوری ۱۸۵۵ء

نزدیک فرانس اور انگلستان سے خراج احسان وتشکر وصول کرنے کا نہیں تو کم سے کم سارڈینیا کو اس علیحدگی کی ذلت سے محفوظ رکھنے کا جس کا اُسے خطرہ تھا یہ بہترین طریقہ تھا۔ اُس نے اپنی رضا دے دی اور ملک کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب بھی ہوا۔ ۵ر جنوری ۱۸۵۵ء کو سارڈینیا بغیر کسی شرط سے روس کے خلاف ایک جارحانہ اتحاد میں شریک ہوگیا اور چند ہی ہفتوں کے بعد پندرہ ہزار اطالوی افواج کریمیا میں پہنچ گئیں۔ فوجی قوت کی یہ افزائش دوسرے اسباب وعلل سے متحد ہوکر اتمام اور انجام کو جلد سے جلد معرض وجود میں لانے کی باعث ہوئی اس میں جو کچھ تعویق ہوئی تھی اسکا سبب نپولین کا یہ خیال تھا کہ آخری وار اس وقت تک کے لیئے ملتوی رکھا جائے جب تک کہ وہ خود باہر نکل کر فتح ونصرت کے برگ وبار سے متمتع نہ ہو سینٹ آرنو St. Arnaud کا جانشین مارشل کان روبرٹ Marshal Canrobert توئی لیری Tuileries کے سیاسی فتنہ گروں کی حیلہ پردازیوں سے ایسے چرکے کھاتا رہا اور اسے کچھ ایسی گراں باریوں سے دوچار ہونا پڑا کہ آخر کار اُس نے استعفا داخل کردیا اور اسکے جانشین جنرل پیلی سیئے Pelissier نے اس قسم کے سلوک کو روا رکھنا گوارا نہ کیا اور محاصرے کو قائم رکھنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ ۱۸ر جون کو اتحادیوں نے ایک زبردست حملہ کیا لیکن پسپا ہونا پڑا اور دس دن بعد اس ہولناک جنگ کی سختیوں اور
۳۵۷ مایوسیوں سے خستہ اور درماندہ ہوکر لارڈ ریگلن نے داعی اجل کو لبیک کہا اب "سفینے کے کنارے آلگنے میں" چند مہینوں کا بھی توقف نہ تھا جنگ چرنایا Tchernaya میں جو ۱۶ر اگست کو وقوع میں آئی فرانیسی اور اطالوی افواج نے متحد ہوکر اس حملے کو پسپا کردیا جو شہر کو محاصرے کی گرفت سے آزاد کرانیکے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ تین ہفتے بعد ۸ر ستمبر کو قلعۂ مالاکوف Malakoff پر جو محاصرین کے جنگی مواضعات کو اپنی زد میں لیئے ہوئے تھا، فرانسیسیوں کا قبضہ ہوگیا اور دوسرے دن سباسٹوپول نے اطاعت قبول کرلی۔ اس میں شک نہیں جنگ چند ہفتے بعد تک جاری رہی اور ۹ر نومبر کو زوال قارص نے روسی حرب وضرب کے چار چاند لگا دیئے۔ لیکن انگریزوں کے علاوہ جنگی ایک جنگ آور قوم ہونے کی شہرت کو ایک حد تک نقصان پہنچ چکا تھا اور جواب تشنۂ تلافی تھی، ہر فریق جنگ اب صلح ومصالحت کا خواہشمند تھا معرکۂ مالاکوف کی تابناک کامیابی نے فرانسیسی اسلحات حرب کو اس درجہ درخشاں بنا دیا تھا کہ

فی الحال نپولین آسودہ اور مطمئن ہوچکا تھا اور جسوقت کہ آسٹریا نے انگلستان کی پس پشت سے، جسکی ہمدردی حاصل کرنے کی اب اُسے کوئی توقع نہ تھی، یہ تجویز پیش کی کہ انگلستان کو حذف کر کے مصالحت کی سلسلہ جنبانی کرنی چاہیئے' تو اُس نے فوراً منظور کر لیا جسکا نتیجہ یہ فیصلہ تھا کہ آسٹریا اپنی طرف سے، بطور اعلان جنگ ایک یادداشت جس میں صلح کے ابتدائی شرائط درج ہوں اور جسکی منظوری نپولین انگلستان سے بغیر کسی ترمیم شرط کے پہلے سے حاصل کر چکا ہوگا سینٹ پیٹرسبرگ بھیجے۔ اس نوٹ میں وہ چار مطالبات درج تھے جنکا شمار جنگ کے سب سے نمایاں مقاصد میں ہوتا تھا۔ لیکن حکومت برطانیہ کے لیئے یہ قطعاً ناممکن تھا کہ وہ کسی ایسے انتظام کو منظور کر لیتی جسے ایک سیاسی چشم نمائی تصور کیا جا سکتا تھا اور پامرسٹن نے اس دستاویز کو اس شرط پر منظور کرنا گوارا کیا کہ چند رموز جو اس میں مضمر تھے زیادہ واضح کیئے جائیں اور اس میں ایک اور مد کا اضافہ کیا جائے جسکی رو سے انگلستان کو دیگر شرائط کے شامل کر دینے کا حق حاصل ہوگا۔ ان مرکوز خاطر شرائط میں یہ تھا کہ بحیرۂ بالٹک میں روس کو جزائر آلینڈ کی قلعہ بندی کا حق نہ حاصل ہوگا۔

آسٹریا کا اعلان جنگ روس کو۔ دسمبر ۱۸۵۵ء

اس ترمیم کے ساتھ، آخر دسمبر میں، آسٹروی نوٹ بایں شرط زار کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ اگر ۱۶ جنوری تک اسکا جواب نہ آیا تو جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ صرف پرنس گورچاکوف Prince Gortschakoff ہی ایک ایسا روسی مدبر تھا جس نے جرأت کر کے شاہنشاہ کو اُسے نامنظور کر دینے کی ترغیب دی۔ آخر کار یہ منظور کر لیا گیا۔ اور ۲۵ جنوری ۱۸۵۶ء کو باستثنائے پروشیا تمام دول یورپ کے سفراء صلح کے ایک جلسے میں ایک صریح و واضح عہد نامہ مرتب کرنے کے لیئے پیرس میں مجتمع ہوئے۔ ایک ماہ بعد ۳۰ مارچ کو اس پر دستخط ثبت کیئے گئے۔ عہد نامۂ پیرس کی رو سے بحیرۂ اسود کو جہاز رانی

عہد نامۂ پیرس ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء

کے لیئے ایک بے سروکارانہ حیثیت دی گئی۔ تجارتی جہاز آ جا سکتے تھے، جنگی جہاز کی آمد و رفت مسدود کر دی گئی اس شرط کے ماتحت وہ ملک بھی آ گئے تھے جو اسکے ساحل کے مختلف حصص پر قابض اور متصرف تھے انکو بحری اسٹیشن یا سلاح خانے کے قائم کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ دریائے ڈینوب میں

جہاز رانی کی عام آزادی ایک یورپی کمیشن کی نگرانی میں رکھی گئی تھی اور روس کو اس حصے کو خیر باد کہنا پڑا جسکی زد میں اس دریا کا دہانہ آجاتا تھا۔ آخر میں سب سے زیادہ اہم شرط وہ تھی جسکی رو سے عہدنامۂ ۱۸۴۱ء کے اصول کو وسعت پذیر بنایا گیا تھا دول یورپ نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ بابعالی کو قانون عامہ اور جماعۂ یورپ سے منفعت اندوز ہونے کا حق حاصل ہوگیا تھا اور تمام دول یورپ کو مجموعی طور پر اس بات کا ضامن بنایا گیا کہ وہ ایک غرض مشترک کی بنا پر، کسی ایسے امر کا جو اس رستے میں رخنہ انداز ہوتا ہو، سدباب کریں گے اسکے معاوضے میں سلطان نے دول یورپ کے پاس ایک فرمان بھیجا جس میں عیسائی رعایا کے ساتھ "اسیر حشیانہ سلوک" روا رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور جسکے "بیش بہا" ہونے کی حقیقت کو موخرالذکر نے تسلیم کرلیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان بھی کردیا کہ اس سے انکو، کسی حالت میں، تن تنہا یا مجموعی طور پر سلطان اور اسکی رعایا کے باہمی تعلقات یا سلطنت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق نہ حاصل ہوگا [۱]

اسوقت عہدنامۂ پیرس سے جسکے لئے جان و مال کی اتنی زبردست قربانی روا رکھی گئی تھی، یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ جو لوگ اس جنگ پر مُصر تھے اور جو مقاصد ان کے پیش نظر تھے، وہ کلیتہً بلکہ اس سے زائد حاصل ہوچکے ہیں۔ روسی سیلاب جو جنوب کی طرف سے بڑھ رہا تھا اُسکو روک دیا گیا تھا اور دولت عثمانیہ بیرونی خطرات سے مصئون اور مامون ہوکر اور مکمل اندرونی اصلاحات سے حیات تازہ پاکر، بظاہر، زندگی کی ایک نئی شاہراہ پہ گام فرسا معلوم ہوتی تھی۔ تاہم تاریخ نے اس طرز عمل کو جو اس جنگ میں اختیار کیا گیا تھا، نفرین کیا ہے اور اسکی فتح و نصرت کو ہیچ و باطل گردانا ہے حکومت ترکی بلا اصلاح اور ناقابل اصلاح ہی رہی ۳۵۹
اور زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دول یورپ اس افسانے کو نذر نسیان کرنے پر مجبور ہوگئے جسکی بنا پر اُسی کو ایک ملت کی حیثیت سے، یورپ کی تہذیب یافتہ جماعت میں شامل کیا گیا تھا۔ رہی بحیرۂ اسود کی بےتعلقی اور غیر جنبہ داری، اسکے متعلق یہ ظاہر تھا کہ اگر یورپ میں کبھی کسی قسم کی پیچیدگی اور کشاکش رونما ہوئی تو روس

[۱] ہارٹسلٹ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۰ -

اولین لمحہ میں اُس سے فائدہ اٹھائے گا اور ایک ایسے انتظام کو مسترد کر دینے کے لئے آمادہ ہو جائے گا جو کسی طور پر ایک عظیم الشان حکومت کے شایان شان نہ تھا۔ صرف پندرہ ہی سال کے بعد اسکا موقع آیا اور بسمارک نے، محاصرۂ پیرس کے نازک اور پُرخطر زمانے میں روس کو اسکی غیر جانبداری کا یہ معاوضہ دیا کہ اُس نے عہد نامے کو مسترد کر دینے کے لئے، مظفر و منصور پروشیا کی رضامندی دے دی۔ اُسی دوران میں سلطنت روس کی وسعت پذیر قوت عمل، جو ایک سمت سے رجعت قہقری کرنے پر مجبور ہوئی تھی، کسی دوسری سمت سے رونما ہونے کے لئے تیار ہوئی۔ یہ امر متیقن نہیں ہے کہ یورپ میں سلطنت عثمانیہ کی شکست و ریخت کو معرض التوا میں رکھنے اور اس طور پر روس کی فاتحانہ یلغار کو وسط ایشیا کے راستے سے سرحد ہندوستان کی طرف بڑھنے کا موقع دے دینے سے، برطانوی اغراض و مقاصد کو نفع اندوز ہونے کا موقع ملا یا نہیں۔ اگر زار کو ترکوں کو یورپ سے بدر کر دینے اور جزیرہ نمائے بلقان کو متعدد عیسائی مملکتوں میں تقسیم کر دینے میں کامیابی ہو بھی جاتی تو اسکا صرف یہ نتیجہ ہوتا کہ وہی واقعات جو جلد یا بدیر ناگزیر ہو جاتے، پہلے ہی رونما ہو جاتے۔ اسکے علاوہ، جیسا کہ روسی مدبّرین نے اُسوقت ظاہر کر دیا تھا، یہ واقعات روسی اغراض و مقاصد کے سود و بہبود میں اتنے معین نہ ہوتے جتنا کہ خیال کیا جاتا تھا۔ نجات یافتہ یونانیوں کے کارنامے ایسے نہ تھے جن سے زار کو کسی ایسی قوم کے دائمی ہدیۂ تشکر کی توقع ہوتی جسکی آزادی حیات کے لئے اُس نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہو۔ دوسری طرف ظاہر تھا کہ اس طور پر اسکی سرحد پر مشتبہ اور کینہ ور عیسائی مملکتوں کی ایک لیگ قائم ہو جاتی۔ لیکن اسکا آغاز کانگریس کے دوسرے ہی دن سے ہوا۔ نپولین سوم نے، جس نے عہد نامجات

رومانیا کا اتحاد

۱۸۱۵ء پر نظر ثانی کرنے کی تحریک پیش کر کے ایک عالم کو نقش حیرت بنا دیا تھا اور جسکا یہ عقیدہ تھا کہ اس مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ اصول ملت پرستی کا تعین تھا۔ پیرس میں یہ تحریک پیش کی کہ ولایات مولڈیویا اور ولیشیا کو متحد کر کے خود ان کے منتخب کردہ حکمران کے ماتحت رومانیا کی ایک تنہا مملکت قائم کر دی جائے اس تحریک کو آوس نے منظور کر لیا تھا

لیکن انگلستان کی شدید مخالفت کے باعث سے، جو سلطان کے اختیارات کو مختصر اور محدود کر دینا کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا، اور ڈرانسلوینیا بین اروس طبقۂ فرازین پر اسکا جیسا کچھ اثر پڑنے والا تھا اس سے آسٹریا کچھ اس درجہ خائف تھا کہ اس مسئلے کا تصفیہ کسی آیندہ اجلاس کانفرنس کے لئے ملتوی کر دیا گیا لیکن انعقاد کانفرنس سے قبل ہی اکتوبر ۱۸۵۷ء میں جو انتخابات عمل میں آئے انکی رو سے یاسی اور بخارسٹ میں ایسی قائم مقام جماعتیں برسر کار ہوئیں جنھوں نے متفق اللسان ہوکر دونوں ملکتوں کے متحد کر دینے کے لئے رائے دے دی۔ لیکن ان مسائل کے تصفیے کے لیئے جو کانفرنس اوائل ۱۸۵۸ء میں پیرس میں منعقد ہوئی اُس نے ایک ایسے انقلاب انگیز انتظام کو منظور کرنا گوارا نہ کیا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر دو ولایات میں ایک ہوسپودار (Hospodor) ہوگا جسکا انتخاب دوامی ہوگا۔ ایک علیحدہ عدالت العالیہ اور علیحدہ جمعیت مقننہ ہوگی جسکے سامنے دونوں ریاستوں کے نائبین کا مرکزی کمیشن ایسے قوانین منظوری کے لیئے پیش کرے گا جو مشترکہ صلاح و بہبودی سے متعلق ہوں۔ اس انتظام پہ رومانیوں نے اس حاشیے کا اضافہ کیا کہ پرنس الگزنڈر کوزا ہوسپودار کا انتخاب یاسی اور بخارسٹ دونوں مقامات سے عمل میں آئے۔ اور تین سال بعد ۱۸۶۲ء میں یہ اتحاد نہایت خاموشی کے ساتھ عمل پذیر ہوا اور کم و بیش کوئی شخص اس واقعہ کو خاطر میں نہ لایا۔ ۱۸۶۶ء میں پرنس کوزا نکال دیا گیا اور شاہزادۂ چارلس والی ہوہنزولرن زگمارنگن (Prince charles of Hohen-Zollern.Sigmaringes) موروثی حکمران منتخب ہوا اور تمام یورپ نے اسکی حیثیت تسلیم بھی کرلی۔ یہ ایک حد تک نپولین کی غرضمندانہ ہمدردی کا بلاواسطہ تصرف تھا جس نے مشرق میں اس نیم اطالوی نسل کو جسکے مورث اعلیٰ لشکر کشان دیوکلیشین تھے، ایک حیثیت ملّی تفویض کر دی اور اسکا سب سے نمایاں اثر اگر خود اٹلی میں اس نسل پر نہیں تو اسکی زبان کے قدیم گہوارے پر نمایاں ہوا۔

۳۶۱

باب پانزدہم

اتحادِ اٹلی

اٹلی اور جنگ کریمیا۔ پیڈمانٹ کا وزیر کاوُر کا طرزِ عمل۔ اس کا رویہ آسٹریا کی جانب۔ دول یورپ کا رویہ پیڈمانٹ کی بے کسی۔ کاوُر کانگریس منعقدہ پیرس میں۔ نپولین سوم اور اٹلی۔ مجلس منعقدہ پلومبی ایرز (Plombieres) ایک کانگریس کی تجویز۔ آسٹروی اعلانِ جنگ۔ جنگ ۱۸۵۹ء اٹلی میں۔ ولافرانکا کی التوائے جنگ۔ اٹلی اپنا کام خود انجام دیگی" (Italia Fara da Si) ممالک متوسط میں تحریک اتحاد۔ ریکاسولی اور فرینی۔ قومی لیگ نپولین مداخلت کے طرزِ عمل سے اختلاف کرتا ہے۔ رسالہ "پاپائے روما اور کانگریس" کاوُر اپنے منصب پر از سر نو بحال ہوتا ہے۔ وسط اطالیہ کی مملکتوں کا الحاق پیڈمانٹ سے۔ مسئلۂ روما۔ سسلی میں ہنگامۂ بغاوت۔ گاریبالڈی کی مہم۔ مسئلۂ نیپلس۔ کاوُر اور گاریبالڈی۔ گاریبالڈی نیپلس میں۔ افواج پیڈمانٹ امبریا اور سرحدی اضلاع پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ حصۂ جنوب کا الحاق اطالوی سلطنت سے ہو۔

جنگ کریمیا میں سارڈینیا کے کارنامے بھی عجیب و غریب تھے۔ حکومت زار سے بظاہر اُسے کوئی وجہ پرخاش نہ تھی اور اتحادیوں میں سے کبھی ایک سے علی الاعلان معاندانہ کاوش نہ تھی، تاہم اس شدید ضرورت کی بنا پر کہ کہیں آسٹریا ایسی مغربی حکومتوں کی خیرسگالی کا متوقع بنا کر اپنا دمسانہ نہ بنا لے، اس پر ہر قسم کا زور ڈالا گیا اور اس کی خدمات حلیفوں کے لئے حاصل کرلی گئیں۔ سنہ ۱۸۴۹ء کے زوال کے بعد کاؤنٹ کاوُر کی رہبری میں جو اکتوبر سنہ ۱۸۵۲ء میں اپنے منصب پر فائز ہوا تھا، پیڈمانٹ اس کشاکش مہم کی تجدید میں سرگرم رہا جس سے آسٹروی ترک اٹلی سے نکالے جاسکتے تھے۔

مملکت پیڈمانٹ

جہاں تک حکومت کے داخلی ذرائع و وسائل کی توسیع و ترقی کا تعلق تھا، کاوُر کی پالیسی کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ تمام بار نیم اور فرسودہ نظام جو تجارت اور حرفت کی فطری توسیع و ترقی کا سدراہ تھا فنا کردیا گیا۔ ایک روشن خیال تجارتی طریق عمل اور سڑکوں

اور ریلوے کی وسعت و ترقی سے ملک کی آسودگی اور مرفہ الحالی میں روز افزوں ترقی صفحہ ۳۶۲
تھی۔ لیکن ان تمام امکانی ترقیوں اور طیاریوں کے باوجود، پیڈ مانٹ کا یہ زہرہ نہ تھا
کہ وہ آسٹریا کی طاقت سے عہدہ برآ ہو سکتا اور کاوور نے بہت پہلے کم سے کم ایک
زبردست رفیق کی ضرورت محسوس کر لی تھی۔ اور یورپ کی تمام طاقتوں میں صرف
نپولین ہی ایسا تھا جو اس کے معروضات پر صدائے لبیک بلند کر سکتا تھا۔ گو انگلستان
میں افکار عامہ کا میلان اب بھی اطالوی محبان وطن کی موافقت میں تھا تاہم حکومت برطانیہ
عہد ناموں کو قائم و بحال رکھنے کے "معزز طرز عمل"[1] پر قائم رہنا چاہتی تھی۔ لیکن قطع نظر اس
حریفانہ چشمک کے جو فرانس اور آسٹریا کے درمیان اٹلی میں تھی نپولین کے متعلق یہ خیال
کیا جاتا تھا کہ وہ ۱۸۱۵ء کی قرارداد کی شکست و ریخت کے درپے ہے تاکہ اس دار و گیر
سے اپنی ذاتی منفعت کی کوئی نہ کوئی صورت نکال سکے۔ مزید براں فرانسیسی شہنشاہ اپنی
اطالوی نژاد حیثیت کو فراموش نہ کر سکا تھا اور اپنے ایام جلا وطنی میں وہ اطالوی اغراض و مقاصد
کے لیئے صف آرا بھی ہو چکا تھا۔ اور یہ انھیں خیالات کا تصرف تھا جس نے
کانگرس منعقدہ پیرس میں کاوور کے رویے کو متعین کر دیا تھا۔ پیڈمانٹ نے مجالس
یورپ میں اپنی جگہ حاصل کر لی تھی اور اگر وہ اپنی اس وقعت اور منزلت کو جو اسے
حاصل تھی ایک ایسے کفہ میزان میں رکھنا چاہتا تھا جو صرف اس کے اغراض و مقاصد
کی جانب مائل ہوتا تو یہ صریحی اس کے شایان شان تھا۔ رہا یہ امر کہ یہ ترازو کونسی تھی،
اس کے متعلق شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔ نپولین کی پیچیدہ سیاسی ترکیبوں نے فرانس
اور انگلستان کے ائتلاف قلبی میں اختلال اور کشیدگی پیدا کر دی تھی اور روس کے ساتھ
فرانس کی عشوہ نمائیاں برسر کار تھیں۔ آسٹریا جو ہر طرف سے بے اعتبار گردانا جا چکا تھا
لیکن بالفعل انگلستان کی رفاقت میں صف آرا تھا اس فتنہ انگیز سازش کی ترقیوں
کا خائف و اندیشہ مند ہو کر نظارہ کر رہا تھا۔ منقسم یورپ میں کسی نہ کسی جماعت کے ساتھ
وابستہ ہونا لازمی تھا۔ اندریں حالت کاوور نے کچھ پس و پیش نہ کیا۔ آسٹریا علی الاعلان دشمن
ہو چکا تھا۔ انگلستان ایک طوفان اخجاج بپا کر سکتا تھا لیکن وہ کچھ کر دکھانے کے لیئے

[1] روما میبری بہ کاولے ۔ ۱ر جنوری ۱۸۵۹ء۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۳۲ صفحہ ۳۴ وغیرہ

آمادہ نہ تھا۔ ولایات ڈینوب کے متنازعہ فیہ مسئلے میں محض اس نیت سے کہ وہ ناشکر نہ تصور کیا جاسکے، اس نے کانگریس میں فرانس کا حق رفاقت بوجوہ احسن ادا کیا تھا۔ اسے ایک ایسے واقعہ سے امداد ملگئی جو باعتبار اثر متضاد نتائج کا باعث ہوسکتا تھا۔ جنوری ۱۸۵۸ء میں اورسینی ایک فاتر العقل اطالوی نے نپولین کو بمب سے ہلاک کردینے کا اقدام کیا۔ شہنشاہ تو صفحہ ۳۶۳ محفوظ رہا لیکن گولے کے پھٹنے سے ڈیڑھ سو آدمی مقتول اور مجروح ہوئے۔ انقلابی شر و فساد کے منبع و مصدر یعنی اٹلی کے خلاف، فرانس میں عامۃ الناس کے جذبات یک لخت مشتعل ہو گئے خود نپولین نے اس بدنظمی اور فساد کے خلاف سخت اور شدید تر کارروائی عمل میں لانے کے لئے پیڈمانٹ پر زور ڈالا۔ لیکن اس حادثے نے انھیں تعلقات کے شیرازے کو جس کے پراگندہ کردینے کی کوشش کی گئی تھی اور زیادہ استوار اور مستحکم کردیا۔ کانگریس منعقدۂ پیرس میں کاوور نے تمام یورپ کے سامنے اس امر کا ادعا کیا کہ اٹلی کے اس اضطراب پیہم سے یورپ کی عافیت معرض خطر میں تھی بضمانت انگلستان و فرانس اس لئے اپنے مراعات کا مطالبہ کیا جو تنہا آسٹریا کے خرچ سے اس اضطراب و شورش کو ہمیشہ کیلئے فنا کردے سکتے تھے۔ اورسینی نے خود اپنے قتل سے پہلے شہنشاہ پر یہ زور ڈالا تھا کہ اٹلی کے نقصانات کی تلافی لازمی تھی جس کے بغیر خود اس کی زندگی اور یورپ کے نظام و روبست کے ہمیشہ معرض خطر میں رہنے کا اندیشہ تھا۔ نپولین کے ہول دہراس نے اس کے میلانات اور طرز عمل سے ہم آواز ہوکر اسے اطالوی فروض و مقاصد کی تازہ دم ہوکر علم برداری کرنے پر مجبور کردیا۔ ۲۰ جولائی ۱۸۵۸ء کو وہ خفیہ طور پر کوہ ووژ (Vosgen) کی آبگاہ پلوم بی ایر (Plombieres) کا دور سے ملاقی ہوا جہاں اٹلی کو آزاد کرانے کے لئے شرائط اتحاد طے کئے گئے۔ نپولین نے دو لاکھ فرانسیسی افواج کو اس تعداد کی نصف افواج پیڈمانٹ کے ساتھ شریک کار بناکر اولیں موقع جنگ پر آسٹریا پر حملہ آور ہونے کا وعدہ کیا دونوں نے وعدہ کیا کہ صلح و آشتی کا اسوقت تک تذکرہ نہ ہو جب تک کہ آسٹروی ارض اٹلی سے بالکل نکال نہ دیئے جائیں اور بشرط امکان اتحادی، خود وانا پہنچکر شرائط صلح پیش کریں اسے یہ توقع تھی کہ روس کا سلوک عملاً دوستانہ ہوگا رہے انگلستان اور پروشیا وہ کم از کم غیرجانبدار ہونگے۔ حسب نتائج جنگ، بشرط کامیابی اٹلی کا نظام مملکتی سرے سے بدلدیا جانیوالا تھا۔ پاپائے روما

قرارداد Plombieres ۱۸۵۸ء

سے کہ مقبوضات پر دست تصرف دراز کرنے سے، فرانس میں اعتقادات عامہ کی برہمی کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے نپولین پس وپیش میں تھا لیکن اس پر کاوور کی عزیمت اور استقلال غالب آئے۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ شمال اٹلی کی ایک متحدہ سلطنت قائم کر دینے کے لئے نہ صرف لمبارڈ وینیشیا اور ڈچیز (Dutchies) بلکہ لیگیشنس اور مارچز بھی تاج پیڈمانٹ کے ساتھ وابستہ کر دیے جائیں۔ امبریا اور ٹسکینی کو متحد کر کے، پارما کی ڈچیز ریجنٹ کے ماتحت وسطی اٹلی کی ایک سلطنت قائم کی جائے۔ دوسری طرف نیپلس جہاں شمال میں اسٹروی حکومت کی شکست وریخت سے ایک متوسطی انقلاب کا رونما ہونا لازمی تھا اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حکومت روما اور ضلع کومارکا، ایک فرانسیسی گارڈ کے زیر حفاظت، پاپائے روما ہی کے زیر نگیں رہنے۔ آخر میں اسطور پر ترتیب دی ہوئی چار مملکتیں مجموعی طور پر ایک اطالوی وفاقیہ میں منسلک ہوں۔ لیکن یہ نہ تھا کہ اس کے معاوضے میں آزاد اٹلی اپنے رفیق کو صرف ایک حقیر قیمت ادا کر کے سبکدوش ہو جاتا۔ اگر سیاسی تدبیر کے پھیل کے اواخر زاویہ نگاہ سے اسکا مطالعہ کیا جائے تو دولت بونا پارٹیوں کے ایک فرد کے لئے بہ تمکنت خاندان سیوائے کی ایک دختر کا طلب کیا جانا اور ایک شانزدہ سالہ شہزادی کا ایک معمر عیاش کی عروسی میں دیدیا جانا ایک معمولی واقعہ ہو سکتا ہے۔ لیکن نیس اور سیوائے جیسے مقامات کی تجویزہ حوالگی جہاں پیڈمانٹ کے شاہی خاندانوں نے پرورش پائی تھی بالکل ایک دوسری سطح پر تھی۔ فرانس جسے اپنے آدھ سیر گوشت کی پڑی ہوئی تھی کسی بار تشکر کا کیونکر مطالبہ کر سکتا تھا کم سے کم سیوائے کا حاصل ہو جانا نپولین کے نزدیک ایسا امر تھا جسے وہ فرانس کے سامنے پیش کر کے اسکو جنگ چھیڑنے میں حق بجانب تصور کر اسکتا تھا۔ کیونکہ اسطور پر نہ صرف فرانس کی قدرتی سرحد یعنی کوہ الپ واپس ملتی تھی۔ بلکہ یہ عہدنامجات ۱۸۱۵ء کی پہلی خلاف ورزی ہوتی۔ جو فرانس کی مخالفت کے باوجود مرتب کئے گئے تھے اور ابتک قائم تھے اور جس کے متعلق یہ توقع کیجاتی تھی کہ شاید اسطور پر رہائن کی وہ سرحد حاصل ہو جائیگی جسے محالفۂ عظیمہ نے اس سے چھین لیا تھا اور جس کے حصول کی تمنا ہمیشہ اس کے قلب میں موجزن رہی تھی۔

قرارداد (Plombieres) پلومبی آیر کا دوئر کی تدبیر کی ایک نمایاں فتح تھی۔ لیکن اس نے اوسے ایک عجیب ضیق میں مبتلا کر دیا تھا۔ نپولین نے اس امر کا

صفحہ ۳۶۴

یقین کر دیا تھا کہ جنگ کے ظاہری اغراض انقلابی نہ ہونے چاہئیں اور یورپ کو مطمئن کر دینے کے لئے صرف ایک معقول سیاسی حیلۂ جنگ کی ضرورت تھی۔ اور بشرط امکان اس کی بہترین صورت یہ تھی کہ آسٹریا کو کچھ

اطلی کا ابر آلود مطلع

اسطور پر اکسایا جائے کہ وہ نقض امن پر آمادہ ہو جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کاوور کمربستہ ہو گیا۔ لیکن فرانس کی اندرونی قوتوں کا مثلاً قسیسی مخالفت اور اس قسم کے دیگر اسباب و علل کا نپولین پر کسی وقت ایسا دباؤ پڑ سکتا تھا کہ وہ اپنے وعدوں سے یک لخت منحرف ہو جانے پر مجبور ہو جاتا اس لئے حالات اور واقعات کو جلد سے جلد بحرانی حدود تک پہنچا دینا ضروری ہو گیا۔ اس دوران میں دول یورپ صفحہ ۳۶۵ ترقی پذیر اندیشہ ناکیوں کے ساتھ ان تاریک گھٹاؤں کا نظارہ کر رہے تھے جو افق اطلی پر جمع ہو رہی تھیں۔ پیڈ مانٹ کے سامان جنگ کی فراہمی اور فراوانی پر انگلستان نے خصوصیت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور اس فعل کو آسٹریا کے خلاف ایک بے معنی اور بے محابا اعلان جنگ قرار دیا۔ اور وہ بھی ایک ایسا اعلان جنگ جس کی ضرورت یوں اور نہ تھی کہ آسٹریا نے اپنے لمبارڈو وینشیا کے نظم و نسق کا وعدہ کر لیا تھا اور مقبول انام آرک ڈیوک میکسیملین کی معتدل حکومت کے زیر اثر شمالی اٹلی میں لیوپولڈ کے عہد زریں کے ظہور پذیر ہونے کی توقع ہو چلی تھی لمبارڈو وینشیا کے باشندوں کے رویئے پر، مجوزہ آسٹروی اصلاحات کے جن امکانی اثرات کا خطرہ تھا ان سے اطالوی تحریک کو جن نقصانات کے پہنچنے کا کاوور کو اندیشہ تھا وہ بے بنیاد ثابت ہوئے وہ ایک جدید قوانین کا اضافہ، اور اس رقبے کی وسعت پذیری جہاں جبری فوجی خدمت نافذ تھی، اور زر کرنسی کو مغشوش کر کے سلطنت کے دیگر سکۂ رائج الوقت سے ہم سطح کر دینا ایسے واقعات تھے جنھوں نے اپنے تمام انتظامات اور اصلاحات کو زیر و زبر کر دیا جو میکسیملین کی معتدل حکومت کے رہین منت تھے۔ خارجی تعلقات کے متعلق بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے کہ آسٹروی حکومت کی تنگ نظری کیوو رکے ہتھکنڈوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔

پیڈ مانٹ جس کی فرانس رفاقت کر رہا تھا۔ اور آسٹریا میں اب جنگ چھڑنے والی ہی تھی جلد سے جلد ایک ایسا راز ثابت ہوا جو سب پر ظاہر ہو چکا تھا۔ ۱۸۵۹ء کے نوروز کو قصر تولری

میں دربار کے موقع پر، آسٹروی وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے نپولین نے اس امر پر اظہار تاسف کیا تھا کہ "دونوں سلطنتوں کے موجودہ تعلقات ایسے خوش گوار نہ تھے جیسے اس سے پہلے تھے" سرکاری تشریحات و تعبیرات کے باوجود یہ الفاظ تمام یورپ کے نزدیک تہدید جنگ کی دھمکی کے مرادف تصور کئے گئے[1] فرانس کے اس ارادے کی پیروی پیڈمانٹ نے اس سے زیادہ مبہم الفاظ میں کی، ۱۰ جنوری کو وکٹر عمانوئیل نے ٹیورن میں پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران میں اس امر کا اعلان کیا تھا کہ وہ "اس شور ماتم سے بے خبر نہ تھا جو اٹلی کے مختلف گوشوں سے بلند ہو ہو کر اس کے کانوں تک پہنچ رہا تھا" اور پیڈمانٹ کے اس ارادہ پر کہ وہ اٹلی کے اغراض و مقاصد کی علمبرداری کے لئے کمربستہ تھا جس جوش و خروش کا اظہار کیا گیا وہ اس امر پر دال تھا کہ اگر آسٹریا سے دست و گریباں ہونے کی نوبت آئی تو خاندان سیوائے کے ماتحت تمام اٹلی متحد ہو جائیگا۔ پرستاران جمہوریت صفحہ ۳۶۶
کی نسبتاً ایک قلیل تعداد کے علاوہ، انجمن ملیہ نے سب کو اپنی صف میں شامل کر لیا تھا اور اس امر کے محقق ہو جانے کے بعد کہ وکٹر عمانوئیل اور نپولین اپنے ارادے پر نہایت خلوص اور پختگی کے ساتھ قائم ہیں، اس نا آمیز عنصر کا غالباً حصہ بھی) ۔اٹلی کو آزاد دیکھنے کی آرزو کو نذر نسیاں کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ صرف میزنی ہی کی ایک ایسی ذات تھی جو انتہائے ضد کے ساتھ اپنے نصب العین پر قائم تھی اُسے اس امر پہ اصرار تھا کہ وہ صرف اٹلی ہی کے علم اتحاد کے سایۂ عاطفت میں گام فرسا ہو سکتا تھا اور یہ صرف اطالوی ضرب شمشیر سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اب بجائے اس کے وہ سیاسی حکمت عملی کے مصنف کا رہین منت ہوتا اُس نے اپنے بقیہ و فاکیش وابستگان دامن کے ساتھ اپنے خیمہ و خرگاہ کو مراجعت کرنا قابل ترجیح تصور کیا لیکن میزنی کا کام انصرام کو پہنچ چکا تھا۔ اب اٹلی کو پیغمبروں کی نہیں بلکہ اولو العزم نبرد آزماؤں اور مدبران سلطنت کی حاجت تھی۔

اب معاملات و واقعات نہایت سرعت کے ساتھ نازک ہونے لگے تھے۔ اور چونکہ نپولین کا ارادہ اور اس کی نیت طشت از بام ہو چکی تھی اس لئے آسٹریا نے

نپولین کا رویہ

[1] کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد بست و دوم صفحہ ۱۳

لمبارڈی میں اپنی فوجیں مجتمع کرنی شروع کردیں۔ ۱۳ جنوری کو پرنس نپولین اپنی عروس (Clotilde)

لمبارڈی میں آسٹروی افواج

کلوتیلد کا مطالبہ کرنے کی غرض سے ٹیورن کے لیئے روانہ ہوا اور اسی ماہ کی ۱۸ تاریخ کو اس نے پیڈمانٹ کے ساتھ ایک جارحانہ اتحاد پر دستخط ثبت کردئے۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ لمبارڈو و نیشیا اور ڈچیز اور بشرط امکان رومینیا اور مارچز بھی خاندان سوائے کے حوالے کردیئے جائینگے اور اس کے معاوضے میں فرانس، سوائے پر قابض و متصرف ہوجاتا۔ (Nice) نیس کی منزل مقصود فی الحال غیر متعین رہی[1] اسی وقت ایک فوجی معاہدے پر دستخط کیئے گئے تھے جس کی رو سے قرار پایا کہ وسط اپریل اور آخر جولائی کے درمیانی زمانے میں کسی وقت اعلان جنگ کردیا جائیگا اور فرانس نے دو لاکھ آدمیوں سے امداد کرنے کی ذمہ داری بھی لے لی تھی لیکن اس اثنا میں نپولین دنیا کو اپنی پرشوکت ضربت شمشیر سے آشنا ہونے کے لیئے ۴ فروری کو پیرس میں ایک تحریر شائع کی گئی جسے یوں تو خود شہنشاہ کے دمساز (La Gueronniere) لاگیرونی ایر نے مرتب کی تھی لیکن اس کا روح رواں خود نپولین تھا۔ اس میں اٹلی کے ہیجان و اضطراب کا خاتمہ کرکے اطالوی قوم کو آسودہ و مطمئن بنانے اور پوپ کو نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی حالت سے نجات دلانے کی شدید ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی تھی۔ یہ ساری دربست ایک وفاقی نظام کے ماتحت سرانجام پانے والی تھی اور چونکہ اس میں آسٹریا سب سے زیادہ نمایاں طور پر سد راہ ہو رہا تھا اس لیئے کنایتہً یہ بات بھی ظاہر کردی گئی تھی کہ اس نظام کی تکمیل کی لیئے آسٹریا کا اخراج لازمی تھا۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو فرانس اُم الامم الیعنی روما، کا ہدوش اور ہم پہلو ہوگا۔

صفحہ ۳۶۷ اب اٹلی کے سارے انتظامات تمام و کمال ہوچکے تھے۔ حتیٰ کہ ٹسکنی جو تمام شمالی مملکتوں میں اپنی منفردانہ اور متنفرقانہ روایات کے لیئے مشہور تھا، ریکاسولی کی دوراندیشانہ

کاوور کانگرس کی مخالفت کرتا ہے

رہبری میں پیڈمانٹ اور اٹلی کے بزرگ اور وسیع تر وجود میں اپنی انفرادیت کو جذب کردینے پر آمادہ ہوگیا۔ بادشاہ کی تقریر سے آسٹریا کی طرف سے جس جذبۂ تمرد اور تنفر کا اظہار ہوتا تھا اس نے جوش اور سرگرمی کی

---

[1] بولٹن کنگ جلد دوم صفحہ ۵۶ نوٹ۔

ایک ایسی روپیدا کر دی تھی جو پیڈمانٹ کی سرحد کو عبور کر کے دور دور تک پہنچ چکی تھی اور افواج اٹلی میں شامل ہونے کے لئے ہزاروں رضاکار جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ جماعت اور فرقہ بندیوں کا وہ ہنگامۂ بغض و عناد جو پیڈمانٹ میں رونما تھا جمود و سکوت کی اُن ہیبت زائیوں میں جذب ہوگیا جو جنگ کے طوفانی ہول وہراس کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ اور اب ہر جگہ کاوُ ٹر جس کے طرز عمل کی عظمت اب مسلّم ہو چکی تھی ہر طرف حاوی نظر آتا تھا۔ تذبذب اور اندیشے کی ابھی ایک اور اذیت باقی تھی جس سے عہدہ برآ ہونے کے بعد اس کی مافوق الانسان کوششیں پوری کامیاب ہو جاتیں۔ باوجود اس کے کہ پروشیا آسٹریا سے خار کھاتا تھا اگرچہ من مجلس تلی جو رود بار رائن پر فرانسیسی ریشہ دوانیوں سے بغایت خائف تھی آسٹریا کی صف میں جا ملتی تو کیا انجام ہوگا! اگر روس کو کسی طرح اسبات پر آمادہ کر لیا جائے کہ وہ مشرق میں ان کی توجہ جذب کرنے لگے تو پھر سارا الجھل بنجائیگا۔ لیکن اس صورت میں انگلستان یہ خیال کرکے کہ روسی فرانسیسی اتحاد جسکا اسکو ہمیشہ سے خوف تھا ضرور ایک امر واقعی ہو جائیگا معلوم نہیں کیا روّیہ اختیار کرے یا اگر فرانس نے قوم اور ملت کی حمایت میں شمشیر بے نیام کی تو کیا دول یورپ کا ایک جتھہ بلا اختلاف اسکے خلاف صف بستہ نہ ہو جائیگا؟ انگریزی حکومت نے جو صلح اور عافیت کی علمبرداری کا دم بھرتی تھی کاوُ ٹر کی اندیشہ ناکیوں کو تکان دی اور اس مسئلے کی بنیاد پر جو فی نفسہ اسکے نزدیک تنقیح طلب یا متنازعہ فیہ تھا۔ آسٹریا اور پیڈمانٹ میں ایک دوستانہ مصالحت قائم کرا دینے کے لئے ہمہ تن طیار ہوگئی۔ لیکن پیڈمانٹ کے ارادے اور عزم کی سنگلاخ چٹان سے انگلستان کا منصب توسل اور نپولین کی وہ تمام مساعی جو ایک مفاہمے کے لئے بر سر کار لائی گئی تھیں ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔ وکٹر عمانوئیل نے اس بات کی دھمکی دی کہ اگر نپولین نے ان پابندیوں سے گریز کیا جنھیں وہ اپنے اوپر عائد کرچکا تھا تو پھر وہ تاج و تخت سے دستکش ہو جائیگا جس کے یہ معنی تھے کہ انقلاب کیلئے ہر بندش سے آزاد کر دیا جائیگا۔ لیکن اس خلفشار سے نجات پانے کے لئے اب بھی ایک صورت باقی رہ گئی تھی۔ ۱۸ مارچ کو روس کے ایما سے نپولین نے یہ تحریک پیش کی کہ صفحہ ۲۶۸

۱؎ ملاحظہ ہو مراسلات متعلقہ معاملات اٹلی۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۳۲ صفحہ ۱۳۶۔

دول یورپ کی ایک کانگرس کے سامنے اطالوی مسئلہ پیش کیا جائے[1]۔ کانگرس کا اجتماع

مجوزہ یورپین کانگرس

کیبور کے تمام منصوبوں اور اٹلی کی امیدوں کا قلع قمع کر دیتا۔ خود انگلستان کی خیر اندیشی اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی کہ اس نے پاپائی جاگیروں کی بدنظمی اور ان قباحتوں کو تسلیم کر لیا، جنکا سبب آسٹریا اور پیڈمانٹ کے کشیدہ تعلقات تھے۔ اٹلی کی نجات کا مدار اب صرف عہدنامجات کے درہم برہم کر دینے پر تھا۔ لیکن انعقاد کانگرس سے ان کی زندگی میں ایک جدید اضافہ ہوتا تھا تاہم کاوور نے دول یورپ کی مخالفت کرنے کی جرات نہ کی۔ یکے بعد دیگرے ان میں سے ہر ایک نے روس کی تجویز سے اتفاق کرنا شروع کر دیا۔ پروشیا کا خضر راہ انگلستان تھا اور آسٹریا نے بھی اس شرط پر اپنی رضا دیدی کہ پیڈمانٹ کو ہتھیار رکھ دینے میں سبقت کرنی ہوگی۔ کاوور اسبات کو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ اسکی سالہا سال کی محنت و جانکاہی کے ثمرات اسطور بر باد ہو جائیں اور وہ ایک وار بھی نہ کر سکے۔ اس نے نپولین کو دھمکی بھی دی اور اسکی منتیں بھی کیں لیکن نپولین کچھ ایسی پیچیدگیوں میں الجھا ہوا تھا کہ وہ ان میں سے ایک کے خلاف بھی اظہار نفرت نہ کر سکا۔ اس نے اطالوی مدبر کے صفحۂ دل پر یہ نقش بٹھانا چاہا کہ کانگرس صرف ایک فریب نظر تھی اور جلد یا بدیر جنگ کا رونما ہونا ناگزیر تھا۔ لیکن یہ نپولین کا تذبذب نہیں بلکہ آسٹریا کی سیاسی بدسلیقگی تھی جس نے نتائج کو اس کی توقعات کے خلاف، جلد تر رونما کر دیا۔ آسٹریا نے با دل ناخواستہ کانگرس کے لیئے اپنی رضا دیدی تھی۔ وہ اسبات کو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ یورپ کی عدالت العالیہ کے سامنے اسے جوابدہی کرنی پڑے چہ جائیکہ پیرس کی کانگرس والا خطبۂ سب و شتم دہرانا پڑے۔ شہنشاہ اور افواج دونوں پیڈمانٹ کو اسکی گستاخیوں کی سزا دینے کے لیئے آگ بگولا ہو رہی تھیں۔ وہ بغیر شروط مراعات کو منظور کرنے کے لیئے کسی طرح آمادہ نہ تھے۔ کانگرس میں آسٹریا صرف اس شرط پر شریک ہو سکتا تھا کہ پیڈمانٹ اسلحہ الگنی پر مجبور کیا جائے اور اس کے نمایندے اجلاس کانگرس سے بالکل نکال دیئے جائیں۔ مالسبری نے اس حقیقت کا ادعا کرتے ہوئے کہ یورپ کی پانچ حکومتوں کی نگرانی

---

[1] ملاحظہ ہو مراسلات متعلقہ معاملات اٹلی۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۵۹ء جلد ۳۲ صفحہ ۱۳۶

ہیں اس کے اغراض و مقاصد کی کافی نگہداشت ہوگی، حکومت سارڈینیا پر یہ زور ڈالا کہ وہ راضی برضا ہو جائے[1]۔ لیکن کاوور نے اب موقع دیکھا۔ اس لئے اپنے حریف سامانیوں سے دستکش ہونے یا کانگرس میں ایک فریق کی حیثیت ہونے سے اسوقت تک کے لئے انکار کر دیا جب تک کہ دول یورپ پیڈمانٹ کو مساوی حیثیت دیکر شریک کار نہ بنالیں۔ اسطور پر چونکہ آسٹریا اور پیڈمانٹ دونوں نے سپر افگنی سے انکار کر دیا اسلئے کانگرس کا خیال بھی نظر انداز کر دیا گیا اور لارڈ ملمسبری نے یہ تحریک پیش کی کہ تینوں حکومتیں ایک ساتھ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیجائیں اور (Laibach) لائے باخ کی مثال پیش نظر رکھکر اطالوی مملکتوں کو اپنے اپنے دعاوی دول عظیمہ کی بارگاہ معدلت میں پیش کرنے چاہئیں[2]۔ یہ تجویز خود آسٹریا نے پیش کی تھی اور نپولین کو کم سے کم ظاہری طور پر اپنی رضا دینے پر مجبور ہونا پڑا کاوور پر اب عالم یاس طاری ہونے لگا تھا۔ لیکن آسٹریا ایک ایسی غلط چال چلا کہ بازی ایکدفعہ پھر کاوور کے قبضے میں آگئی۔ وائنا میں موافقین جنگ کا ستارہ عروج پر تھا اور اس کا سدباب کرنے میں بیول کی تمام مساعی بے سود ثابت ہوئیں کنونشن (معاہدہ) پر اس لئے دستخط نہیں کئے گئے تھے کہ اس سے واقعتاً سپر افگنی مدنظر تھی اور اس کے انجام پذیر ہوتے ہی ۱۲ر اپریل کو مستحفظین صف آرا ہونے کے لئے طلب کئے گئے۔ دوسری طرف نپولین کے ایک تاکیدی حکمنامے کے پہنچ جانے سے کاوور چار ناچار یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، رضاکاروں کو فوجی خدمت سے سبکدوش کرنے اور فوج کو تخفیف میں لاکر اس تعداد پر پہنچا دینے پر مجبور ہوگیا جس پر وہ ایام صلح میں تھیں۔ ۱۹ر اپریل کو ٹیورن سے ایک تار کے ذریعے سے حکومت برطانیہ کو اس فیصلے کی اطلاع پہنچی۔ اب صلح متیقن معلوم ہونے لگی اور اٹلی کی توقعات ایکبار پھر بر آئیں لیکن اس اثنا میں آسٹروی حکومت کشاکش انتظار سے تنگ آچکی تھی اور ۲۳ر اپریل کو قبل اس کے کہ کاوور کے قبضے کا اہالیان وائنا کو علم ہو ٹیورن

صفحہ ۳۶۹

سارڈینیا کے خلاف آسٹریا کا اعلان جنگ ۲۳ر اپریل ۱۸۵۹ء

---

[1] ملمسبری بہ ڈسن ۱۸ر مارچ ۱۸۶۱ء باب ۳۲ صفحہ ۱۴۱

[2] ملمسبری بہ لفٹس ۱۳ر اپریل ۱۸۵۹ء کاغذات پارلیمنٹ جلد ۳۲ صفحہ ۱۹۰

میں ایک تار بدیں مضمون وصول ہوا کہ اگر پیڈمانٹ نے سلحداری فوراً موقوف نہ کر دی تو افواج کو حملہ آور ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ کادوئر پر شادی مرگ کی حالت طاری ہونے لگی آسٹریا۔ نے جنگ ناگزیر کر دی تھی اور وہ تمام یورپ کی نظروں سے گر چکا تھا اور جسکی ہمدردی اب پیڈمانٹ کے لئے مخصوص ہو چکی تھی جس نے عافیت عالم کے خیال سے اپنے عزیز ترین عزم کو خیرباد کہدیا تھا اور جسکے بے محابا ظلم و جور کے تدارک، اور مدافعت میں شمشیر بکف ہونے پر قوانین الٰہی یا انسانی کے نزدیک کسی طرح ملزم نہیں قرار دیا جاسکتا تھا کادوئر فرط تفاخر سے پکار اٹھا" پانسہ پھینکا جا چکا اور ہم تاریخ مرتب کر چکے"!

نپولین کو اب ایک ایسا سیاسی حیلہ ہاتھ آگیا تھا جس کا وہ منتظر بھی تھا اور ۲۹ر اپریل کو اس نے حسب ضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔ دوسری طرف آسٹریا کو اپنی اس فاحش سیاسی غلطی کا پہلا خمیازہ یہ اٹھانا پڑا کہ وہ ہر طرف سے بالکل بے یار و مددگار ہو گیا پروشیا بھی خاموش خشمناکی کے ساتھ کنارہ کش ہوا۔ روس اور انگلستان نے رقبۂ جنگ محدود رکھنے اور چھوٹی چھوٹی جرمن مملکتوں میں آسٹروی اغراض و مقاصد کے ہمدردوں کو قابو میں رکھنے کی انتہائی کوششیں کیں۔ اب آسٹریا کو یکہ و تنہا فرانس اور پیڈمانٹ کی متحدہ قوت کا سامنا تھا تاہم ابتدائے کار میں واقعات اور حالات اسکی مساعدت کر رہے تھے صفحہ ۳۷۰

نپولین کا آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کرنا

اور ایک جانبازانہ اقدام عمل، فرانسیسی امداد پہنچنے سے قبل اٹلی کی ساری سطوت او طاقت کو خاک میں ملا دیتا۔ لیکن قسمت پیڈمانٹ کی یاوری کر رہی تھی ۲۶ر اپریل سے جنگ کی کشاکش رونما تھی لیکن دریائے ٹی چینو کو آسٹروی کہیں ۲۹ تک جا کر عبور کر سکے اور اسکے بعد بھی بجائے اس کے کہ وہ اپنی افواج کو مجتمع کر کے دشمن کو ایک ایسی کاری ضرب لگاتا کہ اس کا وہیں قلع قمع ہو جاتا، نااہل آسٹروی جنرل جولے نے افواج کو تین ہفتے تک بیکار مختلف نقل و حرکت میں مبتلا رکھا، دوسری طرف فرانسیسی افواج جنوا اور بالائے کوہ درہائے آلپس سے گزر کر اٹلی میں داخل ہو رہی تھیں نپولین اپنے لشکر کا خود قائد اعظم تھا۔ اور اسی کی موجودگی میں اتحادیوں نے ۲۰ مئی کو اس جنگ کی اولین فتح مونتی بیلو میں حاصل کی جسکا نام فرانسیسی افواج کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہیگا۔ اتحادی افواج نے اب مشرق کی طرف میلان کا رخ کیا۔ دوسری طرف اندرون ملک کچھ

اٹلی میں لشکر کشی

بے قاعدہ افواج گاریبالڈی کی سرکردگی میں شمالی جھیلوں کے مضافات میں برسر پیکار تھیں
۳۰ مئی کو فتح پالسٹرو جس کا سہرا تنہا اطالویوں کے سر تھا جذبات وطن پرستی کی آگ
میں ایندھن ڈالنے کا کام دے گئی جس پر گاریبالڈی اور اس کے رضاکاروں کے کارنامے
مستزاد تھے۔ ۴ جون کو جنگ ماجنٹا وقوع پذیر ہوئی جس کی شاندار کامیابی کا سہرا
فرانسیسی جنرلوں کے نہیں بلکہ فرانسیسی سپاہ کے سر تھا۔ اب میلان تک راستہ صاف
تھا اور ۸ تاریخ کو اتحادی سلاطین باشندگان شہر کے بے پناہ طنطنۂ تہنیت میں
وارد شہر ہوئے۔

تسخیر میلان کا اثر فی الفور ظاہر ہوا۔ ایک وقتی جذبے کے ماتحت نپولین نے
ایک اعلان اس مضمون کا شائع کر دیا کہ اس کا ارادہ اہالیان اٹلی کی کسی جائز حق طلبی، صفحہ ۷۱۳
یا حوصلہ مندی سے تعرض کرنے کا نہیں ہے اور انھوں نے اب زبان پکڑ لی۔ آغاز جنگ
میں ٹسکنی نے اپنے گرینڈ ڈیوک کو نکالدیا اور بادشاہ کی متابعت و موافقت کا اعلان
کر دیا تھا۔ وکٹر عمانوئیل نے اب لمبارڈی کو پیڈمانٹ سے ملحق کر دینے کا اعلان کر دیا
موڈینا اور پارما دونوں کے حکمران ڈیوک اپنے اپنے آسٹروی فوجی گارڈ لیکر فرار ہو گئے
اور ۱۳ جون کو دونوں مملکتوں نے ۱۸۴۸ء کے فرامین الحاق کی تجدید کر دی۔ آسٹرویوں
نے ۱۱ کو بولونیا خالی کر دیا تھا اور ایک ہفتے کے اندر ہی رومینیا، مارچز اور امبریا
میں سیلاب انقلاب پھیل گیا۔ اسمیں شک نہیں دونوں موخرالذکر ملک میں پاپائے روما کی اجرتی
سپاہ نے انقلاب کو فرو کر دیا تھا لیکن رومینیا نے تا صدور فیصلۂ آخر وکٹر عمانوئیل
کو مختار کل بنا دیا۔

اس دوران میں جولے پسپا ہو کر حصہ مستطیل تک پہنچ گیا اور ۲۰ ۲۱ جون کو تمام
آسٹروی فوج دریائے منچیو کے عقب میں آگئی۔ جولے جس کی نااہلی ضرورت سے
زیادہ ثابت ہو چکی تھی کمان سے معزول کر دیا گیا۔ شہنشاہ فرانسس جوزف نے
بنفس نفیس بہ حیثیت جنرل ہس سرخیل عملۂ حربی پوری افواج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔
۲۳ جون کو آسٹرویوں نے منچیو پر ایک دفعہ پھر اس خیال سے پیشقدمی کی کہ قبل اسکے
کہ اتحادیوں کو کمک پہنچے وہ انھیں زیر کر لیں گے۔ یہ کوشش رائگاں ہوئی۔ اور
سولفرینو کی شدید جنگ ۲۴ جون میں ایک دفعہ پھر اتحادیوں کو فتح کامل نصیب ہوئی

اب اپنے سامنے سے آسٹریوں کو دھکیل کر باہر اور نکے وجود سے لمبارڈی اور وینیشیا
کو پاک وصاف اور شاید خود داخل دانستہ ہو کر شرائط صلح پیش کرتے ہیں، اتحادیوں کے
سامنے کوئی شے حائل نہ تھی۔ لیکن آزادی اٹلی کا مسئلہ اتنی سہولت سے نہیں طے ہوسکتا
تھا کتنے ہی اغراض ومقاصد ایسے تھے جنہوں نے متحدہ طور پر اختتام جنگ کے لئے
نپولین کو مجبور ومشوش کر دیا۔ اسکی صلح جو طبیعت جدال وقتال سے ابا کرتی تھی۔ وہ فتوحات جو
جامۂ ہزیمت اختیار کرنے سے بال بال بچی تھیں اسکی پست ہمتی کو اعتبار واعتماد میں تبدیل
نہ کر سکیں۔ اسے کچھ یہ بھی محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اطالویوں کے لئے، جنکی بے باک
فطرت اب اس کی آزردگی کا باعث ہونے لگی تھی، بہت کچھ کر چکا تھا اتحادی لشکروں
کی پیش قدمی کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے، فرانس کے سایۂ عاطفت میں
اطالوی وفاقیہ کا نقش تصور دھندلا نظر آنے لگا تھا اور متحدہ اٹلی کا خواب ایک جدید
تعبیر اختیار کرنے لگا تھا اس نے جنگ کی ابتدا اس خیال سے نہیں کی تھی کہ اسے اپنی سلطنت کے پہلو میں
ایک ایسی مضبوط اور متحد حربی طاقت کے قائم ہو جانے کا احتمال تھا جو کچھ دنوں بعد اپنے اس قرض کو جو یافتنی تھا
تلخی کے ساتھ محسوس کرنے لگی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ فرانس کی فتوحات صفحہ ۳۷۲
کہیں اسے دوسری اور خطرناک پیچیدگیوں میں نہ الجھا دیں۔ ایک جرمنی حکومت
کے مصائب اور مصیبتوں نے جرمنی میں آرائے عامہ کو شدت سے متوجہ کر دیا تھا حتیٰ کہ
خود پروشیا کو اسبات کا خطرہ نظر آنے لگا تھا کہ آسٹریا کو مغلوب کر کے کہیں فرانس
رائن کی طرف پیش قدمی نکرنے لگے۔ بہرحال یہ پروشیا کا بدلا ہوا رویہ تھا جس نے نپولین
پروشیا کا رویہ | کو صلح کرنے پر آمادہ اور مستعد کر دیا، فی الحقیقت، پروشیا کو
آسٹریا کی کمزوری پر آزردہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی گو اسکے
ساتھ ساتھ اس کا فرانس کی طاقت پذیری کو اندیشہ ناک تصور کرنا برمحل تھا۔ ان حالات
کے باعث اس نے بسمارک کا وہ طرز عمل اختیار کیا جو جنگ کریمیا کے دوران میں
موخر الذکر کا تھا۔ پروشیا نے اپنی فوج کے کچھ حصے کو مجتمع کیا اور اس کے بعد اس
نے اپنی متوسلانہ خدمات ان شرائط کے ساتھ آسٹریا کو پیش کیں کہ موخر الذکر
اسے وفاقی مجلس ملی پر پورا قبضہ وتصرف رکھنے کی اجازت دیگا اور ان عہد ناموں
کو معدوم اور معطل کر دیگا جن کی رو سے اطالوی ڈچیز کے معاملے میں اسے حربی مداخلت

کا استحقاق حاصل ہوا تھا، یورپ کی آرائے عامہ کو مطمئن کر دیگا۔ آسٹریوں نے ان شرائط کو منظور کرنے سے انکار کر دیا لیکن ۲۴ جون کو پروشیا نے چار جلیفی فوجی دستوں کو طلب کر کے روس اور انگلستان کو ایک صلح جویانہ مداخلت میں شریک کار بننے کی دعوت دیدی۔ اٹلی میں انقلاب کی دار وگیر کی کامیابی سے خائف ہو کر روس نے اُسے قبول کر لیا اور کابینۂ برلن صلح و عافیت کے حصول میں برابر کوشاں رہا یہ پالیسی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی۔ محاربۂ سولفرینو کے بعد پروشیا نے بار دیگر آسٹریا کو مطلع کر دیا تھا کہ اسے جرمنی سے حصول امداد کی کوئی توقع نہ تھی تاہم رائن پر پروشیوی سیاہ کا اجتماع نپولین کے اندیشے کا باعث ہوا اور وہ صلح کے لیئے متردد نظر آنے لگا۔ اسکی پہلی چال اسباب کا اندازہ لگانا تھا کہ آیا انگلستان سے کسی خیر اندیشی کی توقع کرنی ممکنات سے تھی یا نہیں۔ لیکن جون میں وزارت ڈاربی کے بجائے پامرسٹن کی وزارت برسر کار آئی جو اپنے وزیر خارجہ لارڈ جان رسل سے متفق ہو کر اٹلی کو ایک ایسی طاقتور سلطنت کی حیثیت میں دیکھنے کا خواہشمند تھا جو آسٹریا اور فرانس دونوں کا سدباب کر سکتی پامرسٹن نے ایک ایسے منصب ثالثی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ بالکل ایک عضو معطل ہو کر رہ جائیگا۔[1] صفحہ ۳۷۲

بالآخر نپولین نے شہنشاہ فرانسس جوزف کے یہاں براہ راست رسائی پیدا کرنیکا فیصلہ کر لیا۔ اور ۶ جولائی کو اس نے ایک پیغام جو التوائے جنگ کی تحریک پر مشتمل تھا شہنشاہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ دو روز بعد اس پر دستخط کر دئے گئے اور

ولافرانکا کی التوائے جنگ ۹۔ جولائی

بسلسلۂ بازدید دونوں شہنشاہ ولافرانکا میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے۔ نپولین ایک ناقابل تسخیر قوت کا مظاہرہ کر کے آسٹریوں کو مبہوت اور خوفزدہ بنا دینے کی پہلے سے طیاری کر چکا تھا۔ لیکن فرانسس جوزف کی زبردست قوت ارادی نے نپولین کی انفعال پذیری پر اپنے تفوق کا نہایت آسانی سے نقش بٹھا دیا۔ آسٹروی شہنشاہ نپولین کو لمبارڈی اس شرط پر سپرد کر دینے پر طیار تھا کہ وہ اسے پیڈمانٹ کے سپرد کر دے

نوٹ [1] ایشلی۔ پامرسٹن جلد دوم صفحہ ۱۵۸۔

لیکن لٹسکنی اور موڈنیا انکے حکمرانوں کو حوالہ کر دینا لازمی تھا۔ رومینیا پاپائے روما ہی کے پاس رہنے دیا جائے تو چنداں حرج نہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ وینس کا مع قلعہ جات حصۂ مستطیل آسٹروی سلطنت کا جزو لاینفک ہو کر رہنا انجام کار دونوں شہنشاہوں نے باہمی طور پر اس امر کی ذمہ داری منظور کر لی کہ وہ پاپائے روما کی صدارت میں اطالوی وفاقیہ کی اسکیم کو ترقی دینے کی کوشش کرینگے۔

ولا فرانکا کی التوائے جنگ کی خبر باشندگان اٹلی کے لئے ایک برق بلا تھی وکٹر عمانویل اس مشاورت میں شریک نہیں کیا گیا تھا اور اس کے سامنے صرف امور مسلمہ پیش کئے گئے۔ یہ جراحت پر نمک پاشی کا کام کر گیا[1] ابتدا میں تو بادشاہ نے یہ کہدیا کہ وہ یکہ وتنہا جنگ کو قائم رکھے گا لیکن وطن پرستی کا جذبہ اس کی ذاتی مصیبت پر غالب آیا۔ اور اس نے اس سنہری عہد نامہ کو قبول کرنے کی ضرورت تسلیم کر لی۔ لیکن کیوور کی حالت بالکل برعکس تھی۔ وہ ذمہ داریوں اور کثرت کار کی طویل گرانباریوں سے خستہ حال اور تلخ صدمۂ مایوسی سے زار و نزار ہوچکا تھا اور زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ اسے ضبط نفس پر قدرت نہ رہی اور حالات و واقعات کو ان کے اصلی رنگ میں مشاہدہ کرنے سے قاصر رہا بعجلت تمام وہ وار وکمپ ہوا۔ اور بادشاہ کا اسکی بے محابا مشورت کو گوش گذار کرنے سے انکار کرنا تھا کہ اس نے گستاخانہ سب وشتم کا مینہہ برسا دیا۔

اس مصادمہ کے اولیں اثرات سراسیمگی سے جس وقت اطالوی بیدار ہوئے ہیں تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی حالت ان کی توقعات سے زیادہ امید افزا تھی کاوور البتہ جس کی آئین سیاست پر ان کی توقعات کا مدار تھا، فی الحال گوشہ نشین ہوچکا ۳۷۴
تھا اور اس کا مستعفی ہو جانا، غیر ممالک سے اتحاد پیدا کر کے اٹلی کی فلاح و نجات حاصل کرنے کی طرز و تدبیر سے دستکش ہونے کا مرادف تھا اس طرز و تدبیر پر ناکامیابی کا حکم لگانا واقعات کے منافی تھا۔ اگر متحدہ اٹلی کے لئے ایک علم کے سوا کچھ اور نہ حاصل کیا جا سکا تو جنگ وپیکار کو بے سود نہیں کہا جا سکتا۔ لمبارڈی اور پارما کا پیڈمانٹ سے متحد کیا جانا، اطالوی سلطنت کے اساس و تعمیر کی وہ خشت اولیں تھی جس کو

[1] ڈیلاروکا، خود نوشتہ سوانح عمری جلد ا صفحہ ۱۶)

تمام یورپ نے تسلیم کر لیا تھا۔ اٹلی کے لیئے وائنا میں جو طوق و زنجیر طیار کی گئی تھی اسکے سخت اور مضبوط ترین حلقے توڑے جا چکے تھے اور اب اٹلی اور اس کی تمنا بر آریوں میں کوئی اصول بین الاقوامی حائل نہ تھا۔ دول یورپ کے رویئے سے فی الفور اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ معاہدہ ولافرانکا کے رو سے محروم حکمران ٹسکنی اور موڈینا کی مملکتوں پر از سر نو بحال کر دئیے گئے اور رومینیا میں پاپائے روما کا تسلط بھی ہوگیا۔ لیکن اگر اطالوی اس بند وبست کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے تو کیا تدابیر اختیار کیجاتیں، اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت جلد محسوس ہونے لگی کہ یہ سارا انتظام در وبست بیکار محض ہو کر رہ جائیگا۔ صرف حکومت آسٹریا ایسی تھی جو جلا وطن شہریاروں کو واقعتاً بحال کر دینے کے لیئے ساعی اور کوشاں تھی اور آسٹریا تجدید جنگ کے لیئے بالکل طیار نہ تھا۔ ایک طاقتور اطالوی مملکت کے قیام و عروج کا نپولین کو خواہ کتنا ہی خطرہ کیوں نہ ہوتا وہ اپنے قدیم رفقا کے خلاف ایسے اغراض و مقاصد کے لیئے صف آرا نہیں ہو سکتا تھا، جس کا فائدہ فوراً صرف آسٹریا کو پہنچتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتا تھا کہ ایک ایسے عہد نامہ کی خلاف ورزی پر چشم پوشی کر جاتا جس پر ابھی ابھی اس نے اپنے دستخط ثبت کیئے تھے۔ انجام کار حکومت انگلستان ہی صرف وہ دوسری طاقت تھی جس کے ادھر یا ادھر ملجانے سے کسی ایک فریق کا پلہ بھاری ہو سکتا تھا اور یہ پامرسٹن کی رہبری میں اطالوی حوصلہ مندیوں سے نہایت شد و مد کے ساتھ ہمدردی ظاہر کر رہی تھی۔ اسے ایک ایسے معاہدہ سے علی الاعلان مخاصمت تھی جس نے آسٹریا کو وینس کا مالک کل بنا کر حقیقتاً کسی قسم کا تصفیہ نہیں کیا تھا[1]۔ رفتہ رفتہ جس طور پر یہ واقعات منکشف ہوتے رہے اہالیان اٹلی عزِ نفس کے ساتھ
۳۷۵ راضی برضا ہوتے گئے اور عامۃ الناس نے متفق اللسان ہو کر اعلان کر دیا "اٹلی اپنے فرائض خود انجام دے لیگی"۔

نپولین سوم نے ایک ایسی مرکزی سلطنت اٹلی کا خواب دیکھا تھا جسمیں

---

[1] مراسلہ رسل بنام کاؤلی۔ ۲۵ جولائی ۱۸۵۹ء۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۰ء ۶۸، ۳۰۔ فین بنام رسل ایضاً۔ ۵۰۔ رسل بنام کرومیٹن ایضا ۶۶۔ بنام فین ایضاً ۸۳۔

مرکزی مملکتوں کی اتحادی تحریک

چتر شہر پارمی اس کے چچازاد بھائی اور وکٹر عمانویل کے داماد، پرنس نپولین کو تفویض کیا جانیوالا تھا لیکن دوران جنگ میں آرائے عامہ کی رو کچھ اسطور پر پلٹ چکی تھی کہ اب یہ سب کچھ ناممکن نظر آنے لگا تھا۔ اوائل جنگ میں، حکمرانوں کے فرار ہو جانے پر فلورنس موڈینا اور رومینیا میں پڈمانٹی کمشنر بھیجدئے گئے تھے پیڈمانٹ کے ساتھ اتنا نہیں جتنا کہ اطالوی سلطنت کے ساتھ (جسمیں پیڈمانٹ کی حیثیت صرف ایک مرکز کی تھی) منضم کردینے کے لئے تقریباً متفقہ طور پر تحریک شروع کردیگئی تھی اور اس کو سانحۂ ولافرانکا سے بجائے ضعف پہنچنے کے مزید تقویت پہنچی تھی۔ اب مقامی آزادی کے زبردست ترین علمبرداروں نے یہ محسوس کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ ایک طرف پاپائی افواج لاکاتولیکا میں بسر کیں تھیں اور دوسری جانب ڈیوک موڈینا اپنی افواج کے ساتھ دریائے پو کو عبور اور اپنے حقوق کو منضبط اور مستحکم کرنے کے لئے مناسب موقع کا منتظر بیٹھا ہوا تھا حکومت آسٹریا کے مقابلے میں جو وینس میں پوری طور پر قائم و استوار ہو چکی تھی۔ کم وبیش ایک پراگندہ اور منتشر وفاقیت بالکل بے وست بپا ثابت ہوئی۔ اب صرف اطالوی سلطنت ہی اطالوی آزادی کے لئے سودمند ثابت ہوسکتی تھی۔ واقعہ ولافرانکا کے بعد ہی حکومت تورین نے کمشنر ان متعینہ فلورنس پارما اور موڈینیا لوبونیا کو تار دیکر اس امر کی ہدایت کی تھی کہ وہ فوراً مستعفی ہوکر واپس آجائیں۔ سرکاری حیثیت سے یہ طرز عمل مناسب اور ضروری تھا لیکن خانگی طور پر ایسی تدابیر اختیار کی جاسکتی تھیں جن سے یہ کارروائی مسترد اور کالعدم ہوسکتی تھی کاؤنٹر اور وکٹر عمانویل دونوں نے اس امر کی کافی توضیح کردی تھی کہ ان احکام کی حرف بحرف تعمیل سرگرمی کا مرادف نہیں تصور کیجائیگی اور ان اشارات پر لوگ بعجلت تمام کاربند بھی ہوگئے۔ فلورنس کے کمشنر بون کمپانی نے تو فی الواقع استعفا دیدیا لیکن اپنے نصب العین اتحاد اٹلی کو عمل پذیر بنانے کے لئے عنان منصب ٹسکنی نژاد مدبر ریکاسولی کے حوالے کردیں بولونیا میں (D. Azeghis) دازیلیو نے اس حکم مراجعت کی تعمیل کرنے سے ۳۷۶
انکار کردیا موڈینا میں نارینی نے اپنی کمشنری سے تو ضرور استعفا دیدیا لیکن دوسرے ہی روز، ۲۸ جولائی کو وہ ڈوینا کا حاکم مطلق منتخب ہوگیا۔ چند دنوں کے بعد پارما نے بھی

اسی منصب کے لیئے اسے انتخاب کر لیا۔ دوسری چال یہ چلی گئی کہ ان کی سرکشی اور تمرد کی پشت پناہی کے لیئے سلحی اور حربی طاقت کا ایک پر تمکین مظاہرہ کیا گیا اور (D, Azeglis) دازیلیو کی تحریک پر مملکتہائے ٹسکنی موڈینا، رومینیا اور پارما چار مملکتوں کی ایک حربی لیگ قائم کی گئی اور اس لیگ کی طاقتوں کو مجتمع اور منضبط کرنے کے لیئے حکومت تورین نے جنرل فانتی کے ساتھ گاریبالڈی کو کمانیر بنا کر بھیجا۔

مرکزی مملکتوں کے اس مسلح اجتماع نے ان کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ اور مامون رکھا۔ اسٹریا کے حق مداخلت کو ولا فرانکا میں عمداً مبہم اور غیر متعین رکھا گیا

نپولین کا طرز اطوار

تھا اور نپولین کے نزدیک جس کے پاس لمبارڈی میں ابتک پچاس ہزار افواج تھیں۔ ڈچیز کا طرز، آسٹر دی مداخلت کی مخالفت کے لیئے کافی تھا۔ لیکن اس اثنا میں خود اس کے منصوبے بُرے طور پر خلط ملط ہو رہے تھے۔ متعدد متضاد اثرات کی کشاکش میں فی الحال اسے اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا کہ وہ وسطی ریاستوں سے پیڈمانٹ کا الحاق ممنوع قرار دیکر انھیں حالات و واقعات کے غیر منتقین توازن کو برقرار رکھتا کا دوئز کے نہونے سے کابنیہ تورین، فرانسیسی شہنشاہ کے فرمان کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اور اب وسطی ریاستوں کے رہنماؤں کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ وہ مختلف عناصر اتحاد میں سیاسی اور حربی اختلاط کے ذریعے سے کچھ اسطور پر شیر و شکر ہو جائیں اور اپنے ادارات کو پیڈمانٹ کے ادارات سے اسطرح مخلوط کر دیں کہ انجام کار متحدہ اٹلی میں جذب ہو جانے کے لیئے ایک شاہراہ نکل آئے۔

واقعات کی رفتار ترقی نے نپولین پر یہ حقیقت جلد منکشف کر دی کہ مسئلہ متنازعہ کا تصفیہ کسی نہ کسی طور پر کر دینا چاہیئے یہ اظہر من الشمس تھا کہ صرف طاقت ہی کی کار فرمائی مرکزی مملکتوں کو پیڈمانٹ میں ضم ہو جانے سے باز رکھ سکتی تھی یا پاپائی ممالک کا حصہ بخرہ کر دینے سے فیسی حمایت سے محروم ہو جانیکا جو اندیشہ تھا وہ اس خطرے سے کہیں زیادہ حقیر تھا جو اٹلی کو سالہا سال انقلابی شورشین کا مصدر و منبع رہنے دیئے جانے سے ممکن تھا، یا پھر اس کے یہ معنی تھے کہ آسٹریا کو جزیرہ نما میں اپنی سطوت کو از سر نو حاصل کرنے دیا جاتا۔ ۱۱ر نومبر کو زورخ میں ایک عہد نامے پر دستخط

ثبت کئے گئے اور آسٹریا سے عہدہ برآ ہونے کے لئے شہنشاہ کو مزید آزادی حاصل ہوگئی تھی اب اُس نے ایکبار پھر اُس اصول نیولینی کو برسرِ کار لانے کا عزم کیا جس نے اس سے قبل متحدہ سیاسی پیچیدگیوں میں اس کی دستگیری کی تھی۔ اگر وسط اٹلی کی مملکتوں کے استشارے نے (Plebiscite) الحاق کا فیصلہ کرلیا تو پھر وہ اپنی رضامندی کا اظہار کرنے ۳۷۷ کے لئے طیار ہو جائیگا۔ لیکن اگر اسطور پر اٹلی کو ایک عظیم الشان طاقت کی حیثیت حاصل ہوگئی تو اسے سیوائے اور نیس کے ممالک حوالے کر دئے جائینگے۔ اور یہ اس معاوضے کی قیمت ہوگی جسے نیس فرانس ولافرانکا بین اٹلی سے عہد شکنی کرنے سے حاصل نہ کر سکا تھا۔ یہ جدید تخیل، اس پالسی کے زیر و زبر کر دینے کا محرک ہوا جس پر وہ اتنے دنوں سے عامل رہ چکا تھا۔ کچھ عرصے سے وہ ایک ایسی کانگرس کے قیام و انعقاد پر زور دیرہا تھا جس میں تمام اطالوی مسئلے کا تصفیہ ہو جاتا اور وسط دسمبر میں شہنشاہ فرانس کی طرف سے حسب ضابطہ رقعات دعوت جاری کئے گئے جنہیں تقریباً تمام دول یورپ نے بادل ناخواستہ قبول کرلیا۔ لیکن کوئی کانگرس، فرانس کو اس امر کی اجازت نہیں دیسکتی تھی کہ وہ اپنی سرحدوں کو وسعت دے سکے کیونکہ دو لک حکومتیں، پاپائی مملکتوں کی قطع و برید کو کبھی گوارہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس طور پر نپولین کے دماغ نے آخر وقت میں جواب دیدیا اور اب اس نے اُسی اسکیم کی بیخ کنی کا عزم کرلیا جسے وہ خود تجویز کرچکا تھا۔ ایک پمفلٹ کے پردے میں اس نے ایک اعلان شائع کیا جس میں اس نے رومن مسئلے کے متعلق اپنے اُن خیالات کا اظہار کیا تھا جن سے کسی قسم کے معاہدے کا روبراہ ہونا ممکنات سے ہوگیا تھا "پوپ اور کانگرس"، پوپ کی دنیوی حکومت کو دول یورپ کی ضمانت اور کفالت میں دیدینے کی علی الاعلان وکالت کرتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا کہ فرانس اور آسٹریا میں سے کوئی ایک بھی رومینیا کے انقطاع واقعی کو منقلب نہیں کرسکتا تھا اور یہ تجویز پیش کی کہ متذکرہ صدر ضمانت و کفالت صرف روما اور اس کے مضافات کے اضلاع تک محدود رہیگی۔ اس اعلان کے بعد ہی ۴ جنوری کو (Wele wski) والیوسکی کو حکم معزولی سنایا گیا جس نے بحیثیت وزیر خارجہ اس امر کی انتہائی کوشش کی تھی کہ بادشاہ اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے

اس کے بجائے لبرل نظم ونسق کا تقرر عمل میں آیا۔ یہ ترکیب پورے طور پر چل گئی شہنشاہ فرانس کے منصوبے کا آشکار ہونا تھا کہ آسٹریا نے شرکت کانگریس سے انکار کردیا اور سارے نظام کا شیرازہ منتشر ہوگیا (۱)

اسی اثنا میں کاوور اپنے زاویہ عزلت یعنی لیری سے اٹلی اور یورپ میں
۳۷۰۱ سیاسی مدوجزر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ بے بود اور فضیحت انگیز وابستگی جو نپولین کے لطف وکرم سے ہم آواز تھی اور وہ سخت کوشی جو لمبارڈی کو پیڈمانٹ کے نمونے پر لانے کے لیئے عمل میں لائی جارہی تھی، وزارت رطاتزی کی اس کمزور اور تنگ نظر مسلک عمل پر وال تھی جس سے اطالوی آرائے عامہ اب پریشان اور درماندہ ہونے لگی تھی اور کاوور کی واپسی کے لیئے شوروشین کر رہی تھی۔ خود کاوور نے اس حقیقت کو محسوس کیا کہ اٹلی کی حالت نازک تھی اور اس کی نجات کا راز صرف فوجی دست وبازو

کیوراپنے منصب پر واپس ہوتا ہے ۱۶ جنوری ۱۸۶۰ء

اور قومی تدابیر اور وسائل میں مضمر تھا۔ ۲۳ رڈسمبر تک بادشاہ اور وزارت آرائے عامہ سے اس درجہ مغلوب ہوچکی تھیں کہ انھوں نے آئندہ کانگریس میں شریک ہونے کے لیئے کاوور کو پیڈمانٹ کی طرف سے نمائندہ منتخب ومقرر کردیا۔ کانگریس منعقد نہیں ہوئی لیکن ابھی ایک ماہ کا بھی عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ۱۲ جنوری ۱۸۶۰ء کو وزارت رطاتزی کو پیام زوال آگیا اور عنان حکومت پھر ایک بار پھر کاوور کے ہاتھوں میں آگئی۔ ابکی مرتبہ وہ اس عزم صمیم کے ساتھ واپس آیا تھا کہ نجوم سیاست کے قران مسعود اور باشندگان اٹلی کی عظیم الشان شجاعت اور نپولین کے تبدیل شدہ اطوار سے وہ انتہائی فائدہ اٹھائیگا۔ اس کا اولین اور اقرب ترین کارنامہ مرکزی اٹلی کو تاج پیڈمانٹ سے متحد اور وابستہ کرکے ایک ناگوار حالت اور کیفیت کا خاتمہ کردیا تھا۔ نظر براں، اطالوی آرائے عامہ اور دول یورپ کے عتاب وغضب کا مردانہ وار مقابلہ کرنا گوارا کرکے وہ نیس اور سیوائے سے دست بردار ہوگیا۔ اب رہا نپولین، اگر وسطی مملکتوں کے ایک جدید استشارے نے الحاقات کی تائید کی تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس فرمان عامہ کی متابعت میں سر تسلیم خم نہ کردیتا

نوٹ (۱) کاولے بہ رسل۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۰ء IXViii صفحہ ۲۸۲-

جس پر خود اس کے اختیار و اقتدار کی بنیاد تھی دوسری طرف جبتک کہ داؤنہ چل جاتا انگلستان اور دیگر تعویقی حکومتیں مغالطے میں رکھی جاسکتی تھیں۔ اگرچہ بدترین صورت حال کے لئے بدترین انجام مقدر ہوچکا تھا تو پھر آسٹریا کے خلاف اٹلی یکہ و تنہا اپنی پوری کائنات نذر جنگ کرکے قسمت آزمائی کرسکتا تھا۔

اب نپولین "عذاب دوگونہ" کی کشاکش میں تھا۔ ایک طرف تو اس کے وہ اصول تھے جن کا وہ اکثر ادعا کیا کرتا تھا، دوسری جانب وہ سیاسی وعدے تھے جن سے عہدہ برا ہونا لازم آتا تھا۔ فی الجملہ اس نے موخرالذکر حیثیت کو نظر انداز کرنا

۲۴ مارچ ۱۸۶۰ء کا عہد نامہ سیوائے اور نیس کی حوالگی

قرین مصلحت خیال کیا اور استشارے کے فیصلے کو بایں شرط تسلیم کرلینے پر رضامندی ظاہر کی کہ پیڈمانٹ ایک عہد نامے کی رو سے سیوائے اور نیس کو حوالہ کردینے کی پابندی اپنے اوپر عائد کرلے۔ ۱۱ و ۱۲ مارچ کے استشارے کے نتائج برآمد ہوئے تو کثرت آرا نہایت شد و مد کے ساتھ الحاق کی موافقت میں پائی گئی۔ ۲۴ مارچ کو کاوؤر نے ایک عہدنامے پر دستخط کردئے جس کے رو سے سیوائے اور نیس دونوں فرانس کے حوالے کردیئے گئے۔ محض رکھ رکھاؤ مدنظر رکھکر ان دونوں ملکوں کو بھی اپنی قسمت کا فیصلہ ایک استشارے کی رو سے صادر کرنے کا استحقاق تفویض کردیا گیا تھا۔ ایک ہفتے بعد ایمیلیا یعنے رومینیا، بولونیا اور موڈینا اور ٹسکنی کے متعلق حسب ضابطہ اس امر کا اعلان کردیا گیا کہ وہ سلطنت اٹلی کے حصص ہیں اور ۲ اپریل کو اولین اطالوی پارلیمنٹ کا جلسہ تورین میں منعقد ہوا۔ پندرہ دن کے بعد قیمت ادا کی گئی سیوائے اور نیس کو فرانس کے حوالے کردینے کے
متعلق، ان موخرالذکر ممالک میں استشارے حاصل کرنے کے لئے جس کارروائی کی ۳۷۹
تکمیل ۱۵ سے ۲۴ اپریل تک ہوئی تھی اس میں تقریباً متفقہ طور پر تبدیلی کی موافقت میں رائیں وصول ہوئی تھیں رائے دہی کی جملہ کارروائی کی ترتیب میں حکومت نے انتہائی دیدہ دلیری اور بےباکی سے کام لیا تھا اور کم سے کم نیس میں کثرت آرا فرانس سے متحد کئے جانے کی صریحی خلاف تھی۔ لیکن اطالوی ایوانوں کی ترش و تند صدائے احتجاج کے باوجود، جس کے متعلق بعض اوقات یہ اندیشہ

ہونے لگتا تھا کہ وہ کاوُر اور اس کی جملہ کارروائی کو درہم برہم کر دیگی، یہ قربانی ضروری اور لازمی تصور کی گئی۔ بہر حال اسوقت سے جبکہ فرانس اپنا آدھا سیر گوشت وصول کر چکا تھا، ایسے اطالوی جذبات تشکر پر کوئی استحقاق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مینزِلی اور اس سے زیادہ خیرہ سر دیگر محبان وطن کے شبہات کے باوجود وسطی مملکتوں کا الحاق کاوُر کی ہولناک حوصلہ مندیوں کے لیئے باعث تسکین ہوا۔ جملہ اٹلی کا ایک ہی تاج و نگین کے ماتحت متحد کر دینا وہ بام مقصود تھا جس کا دراصل

کیوُر کا اتحادِ انقلاب (فرانس) کے ساتھ

یہ الحاق ایک زینہ تھا۔ انقلابی سرگرمیوں کے خطرات سے کاوُر نا آشنا نہ تھا۔ لیکن وہ ان کی قدر و قیمت کو بھی پورے طور پر محسوس کر چکا تھا۔ اطالوی معاملات اور یورپ کے اندرونی تعلقات جیسے کچھ تھے۔ ان کا اندازہ کرتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ یہ (انقلابی) آلہ ان مختلف سیاسی جماعت بندیوں سے زیادہ موثر اور کارگر ثابت ہوگا جن پر وہ ابتک اعتماد کرتا آیا تھا۔ ولافرانکا کے بعد اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا تھا "شمالی سیاسی تدبیر کی نفرت سے لوگوں نے مجھے تعمیر اٹلی سے باز رکھا ہے اب میں اسی مقصد کے لیئے جنوبی انقلاب کی آڑ پکڑونگا،، فی الحال جنوبی مملکتوں اور اس سے بڑھ کر مسئلہ روما کا تصفیہ درحقیقت وہ مہمات مسائل تھے جنکا شمار اٹلی کی شدید اور عظیم ترین ضرورتوں میں کیا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں وینس، آسٹریا کی دراز دستیوں سے پامال ہو کر عین حالت یاس میں اپنے برادران سرحدی کے سامنے بار بار دست التجا پھیلاتا تھا لیکن اسکی مظلومیاں اور محرومیاں جدید اطالوی سلطنت کے لیئے کچھ خصوصیت کے ساتھ اندیشہ ناک نہ تھیں اور وہ ان کی تلافی کیلئے چندے انتظار کشی کا متحمل ہو سکتا تھا۔ انتونیلی کے ناقص جابرانہ

۳۸۰ اثرات کے ماتحت پاپائی جاگیرات کی حالت یوماً فیوماً ابتر ہو رہی تھی اور یہ حقیقت آشکار ہونے لگی تھی کہ ایک پوپ کے اصلاحی وعدہ وعید، یا وہ گوئی و ہذیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن بااین ہمہ گو پاپائی حکومت بجائے خود ضعیف تھی پھر بھی اس کی بین الاقوامی حیثیت اور اس کا مذہبی وقار مسلم تھا۔ وہ ہلاکت و فلاکت جو اپنے وجود کے لیئے قسیسی بد نظمیوں کی رہین منت تھیں، اور

صرف ایک ہی سال قبل جور و ظلم کی وہ حشر انگیزی جو باغی (Perugia) کی پیروجیا کو تباہ و برباد کرنے پر رونما ہوئی تھی، ایسے واقعات تھے جنہوں نے کیتھولک اٹلی کے سامنے سے پردہ ہائے حجاب اٹھادئے اور مذہبی حکومت کی حقیقت اصلی کو بے نقاب کر دیا لیکن بیرون اٹلی کیتھولک یورپ نے صرف یہ دیکھا کہ مقدس باب، نامقدس لبرلزم کے ہاتھوں رنج و محن کا آماجگاہ بن رہا ہے اور اورنگ پطرس کی حمایت و صیانت کے لئے، آئرلینڈ، بلجیم اور فرانس سے ہزاروں پر جوش رضاکار اُمنڈ آئے۔ خود روما پر، رجولائی ۱۸۴۹ء سے جبکہ صدر جمہوریہ فرانس شہزادہ نپولین کی افواج نے پیس کو بار ثانی منصب حکومت پر بحال کیا تھا۔ فرانسیسی افواج کا قبضہ تھا۔ اسطور پر مسلح افواج کا ایک کثیر حصہ، محض اسلئے نہیں کہ پاپائی مقبوضات پر مزید کتر بیونت نہ روا رکھی جا سکے۔ بلکہ ایسی جارحانہ پیش بندیوں کو مہیا کرنے کے لئے جس سے وہ حصہ بھی از سر نو حاصل کئے جا سکیں جو ہاتھ نکل چکے تھے آزاد ہو گیا تھا اور پاپائی افواج کے عقب میں کافی خط مدافعت کی طور پر اور جو ممکن ہے کبھی جارحانہ اور استبدادی پہلو اختیار کرنے میں رفاقت کر سکتی، ملوکیت بوربون کی ناشکستہ طاقت صف آرا تھی۔ جو کچھ حاصل کیا جا چکا تھا اسکا تحفظ اور تیقن اور جو کچھ حاصل کیا جانیوالا تھا اسکے حصول کی توقع، اس امر کی مقتضی تھیں کہ نیپلس کی طاقت درہم برہم کر دیجائے۔ اسطرح سے پاپائی روما کی اُس صلاحیت کو جو حربی فتنہ زائیوں کی محرک ہوئی تھی۔ اگر فی الجملہ فنا کر دینے کی نہیں تو اس کے اثرات کو باطل کر دینے کی توقع کیجا سکتی تھی۔

نیپلس میں تحریک اتحادی

۲۲ مئی ۱۸۵۹ء سے فرانسس دوم تخت نیپلس پر متمکن تھا، یہ ایک خیر سگال لیکن کمزور حکمراں تھا۔ اور ابتدا ہی سے اسکی تربیت ایسی ہوئی تھی کہ واقعات اور حقائق سے بالکل ناآشنا رکھا گیا تھا اپنے وزیر فالنگیری (Falingieri) زیر نگرانی اس نے جو کچھ اصلاحیں نافذ کی تھیں وہ اس کی پسماندہ خرابیوں کی تیرگی کو اور زیادہ نمایاں کرتی تھیں اور اوائل ۱۸۶۰ء میں جسوقت کہ حربی اور قسیسی مخالفتوں نے فالنگیری کو مستعفی ہو جانے پر مجبور کیا ہے، اصلاح کی وہ تمام امیدیں فنا ہو گئیں جن کے متعلق یہ توقع

تھی کہ آئینی طور و طریق کی کارفرمائی سے حاصل ہو جائیگی۔ شمال کے ولولہ انگیز واقعات نے ۳۸۱
لازماً اس لبرل آرا پر عظیم الشان اثر پیدا کیا جو اسطور پر نتیجہ ہو چکی تھیں لیکن بالآخر
یاس و حرمان کی نذر ہو گئے۔ سسلی اور نیپلس میں اطالوی اتحاد کی موافقت
میں تحریکیں شروع ہو گئیں۔ ولافرانکا کی فریب دہیوں کے بعد نیپلس کی دو روایات
جن کی علمبرداری میورا کی جماعت کر رہی تھی، افکار و آرا کو مطلقاً متاثر نہ کر سکتی تھیں
اور اب یہ عام طور پر محسوس کیا جانے لگا تھا کہ نیپلس اور سسلی کی آزادی اب محض
اس حقیقت میں مضمر تھی کہ وہ اپنے وجود کو کسی بزرگ اور عظیم تر حیثیت میں ضم کر دیں تو

سسلی میں ہنگامہ بغاوت اپریل ۱۸۶۰ء

بددلی اور بے اطمینانی میں مظہر اولیں حسب معمول سسلی
میں رونما ہوا۔ سسلی کے قدیم دستور کی تباہی و بربادی ملک کے
مختلف عناصر کو تاج شاہی سے متحد اور وابستہ نہ کر سکی تھی لیکن
اس لئے اس چیز کا البتہ تدارک کر دیا تھا جو متحدہ اٹلی میں شمول سسلی کے لیئے
گراں ترین سنگ راہ ثابت ہو سکتی تھی۔ انجمن قومی کی شاخیں قائم کیجا چکی تھیں، اور
واقعہ ولافرانکا کے بعد پالرمو میں ایک مختصر انقلاب رونما ہوا۔ جس سے سطح زیریں
کی دبی ہوئی چنگاریوں کا پتہ لگنے لگا اس سے زیادہ خطرناک وہ ہنگامہ بغاوت ثابت
ہونے والا تھا جسے میزنی کو لفٹننٹ کرسپی نے ۱۸۶۰ء کے موسم بہار کے لئے تیار
کر رکھا تھا۔ جس کا گریبالڈی سالار لشکر بننے کے لئے مستعد تھا۔ ایک عرصے کی
حیص بیص کے بعد جس کا باعث ان عمومیت پسندوں کی نا آمیز اور نا اثر پذیر افتاد
طبع تھی جو اس ہنگامے کو ترتیب بھی دے رہے تھے، اور جس کے متعلق گاریبالڈی
کو اندیشہ تھا کہ اس طریق سے وہ مواقع جن سے بادشاہ پرست پیڈمانٹ مخالفت
پر کمر بستہ کیا جا سکتا تھا۔ ہاتھ سے جاتے رہینگے وہ صرف اس شرط پر طیار ہوا کہ
وکٹر عمانوئیل کے نام پر اہالیان سسلی بھی ساتھ ہی ساتھ اعلان بغاوت کر دیں
۴ اپریل کو میزنی کے گروہ کے ایک فرد روزالینو پیلو کی سرکردگی میں میسینیا کے قریب
علم بغاوت بلند ہوا لیکن ایک تھوڑی سی کامیابی کے بعد فرانسس کی اجرتی سوئس
اور جرمن افواج نے اسے انتہائے شقاوت اور بربریت کے ساتھ کچل دیا
گاریبالڈی کو بغاوت کی ابتدائی امید افزا خبریں مل چکی تھیں جبکہ ۷ اپریل کو اسنے

۳۸۲ مداخلت کرنے کے وعدہ کی تجدید کی۔ اس نے اس امر کو محسوس کر لیا تھا کہ حکومت
پیڈمانٹ کی مدد کے بغیر آخری کامیابی ناممکن تھی۔ اور اس نے بادشاہ اور کاوور
دونوں سے امداد اور اختیار عمل کی درخواست کی۔ اب کاوور کے لئیے یہ ضروری تھا کہ
وہ سیاسی تدبر کی ایک بساط اور بچھائے۔ اب اگر وہ علی الاعلان اس مہم پر
خط بطلان کھینچ دیتا ہے تو اطالوی تاج کی شہرت بری طرح مجروح ہوتی ہے اور اگر انقلاب
پسندوں کو فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے تو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں جنوبی مملکتیں اٹلی کے
ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ علاوہ بریں نیپلس، پوپ سے ملکر، سلطنت جدید سے
رومینیا کے چھین لینے کی دھمکی دیرہا تھا اور اسوقت ملوکیت بوربون پر ایک جنگی حملہ
نہایت سہل اور آسان تھا۔ دوسری طرف زمانہ صلح میں ایک رفیق سلطنت
پر ایک بے قاعدہ تاخت کی اجازت دیدینے سے پیڈمانٹ کو سارے یورپ
کی نظروں میں ذلیل و خوار کر دینے کا مرادف تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس طور پر
دول یورپ کے ہاتھوں اسے اس کی سزا بھی بھگتنی پڑتی۔ اس لیئے ایکبار پھر
اس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ دوسری چال چلے، ظاہرا کاوور کا طریق بالکل
درست تھا۔ لیکن خفیہ طور پر اس نے گاریبالڈی کو سعی عمل کی ترغیب دی انجمن
قومی کے اسلحہ خانے واقع میلان سے آلات حرب کے حصول کی اجازت دیدی
حکام جنیوا کو اس امر کی ہدایت کر دی کہ وہ اس کے جہاز پر اسباب بار کرنے یا اسکی
نقل و حرکت پر چشم پوشی کرے اور پیڈمانٹی امیر البحر پرسانو کو حکم دیا کہ وہ گاریبالڈی
کے جہاز اور پیڈمانٹی بیڑہ کے درمیان اپنا قیام رکھے (۱) ؛

۵ مئی کو گاریبالڈی نے اپنی "ایکہزاری فوج" کی ہمراہی میں جنوا سے لنگر
اٹھایا اور ۱۱ کو مارسالا میں لنگر انداز ہو کر سیدھا پالرمو کا رخ کیا۔ وہ کرشمات پیکار
جو بعد کو معرض وجود میں آئے تاریخ میں خوارق حرب و ضرب
کی ایک حیرت انگیز داستان ہے۔ سسلی میں اسوقت نیپلس
کی چالیس ہزار باقاعدہ افواج موجود تھیں۔ گاریبالڈی نے

گاریبالڈی کی سسلی میں مئی سنہ ۱۸۶۰ء

(۱) ن ریبان کی کاوور

ساحل پر قدم رکھا ہے تو اس کے پاس صرف ایک ہزار سرخ پوش رضاکار تھے۔ بایں ہمہ، ایک ہی ماہ کے اندر جزیرہ پر قبضہ ہو گیا اور انقلاب میں کامیابی ہوئی۔ ۱۵ رمئی کو کالاتا فیمی کی بلندیوں کا گولہ باری سے مسمار ہونا تھا کہ پالرمو تک راستہ کھل گیا۔ اُسکے بعد مسلسل جانبازانہ فوجی نقل وحرکت کا آغاز ہوا اور ۲۹ رمئی کو سرخ پوشوں نے شہر کے ایک دروازہ کو توپوں سے اُڑا دیا۔ جو کچھ باقی رہ گیا تھا اسے سالار اعظم نیپلس کی بزدلی اور نااہلی نے پورا کر دیا۔ کچھ دنوں کی مصیبت انگیز دست بدست لڑائی کے بعد جو گلی کوچوں میں ہوتی رہی انگریزی امیر البحر کی وساطت طلب کی گئی۔ ایک معاہدہ مرتب
کیا گیا جس کی رو سے ۲۰ رجون کو نیپلس کی تقریباً ۲۰ ہزار فوجی گارڈ اٹھالی گئی اور اصل ۳۸۳
حصۂ ملک کی طرف منتقل کر دی گئی۔ میسینا سرقوسہ وقلعہ جات میلاتزو اور اگوستا کے علاوہ اب تمام سسلی گاریبالڈی کے قدموں پر تھا۔

مہم ایک ہزاری کی ایسی غیر معمولی کامیابی نے کاوور اور حکومت پیڈمانٹ کو اقدام عمل پر مجبور کر دیا۔ گاریبالڈی نے جنگ وپیکار کا آغاز وکٹر عمانویل کے نام سے کیا تھا۔ سسلی میں قدم رکھتے ہی اس نے اپنے مختار کل ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اب جبکہ جزیرہ پر قبضہ ہو گیا تھا بظاہر اس کے اختیار واقتدار کا کوئی حریف، یا اپنی فتوحات کا اسطور پر کام میں لانا جس طور پر کہ ابتدائے مہم میں اس نے ارادہ کیا تھا اس کا مدمقابل نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن وہی گاریبالڈی جو معرکہ کارزار میں یکتا وبے ہمتا، تھا، میدان سیاست میں صرف ایک طفل مکتب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس ہنگامۂ طغیانی کو، جو انقلاب کا نتیجہ صریح تھا، فرو کر کے امن وعافیت کا تسلط قائم کرنا، گاریبالڈی کے نائب کریسپی اور میزنی کے ہم نوا یعنی انتہا پسند عمومیت پسندوں کے حصے میں آیا۔ اگر جنوبی اٹلی کو ملوکیت سے محفوظ اور مامون رکھنا مقصود تھا تو یہ ظاہر تھا کہ قبل اس کے کہ وقت ہمیشہ کے لیئے ہاتھ سے نکل جاتا، پیڈمانٹ اس تحریک کی عنان عمل اپنے ہاتھوں میں لے لیتا۔ سیاسی چالوں کے لیئے موقع بھی ناساعد نہ تھا۔ روس ایک فاصلۂ دراز پر ہنگامۂ مباہات برپا کیئے ہوئے تھا لیکن انگلستان نہایت شدومد کے ساتھ دوستی کا اظہار کر رہا تھا۔ حکومت نیپلس کی عاجلانہ درخواست کا شہنشاہ فرانس نے یہ جواب دیا کہ ”تخیل بلی“ کا کامیاب

ہونا لازمی ہے اور اٹلی کو اپنی قسمت آزمائی کے لئے اپنے ہی دست و بازو کا رہین منت ہونا پڑیگا۔ اور جب تک نپولین ہمدرد تھا اٹلی کو آسٹریا کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس میں شک نہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب کاوؤر اپنی تدبیر کو ظاہر کرتا اس کی ترکیبوں اور منصوبوں کا وزن اور اس کی وقعت نپولین کے لطف خواب کو خواب پریشاں کا مزا چکھا سکتی تھی۔ لیکن سوائے اس کے کہ اس نے گاریبالڈی کے موافقت کا باضابطہ اعلان نہیں کیا وہ حتی الامکان گاریبالڈی کے مہم کی اعانت بھی کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ ایسے حدود سے متجاوز بھی نہیں ہونے دیا تھا۔

گاریبالڈی کا کام سسلی میں انجام کو پہنچ جاتا تو اس کی توجہ کا نیپلس کی طرف منتقل ہونا یقینی تھا۔ حدود نیپلس سے اُدھر امبریا اور مارچیز اور ان سب کی منزل مقصود "مدینۃ الابد" واقع تھا۔ یہ ضروری تھا کہ وہ جو کچھ فتوحات حاصل کرتا وہ اطالوی سلطنت کے نام سے ہوتیں اور سب سے زیادہ اہم امر

کاوؤر اور گاریبالڈی

یہ تھا کہ روما پر کسی ایسے نامساعد وقت میں حملہ نہ کیا جائے کہ دول یورپ کی مداخلت ناگزیر ہو جائے۔ سب سے پہلے
یہ ضرور تھا کہ سسلی کا الحاق محفوظ اور متیقن کر لیا جائے۔ ایک مراسلہ میں کاوؤر ۳۸۴
ایکاسولی کو یوں رقم کرتا ہے "جس روز اطالوی پرچم تارنٹو پر لہرایا اُسی دن پوپ کی دنیاوی حکومت کا خاتمہ اور وینس کی آزادی متیقن ہو جائیگی۔ خود اہالیان سسلی نہایت شد و مد کے ساتھ اتحاد کے موافقت میں تھے۔ اور کاوؤر نے لافارینا کو یہی مفہوم ذہن نشین کرا کے، نامہ و پیام اور ریشہ دوانیوں کے لئے پالرمو روانہ کیا تھا لیکن گو اس نے کرسپی کی معزولی حاصل کر لی، گاریبالڈی نے مسئلہ الحاق پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر غور و فکر کا تو وہ وقت ہوگا جب اطالوی پرچم روما پر لہراتا ہوگا ابھی تو وہ کاوؤر اور اس کی طریق عمل سے بے حد مشتبہ تھا اور انسے اس بات کا اندیشہ لگا تھا کہ اگر اس کے منصوبے قبل از وقت ظاہر ہو گئے تو دول یورپ، اس کے اور نیپلس کے درمیان مداخلت پر آمادہ ہو جائینگے۔ تھوڑے عرصے کے لئے کیور جگہ ہیں آگیا لیکن اُس نے گاریبالڈی کی بے محابا تشدد کے خلاف مکیاویلی کے سے سیاسی ہتھکنڈوں کو صف آرا کیا۔ چونکہ گاریبالڈی ضد پر

آمادہ تھا اس لیئے یہ مناسب خیال کیا گیا کہ سسلی اور نیپلس دونوں ملکوں میں ایسی آرائے عامہ پیدا کرنی چاہئے جو اسے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دے۔ قبل اسکے کہ گاریبالڈی آبنائے کو عبور کرتا کاووُر کے گماشتے نیپلس میں اضطراب اور بے چینی پھیلانے میں منہمک ہو چکے تھے اور متحدہ اٹلی کو موافقت میں لوگوں کے جذبات میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کرنی شروع کر دی تھی حتی کہ پیڈمانٹ کے امیر البحر پرسانو کو یہ ہدایت دیدی گئی کہ وہ نیپلس کے جہازی بیڑوں کو بھی اپنا شریک اور دمساز بنالے۔ ایک رفیق حکومت کے خلاف ایسا طرز اختیار کرنا ایک غیر دوستانہ عمل تھا لیکن با ایں ہمہ یہ کارگر ثابت ہوا۔

اواخر جولائی تک نیپلس کی آخری افواج بھی جو سسلی میں متعین تھیں یا تو نکال باہر کی گئیں یا پھر ان کا عدم وجود یکساں بنا دیا گیا اور گاریبالڈی کالابریا کے خلاف لشکر کشی اور نیپلس پر حملہ کی طیاریاں کرنے کے لیئے آزاد ہوگیا اب شہنشاہ فرانسس دوم نے پوری طور پر اس خطرہ کا اندازہ کیا جو عنقریب اسے پیش آنیوالا تھا اور دول یورپ حتی کہ حکومت پیڈمانٹ سے انتہائی مایوسانہ انداز سے دستگیری کا طالب ہوا۔ دول یورپ میں سے ایک حکومت بھی مداخلت پر قادر یا رضامند نہ تھی۔ انگلستان کی طرف سے لارڈ جان رسل نے مختلف سفیران سلطنت کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اصول عدم مداخلت اور اس حقیقت پر زور دیا تھا کہ اہالیان اٹلی کو اپنے معاملات بذات خود طے کرنے کا حق حاصل ہے رہا پیڈمانٹ اس کے لیئے ایک ایسی سلطنت کی دستگیری کرنے سے انکار کر دینا آسان تھا جس نے صرف ایک سال قبل اسے ایک ایسے وقت میں مدد دینے سے گریز کیا تھا جب وہ آسٹریا کے خلاف صف آرا تھا اور اس کی حیات و ممات کا سوال پیش تھا۔ اب نیپلس کے بوربون اپنی قسمت آزمائی کے لیئے تنہا رہ گئے تھے

گاریبالڈی نے آبنائے میسینا کو اگست میں عبور کیا۔ ۲۱ کو ریجیو پر قبضہ کیا اور ۳۸۵
وہاں سے براہ راست نیپلس کا رُخ کیا اور کہیں بھی کسی قسم کی معمولی مزاحمت سے دوچار نہ ہوا۔ ۶ ستمبر کو بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نیپلس کو خیرباد کہا اور

دریائے والٹرنو پر جاکر قیام کیا جس کی محافظت قلعہ گیتا کر رہا تھا۔ دوسرے روز

گاری بالڈی نیپلس میں ستمبر ۱۸۶۰ء

گاری بالڈی، دار الخلافت میں داخل ہوا اور ایک اعلان شائع کر کے خود کو مختار کل قرار دیدیا۔ اور اس حیثیت سے اُس نے نیپلس کے پورے جنگی بیڑہ کو پیڈ مانٹ کے امیر البحر پرسانو کے حوالے کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کی سرعت کامیابی نے شہنشاہ فرانس اور حکومت پیڈ مانٹ دونوں کو سراسیمہ کرنا شروع کر دیا۔ نپولین نے شاہ فرانسس کو یہ صلاح دی کہ وہ گراں قدر مراعات منظور کر کے گاری بالڈی کو مسخر کر لے ورنہ کم سے کم اسے ایک غلط راستے پر ڈالدے۔ ڈکٹر عمانیو ئیل اور کاوو ٹر نے اس پر یہ زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ اپنی سخت گیریوں سے کہیں بنا بنایا کھیل نہ بگاڑ ڈالے۔ لیکن گاری بالڈی مصالحت اور مفاہمے کے مفہوم سے ناآشنائے محض تھا اور ہر قسم کی سیاسی مصلحتوں کو اس نے اپنے راستے سے نہایت حقارت کے ساتھ، خس و خاشاک کے طرح دور کر دیا تھا اس نے نہایت سختی کے ساتھ لعن طعن کی بھی "اس منافقانہ اور ناگوار حیلۂ احتیاج۔ پر، اس احتیاج بزدلی پر، اس احتیاج پر جو ایک نقش بر آب طاقت کے سامنے انتہائی پستی اور ذلت کے ساتھ سرنگوں ہو جانے کی محرک ہوئی ہو" اور جیسے ایک ایسی جماعت کی یلغار"، جو ایک حقیقی حیات کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیئے آمادہ اور مستعد ہو"، پرزہ پرزہ کر کے اسے خاک میں ملا دینے کے لیئے طیار ہو جہاں سے یہ ظاہر ہو لی تھی طبیعت کی اس افتاد کے سامنے دلائل اور براہین پیش کرنا، ایک فعل عبث تھا اور کاوو ٹر نے محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جبکہ پیڈ مانٹ کو بر سر عمل ہو جانا چاہیئے۔ امیر البحر پرسانو کو اس نے لکھا تھا کہ "اٹلی کو بہر حال بچانا چاہیئے۔ غیر ملکیوں سے، نافرجام اصول سے اور مجنونوں سے!"

اب صورت حال فی الحقیقت نہایت نازک ہو گئی تھی۔ نیپلس میں جو اضطراب رونما تھا ابھر یا اور مارچز میں بھی پھیل چکا تھا اور جنرل (Lamori cire) لاموری سی ایر کی سرکردگی میں پاپائی افواج اسکی انسداد کیلئے تیار ہو رہی تھی جسکے بعد وہ یقینی طور پر شاہ نیپلس کی امداد کیلئے روانہ ہو جاتیں۔ انکی کامیابی سے رومینیا میں پیڈ مانٹ کی حالت لازماً خطرہ میں پڑ جاتی اور انکی شکست سے گاری بالڈی کیلئے روما تک راستہ صاف ہو جاتا جس نے انجام،

کرنے کے لئے اپنے عزم وارادہ کو پردۂ خفا میں کبھی نہیں رکھا تھا۔ لیکن روما پر حملہ کرنا جہاں ابتک فرانسیسی افواج متعین تھیں، فرانس کو اعلان جنگ دینے کا مرادف تھا اور اگر اس کے بعد وینشیا پر حملہ کیا جاتا، جیسا کہ گاریبالڈی کا خیال تھا۔ تو اسٹریا کے ساتھ دوسری جنگ ناگزیر تھی۔ علاوہ بریں گو گاریبالڈی ابتک ملوکیت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اقرار کرتا تھا، یہ حقیقت بھی آشکار ہونے لگی تھی کہ وہ خود اپنے نصب العین کو معرض وجود میں لانا زیادہ بار وقعت اور اہم تصور کرنے لگا تھا۔ وہ کاوور کی معزولی کا مطالبہ کر ہی چکا تھا کیونکہ وہ اسے اپنے راستے میں سب سے بڑا سنگ راہ خیال کرتا تھا اور اس کے قریب میزلی ہر وقت اسے ایسے اشتدادی پہلو اختیار کرنے پر اکسا رہا تھا جن سے اٹلی اپنے کو ان بندشوں سے آزاد کر سکتا جس سے حکمرانوں اور سیاسی شاطروں نے اس کے اعضا وجوارح کو مقید کر رکھا تھا۔ ۳۸۶

ان حالات کے ماتحت کاوور نے یہ فیصلہ کیا کہ پیڈمانٹ کو امبریا اور مارچز پر قبضہ کر کے گاریبالڈی کی کارروائیوں کی پیش بندی کرنی چاہیئے۔ اور اسطور پر اٹلی کو سرخ پوشوں اور روما کے درمیان لے لینا چاہیئے۔ پاپائی افواج کی تنگ ودو سے اسے حیلۂ مطلوبہ بھی حاصل ہو گیا۔ ستمبر کو اس نے پوپ سے غیر ملکی افواج کو برطرف کر دینے کی درخواست کی۔ اس درخواست کا مسترد ہونا تھا کہ اس نے افواج اطالوی کو پاپائی سرحد عبور کرنے کا حکم دیدیا۔ اب گویا پیڈمانٹ کی فوج اور رفیقان گاریبالڈی میں باہمی دوڑ شروع ہو گئی تھی۔ کاوور نے کہا "اگر ہم لوگ گاریبالڈی کے لاکاتولیکا پہنچنے سے قبل واٹرنو نہ پہنچ گئے تو پھر ملوکیت کا خاتمہ ہے اور اٹلی زندان انقلاب میں محبوس ہو جائے (۱)" لیکن یہ کاوور کی خوش نصیبی تھی کہ شمال میں سرخ پوشوں پر ان کو ایک ایسے سد راہ سے دوچار ہونا پڑا جس کے سامنے ان کی بے محابا جرات بھی ناکامیاب رہی اور اس طور پر انکی یلغار معرض تعویق

کیوبر پاپائی جاگیرات پر حملہ آور ہوتا ہے ستمبر ۱۸۶۰ء

(۱) ان کی بیانگی: لائف آف کاوور ۱۸۱

میں پڑ گئی۔ شاہ نیپلس اپنی افواج کے ہمراہ دریائے والٹرنو کے داہنے کنارے پڑا ہوا تھا جس کی محافظت وہ توپیں کر رہی تھیں جو کپوا کے مستحکم قلعے پر چڑھی ہوئی تھیں۔ اور ۱۹ ستمبر کو جب گاریبالڈی ان کے سامنے نمودار ہوئے تو انھیں معلوم ہوا کہ انکا مقابلہ ایسے دشمن سے تھا جو تعداد، توپخانہ اور تنظیم میں اسپر فوقیت رکھتا تھا۔ چودہ پندرہ دن تک لڑائیوں پر لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن تمام مساعی نامشکور رہیں اور پیش قدمی کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی۔ بالآخر یکم اکتوبر کو افواج نیپلس کی باری آئی۔ اور انھوں نے جارحانہ پہلو اختیار کیا اور تھوڑے عرصے کے لیے یہ معلوم ہونے لگا کہ شاید شاہ نیپلس صفوں کو چیرتا ہوا اپنے دارالسلطنت کی شاہراہ پر پہنچ جائیگا۔ لیکن گاریبالڈی کی فن سپہ سالاری اور اس کے رضاکاروں کی غیر معمولی
صفحہ ۳۸۷
جرأت اور شجاعت نے ان کی آبرو رکھ لی۔ فتح والٹرنو اٹلی کی داستان حریت کا ایک پرشوکت واقعہ ہے۔ لیکن اس سے کوئی فیصلہ نہ ہوا، کپوا اور گیٹا اب تک بوربون اغراض و مقاصد کی علم برداری میں سینہ سپر تھے اور اب یہ حقیقت آشکار ہونے لگی تھی کہ پیروان گاریبالڈی تنہا ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے۔

اسی دوران میں اطالوی افواج جوق جوق پاپائی جاگیرات میں داخل ہو رہی تھیں اور پاپائیوں کی منتشر افواج نے معقول طور پر ان کی کہیں مزاحمت نہ کی۔ تمام قلعے ایک ایک کر کے مسخر ہو گئے۔ اور ۱۸ ستمبر کو (Lamori ciere) لاموری سی ایر کی باقی ماندہ افواج (Castelfidarda) کاستل فدار دو میں شکست کھا کر منتشر ہو گئیں ۲۹ کو انکونا نے بھی، جہاں پاپائی کمانڈر نے بھاگ کر پناہ لی تھی۔ ہتھیار ڈال دیے۔ تین ہی ہفتے کے اندر اندر لڑائی ختم ہو گئی اور اس مختصر رقبے (موسوم بہ جاگیر پطرس) کے علاوہ جو مضافات روما میں واقع تھا تمام پاپائی جاگیریں حکومت اٹلی کے قبضے میں آگئیں۔ بازی اب کاوُر کے ہاتھ میں تھی پاپائی جاگیروں میں جنگ کے ان کامیاب نتائج کے ظہور پذیر ہونیکے بعد ہی اطالوی پارلیمنٹ طلب کیگئی اور جنوبی مملکتوں کی قسمت کا سوال معرض بحث میں

لایا گیا۔ ۱۴۔ اکتوبر کو ایوان نے تقریباً متفق اللسان ہو کر وزارت کو یہ اختیار تفویض کر دیا کہ مرکزی اور جنوبی مملکتوں میں سے جو مملکت بھی استشارے کی رو سے الحاق کی موافقت کرے، اسکا الحاق کر لیا جائے۔ سسلی اور نیپلس میں استشارے کے حصوں کے لیے ضروری کارروائی فوراً عمل میں آئی اور کثرت آرا سے الحاق کی موافقت میں فیصلہ صادر ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کادوئر کی سیاسی حیثیت نہایت قوی ہو گئی۔ اسی سلسلے میں فوجی حالت بھی عین اس کی پالیسی کے مطابق تھی۔ کیوا اور گیٹا اب بھی قائم اور محکم تھے۔ اور اطالوی افواج کے بغیر ان کے مقابلے میں، گاریبالڈی بالکل بے دست و پا تھا۔ ان حالات کے ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ گاریبالڈی کو کمک پہنچائے اور مزید کارروائیوں سے اجتناب کرنے کے لیے جلد سے جلد اطالوی افواج روانہ کی جائیں وکٹر عمانوئیل جس کے بے لوث اور سپاہیانہ اوصاف گاریبالڈی کے نزدیک اتنے ہی پسندیدہ تھے جتنے کادوئر کے ناپسندیدہ تھے سالار لشکر مقرر کیا گیا۔ ۱۵۔ اکتوبر کو بادشاہ نے اپنی افواج کے ہمراہ سرحد نیپلس کو عبور کیا۔ ۲۰ کو بوربنیں کی ایک زبردست فوج نے ماچرونے (Machrone) پر شکست کھائی اور ۲۷ کو شاہ نیپلس نے اپنی افواج کو دریائے گاریلیانو (Garigliano) سے پرے واپس بلا لیا۔ ۲۶ اکتوبر کو تیانو میں وکٹر عمانوئیل اور گاریبالڈی ملاقی ہوئے۔ گاریبالڈی نے اب اپنی ذاتی آرا اور ذاتی حوصلہ مندیوں کو مفاد اٹلی کے مقابلے میں خیرباد کہا اور اپنے منصب اور اقتدار کو بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اب متحدہ افواج نے بوربونیوں پر سختی کے ساتھ دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ کیوا نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور فرانسس ۱۲ ہزار افواج کے ساتھ پسپا ہو کر گیٹا میں داخل ہو گیا جس کا ۵ نومبر سے محاصرہ شروع کر دیا گیا۔ جس پامردی اور بے جگری سے نیپلس کا آخری تاجدار تین ماہ سے زائد اس قلعے پر قابض رہا ہے اس سے تمام یورپ اش اش کر گیا لیکن باایں ہمہ واقعات کی روئداد نہ بدل سکی۔ ۹ نومبر کو وکٹر عمانوئیل اور گاریبالڈی پہلو بہ پہلو، ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر نیپلس میں داخل ہوئے اور اپنے منصب سے دست بردار ہوتے ہوئے گاریبالڈی

وکٹر عمانوئیل اور گاریبالڈی کی ملاقات ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۰ء

صفحہ ۴۰۰

نے، ان لوگوں کو مخاطب کر کے جواب خوش خوش اپنے ان بھائیوں سے آکر ملے تھے جن سے وہ صدیوں علیحدہ رکھے گئے تھے، یہ ارشاد کیا کہ اس جری بادشاہ کے ظل عاطفت ہیں، جو ہماری حیات اور ہمارے ملک کی آسودہ حالی کا طرۂ امتیاز ہے، تمکو اطالوی اتحاد کے مہتم بالشان فریضے کو معراج تکمیل پر پہنچانے کے لیے آمادہ و طیار ہو جانا چاہیے"۔

اطالوی محبان وطن کے پاس اب اپنے مقاصد کی کامیابی پر مطمئن اور آسودہ ہو جانے کے کافی وجوہ تھے ولافرانکا کی بظاہر خطرناک ہزیمت کے دو ہی سال کے اندر اندر مسند یورپ پر اٹلی ایک جدید طاقت کی شکل میں نمودار ہوا اس میں شک نہیں وینس اب بھی آسٹریا کے پنجۂ غضب میں تھا اور جب تک روما کنارہ کش رہتا اٹلی کو گویا تاج شہریاری نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم نہایت محتاط سیاسین بھی اس امر میں کاوور کے ہمنوا تھے کہ انکی کامرانی اور کامیابی کا مدار صرف موقع اور وقت پر تھا۔ گاریبالڈی جس کے بت یہ جرأت معتدبہ کامیابیوں کی ذمہ دار رہ چکی تھیں اس انجام پر فوراً ہی ہاتھ مارا ہوتا۔ کیوور نے انتظار کشی اور تیقن پذیری کو ترجیح دی۔ آیندہ کے واقعات نے اس کے آل اندیشانہ طرز عمل کی کیاست و فراست کو ثابت کر دیا۔ اٹلی کو عرصے تک انتظار نہ کرنا پڑا لیکن خود کاوور اس انجام کو نہ دیکھ سکا جو اس کی زندگی کے لیے ایک سند جواز ہوتا۔ اٹلی کی خدمت میں خستہ اور درماندہ ہو کر وہ ۶ جون ۱۸۶۱ء کو جاں بحق ہوا۔ اٹلی کی حیثیت ملی کاوور کا ترکہ اور اس کا سرمایۂ حیات ہے..... اور بھی آزادی ملت صفحہ ۳۸۹
کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکے تھے لیکن کاوور نے اسے دائرۂ امکان میں داخل کر دیا تھا۔ اس نے اس کو فرقہ بندیوں کے عنصر سے بیزار کر دیا تھا اس نے اسے ایک فرضی و بیہودہ مکمل سلطنت کے خیالی قصر سے باہر نکال لیا تھا۔ بے محابا سازشوں سے پاک کر دیا تھا اور استبداد اور انقلاب کی چٹانوں کے درمیان سے صاف نکال لے گیا اس نے اسے مجتمع اور منتظم قوت کا مالک بنا دیا اور ایک علم۔ ایک حکومت اور بیرونی حکومتوں کی رفاقت اس کے سپرد کر دی"۔

صفحہ ۳۹۰

باب شانزدہم

تاسیس سلطنت جرمنی

شاہزادہ ولیم کی نجیبی۔ پروشیا اور آسٹریا کے تعلقات۔ پروشیا میں حربی اصلاحات اور آئینی بحران۔ وزارت بسمارک۔ آسٹریا اور مجمع المحاصل۔ پروشیا اور دول یورپ بغاوت پولینڈ۔ اسکا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر فرانکفورٹ میں حکمرانوں کی مجلس۔ مسئلہ شلسوگ ہولشٹائن (Schleswig Holstein)۔ لندن کی کانفرنس ۱۸۵۲ء اور ۱۸۶۴ء کی جنگ ڈنمارک۔ معاہدہ گاسٹائن ؎

حصول فلاح و نجات کے لیے اٹلی کا بغیر کسی بیرونی امداد کے اپنی ہی سعی عمل کو بر سر کار لانے پر مجبور ہونا، بالخصوص اس بنا پر تھا کہ ایکطرف آسٹریا اپنے ذاتی معاملات میں الجھا ہوا تھا دوسری طرف پروشیا کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت سرعت کے ساتھ پیچیدہ اور نازک ہوتے جا رہے تھے۔ جب تک فریڈرک ولیم چہارم حکمراں رہا، جرمن عہدیت کی سالیت میں حقیقتاً کسی قسم کے تغیر و تبدل کی توقع نہ تھی۔ بادشاہ کی عقل و دماغ پر انقلاب کی ہیبت مستولی تھی اور اس فکر و احساس کے مقابلے میں اس نے پروشیا کے اغراض و مقاصد کو حیثیت ثانوی دیتے ہوئے، ان جرمنی اور اور آسٹروی مملکتوں سے ایک برائے نام لاطائل اتحاد قائم کر لینا قابل ترجیح تصور کیا جن کے اغراض و مقاصد پروشیا کی ان جائز حوصلہ مندیوں کے صریحی منافی تھے جن کی رو سے وہ مغربی لبرل حکومتوں، فرانس اور انگلستان سے مقابلہ کر سکتا تھا اور صرف اسطور پر وہ ایک صریح اور معقول۔ اور ان سب سے زیادہ ایک پروشوی پالیسی پر کاربند ہونے کے لیے، بالکل آزاد بھی ہوتا۔

بسمارک کی رائے تھی کہ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے بعد کے دس سال میں پروشیا نے یورپ میں

؎ بسمارک۔ مراسلات (Von gerlach) بنام فون گرلاخ یادداشت باب اول صفحہ ۷، وغیرہ

جیسی پست سطح اختیار کرنی تھی، سنہ ۱۸۰۶ء و سنہ ۱۸۱۳ء کے درمیانی نافرجام زمانے کے علاوہ، سو سال تک بھی اور نہیں اختیار کی تھی۔ فی الحال بادشاہ کی غیر مدبرانہ طبیعت خود سرانہ ضد نے جن کی رو سے وہ ہر بیدار شہریاری کے سامنے غیر مشروط سرنگونی کا طالب ہوتا تھا اس حقیقت کو آشکار کر دیا تھا کہ اس کے صفحہ ۳۹۱
تحت میں ایک محکم اور متین وزیر بھی کسی محکم و متین طرز عمل کو انجام پذیر نہیں بنا سکتا تھا اور بسمارک وہ شخص تھا جو اپنے ان مدبرانہ تگ و تاز کو جو فرانکفورٹ میں برسر عمل تھی، قلمدان وزارت سے تبدیل کر لینا کئی بار نامنظور کر چکا تھا[1]۔ لیکن سنہ ۱۸۴۹ء میں فریڈرک ولیم کے غیر متوازن دماغ نے کچھ اسطور پر جواب دیدیا کہ پھر مرتب اور مربوط نہ ہو سکا، اور ولیم ولیعہد پروشیا منصب تولیت پر فائز ہوا۔

ولیم پرنس والی پروشیا نائب السلطنت کی حیثیت میں

اب ہر جماعت نے محسوس کیا کہ جدید متولی کا برسر اقتدار ہونا نظام حکومت کی تبدیلی کا باعث ہوگا۔ ولیم میں اپنے بھائی کی عالی دماغی کا ایک شمہ بھی نہ تھا جس کے تصرف سے وہ متعدد مرتبہ حقائق کو واہمہ پر قربان کر چکا تھا۔ اس کی طبیعت نہایت نمایاں طور پر عمل پذیری کی طرف مائل تھی اور جس وقت وہ سریر آرائے سلطنت ہوا ہے ایک بہادر، زاہد متشرع، ایماندار پروشوی سپاہی کی شہرت اس کے ہمرکاب تھی وہ کارتوسی شہزادے کے لقب کا جو اسے سنہ ۱۸۴۸ء کے پرآشوب زمانے میں دیا گیا تھا وہ کسی طور پر سزاوار نہ تھا تاہم لبرلزم کی طرف اس کا جیسا کچھ طرز تھا اس کے لیے وہ بہت بدنام تھا اور اگر اسے آزادی عمل پر قدرت دیجاتی تو اس کی حکومت کا اولین کارنامہ یہ ہوتا کہ وہ دستور حکومت میں استبدادی نقطۂ نظر سے رد و بدل کر دیتا لیکن خوش قسمتی سے، بسمارک اپنی حیثیت مشورات مصلحت بینی کے ساتھ اسکو پہلو میں پہلے ہی سے جاگزیں کر چکا تھا وہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ پروشوی اغراض و مقاصد، محض مجرد خیالات پر اکثر

[1] بسمارک مذ تذکرہ، جلد ۱ صفحہ ۲۰۶۔ اس نے فریڈرک ولیم کے متعلق کہا تھا "فضائے عزم و ارادہ میں پہنچتے ہی اسکی خداداد تخیل کے پر باقی نہ رہتے تھے"

قربان کیے جا چکے ہیں، دستور حکومت پر دست درازی کرنا تمام لبرل جرمنی میں جذبات کے مشتعل کرنے کا مرادف ہوگا اور یہ سب کچھ کسی کافی سبب کی بنا پر نہ ہوگا کیونکہ جب تک کوئی شدید ضرورت نہ پیش آئے اس مسئلے کا انفصال معرض التوا میں رکھا جا سکتا ہے[1]۔ مشیروں کا انتخاب اور ان کی صلاح و مشورے پر کاربند ہونا ایک ایسی صفت تھی جو ولیم کے دیگر شاہی محاسن میں کسی سے کم نہ تھی۔ اس نے بسمارک کی صلاح کو گوش گذار کیا اور مطمئن ہوگیا[2]۔

لیکن تبدیل شدہ پروشوی طرز عمل کی وجہ سے "شدید ضرورت" کے رونما ہونے میں زیادہ وقت نہیں صرف ہوا۔ متولی السلطنت نے نہ صرف دستور حکومت کو قائم و برقرار رکھا بلکہ مان ٹوئی فل (Mauten ffel) کی وزارت منصب داری کو برطرف کر کے عنان سیاست لبرل اراکین کے ہاتھوں میں دیدی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی نظیر پروشیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ تغیر ولیم کے سیاسی طرز عمل کی تبدیلی کا ثبوت نہ تھا۔ مان ٹوئی فل کا زوال، جسے معاملات خارجہ کا قلمدان وزارت سپرد رہ چکا تھا، جہاں تک خود اس کا تعلق تھا، لبرلزم کی فتح و کامرانی کا طرۂ امتیاز نہ تھا بلکہ یہ اس پالیسی کے منقلب ہونے کا مرادف تھا جو اس کے نام اور راڈولٹز کی ذلت سے وابستہ تھی کیونکہ متولی السلطنت صمیم قلب کے ساتھ اتحاد جرمنی کا معتقد تھا اور اس امر کا بھی قائل تھا کہ اس اتحاد کو معرض وجود میں لانا پروشیا کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا۔ اگر اسے کچھ شبہہ بھی تھا تو محض اس امر کا کہ یہ سب کب ہوگا اور کسطرح ہوگا ایک چیز کا اسے یقین تھا وہ یہ کہ جس کسی کو جرمنی پر حکومت کرنیکی آرزو ہو اسے اسپر فوراً قابض اور متصرف ہو جانا چاہیے ان تمام باتوں میں لبرل عقائد کا بہت ہی قلیل شائبہ تھا۔ ایسی بنیاد جسکی وجہ انقلاب ملکی ہو، فرانس کی عارضی شہنشاہیوں کے قائم ہو جانے کیلیے محض ایک ایسی مصنوعی زمین ہو سکتی تھی جسپر بے فصل کے پھل پھول پیدا کر لیے جاتے ہیں۔ مگر پروشیا کی اپیل صرف رب الحرب کی بارگاہ ہی میں پیش ہو سکتی تھی[3]۔

(حاشیہ: پروشیا میں لبرل جماعت مناسب حکومت پر فائز ہوتی ہے)

(حاشیہ: نائب السلطنت کے نظریات سیاسی)

(حاشیہ: صفحہ ۳۹۲)

---

[1] بسمارک کے تذکرہ جلد اصفحہ ۲۱۵

[2] شاہزادہ ولیم یہ نام مون تا تنز ۲ مئی ۱۸۴۹ء تا ترمز تا ہو ہنز ولرن کے تحت میں جلد چہارم صفحہ ۶۴

[3] [illegible]

آسٹریا اور پروشیا کے تعلقات باہمی

برلن کے اس تغیر افکار کا تلخ تجربہ آسٹریا کو اُس زمانے میں جبکہ اٹلی میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور اس سے قبل بھی ہوچکا تھا معاملات جرمنی میں ان دونوں عظیم الشان قوتوں کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے۔ آخرکار آسٹریا نے پروشیا کے اتحاد المحاصل کا پوری بیداری کے ساتھ احساس کیا اور اپنی ہی پیش کردہ شرائط کی بنا پر اس نے شرکت کیلیے شور شین کرنا شروع کردیا۔ سرکش والی ہسی ایک مرتبہ پھر آمادہ ایذا رسانی تھا اور برلن اور وائنا ایک دوسرے کے خلاف صف آرا نظر آنے لگے۔ آخرکار شلسوگ ہولشٹائن کے مسئلے نے ایک دفعہ پھر نہایت نازک صورت اختیار کی اور پروشیا نے آسٹریا کی ذلت و اہانت مدنظر رکھ کر مجلس ملی پر یہ زور ڈالا کہ فریڈرک ہفتم ڈیوک آف ہولشٹائن کو ڈنمارک کا بادشاہ بنا دیا جائے آسٹریا نے سخت کلامی کی لیکن نپولین کی وہ بے اختیاطی جو یکم جنوری ۱۸۵۹ء کو معرض عمل میں آئی تھی، درمیان میں آگئی اور آسٹریا کا متمردانہ لب ولہجہ ایک ذرا سی برہمی پر ختم ہوگیا۔ جنگ اٹلی کے آغاز میں پروشیا کی حیثیت مضبوط بھی تھی اور نازک بھی معاونین اور رفقا کی تلاش اور جستجو میں، آسٹریا نے زمین و آسمان ایک کردیا تھا اور جرمنی میں بالخصوص اسکے جنوبی حصہ میں اسکی استعانت کے لیے کچھ آثار پیدا تھے لیکن پروشیا اسبات پر کبھی آمادہ نہیں تھا کہ وہ ایک مبتلائے آلام رر جرمن قوت کے لیے کسی جذباتی ہمدردی سے بے اختیار ہوکر، اپنے مقاصد فلاح کو قربان کردے آسٹریا مسلح ہوا لیکن محض بنظر احتیاط، یا پھر اس لیے کہ کسی مناسب موقع پر وہ اپنی تلوار کو اس ترازو میں ڈالدیگا جنھیں خود اس کے ذاتی اغراض و مقاصد متصور ہونگے ولافرانکا کی التوائے جنگ، جو اٹلی کی شکست، نپولین کی ذلت اور اٹلی کی مایوسی کی مظہر تھی پروشیا کے لیے موجب فیروزمندی تھی۔ اس کی جنگی کارروائیوں کو دیکھکر نپولین اپنے فاتحانہ یلغار کو یک لخت روکدینے پر مجبور ہوگیا تھا خود آسٹریا کے جذبات کیسے ہی کچھ نہ رہے ہوں، جرمنی کی نظروں میں وہ اپنے حریف کا منت گذار بن چکا تھا۔ اپنی تمام آرزوگیوں کے باوجود اٹلی نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ ایک جدید طاقت عالم وجود میں آچکی ہے اور چونکہ خود اُس کی طرح وہ بھی

صفحہ ۴۹۲

آسٹریا سے معاندانہ چشمک رکھتی تھی اس لیے بہت ممکن تھا کہ کبھی وہ خود اٹلی کے ہمدوش اور ہم پہلو ہو جائے۔

فرانسس جوزف نے ایک صوبے سے فی الفور دستکش ہو جانا اس سے کہیں زیادہ قابل ترجیح سمجھا تھا کہ اُسے ولیم کی سرکردگی میں افواج جرمنی کی پیشقدمی کا منظر دیکھنا پڑتا۔ اور پروشیا اس حقیقت کو بخوبی ذہن نشین کر چکا تھا کہ آسٹریا کو شرائط پذیری پر جس چیز نے بہت جلد مجبور کر دیا وہ اس ہول وہراس کا نتیجہ صریح تھا جو اس کے رقیب کے روز افزوں حربی اقتدار سے اس پر طاری ہو اُٹھا تھا۔ نائب السلطنت نے

پروشیا میں حربی اصلاحات

اس سے سبق حاصل کیا پروشیا اور جرمنی کے متعلق اس کے جتنے حوصلے تھے انکو معرض وجود میں لانے کا زینۂ اولین، پروشوی افواج کی اصلاح اس کی ترقی اور اس کی وسعت تھا اور اس کی تمام تر کوششیں اب اسی مقصد کے حصول کے لیے مخصوص ہو چلی تھیں۔ پروشیا کے نظام حربی کو سب سے پہلے ۱۸۱۴ء میں شارن ہورسٹ نے ترتیب دیا تھا، اس وقت سے ابتک اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ہر شخص کا فوجی خدمت کے لیے مجبور ہونا اس اصول کا سنگ اساسی تھا۔ خدمت کی میعاد تین سال تک علم جنگ کے ساتھ، دو سال مستحفظین جنگ کے تحت میں اور سات سال پہلے اور دوسرے عساکر ضبطیہ (ملیشیا) میں شرکت تھی ۱۸۱۴ء سے ابتک آبادی تقریباً دو چند ہو گئی تھی اور چونکہ رجمنٹوں کا شمار و اندازہ ابتک قدیم اصول پر ہوتا تھا اس لیے تقریباً پچیس ہزار آدمی ہر سال فوجی خدمت سے کلیتہً بچ جاتے تھے۔ اس کے ازالے کے لیے یہ تجویز پیش کیگئی کہ پیدل سپاہ کی ۳۹ اور سواروں کی ۱۰ جدید رجمنٹیں قائم کیجائیں اور ساتھ ہی ساتھ عساکر ضبطیہ کے پہلے اجتماع کو اس طور پر منقسم کر دیا جائے کہ اشخاص مشمولہ باعتبار سن و سال عساکر مستحفظہ اور عساکر روبقیہ میں تقسیم ہو جائیں۔ ان اصلاحات کی نگرانی کے لیے جنرل فطرن رون وزارت حرب میں داخل کر لیا گیا۱ ۲۹۴ صفحہ

---

۱ متولی السلطنت ولیم بنام شاہ بویریا۔ سیبل جلد ۲ صفحہ ۵۴۴

اب بھی وہ مقام تھا جہاں دستوری حکومت، ملوکیت کے راستے میں سنگ گراں ثابت ہوا۔ ایک لبرل وزارت برسر حکومت تھی جس کی پشت پناہی کے لئے ایوانوں میں لبرل اکثریت بھی موجود تھی اور قطع نظر اس طبعی بے اعتمادی کے جو ایسی عسکریت

لبرل جماعت اور اصلاحات حربی

کی طرف سے تھی اور باوجود اس سبق کے جو سنہ ۱۸۴۸ء میں حاصل ہوا تھا لبرلزم کی یہ حالت تھی کہ وہ ابتک ہتھیاروں سے زیادہ شمار آرا اور تقاریر کی ہنگامہ آرائیوں پر اعتماد رکھتی تھی۔ سوال یہ پیش کیا جاتا تھا، کیا پروشیا میں، جرمنی نے اپنی اس حربی طاقت کو جو اسے حاصل تھی کبھی کسی بہتر مصرف میں اظہار بھی کیا تھا کہ آج جرمن محبان وطن اس کی توسیع و ترقی میں سعی کریں۔ قدیم عہدیت کی کشاکش اور کشمکش نے ابتک کوئی متاثر صورت نہیں اختیار کی تھی لیکن یہ کس کا قصور تھا؟ ڈنمارک کا طرز اس امر کا ایک شرمناک بین ثبوت تھا کہ دیو ہیکل جرمنی مملکتوں کے کسی چالاک اور تیز دست بونے کی گستاخانہ دراز دستیوں کا آسانی کے ساتھ شکار ہو سکتا تھا اعیان جرمنی کی رگ حمیت پھڑک رہی تھی ان کا عزم عمل استوار ہو چکا تھا اور جمعیت عہد کی اصلاحات کے لئے تقریباً ایک درجن اسکیمیں معرض بحث میں تھیں۔ کیا وہ وقت آگیا تھا جبکہ پروشیا اپنے علیحدہ ذخائر حرب و ضرب میں اضافہ کرکے دوسری جرمن طاقتوں کو ہمگیں بنا سکتا تھا؟ علاوہ بریں متولی السلطنت نے اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ فرائض عائد کر لئے تھے۔ پارلیمنٹ کے عمل دکار پر قبل از وقت کاربند ہو کر اور یہ فرض کرکے کہ وہ مسودۂ قانون پر کسی قسم کی چون و چرا نہ کرے گی اس نے نظام حربی میں تغیر و تبدل کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اب وقت آگیا تھا اور جرمنی یہ ثابت کر سکتا تھا کہ اس میں ایک ہمپڈن پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے؟

پروشیا میں آئینی بحران

۱۲ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء کو متولی السلطنت نے پارلیمنٹ کا افتتاح کیا جسمیں اُس نے جدید حربی طرز عمل کی تشریح کی اور اسے حق جانب بھی ثابت کیا اسے کامیاب بنانے کیلئے جملہ مسودے ۱۰ فروری کو پیش کئے گئے لیکن مخالفت کی کچھ ایسی گرم بازاری ہوئی کہ انکو واپس لے لینا پڑا اور قدیم آئین کے تحت میں فوج کو از سر نو مرتب اور منتظم کرنے کے لئے بادشاہ خود طیار ہو گیا روپیہ صرف چودہ مہینوں کے لئے

منظور کیا گیا اور متولی السلطنت نے یہ فرض کر کے کہ یہ ایک طرح پر اصلاحات حربی کے
اصول سے متفق ہونے کا مرادف تھا اپنی اسکیم کے تحت میں مختلف کارروائیوں ۳۹۵
پر عمل پذیر ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۶۱ء کی نوروز کو نئی رجمنٹوں کے علمہائے
جنگ کی تقدیس کی رسم عمل میں آئی۔ دوسرے ہی دن فریڈرک ولیم چہارم جاں بحق
ہوا اور اب ایکطرف بادشاہ جدید تھا اور دوسری جانب ایک آئینی بحران! ہو

اب حالات اور واقعات کچھ اسطور پر نازک ہو رہے تھے کہ مضحکہ انگیز غلط
کاریوں کا زعفران زار ایک نقش حقیقت بنکر سامنے آنیوالا تھا۔ اب ایک طرف
تو پروشیا جس کے اغراض و مقاصد بدرجۂ اتم دور اندیشانہ اور جرمن، تھے، ایک
ایسا راستہ اختیار کر رہا تھا جو بظاہر کلیتہً پروشوی اور استبدادی تھا۔ دوسری جانب

آسٹریا جرمن لبرلزم کے علمبردار کی حیثیت میں

آسٹریا اپنے مخصوص اغراض و مقاصد کے بنا پر، لبرلزم کا علمبردار
بنکر دفعتاً نمودار ہوا۔ اطالوی جنگ کا ایک نتیجہ تو یہ ظاہر ہوا کہ
آسٹروی سلطنت میں (Shwarzen berg) سوارتسن برگ
کا نظام مرکزی ناگفتہ بہ طور پر درہم و برہم ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر
نظم و نسق میں ابتری پائی گئی۔ حکومت کا دیوالہ نکلا ہوا تھا اور گورنمنٹ مفلوج اس
کشمکش سے عہدہ برا ہونے کی صرف یہ صورت رہ گئی تھی کہ ذمہ داریوں کا بار کسی
نہ کسی قسم کی نیابت عامہ پر منتقل کر دیا جائے اور دستوری مراعات کی پہلی قسط کے
طور پر، مارچ ۱۸۶۰ء میں شہنشاہ نے تمام سلطنت کے لئے ایک مرکزی مجلس کا
انتخاب کیا۔ یہ ناآمیز اور متضاد مبادیات اور میلانات کی باہمی کشاکش کا میدان ثابت ہوا۔
اب ایکطرف تو جرمن لبرل جماعت تھی جس کا نصب العین ایک ایسی متحدہ سلطنت
تھی جسکی بنیاد مختلف صوبوں کی آزادی پر تھی اور دوسرے جانب اپنے پورے
سند بد اور جارحانہ جذبہ ملی کے ساتھ مگیاری اور سلافی صف آرا تھے۔ آغاز کار میں
تو شہنشاہ کا میلان خاطر موخر الذکر کی جانب تھا اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو اس نے
ہنگری کو اس قدیم آئین پر فائز کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ دیگر مملکتوں کو مقامی مجالس مقننہ
کے قیام کی اجازت دیکر ان سب کو مجلس مرکزی کی تحت میں لے لیا لیکن مگیاری
۱۸۴۸ء کے دستور حکومت کے علاوہ کسی اور چیز پر رضامند نہ ہو سکے اور انھوں نے

علم البغاوت بلند کر ہی دیا۔ فرانسس جوزف نے جرمن جماعت کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔ ہنگری میں فوجی قانون نافذ ہوا اور مئی سنہ ۱۸۶۱ء میں تمام سلطنت کے لئے وائنا میں ایک پارلیمنٹ کا افتتاح ہو گیا۔

وائنا میں تخیل المانی کی کامیابی نے آسٹریا کو فی الحال جرمنی کی لبرل جماعت کی نظروں میں بے حد مقبول بنا دیا اور اس نے حتی الوسع اس امر کی کوشش کی کہ یہ جذبہ محکم اور مصدق ہو جائے تاکہ وہ اسے اپنے مقصد براری کا حیلہ بنا سکے ۳۹۶
ہسی اور سلسوگ ہولسٹائن کے معاملات ایسے تھے جن سے وہ دستوریت اور المانی جذبہ وطن پرستی کی شان علمبرداری کا اظہار کر سکتا تھا اور یہ ایک ایسی چیز تھی جس کے متعلق وہ گوارہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس پر صرف پروشیا ہی دست منفعت دراز کر سکے۔ کچھ دنوں کی مطلق العنان حکومت اثنائی کے بعد ۳۰ مئی سنہ ۱۸۶۲ء

ہسی میں دستوری بحران

کو والی ہسی نے سنہ ۱۸۵۲ء کے دستور حکومت کے نمونے پر ایک نیا دستور حکومت نافذ کیا، لیکن مملکتوں کا اجتماع صرف اس غرض سے عمل میں آیا تھا کہ سنہ ۱۸۳۱ء کی آزاد تر دستور حکومت کی بازیافت کے لئے ایک متحدہ مطالبہ کیا جائے، بالآخر یہ تمام مسئلہ مجلس ملی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اپنی گذشتہ روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مجلس نے والی کے اقتدار حکومت کو برقرار رکھا لیکن اس رویّے کے خلاف پروشیا کا معترض ہونا کچھ مخصوص وجوہ کے بنا پر نہ تھا آسٹریا جو گویا رسم اصطباغ سے فارغ ہو کر ابھی ابھی اس دستوری گلّے میں داخل ہوا تھا اپنے اس تبدیل مشرب کے خلوص کو ثابت کرنے کی غرض سے، پروشیا سے ہمدوش ہو کر مجلس ملی پر اس امر پر زور دینے کیلئے طیار ہو گیا کہ اس مسئلہ کا تصفیہ خود اس کی روئداد پر کیا جائے۔ جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا یہ نوزائیدہ غیرت بھی محض ایک فریب تھا۔ اس کی اور اُس مفاہمۂ قلبی کی واقفیت یا غیر واقفیت کم و بیش یکساں تھی جو ڈچیز کے معاملے میں دربار برلن کے ساتھ کیا گیا تھا، اس کی اصل اس اندیشے سے پیوستہ تھی کہ پروشیا کو کسی قسم کا کوئی موقع نہ دیا جائے اور جرمن آرا نے ایکبار پھر آسٹریا کی روشن خیال پالیسی سے ان استبدادی کارروائیوں کا مقابلہ کیا جو برلن میں وقوع پذیر ہو رہی تھیں

اور ایسے نتائج اخذ کئے جو کلیتہً غلط تھے؛

سنہ ۱۸۶۴ء کی پروشوی پارلیمنٹ عقل وفہم سے اتنی ہی دور نظر آتی تھی جتنے اسکے پیشرو اور شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ عقل وفہم سے وہ روشناس ہی نہیں کرائی گئی۔ جنگی تیاریوں کا رُخ دیدہ ودانستہ آسٹریا کے طرف پھیر دیا گیا تھا اور یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو بمشکل تسلیم کیجا سکتی تھی۔ لبرل اکثریت، جو گذشتہ انتخاب میں اپنی تعداد اور اعتماد کے اعتبار سے کافی ترقی کر چکی تھی صرف غیر متعلق اور خلاف عقل تفاظیوں پر اُتر آئی تھی۔ اب بجائے اس کے کہ وہ حکومت کے زاویۂ نظر سے اپنی وابستگی کا میلان ظاہر کرتی، یہ تجاویز پیش کرتے ہوئے کہ میعاد خدمت جبریہ سے ایک سال حذف کردی جائے اور عساکر ضبطیہ میں تخفیف کرنے کے بجائے اس کا حلقہ اور زیادہ وسیع کر دیا جائے

پروشیا کے دستوری بحران کا مزید سلسلہ

۳۹۷ اسنے اپنے قدیم جذبۂ حریت سے متاثر ہو کر پیشہ ور افواج کی مخالفت میں علم جہاد بلند کر دیا۔ اس امر نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ ٹھیک اسوقت جبکہ دستور عہدیت کے از سر نو ترتیب اور تنظیم دئے جانے کے متعلق گفت وشنید کا آغاز ہونے والا ہی تھا ایوانوں کو برخاست کر دیا۔ اس کے بعد فوراً ہی لبرل وزارت مستعفی ہو گئی اور اس کے بجائے، پرنس ہوہنلوہے کی سرکردگی میں ایک قدامت شعار کابینۂ وزارت برسرکار آئی۔ آرائے عامہ اب نہایت شدت کے ساتھ حکومت کے خلاف مشتعل ہو چکی تھیں اور نئے انتخابات کا نتیجہ ایک ایسے ایوان کی صورت میں برآمد ہوا جو اپنے پیشرو سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لبرل تھا۔ ۲۲ اگست کو ایوانوں نے نہایت زبردست اکثریت کے ساتھ بجٹ سے اس مد کے نکال دینے کا فیصلہ صادر کیا جو اصلاحات حربی سے متعلق تھا۔ وزرا نے اب اس امر کا اعلان کیا کہ ایوان کی اس مسلسل مخالفت سے انکے لئے یہ ناممکن ہو گیا تھا کہ وہ جدید نظام حربی کی اعانت کر سکتے نظر براں شاہ ولیم نے انکا استعفی منظور کر لیا اور پورے عزم واستقلال کے ساتھ جسمیں کسی قسم کی لغزش واقع نہیں ہوئی تھی اپنی استعانت کے لئے بسمارک کو طلب کیا۔ اسطور پر بالآخر یورپ کے منصۂ سیاست پر وہ پیکر نمودار ہوا جو کم وبیش چوتھائی صدی تک کارفرما رہا ؛

شاہ ولیم، بسمارک کو وزارت کے لئے طلب کرتا ہے ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء

بسمارک ایک مدبر سلطنت کے اعتبار سے، مکیاولی کے مسلک سے تعلق رکھتا
تھا اور اس عظیم الشان غلو نظیتی کے ساتھ وہ ان تمام ذہنی زیاں کاریوں سے متنفر تھا جو
سیاست کے صراط عمل کو ظلمت آلود بناتی ہیں تاہم اسکی سیرت میں اطالوی لطف و لینت کا فقدان تھا۔ اسکا
بسمارک اور اسکی امتیاز خصوصی، فی الحقیقت، ایک قسم کی بیباکانہ اور بے باک راستی تھا
حکمت عملی اگویا بے باکی سے کار فرما ہونے کی اس میں کافی اہلیت تھی معلوم
یہ ہوتا تھا گویا اس کی منزل مقصود اس درجہ متقین اور نمایاں تھی اور اسے
حاصل کرنے میں جس طاقت اور ہمت کی ضرورت تھی اس کا کوئی منکر نہیں ہو سکتا
تھا۔ اس خیال کا نقش وہ دوسروں کے دل پر بٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ اسے یہ اندازہ
لگانے میں کمال تھا کہ حصول مقصد کے لیئے ذرائع اور وسائل کس طور پر بر سر کار
لائے جا سکتے ہیں اور راستے کی دشواریوں کی اہمیت کیا ہے۔ مزید براں وہ
خوب سمجھتا تھا کہ کس وقت زبان کو حرکت اور کسوقت اسے قفل سکوت دینا چاہیئے
اس نازک وقت میں ایک ایسے آہنیں عزم شخص کو بطور آلہ کے منتخب کرنے میں، شاہ ولیم
کی فطرت اور فراست نے اس سے غداری نہ کی تھی۔ بسمارک کی سیرت اور اس کی
اس عام ہمدردی کے علاوہ، جو ایسے بادشاہ کی ان حوصلہ مندیوں سے تھی جو پروشیا
سے وابستہ تھیں، اس کی جدید ترتیب نے اسے اس منصب کے لیئے منتخب
کر لیا تھا جس کی عنان اب اس کے سپرد کی گئی تھی۔ نو سال کی وہ مدت جسے
اس نے فرینکفورٹ کی مجلس ملی میں پروشیا کی نمائندہ کی حیثیت سے گذاردی تھی
اُس نے نہ صرف عہدیت جرمنی کے ہر دربار حکومت اور ہر مدبر سلطنت سے ۳۹۸
نہایت گہری شناسائی اور واقفیت حاصل کر لی تھی بلکہ اس نے انتہائی دقت نظری
کے ساتھ آسٹروی سازشوں کے ان تمام پیچیدہ کید و تزویر کا اسوقت سے
مطالعہ کیا تھا جب سے کہ شوارزن برگ نے پروشیا کو بار دیگر آسٹریا کے
طوق و رسن میں جکڑ دیا تھا۔ وہ اس سے بہت قبل اس حقیقت کا احساس کر چکا
تھا کہ آسٹریا، دشمن، تھا اور جبتک کہ وہ جرمنی سے دھکے دیکر نہ نکالدیا جائے،
پروشیا اور جرمنی میں سے کسی ایک کا بھی طاقتور ہونا ممکنات سے نہ تھا۔ اسطور
پر پروشیا کو اتنا طاقتور بنا دینا کہ وہ عہدیت جرمنی میں سے آسٹریا کو حذف کر سکے

اس کی پالیسی کے مقاصد عالیہ میں داخل ہو گیا۔
بسمارک نے اپنی وضع دارانہ بے تولی کی ماتحت اپنے مقاصد کو کسی حجاب یا نقاب سے گرانبار نہ کیا۔ گو باقتضائے ضرورت اس نے اُن ذرائع کو صیغہ رازمیں میں رکھا جن سے یہ مقاصد عمل پذیر بنائے جا سکتے تھے اتحاد محاصل کے سلسلہ میں یہ حقیقت آشکارا ہو چکی تھی کہ پروشیا اب اپنے یا جرمنی کے اغراض و مقاصد کو کسی ایسے سیاسی اتحاد کے افسانہ کے مقابلے میں ثانوی حیثیت نہیں دے سکتا تھا جو اس کے آسٹریا سے متحد کر دیئے جانے کے متعلق پیش کیا جا سکتا تھا سنہ ۱۸۴۱ء میں آسٹریا کو اتحاد محاصل میں شریک کر لیا اس لئے ناممکن ہو گیا تھا کہ اٹلی اور[۱] ہنگری کو

آسٹریا اور اتحاد محاصل سنہ ۱۸۵۳ء اور سنہ ۱۸۶۲ء

اس میں داخل کرنے یا اس سے حذف کر دینے میں شدید دشواریاں تھیں سنہ ۱۸۵۳ء میں پروشوی اتحاد محاصل اور آسٹریا کے درمیان، سات سال کے لئے ایک تجارتی عہد نامہ ہوا تھا جسے اس مدت کے ختم ہونے کے بعد پھر معرض بحث میں لایا جا سکتا تھا لیکن ظاہر ہے کہ صرف مرور ایام سے کوئی لاینحل مسئلہ حل پذیر نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں اتحاد محاصل کو آزاد تجارت کے اصول پر از سر نو مرتب کیا گیا لیکن اسٹروی نظام محاصل اب تک شدت کے ساتھ استعمال تھا۔ یہ تبدیلی، جو اس وقت عمل میں آئی تھی جب، حسب منشا ہم اتحاد محاصل سے اسٹریا کے تعلقات پر نظر ثانی ہونے والی تھی۔ آسٹریا اور تمام دنیا کے نزدیک اس حقیقت پر محمول کی گئی کہ حکومت وائنا سے ہمنوا ہو جانے کے لئے، پروشیا اپنے نظام تجارت میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا کرنے پر طیار نہ تھا اور اس خیال کو اس حقیقت سے اور تقویت پہنچی کہ یہ تبدیلی اس لحاظ سے عمل میں آئی تھی کہ فرانس سے ایک تجارتی معاہدہ کرنے میں سہولت پیدا ہو سکے، بالفاظ دیگر، عہدیت جرمنی کی ایک ہمسایہ مملکت سے جو قلبی موالنست تھی کہ ایک بیرونی طاقت کے اتحاد
پر قربان کر دی جانے والی تھی۔ ۳۹۹
آسٹریا نے اس پر نہایت زبردست احتجاج کیا اور اس کے اس احتجاج پر اتحاد محاصل کے اراکین کی ایک زبردست جماعت نے

۱؎ اسپرنگر جلد اول صفحہ ۵۵۶

صدائے لبیک بلند کی۔ پروشیا جسے امید واثق تھی کہ چھوٹی ریاستوں کے جذباتی یا حاسدانہ اعتراضات کے مقابلے میں ایک بار پھر، مادی اغراض و مفاد کا پلہ گراں رہیگا اپنے عزم و استقلال پر قائم رہا اور اس نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۲ء کو فرانس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔ اسٹریا کی جدید و مزید صدائے احتجاج کا جو جواب اس نے دیا وہ نہایت نمایاں طور پر غیر دوستانہ، اور پر معنی تھا۔ اس جواب نے وہ ہئیت اختیار کر لی جس سے اٹلی کی جدید سلطنت کو تسلیم کر لینا ترشح ہوتا تھا۔

یہ افسانہ مئی کے اس مراسلہ کے ساتھ جو پروشوی اعلان جنگ کی صورت میں کاسل کے پاس بھیجا گیا تھا اور جس میں دستور حکومت کے متعلق وہاں کے والی کی کافی تادیب کر دی گئی تھی، برلن کی جدید حکومت کی قوت پر دال تھا۔ اور بسمارک کے کارفرما ہونے کے بعد اس میں کسی قسم کے ضعف کا اندیشہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اپنے اصول پر صداقت کے ساتھ قائم رہتے ہوئے کہ بلا ضرورت اشتغال پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیئے، بسمارک نے "قدیم لبرلوں" سے مفاہمہ کر لینے کیلئے قدم بڑھایا۔ یہ کوشش رائگاں ہوئی لیکن باستثنا، اس مد آمدنی کے جو اصلاحات حربی کے لیئے ضروری تصور کی گئی تھی، دارالامرا نے بجٹ کو کلیتہً مسترد کر دیا۔ اور کثرت آرا نے حکومت کی پالیسی کو منظور کر لیا ایوان زیریں نے ایوان بالائی کے اس فیصلہ کو خلاف دستور قرار دیا لیکن اس نے حکومت کو ایک طرح کا استحقاق تفویض کر دیا اور چونکہ اس کے فوراً ہی بعد بحث مباحثہ کا دوران میعاد ختم کر دیا گیا؛ بسمارک نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ دارالامرا کی رائے حاصل ہو جانے کے بعد حکومت کو اس منظوری کا انتظار نہ کرنا چاہیئے جو دستور حکومت کی رو سے لازم آتی تھی بلکہ انتظامی کارروائیوں پر فی الفور عملدرآمد شروع کر دینا چاہیئے۔

برخلاف میٹرنخ، بسمارک نظم حکومت میں آرائے عامہ کو محض ایک حقیر اور سطحی عنصر نہیں تصور کرتا تھا، فی الحقیقت یہ ایک کور چشم اور زود فریب عفریت تھا جس پر اگر باقاعدہ لگام و دہانہ سے قابو رکھا جائے تو یہ کارآمد اور طاقتور بنایا جاسکتا تھا لیکن اگر اسے بیجا طور پر مشتعل کیا جائے تو پھر اس کا خطرناک ہونا بھی لازمی تھا۔ نظر براں یہ صرف شدید ضرورت، کا اقتضا تھا کہ اس نے

حربی اصلاحات کے متعلق بسمارک لبرل اکثریت کو ہیچ وحقیر گردانتا ہے

لبرل جرمنی کی متحدہ افکار و جذبات کو ہیچ وحقیر گردانتا۔ لیکن وہ ان مہیب نتائج سے بے خبر نہ تھا جو پروشیا کے موجودہ طرز عمل سے ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ ایسے زبردست نتائج جنکے مقابلے میں اب بھی وہ آسٹریا سے کوئی ایسا معاہدہ ومفاہمہ کرلینے کیلئے تیار تھا جنکے متعلق یہ یقین کیا جاسکتا کہ یہ صرف التوائے حرب وضرب کا مرادف نہ تھا اس نے کاونٹ کرولی سے، جو مجلس ملی میں آسٹریا کی نیابت کررہا تھا کہدیا تھا کہ ہمارے ان تعلقات کا جو آسٹریا کے ساتھ ہیں ہو جائینگے یا بدتر اور ہماری مخلصانہ آرزو یہ ہے کہ اول الذکر ہی وقوع پذیر ہو، لیکن اس نے محسوس کیا اور اس کا اظہار بھی کردیا کہ جبتک آسٹریا، جرمنی کے درباروں سے اپنے اثرات اٹھا لینے پر قناعت، اور" اپنے مرکز ثقل کو بوڈا پیسٹ کی جانب منتقل نہ کریگا" پروشیا کا آسٹریا کے دشمنوں سے ہمدوش ہونا ناگزیر تھا۔ اور چونکہ آسٹریا اس کے اس اشارہ پر عملدرآمد کرنے کیلئے آمادہ نظر نہیں آتا تھا پروشیا کے لیئے صرف یہ ہی رہ گیا تھا کہ وہ مسلح ہو جائے۔ موازنے کے سلسلہ میں جو کمیٹی قائم ہوئی تھی، اس کے سامنے ۳۰ ستمبر ۱۸۶۲ء کو اس نے کہدیا،" اعانوی مسئلہ پارلیمنٹ کی قراردادوں سے نہیں بلکہ خون وخنجر سے طے پائیگا"[۲]۔

"خون وخنجر" کی پالیسی کا اقتضا صرف یہ نہ تھا کہ خواہ اس راستے میں کیسے ہی خطرات کیوں نہ پیش آئیں حربی اصلاحات کی اسکیم کو کسی نہ کسی طور پر منظور کرلینا چاہیے! بلکہ دول یورپ کو بھی اس احتیاط کے ساتھ ہموار کرلینا تھا جو وقت جرمنی کے خانگی معاملات کو طے کرنیکا وقت آئے تو پروشیا کسی نامقبول بیرونی مداخلت کے عدم وقوع پر ان پر تکیہ بھی کرسکے۔ بہرحال سیاسی مستقبل اسوقت نہایت پرآشوب نظر آرہا تھا۔ پیرس

پروشیا اور دول یورپ فرانسیسی روسی اتفاق کا اندیشہ

کی کانگریس کے بعد سے نپولین، روس اور فرانس کے باہمی رشتہ کو اور زیادہ وابستہ کرنے میں برابر مشغول رہا تھا۔ پیہم نصف صدی سے مدبران یورپ کو جن کے ذہن میں واقعہ

نوٹ (۱) سیبل جلد دوم صفحہ ۴۴۵
(۲) ہان جلد اول صفحہ ۶۶

ٹلسٹ محفوظ تھا۔ ان دونوں سلطنتوں کے اتحاد کا شدید خطرہ دامنگیر رہا تھا، جس سے محفوظ رہنے کے لیے وہ ہر انتہائی مصیبت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آمادہ تھے۔ اس نازک موقع پر پروشیا کے لیے یہ واقعہ مہلک ثابت ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ نپولین یا الگزانڈر، پروشیا کے حوصلوں کی منزل مقصود سے باخبر تھے بلکہ اس اتحاد سے پروشیا اگر آسٹریا کی قوت کو نیست و نابود کر کے کچھ فائدہ بھی حاصل کر لیتا تو وہ اپنی صولت و ظفر کے ثمرات سے متمتع نہیں ہو سکتا تھا۔ اواخر ۱۸۶۳ء میں پولینڈ میں ایک زبردست ہنگامۂ بغاوت نمودار ہوا اور اس طور پر فرانس اور روس میں کسی ارتباط قلبی کا امکان باقی نہ رہا اور براعظم کی پوری طاقت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک طرف پروشیا اور روس اور دوسری جانب آسٹریا اور فرانس تھے۔

پولینڈ میں ہنگامۂ بغاوت

دسمبر ۱۸۴۵ء کے فرمان شاہی کی رو سے اہالیان پولینڈ کی آزادی کا آخری شائبہ بھی فنا ہو گیا جسے وہ کسی طرح منظور نہیں کر سکتے تھے اور یہ بددلی اور بے اطمینانی حکومت روس کے اس طرز عمل سے اور زیادہ ترقی کر گئی تھی جس کے تصرف سے وہ پولینڈ میں اپنی سطوت و حکومت مستحکم اور منتظم کرنا چاہتی تھی اور جس کا ماحصل طبقۂ مزارعین کو طبقۂ غالب کے خلاف شہ دیتے رہنا اور زمینداروں کو نقصان پہنچا کر ان کی حالتوں کو بہتر بنا کر جماعت عوام کو زار کا وابستۂ دامن بنانا تھا۔ اس طور پر اُس طبقے کی سیاسی شکایات پر معاشری شکایت کا ایک اور اضافہ ہوا جو کبھی حکمران رہ چکی تھی لیکن اب نہ تھی۔ جب تک نکولس سریر آرائے سلطنت تھا اس وقت تک اس کے آہنی پنجوں کی گرفت ایسی سخت تھی کہ اہالیان پولینڈ تاب مقاومت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن الگزانڈر کے حکمران ہونے کے بعد حکومت کی انتہائی اور بدترین سختیاں کسی قدر ہلکی ہو گئیں اور اس طور پر حسب معمول اُمید نے وہ گرو کھایا جو یاس سے شاید کبھی نہ ہوا ہو۔ اہالیان پولینڈ میں تحریک دل نے کروٹیں بدلنی شروع کر دیں۔ جدید شہنشاہ کی تاجپوشی کے موقع پر عام معافی کا اعلان ہوتا تھا کہ مہاجرین اور پناہ گزینوں کا قافلہ، جن کے ذہن و دماغ پیرس کی بلند آہنگ ہمدردی

اور دلسوزی سے گونج رہے تھے، جوق در جوق پولینڈ میں داخل ہوئے اور فرانسیسی امداد و استعانت کی توقع ایکبار پھر علم و یقین کی حد تک پہنچ گئی۔ زار کی منظوری سے ۱۸۶۱ء میں ایک انجمن موسوم بہ انجمن زراعت، قائم ہوئی تھی جو محض ایک معاشی جماعت تھی لیکن رفتہ رفتہ ایک زبردست سیاسی طاقت بنگئی۔ یہ انجمن اب وطن پرستانہ شورشوں کا مرکز بنگئی۔ اب طبقۂ مزارعین کو روس سے علیحدہ کرنے کی اہمیت محسوس کی گئی اور ۱۸۶۱ء میں انجمن مذکور نے اپنے ایک اجلاس میں جس میں آزادی پولینڈ کے مسئلے پر بحث ہوئی تھی زار کو زرعی غلاموں کی نجات و آزادی کی تکمیل کے لیے درخواست گذرانی سیاسی شورشوں کے آثار ترقی سے اندنوں روسی حکومت مشوش اور مضطرب ہورہی تھی۔ ۱۹ر فروری ۱۸۶۱ء کا فرمان شاہی جس کی رو سے روس کے زرعی غلاموں کو حظ آزادی حاصل ہوا تھا پولینڈ میں نافذ نہیں تھا۔ چند ہی ہفتوں کے بعد انجمن زراعت برخاست کردیگئی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ افواج متعینۂ پولینڈ میں معتدبہ اضافہ کردیا گیا؛

ایک سال سے زائد پولینڈ کی حالت میں بظاہر کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور مئی ۱۸۶۲ء میں زار نے اپنے بھائی قسطنطین کو نائب شاہ بناکر وارسا بھیجا اور دیوانی کے ناظم اعلیٰ کا منصب مارکوئس وی لیوپیسکی کو سپرد کرکے اسکی معیت میں کردیا اور اسے استقلال و استحکام کے ساتھ، جو رعایات و مراعات سے ممزوج کرلیے جایا کریں پولینڈ پر حکمرانی کرنے کی ہدایت کردی لیکن اہالیان پولینڈ کسی قسم کی صلح کوشی یا مفاہمہ کے لیے آمادہ نہ تھے اور باوجود اس کے کہ وہ ابیضی اور احمرین دو جماعتوں میں خود تقسیم ہوچکی تھی اور جو علی الترتیب قدامت شعار ملت پرستی اور انتہائی انقلاب کے علمبرداروں میں تھے وہ اس امر میں متحد تھے کہ جب تک ان کی ملی آرزووں کے متعلق ان کو کافی اطمینان نہ ہوجائیگا وہ کسی اور چیز کو منظور کرنے کے لیے طیار نہ تھے۔ نائب شاہ کے اُس اعلان کا جواب جس میں زیادہ روشن خیال پولستانیوں کو حکومت سے ہمدوش ہوکر امن و تسلط قائم کرنے کی دعوت دیگئی تھی، ایک محضر نامے کی صورت میں دیا گیا جس پر ان نمایندوں کی کثرت کے ساتھ دستخطیں ثبت تھیں جو طبقۂ اعیان و اکابر سے تعلق رکھتے تھے

صفحہ ۴۰۲

اور جس میں دستور حکومت اور اُن ممالک کی واپسی کی درخواست کی گئی تھی جو پولینڈ سے منقطع کر دیے گئے تھے۔ اب روسی حکومت کو ایک دفعہ پھر جبر و تشدد بر سرِ کار لانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔

اکتوبر ۱۸۶۲ء میں زار نے فوجوں کی بھرتی کے لیے ایک جدید قانون نافذ کیا۔ توقع یہ تھی کہ اس کی وجہ سے تمام لوگ فوجی انضباط کے شکنجے میں آجائینگے اور بد دلی اور بے اطمینانی فرو کیجا سکے گی۔ اس قانون کو نافذ کرنے کی جو تدابیر جنوری ۱۸۶۳ء میں اختیار کی گئیں انھوں نے حالات و واقعات کو اور سرعت کے ساتھ نازک بنا دیا۔ ایک کثیر جماعت ان لوگوں کی جو جبری فوجی خدمت کی زد میں آتے تھے اس سے پہلے ہی باخبر ہو چکی تھی اور یہ لوگ جنگلوں میں روپوش ہو گئے تھے۔ وہ رنگروٹ جس کی وارساؤں میں دارو گیر ہوئی سپاہ پر ٹوٹ پڑے، دست و گریبانی سے بلوے کی نوبت آئی اور بلوے نے ترقی کر کے بغاوت عام کی صورت اختیار کر لی غیر مسلح اور غیر مرتب پولیس آزادی ملت کے قیام و بقا کے لیے آخری بار تیغ آزمائی کرنے پر طیار ہو گئی۔

۱۸۳۱ء میں پولینڈ والوں کا مستقبل جیسا کچھ تاریک معلوم ہوتا تھا اُس سے کہیں زیادہ مایوس افزا ۱۸۶۱ء میں نظر آتا تھا، اُسوقت دو مصافی قوتوں کی تاب و تواں کی آزمائش درپیش تھی اسوقت صرف ایک رعایائے آبادی کی بغاوت رونما تھی بایں ہمہ یورپ کا حال کلیتہً نامساعد نہ تھا اور باغیوں کو یہ توقع تھی کہ وہ اگر کچھ عرصے تک بھی زار کی طاقت و قوت کے مقابلے میں ثابت قدم رہے تو دول یورپ دخل اندازی پر مائل کیے جاسکیں گے بہت سے ایسے اسباب تھے جس سے اس توقع کا قرین قیاس ہونا ثابت ہوتا تھا فرانس میں پادریوں کی جماعت نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان کیتھولکوں سے اظہار ہمدردی کر رہی تھی جو راسخ الاعتقاد عیسائیوں کی درازدستیوں کے آماجگاہ بن رہے تھے۔ احرار ان لوگوں کے دمساز ہو رہے تھے جو اپنی آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ انگلستان میں آرائے عامہ جس طور پر اہالیان پولینڈ سے ہمدردی کر رہی تھی

یورپ اور بغاوت پولینڈ

صفحہ ۴۰۳

اس کا اظہار بے شمار جلسوں میں ہو رہا تھا۔ بالآخر آسٹریا نے اُس اطمینان قلب کے ساتھ جسے وہ بسا اوقات پردۂ خفا میں نہیں رکھ سکتا تھا، اپنے زبردست ہمسائے کے اضطراب و دلشکنگی کا مسرت کے ساتھ مشاہدہ کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف روس کی سبے یاری و مددگاری نے بسمارک کو وہ موقع دیدیا جس کا وہ منتظر تھا۔ یعنے فرانسیسی رومی ائتلاف کی شکست و ریخت اور اس کے بجائے روس اور پروشیا میں ایک محکم اتحاد کا قائم کردیا جانا۔ اہالیان پولینڈ کو فی الحقیقت اس خطرے کے سد باب کرنے کی کوئی فکر نہ تھی جماعت احمرین مغربی پروشیا کے پورے حصے پوزن اور پومیرانیا کے اس حصے کا جو دریائے اوڈر تک چلا گیا تھا اور جو اس سے قبل سلطنت پولینڈ کے حصص تھے، مطالبہ کر رہی تھی اور باغیوں نے پروشوی مقبوضات میں رنگروٹ بھی جمع کرنے شروع کردیے، اسطور پر بقول بسمارک اس بغاوت کا فرو کرنا پروشیا کے نزدیک بھی، "حیات و ممات کا مسئلہ تھا"، یعنے اگر پولینڈ سے روسی نکال بھی دیے جاتے تو پھر وہاں پروشیا کا داخلہ لازمی تھا۔ شاہ ولیم نے زار کو جو مراسلہ بھیجا تھا اس میں وہ تحریر کرتا ہے "بغاوت پولینڈ کے سلسلے میں دونوں سلطنتوں کی حالت فی الحقیقت ان دو حلیفوں کی تھی۔ جنکو کسی مشترک غنیم کا سامنا ہو" اندریں حالات اشتراک عملی پر طیار ہوجانا کچھ مشکل یا بعید نہ تھا۔ ۸ رفروری کو ایک معاہدے پر دستخط ثبت کیے گئے جس کی رو سے جرمنی نے مغربی پولینڈ پر تین فوجی جمعیتیں (آرمی کور) بھیجدیں اور اس محاذ کے متعلق ساتھ ہی ساتھ دونوں حکومتوں کو اعلان کر دیا گیا کہ فوجی نقل و حرکت میں یہ کسی طور پر حد فاصل نہ تصور کیا جائیگا؛

روسی پروشوی معاہدے نے دول یورپ کو مضطرب کر دیا۔ اس واقعے نے نپولین کو خصوصیت کے ساتھ منغض کیا۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا تھا کہ اس میں خود اس کی شرکت لازمی تھی اور اسطور پر وہ خلیج جو اس کے اور سینٹ پیٹرسبرگ کے ایوان حکومت کے درمیان حائل تھی

حاشیہ: پروشیا اور پولینڈ — روسی پروشوی اتحاد — نپولین سوم اور پولینڈ

ا۔ سیبل جلد ۲ صفحہ ۵۷۔ ہان جلد ا صفحہ ۱۰۲ وغیرہ

اور زیادہ وسیع ہو جائیگی۔ اس کے نزدیک پولینڈ کا ہنگامہ بغاوت، فی الحقیقت نہایت ہی بے موقع تھا۔ وہ میکسیکو کے متعلق بڑی بڑی اسکیمیں طیار کرنے میں منہمک تھا اور یہ وہ اسکیمیں تھیں جنہوں نے اپنے خاتمے کے ساتھ خود اس کی اور فرانس کی شہرت کو خاک و خون میں لٹا دیا۔ اسکے علاوہ اور بہت سی اسکیمیں صفحہ ۴۴ تھیں جو اسے سرزمین اٹلی سے قدم نہ نکالنے دیتیں جہاں گاریبالڈی اور اسکے سرخ پوش اُن بھوکے بھیڑیوں کے مانند جو بھیڑ بکریوں کے رمنوں کے چاروں طرف غرّاتے اور چکر لگاتے ہوں۔ روما کی حرمت و تقدس کے درپے نظر آرہی تھی۔ لیکن باوجود اس شور و شغب کے جو فرنسیسیوں اور اصرار کی طرف سے برابر اس کے کانوں تک پہنچتا رہا، یہ ظاہر تھا کہ وہ پولینڈ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرتا۔ اسطور پر ۱۷ فروری کو ڈروین ڈی لوئیں نے ایک مراسلہ برلن بھیجا جس میں اُس نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ ۸ فروری کے معاہدے نے مسئلہ پولینڈ کی اہمیت کو تمام یورپ کے اغراض و مقاصد سے وابستہ کر دیا تھا اور دوسرے ہی دن حسب ضابطہ ایک نوٹ سینٹ پیٹرسبرگ بھیجا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ پولینڈ میں روس کے طرز عمل سے عہدنامہ وائنا کے شرائط کی خلاف ورزی ہو رہی تھی۔ نپولین کا دفعۃً "معاہدات" کا علمبردار ہو کر نمودار ہونا یورپ کی کسی قدر جرأت کا موجب ہوا۔ اور آسٹریا کا نپولین کے خلوص کا منکر ہونا کچھ غیر فطری بھی نہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اس کے دلائل و براہین

آسٹریا اور انگلستان کا طرز عمل

کی تائید کرنا گوارا نہ کیا۔ کاؤنٹ ریخبرگ نے اپنی اُلجھی ہوئی منطق کے ساتھ یہ حقیقت پیش کی کہ "اگر پولینڈ کے معاملے میں ان معاہدات اور ذمہ داریوں کی بجا آوری منظور ہے جو ۱۸۱۵ء میں دول یورپ نے اپنے اوپر عائد کی تھیں تو پھر اسوقت کی دیگر تمام شرائط کی بجا آوری کیلیے کیوں نہ اصرار کیا جائے"[۱]۔ تاہم فرانس اور روس کے درمیان جو خلیج حائل تھی اسے مزید وسعت دینے میں آسٹریا کے اغراض و مقاصد کی سرسبزی لازمی تھی۔ اس سے اسکے اس دیرینہ خواب پریشاں کا ازالہ ہونا تھا جو ایک عرصے سے اسکے سکون میں خلل انداز ہو رہا تھا۔ کبھی وہ دیکھتا تھا کہ اٹلی، نپولین کے پنجۂ غضب میں ہے، کبھی وہ بحیرۂ روم کو ایک فرانسیسی جھیل پاتا تھا اور کبھی دولت عثمانیہ کو روس

۱۔ بلوم فیلڈ بہ رسل کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۳ء ۷۷ ۵۱

اور فرانس میں تقسیم ہوتے دیکھا تھا۔ اب یہ ظاہر تھا کہ اگر فرانس اور روس باہم دست و گریباں ہو جائیں تو کم سے کم آسٹریا کا فرض تھا کہ وہ انھیں مصروف پیکار رکھنے میں برابر معین ہوتا رہے۔ کسی ایک فریق کے ساتھ صف آرا ہونا اسکی فطرت ہی میں نہیں داخل تھا۔ رہی انگلستان کی مداخلت قطع نظر اس حقیقت کے کہ روس کی بیخ کنی ریشہ دوانی ہمیشہ اس کے ارباب حل و عقد کے مد نظر رہی۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ جو غرض و غایت اسکی محرک ہوئی وہ نسبتہً کم خود غرضانہ تھی۔ آرائے عامہ حقیقی طور پر اہالیان **پولینڈ** کی ہمدردی اور موافقت کے جوش میں تھی اور کابینۂ وزارت نے حلقہ جات انتخاب کے اصرار کو ایک لقمۂ تر پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی یہ ۱۸۱۵ء کا معاہدہ انکی مداخلت کے لیے بھی آسان حیلہ ثابت ہوا۔

اسطور پر سہ حکومتوں نے مصلحت مداخلت کو بالاتفاق تسلیم کر لیا لیکن ان کے عہد و پیمان کے حدود یہیں تک ختم ہو گئے **آسٹریا** نے روسی حکومت کی توجہ صرف اُن خرابیوں کی جانب مبذول کرائی جن کا خمیازہ **پولینڈ** میں شورش اور بغاوت کی گرم بازاری سے خود روس کو بھگتنا پڑتا۔ انگلستان صرف عہد ناجات کا حوالہ دیکر خاموش ہو گیا، **فرانس** اس ورطے میں پڑ کر سب سے ایک قدم آگے نکل گیا اس نے اشارۃً اس امر کا اظہار کر دیا کہ **یورپ** کی عافیت صرف اس طور پر متیقن ہو سکتی تھی **پولینڈ** کلیتہً آزاد کر دیا جائے۔ ان حالات کے ماتحت **آسٹریا** نے ایک مشترکہ نوٹ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور ۱۷ جون ۱۸۶۳ء کو تینوں حکومتوں کے افکار و آرا علیحدہ علیحدہ حکومت روس کو پیش کر دیے گئے۔ جواب فیصلہ کن تھا۔ روس کی طرف سے پرنس (Gortschakoff) **گورچاکوف** نے کسی قسم کے معاہدے یا مفاہمے پر اسوقت تک کیلیے گفت و شنید سے انکار کر دیا جبتک کہ باغی ہتھیار نہ ڈالدیں معاہدۂ وائنا پر دستخط کرنیوالی حکومتوں کے حق مداخلت سے انکار نہ کریں اور اس قسم کی سلسلہ جنبانی سے اجتناب نہ کریں جسکا کوئی نتیجہ نہ تھا اور بہر صورت سوائے ان حکومتوں کے جو تقسیم میں شریک تھیں کسی اور حکومت کی حق دخل اندازی کو تسلیم نہ کریں ۵۱

روس آسٹریا کی مداخلت نامنظور کرتا ہے۔ فرانس اور انگلستان یکم جولائی ۱۸۶۳ء

صفحہ ۴۰۵

۵۱ گورچاکوف بہ برڈ نو و یکم جولائی ۱۸۶۳ء کا مخذات پارلیمنٹ ۱۸۶۳ء صفحہ ۲۸۷ مقابلہ ہو۔ ۱۸۶۴ء ۱۸۱۶×۱ صفحہ ۵۷۵۔

اس پر زور پیام آخری نے، جیسی کہ توقع تھی تینوں دول کو جنھوں نے صدائے احتجاج بلند
کی تھی بالکل بے دست وپا پایا نپولین نے جو روز بروز میکسیکو کے قضیے میں اور زیادہ
الجھا جاتا تھا مسئلۂ پولینڈ کو دو معدلت گاہ یورپ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ
ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ اضافہ بھی کر دیا، جسے بقیہ حکومتوں نے ایک
قسم کا مسعود اشارہ تصور کیا کہ ۱۸۱۵ء کے عہد ناموجات کالعدم ہو چکے تھے پیرس کے
اس کنائے نے جس میں مختلف ممالک کے حدود کے از سر نو ترتیب دیئے جانے کا
امکان تھا صرف پولینڈ ہی نہیں بلکہ انگلستان اور آسٹریا کو بھی یکا یک بیدار
کر دیا۔ انگلستان نے اہالیان پولینڈ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اس
حد تک نہیں جس سے پولینڈ کی طرف سے یورپ کی مختلف پیچیدگیوں میں
مبتلا ہو جانے کا امکان لازم آتا تھا۔ آسٹریا ایک طرف تو وطن پرستی اور
قومیت کے عفریت سے خوفزدہ تھا دوسری جانب سے روس کا خطرہ دامنگیر
تھا اور اب جبکہ ان دو خطرات کی زد میں اس کے پاؤں کو لغزش ہو رہی تھی
اس نے محسوس کیا کہ ان میں اول الذکر جسکی علمبرداری کا نپولین متعدد بار اعلان
کر چکا تھا زیادہ اندیشہ ناک اور پریشان کن ہے۔ اتحاد چندروزہ کا خاتمہ ہو گیا۔
ایک مجہول ہمدردی کے ساتھ انگلستان اور فرانس دور ہی سے پولینڈ کی موت و
زیست کی جنگ آزمائی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ آسٹریا نے نہایت بددلی کے ساتھ
روس سے سلسلۂ گفت وشنید شروع کیا اور باشندگان پولینڈ، روس کی عظیم الشان
طاقت کے مقابلے کے لیے تنہا رہ گئے ان حالات کے ماتحت نتائج عرصے تک صفحہ ۴۰۶
معرض اشتباہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ بہر حال ایک سال سے زائد تک اس کا
کوئی تصفیہ نہ ہوا جنگ کی نوعیت اولیں، بہر حال جلدی اختتام کو پہنچ گئی انقلاب
کے آغاز ہی میں جنرل لانگی اے وچ حاکم مطلق، اور قائد اعظم بنا کر بھیجدیا گیا تھا
اور پانچ دن کے بعد اس کی فوجیں گرو کووسکا میں روسیوں سے مقابل ہوئیں
تین دن تک جدال وقتال کی گرم بازاری رہی لیکن ۱۹ مارچ کو افواج پولینڈ
کو شکست فاحش ہوئی اور لانگی اے وچ خود آسٹریا کی سرحد پر جا کر پناہ گزیں ہوا۔
جنگ وپیکار کی عنان اب ایک خفیہ انجمن کے ہاتھ میں آئی جس کا مستقر

وار رسا تھا۔ یہ انجمن اس درجہ خفیہ تھی کہ خود اس کے ماتحتوں کو خود نہ معلوم تھا کہ یہ جماعت کن لوگوں پر مشتمل تھی ہیبت و رعب اس کا آلہ تھا اور اس کے احکام سے سرتابی کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ یورپ کے غیظ و غضب کے ازالے کے لیے یکم اپریل کو حکومت روس نے ایک اعلان شائع کیا جس میں چند شرائط پر عام معافی کا وعدہ کیا گیا تھا اہالیان پولینڈ میں سے ایک متنفس کو بھی سر تسلیم خم کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خفیہ حکومت کی افتاد شقاوت نے جنگ کی حالت اور نوعیت پر ایک گہرا نقش قائم کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین کی طرف سے ہولناک بربریت اور درندگی وقوع میں آئی۔ اس جنگ میں بجائے اس کے کہ کہیں جم کر مقابلہ ہوتا زیادہ تر کہیں کمیں گاہوں سے حملے کیے گئے، کہیں قتل و خونریزی عمل میں آئی۔ کہیں تاخت و تاراج ہوئی اور کہیں اچانک حملے کیے گئے۔ ایک جگہ شعلے فرو کیے جاتے تو دوسری طرف بھڑک اٹھتے۔ لیکن بالآخر وہ آتش زدگی جسے غیظ و غضب کے لقموں سے اب تک برقرار رکھا گیا تھا۔ فرو ہو گئی اور مارچ ۱۸۶۴ء میں اس کے آخری شعلے بھی افسردہ ہو گئے۔

بغاوت پولینڈ کا حسرت ناک انجام گو جہاں تک خود پولینڈ کا تعلق تھا۔ اس پر ہوا کہ قبل از جنگ اس کی مقبوضات یا متعلقات جیسی کچھ تھیں وہ بجنسہ قائم رکھی گئیں۔ تاہم اس کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر نہایت نمایاں ہوا نپولین سوم جس کی شخصیت جنگ کریمیا کے بعد سے اب تک تماشا گاہ یورپ میں سب سے زیادہ نمایاں تھی پولینڈ کے اس تماشہ انتائی میں محض ایک اندوہ و خجالت کی تصویر ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے جس نمود و نمائش کے ساتھ اہالیان پولینڈ کی سرپرستی کا اعلان کیا تھا اس سے روس سخت برہم تھا

بغاوت پولینڈ کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر

اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے سے خود اس کی رعایا کی عصبیت اور خلوص کو زخم لگا تھا۔ نپولین کے ابہام و التباس سے انگلستان بھی، جو اس کا اب تک زبردست ترین رفیق رہا تھا، بدظن ہو گیا اور ان واقعات سے پہلے جو یورپ کا سارا انتظام و نقشہ بدل دینے والے تھے اس نے اپنے آپکو بے یار و مددگار پایا۔ آسٹریا

صفحہ ۰۷ء (margin)

اول تو متاثر نہ ہوا اور اگر ایسا ہوا بھی تو اس سے اسے کچھ فائدہ ہی پہنچا۔ ابتدائے کار میں اس کے سامنے دو شاہراہیں کھلی تھیں جن میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے سے یورپ میں اس کی حالت و حیثیت کو بے انتہا تقویت پہنچ سکتی تھی۔ اگر انقلاب کے فرو کرنے میں وہ روس کا شریک ہو جاتا تو ۱۸۵۴ء کی یاد نذر نسیان ہو جاتی یا پھر بے تکلف مغربی حکومتوں کا ہمدوش بنا کر آزادی پولینڈ کی کوشش کرتا۔ لیکن اس نے اخیر اوسط، کو ترجیح دی اور اسباب سے بالکل بیگانہ رہا کہ اس میں ادھورا چھوڑنے کے خطرات بھی مضمر تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کسی کو خوش نہ کر سکا[1]۔ آسٹریا بھی بے یار و مددگار رہ گیا۔ پروشیا البتہ اس بحران سے صحیح و سالم نکلا اور اس کی نمود و عظمت میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہ پانچ سال کے اندر دوسرا موقع تھا جب ایک نازک وقت میں اس کی مداخلت فیصلہ کن ثابت ہوئی تھی۔ اور اگر آسٹریا اس امر کو محسوس کرتا تھا کہ ۱۸۵۹ء میں پروشیا کا طرز عمل ایسا نہ تھا جس کا وہ رہین منت ہو سکتا تھا تو دوسری جانب روس کو پروشوی اغراض و مقاصد کے خلاف کسی ایسے بغض و عناد کا علم نہ تھا جو اس کے احساس تشکر کا مانع ہو سکتا تھا۔ زار کی اس تحریک کو کہ ایک جارحانہ اتحاد قائم کر کے آسٹریا اور فرانس پر متحدہ حملہ کر دینا چاہیئے، پروشیا نے انتہائی فراست کو راہ دے کر نامنظور کر دیا۔ لیکن آسٹریا کے ساتھ آئندہ جو محاربہ پیش آنے والا تھا اس میں پروشیا کو کم سے کم روس کی غیر جانبداری کا یقین دلا دیا گیا تھا۔ اور یہ یقین "آسٹریا کے خلاف بسمارک کے اقدام عمل کا اولین قدم تھا"[2]۔ اسی دوران میں معاملات جرمنی بالخصوص مسئلہ شلیسوگ ہولسٹائن کی بحث و جرح سے ایک ناگزیر محاربہ کے جلد سے جلد معرض وجود میں آنے کے آثار ہویدا تھے۔

۱۸۶۳ء کے موسم گرما میں آسٹریا ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوا جس سے تمام دنیا نے اندازہ کر لیا کہ جرمنی کی دو بڑی طاقتوں کے درمیان کتنی وسیع خلیج حائل تھی۔ ۲ اگست کو اپنی اس ملاقات کے اثنا میں جو گاشٹائن میں ہوئی تھی،

---

[1] ہوئیٹ باب اول صفحہ ۲۲۰

[2] " " " ۲۲۳

فرانکفورٹ میں حکمرانوں کی ایک مجلس قائم ہوتی ہے ۱۸۶۳ء

شاہنشاہ فرانسس جوزف نے شاہ ولیم کو یہ صلاح دی کہ جرمن حکمرانوں کی ایک کانگرس منعقد کیجائے جس کے سامنے وفاقی دستور حکومت کی اصلاح کے لئے ایک اسکیم پیش کیجائے۔ ولیم نے اس کا جواب متین وفع الوقتی سے دیا۔ لیکن پروشوی بادشاہ کے نمایاں پس وپیش کے باوجود رقعات دعوت تمام دوسرے جرمن شہریاروں کے پاس بھیجدیئے گئے۔ اور ۱۷ اگست کو فرانکفورٹ میں کانگرس منعقد ہوئی۔ جرمنی کی تمام بڑی بڑی مملکتوں میں سے صرف چار ایسی تھیں جن کے نمایندے موجود نہ تھے۔ انہالٹ برمبرگ ہولشٹائن، لیپے اور پروشیا۔ یہ بہت جلد محسوس کیا جانے لگا کہ پروشیا کی عدم موجودگی سے یہ ساری کارروائی کالعدم ہوجائیگی بنابراں شاہ ولیم کے پاس ایک رقعۂ دعوت بھیجا گیا جس پر ان تمام شہریاروں کے دستخط تھے جو اسوقت وہاں موجود تھے اور جسے شاہ سیکسنی بنفس نفیس برلن لے گیا لیکن بسمارک نے محسوس کیا کہ فی الحقیقت اس کانگرس کا مقصد برلن پر وار کرنے کا تھا اور آسٹریا کی اس جرأت کا باعث وہ مفاہمۂ قلبی تھا جو مغربی حکومتوں سے وہ کرچکا تھا۔ بنابراں اس نے اسبات کی دھمکی دی کہ اگر بادشاہ نے دعوت شرکت قبول کرلی تو وہ اپنے منصب سے مستعفی ہوجائیگا۔ یہ دھمکی دیسا کہ اکثر بعد میں بھی ہوا موثر ہوئی۔ اور پروشیا کی عدم موجودگی میں کانگرس سے جو کچھ کرتے بن پڑا اس نے کیا[۱]

آسٹریا کی تجویز یہ تھی کہ ایک ادارۃ العالیہ Supreme Directory کے ماتحت عہدیت جرمنی کا آئین از سر نو مرتب کیا جائے اور مختلف پارلیمنٹوں سے بھیجے ہوئے نائبین کی ایک مجلس ہو، ایک وفاقی عدالت مرافعہ قائم ہو اور اس امر کا انتظام کیا جائے کہ وقتاً فوقتاً سلاطین کی ایک کانفرنس منعقد ہوا کرے۔ یہ تجاویز خفیف اصلاح و ترمیم کے ساتھ یکم ستمبر کو منظور ہوگئیں۔ ہر چیز کا مدار اب صرف اس پر رہ گیا تھا کہ پروشیا کا رویہ ان کی جانب کیا ہوگا کیونکہ اگر پروشیا نے اس تمام تحریک کو منظور نہ کیا تو سارے نظام کا درہم برہم ہوجانا لازمی تھا۔ اندرون عہدیت جرمنی چھوٹے چھوٹے

[۱] بسمارک، جلد اول صفحہ ۳۷۰۔ ہان باب اول صفحہ ۲۴۲ وغیرہ

حکمراں اپنی آزادی اور خود مختاری کو صرف اسطور پر قائم رکھنے کی توقع کر سکتے تھے کہ یہ دونوں طاقتور حکومتیں ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش ہیں اور ان لوگوں نے عہدیت سے پروشیا کے اخراج پر اتنے شد و مد کے ساتھ اعتراض کیا جتنا آسٹریا کے[1]

۲۲ ستمبر کو پروشیا کا جواب موصول ہوا۔ مضمون یہ تھا موجودہ دستور کی تمام تجاویز اصلاح میں پروشیا اور آسٹریا دونوں کو مساوی طور پر یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی تجویز جنگ کو مسترد کر دیں، امتیاز و تفوق کے اعتبار سے پروشیا کلیتہً آسٹریا کا ہم پایہ اور ہم پلہ تصور ہوگا۔ آخر میں سوائے پارلیمنٹ کے جو تمام جرمن قوم کی نمایندہ ہوگی، پروشیا اپنے حقوق کا ایک شائبہ بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔" پروشوی اسٹرافورڈ" کی طرف سے یہ آخری فقرہ جس میں اصول عمومیت سے وابستگی کا اعلان اور خاندان شاہی کے خلاف علم جنگ بلند کرنے کی دعوت عام دیگئی تھی، انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اسکے بعد ایک اور ایسا موقع پیش آیا جب یہی باتیں اور زیادہ سختی اور شدت کے ساتھ دہرائی گئیں۔ فی الحال سب سے بڑا واقعہ یہ تھا کہ پروشیا نے ایک ایسی تجویز کو نامنظور کر دیا تھا جس کی تائید جرمن سلاطین کی متفقہ آرا سے ہورہی تھی اور اس کی نامنظوری تمام تگ و دو کا کرنا امتناع کلی کی مرادف تھی۔ آسٹریا کی ضرب خطا کر چکی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود اس کی زد میں آگیا تھا۔ نپولین اس اندیشہ اور بے اطمینانی کے ساتھ جسے وہ پردہ خفا میں نہیں رکھ سکا۔ اُس تمام تگ و دو کا مشاہدہ کر رہا تھا جس سے اس کے قول کے مطابق فرانکفورٹ میں "سات کرور نفوس کی ایک سلطنت" قائم کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا۔" پروشیا کے طرز عمل سے اُس نے یہ اخذ کیا کہ وہ اس امر کا ساعی تھا، اور جس کے محرک اس کے مخصوص خود غرضانہ مقاصد ہو سکتے تھے کہ جرمنی کی کمزوریاں اور اس کا افتراق و نفاق قائم رکھا جائے اور اس غلط فہمی کا اثر آیندہ دو سال کے دوران کشمکش میں اس کے اس رویہ پر پڑتا رہا جو وہ پروشیا کی جانب سے اختیار کیے ہوئے تھا۔

اسطور پر جس وقت مسئلہ شلسوگ ہولشٹائن، جو ایکبار پھر نہایت نازک درجے

صفحہ ۴۰۹

[1] بسمارک، جلد اول صفحہ ۲، ۳۔ ہان باب اول صفحہ ۲۴۱ وغیرہ

پہنچ گیا تھا، دوسری بار معرض بحث میں آیا ہے، پروشیا کی حالت و حیثیت نہایت محکم و استوار تھی اور بسمارک اس حالت سے فائدہ اٹھانے پر طیار اور محض ڈچیز ہی نہیں بلکہ سارے جرمن مسئلے کا تصفیہ پروشوی نقطۂ نظر سے کرانے پر تلا ہوا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں پروشوی مداخلت کی ناکامی نے ایک ضغطہ پیدا کر دیا تھا۔ ہولسٹین جرمن کی پشتیبانی جرمن آرائے عامہ کر رہی تھیں اب تک ڈنمارک کو ہیچ سمجھتے تھے۔ آئیڈر ڈینی، اب بھی اپنے مطالبات شدید میں ایک ذرہ برابر تخفیف بھی گوارا نہیں کر رہے تھے۔ معاہدۂ اول مئی کے بعد آسٹریا نے عہدیت جرمنی کی طرف سے ہولسٹائن میں عافیت و تسلط قائم کر دینے کا بیڑہ اٹھایا تھا لیکن دوسری جرمنی طاقتوں کے مانند آسٹریا بھی، جرمنی کے اُن حقوق کو جو اسے ڈچیز میں حاصل تھے، ڈنمارک کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دول یورپ بھی کوپن ہیگن کے انتہا پسندوں کی درازدستیوں اور ان کے کسی قسم کے مفاہمے یا مصالحت کی اس وقت تک کوشش نہ کرنے سے جب تک کہ وفاقی افواج ڈچی کو خالی نہ کر دیں رفتہ رفتہ علیحدگی اختیار کرتے جاتے تھے[۵۱]۔ بالآخر یہ تمام مسئلہ دول یورپ کی اس کانفرنس میں پیش ہوا جو مارچ ۱۸۵۰ء میں لندن میں منعقد ہوئی۔ صفحہ ۱۴۱

مسئلہ شلسوگ ہولسٹائن

دول یورپ کے دباؤ کا اتنا اثر تو ڈنمارک پر پڑ چکا تھا کہ، اس نے تاج ڈنمارک کے تحت میں ڈچیز کو ایک طرح کی حکومت خود اختیاری تفویض کر دی تھی ۳۱ مارچ ۱۸۵۲ء کو ڈیوک آف آگسٹن برگ کے اپنے حقوق سے دست بردار ہو جانے سے جانشینی کا معرکۃ الآرا مسئلہ بھی کسی قدر تصفیہ شدہ معلوم ہوتا تھا۔ ۸ مئی کو لندن میں کانفرنس کی جانب سے عہدنامہ پر دستخط ثبت ہوئے جس نے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یورپ کی ضروریات اس کی مقتضی تھیں ڈنمارک کی سالمیت پر مہر توثیق لگا دی۔ بنابراں شاہ کرسچین کے خواتین ورثا کے حقوق بھی تسلیم کر لئے گئے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ

مضبطۂ لندن ۸ مئی ۱۸۵۲ء

۵۱ آسٹریا، پروشیا اور ڈنمارک کی آرا کیلئے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۴ء ۱۱۱ ۱۴ صفحہ ۳ وغیرہ

اس امر کا بھی فیصلہ کر دیا کہ ہولسٹائن اور لوئنبرگ میں جرمن عہدیت کے حقوق پر اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔

اس تصفیے میں وہی دیرینہ کمزوری تھی جو معاہدے اور مصالحت میں ہوتی ہے بالفاظ دیگر اس سے کسی امر کا تصفیہ نہ ہوا! جرمن مجلس ملی کی طرف سے لندن میں کوئی نمائندہ نہ تھا اور یہی سبب تھا کہ بقول شخصے منضبطہ دواگر یورپ کی احتیاج وضرورت کی وجہ سے ترتیب دیا گیا تو وہ جرمنی کی ذلت وضراعت کا باعث بھی تھا۔ خود ڈنمارک بھی اس تصفیے سے کچھ زیادہ مطمئن نہ تھا سوائے اس امر کے کہ شرائط منضبطہ کے الفاظ اور جرمنی کی کمزوریوں سے اپنی مزید درازدستیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا تھا اور اسے کر دکھانے میں اس نے دراپیش وپیش نہ کیا۔ ۲۱ جولائی ۱۸۵۴ء کو تمام سلطنت محروسہ کے لئے ایک جدید دستور حکومت نافذ کیا گیا جس کی پابندی ڈچیز کی رضا حاصل کئے بغیر ان پر عائد کر دی گئی۔ لیکن ڈنمارک کے قوم پرستوں کے نزدیک یہ بھی ضرورت سے زیادہ اہالیان جرمنی کے لئے موافق تھا۔ اس لئے ۲ اکتوبر ۱۸۵۵ء کو ایک دوسرا دستور حکومت شائع کیا گیا جس کی رو سے تمام امور ملی جو ریاستہائے ڈچیز سے متعلق ہوں کلیتہً کوپن ہیگن کی ڈینی اکثریت کے تحت میں دیدیئے گئے۔ دوسری طرف شلسلوگ ہولسٹائن کے محاصل جو اب تک مقامی ضرورتوں کے لئے محفوظ رہا کرتے تھے، خزانہ عامرہ کی نذر کر دیئے گئے۔ ہولسٹینیوں نے جرمن مجلس ملی سے اپیل کی جس نے فروری ۱۸۵۸ء میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ ۱۸۵۵ء کا دستور حکومت ہولسٹائن یا لوئنبرگ میں اثر پذیر نہیں ہو سکتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے شاہ ڈنمارک سے یہ استفسار کیا کہ معاہدہ ۱۸۵۲ء کے ضمن میں وہ کس طور پر عمل پذیر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اور بسمارک کی تحریک پر اس نے وفاقی مداخلت کی دھمکی بھی دیدی۔ اب فریڈرک سوم نے جہاں تک ہولسٹائن کا تعلق تھا، اپنے رویے کو معتدل کر دیا اور چونکہ مجلس ملی کے سامنے بہت سے ایسے اندیشہ ناک مسائل درپیش تھے جو خود اس کے اطمینانات سکون صفحہ ۱۲۱

ل ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۱۱۵۱

سے متعلق تھے، اس لئے اسوقت تک کے لئے مزید کارروائیوں سے احتراز کرنیکا عزم کرلیا جبتک کہ پارلیمنٹ ڈنمارک جرمنی کی مجلس ملی کی منظوری حاصل کئے بغیر کسی ایسے قانون وضع کرنے یا کسی ایسے موازنے کو پیش کرنے کا ارادہ نہ کرے جس کا بار تمام سلطنت پر پڑتا ہو۔ یہ واقعہ ۱۸۶۰ء کے ایام گرما میں پیش آیا اور آیندہ سال موسم بہار میں ڈچیز ایکبار پھر پارلیمنٹ ڈنمارک سے برسر پرخاش نظر آئیں۔ جرمن جمعیۃ الحلفا اب سنیز وآویز کیلیے آمادہ ہوئی لیکن اس کارروائی میں کسی موقر یا موثر نتیجہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور انگلستان کے مشورے سے ڈنمارک نے اس رویے پر توجہ ہی نہ کی بلکہ پروشیا اور آسٹریا سے بحیثیت اس کے کہ یہ خود مختار سلطنتیں تھیں، براہ راست گفت وشنید کا سلسلہ شروع کردیا۔ لیکن انجام کے اعتبار سے اس کی مساعی بمشکل مشکور ہوئیں۔ آسٹریا اور پروشیا کا جواب، ایک ایسے مسئلے میں دخل اندازی تھی جس کی سماعت کا عہدیت جرمنی کو اختیار ہی نہ تھا۔ مزید براں اس امر کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ شلسوگ اور ہولسٹائن کے ورشتہ اتحاد کو جو ناقابل شکست تھا، از سر نو قائم وبحال کردیا جائے۔ ڈنمارک کا جواب یہ تھا کہ شلسوگ سے اس کے جیسے کچھ تعلقات تھے ان میں کسی بیرونی مداخلت کو دخل نہیں ہوسکتا اس کے جواب میں آسٹریا نے جو چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی خیرسگالی حاصل کرنے کے لئے مضطرب تھا، ڈنمارک کی وراز دستیوں پر ایک نہایت زبردست احتجاج کرتے ہوئے، یہ پیش کیا کہ اس سے ۱۸۵۲ء کے معاہدے کی خلاف ورزی ہورہی تھی۔ یہاں پہنچکر ۲۴ ستمبر ۱۸۶۴ء کو لارڈ جان رسل نے دخل انداز ہوکر یہ تجویز پیش کی کہ تاج ڈنمارک کے زیر نگیں ڈچیز کو آزادی تفویض کیجائے اور مشترک اخراجات کی منظوری کے لئے ایک دہ سالہ موازنہ ہر چہار جمعیتوں کے سامنے پیش ہو اور ساتھ ہی ایک اعلیٰ ترین مجلس مملکت ہو جس میں اراکین کی تعداد اہالیان ڈنمارک اور جرمنی کے باہمی تناسب سے معین کی گئی ہو[1]۔ اس تجویز کو حکومتہائے روس اور جرمنی نے منظور کرلیا اور ڈنمارک نے اپنے مقابل میں جرمنی عہدیت اور حکومتہائے یورپ کی

[1] ڈچیز کے متعلق سیاسی مراسلات کیلیے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۱۱ x ۱ ۱۸۶۳ء

ڈنمارک کا دول یورپ سے آمادۂ مبارزت ہونا۔

چار اول درجے کی طاقتیں صف آرا پائیں۔ تاہم حالت ابھی اتنی یاس افزا نہ تھی جتنا کہ نظر آتی تھی۔ بغاوت پولینڈ اسوقت اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ فرانس پروشیا کے داہنے بازو کو تاک رہا تھا اور فرانس اور آسٹریا روس کے ساتھ سیاسی خداعیوں کا ہنگامہ گرم کیئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بھی جنگ یورپ کیلیے طیار و آمادہ نہ تھا اور اسوقت جنگ کی دھمکی دینا ہی ڈنمارک کے لیئے اگر اس پر کسی جانبازانہ طرز عمل کا اطلاق ہو سکتا ہے، بہترین طریقہ کار تھا۔ بنابراں اُس نے اس تمام کارروائی کا جواب نہایت تمردانہ طور پر دیا، اس کا جواب تھا کہ شلسوگ کو اپنے قبضۂ تصرف میں رکھنا اسکے نزدیک حیات و ممات کا مسئلہ ہے۔ جرمن عہدیت نے ۱۸۵۲ء کے قانون اساسی کی شرائط کو جس میں ڈچیز کے تعلقات داخلی کی تشریح کی گئی تھی، ڈنمارک کے اندرونی معاملات میں بغیر کسی سند و حجت کے دست انداز ہونے کا بہانہ قرار دیا تھا بنابراں ۳۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو کوپن ہاگن میں ایک شاہی اعلان شائع ہوا جس میں ۱۸۵۲ء کے معاہدات کو مسترد کیا گیا اور ملوکیت ڈنمارک میں ہولسٹائن کو ایک جداگانہ حیثیت دیکر شلسوگ پر جرمنی کے جتنے دعاوی تھے ان سب پر ہمیشہ کے لیے خط بطلان کھینچ دیا گیا۔[1] صفحہ ۳۱۲

اب جرمنی کیلیے ناممکن ہو گیا تھا کہ وہ اس دعوت جنگ کو جو اس شد و مد کے ساتھ دی گئی تھی نظر انداز کر دیتا ۹ جولائی کو مجلس ملی نے ایک مراسلہ کوپن ہاگن بھیجا جسمیں اعلان مجریۂ ۳۰ مارچ کو واپس لے لینے اور ایک جدید دستور حکومت کے جس کی بنیاد معاہدات ۱۸۵۲ء یا ان سفارشات پر ہوتی جو انگریزی گشتی مجریۂ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۲ء کی گئیں تھیں، نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بصورت دیگر اس امر کی دھمکی دیگئی تھی کہ اس کے تعمیل کرانے کی ذمہ داری عہدیت جرمنی اپنے ہاتھ میں لے لے گی شاہ ڈنمارک نے اسکا جواب ۲۸ ستمبر کو ایک جدید دستور حکومت "ہماری سلطنت ڈنمارک شلسوگ کے لیے" کا اعلان شائع کر کے دیا۔ تین دن کے

نوٹ (۱) اسکے اور اسکے بعد کے مراسلات کیلیے ملاحظہ ہوں کاغذات پارلیمنٹ ۱۷ ۱۸۶۴ء صفحہ ۳۱ وغیرہ

بعد مجلس ملی نے فیصلہ کر دیا کہ اس معاملے میں عہدیت جرمنی مداخلت کرے لیکن کارروائی میں توقف ہوا۔ اس کی کچھ تو یہ وجہ تھی کہ انگریزی حکومت بیچ میں پڑنے کے لئے آمادہ ہو رہی تھی اور کچھ بسمارک کا یہ مشورہ تھا کہ اس تمام مسئلے کے لئے اطمینان بخش تصفیے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ یہ پس و پیش اہالیان ڈنمارک کی تقویت کا باعث ہوا اور ۱۳ نومبر ۱۸۶۳ء کو ڈنمارک کی مجلس عامہ نے جدید دستور حکومت جس نے ۱۸۵۲ء کے معاہدات کا شیرازہ بکھیر دیا، منظور کر دیا۔ دو دن کے بعد شاہ فریڈرک ہفتم رحلت کر گیا اور اس کے بجائے "مضبطی شاہ" کرسچین نہم سریر آرائے سلطنت ہوا۔[1]

کرسچین نہم کی تخت نشینی ۱۵ نومبر ۱۸۶۳ء

صفحہ ۱۴۱

اب تک کوئی بادشاہ ایسے نامساعد اور ناسازگار حالات کے ماتحت تخت نشین نہ ہوا ہوگا سب سے پہلے جس فریضۂ شہریاری کی بجاآوری کا اس سے مطالبہ کیا گیا وہ جدید دستور حکومت پر دستخط کرنا تھا اور اسے منظور یا نامنظور کرنا، دو بلاؤں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اگر وہ دستخط کرتا ہے تو گویا وہ اس مضبطہ کی خلاف ورزی جائز رکھتا ہے جسکے ماتحت وہ صاحب تخت تھا اور اگر نامنظور کرتا ہے تو اپنی ہی رعایا کی متحدہ آرا کے خلاف اپنے آپ کو صف آرا پاتا تھا، بالآخر اس نے اس بلا کو پسند کیا جو بعید تر تھی۔ اور ۱۸ نومبر کو دستور حکومت پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ اس خبر نے جرمنی کے گوشے گوشے میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑکا دیے۔ فریڈرک ڈیوک آف آگسٹنبرگ نے جو اس شہزادے کا فرزند تھا جو ڈچیز کی حکومت سے ۱۸۵۲ء میں دست بردار ہو گیا تھا، اپنے حقوق کا اس بنا پر مطالبہ کیا کہ وہ دست برداری میں شریک نہ تھا خود ہولسٹائن میں شروع سے اس کی موافقت میں شور مچ رہا تھا اور جوں ہی جدید دستور حکومت پر دستخط کرنے کی خبر مشتہر ہوئی یہ شورش شلسوگ میں بھی پھیل گئی۔ اہالیان اور شہریاران جرمنی نے اس کے مطالبے کو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ پیش کیا، حتیٰ کہ فرانکفورٹ میں آسٹریا اور پروشیا کا دباؤ بھی، عامتہ الناس کے متموج جذبات

[1] ملاحظہ ہو باب اول صفحہ ۱۶۵ وغیرہ

کے مقابلے میں ہیچ ثابت ہوا اور مجلس ملی نے اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے کرسچین کے مطالبات کا تسلیم کرلینا نہ سمجھ لیا جائے۔ اپنے اس فرمان کو واپس لے لینے کا فیصلہ صادر کیا جس کی رو سے ڈیوک آف ہولسٹائن کے خلاف نظام مرکزی کو تعمیل احکام کیلئے مامور کیا گیا تھا بلکہ اس کے بجائے صرف "تا فیصلہ مسئلہ جانشینی" ڈچیز پر قبضہ کرنے کا حکم نافذ کیا۔

۲۴ دسمبر کو سکسن اور ہنووری افواج نے جرمن عہدیت کی طرف سے ہولسٹائن پر واقعتاً قبضہ کرلیا۔ ہولسٹینوں کی رفاقت اور افواج موجودہ سے تقویت حاصل کرکے پرنس آف آگسٹن برگ نے ڈیوک فریڈرک ہفتم کے لقب سے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

آرائے عامہ کی شدید مخالفت کے باوجود دو عظیم الشان حکومتیں اس حماقت سے بالکل علیحدہ رہی تھیں۔ ان کی غرض و غایت کے انتہائی اختلافات کچھ ہی کیوں نہ رہے ہوں، دونوں اس عزم و ارادہ کے اعتبار سے متحد تھیں کہ کوئی

آسٹریا اور پروشیا کا رویہ سنہ ۱۸۶۳ء

ایسا موقع نہ دینا چاہیئے جس سے انجام کار جنگ یورپ کا اندیشہ ہو۔ بسمارک نے خیال کیا کہ کچھ تو اس بنا پر اور کچھ اس اعتبار سے ۴۱۴
کہ آسٹریا اور پروشیا کانفرنس منعقدہ لندن میں فریقین کی حیثیت رکھتے تھے انکا ضابطہ مرتبہ ۱۸۵۲ء پر قائم رہنا لازمی تھا اور ڈنمارک کے ان معاہدات کی خلاف ورزی کرنے پر یہ دونوں طاقتیں جو کچھ کرینگی وہ اتنا صحیح ہوگا کہ یورپ کو دست اندازی کا کوئی بہانہ نہ مل سکے گا اور ان حالات کے ماتحت کرسچین سا دستور حکومت کو شائع کرنا ان کے نزدیک ایک معقول بہانۂ جنگ ہوسکتا تھا، ظاہر تھا۔ اور دوسری سلطنتیں بھی ان دونوں حکومتوں کی مداخلت پر کوئی اعتراض اس بنا پر نہ کرینگی کہ انھوں نے ضابطہ پر دستخط کئے تھے۔ متحدہ مداخلت کے ایکبار ذرا شروع ہوجانے کے بعد، جو کچھ پیش آئیگا، وقت اور موقع کے ہاتھوں اسکا فیصلہ ہوتا رہیگا۔ آسٹریا کے نزدیک ابھی نتائج مبہم اور غیر متیقن تھے۔ شاہ ولیم کو ایک طرف تو پروشیا کے ساتھ وابستگی تھی اور دوسری جانب آگسٹن برگ کے ساتھ ایک طرح کی دلی ہمدردی تھی اور وہ ان دونوں کیفیات ذہنی کی کشاکش میں مبتلا تھا۔ صرف بسمارک

ایسا تھا جو اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اس کا مقصد کیا تھا اور کس طرح وہ اسے حاصل کر سکتا ہے [1]۔ فی الحال اسکا طریقۂ کار دانشمندانہ سکوت تھا۔

دوسری جرمن مملکتوں کے متحدہ آرا کے خلاف آسٹریا اور جرمنی کا اتحاد قلبی ایک ایسا کرشمہ تھا جو اس سے قبل کبھی نظر نہ آیا تھا اور بلاشبہ اس امکان کا باعث اُن سیاسی قوتوں کا کسر و انکسار تھا جن کا وقوع بسمارک کی ترکیب اور بندشوں کیلئے بغایت مساعد ہوا۔ یہ فرانکفورٹ میں دوسرے درجے کی مملکتوں کا، آسٹروی سرکردگی میں ایک علیحدہ عہدیت کے خیال کو نامنظور کرنا تھا، جس نے آسٹریا کو غضبناک کرکے پروشیا سے سازو باز کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نپولین کی ایک نئی چال نے آسٹریا کو خوفزدہ بناکر اس کے حریف سے اور زیادہ ہم آواز کر دیا۔ فرانسیسی شہریار نے اپنی اس شہرت کو فروغ دینے کے لئے جو میکسیکو اور پولینڈ کی بے ہنگامیوں سے زوال پذیر ہونے لگی تھی، ایک ایسے اعلان کا عزم کیا جس کے سننے کے لئے تمام دنیا مجبور ہو۔ لنظر براں ۵ رنومبر ۱۸۶۳ء کو تخت شاہی سے تقریر کرتے ہوئے

نپولین سوم ایک کانگرس کی تجویز پیش کرتا ہے۔

ایوانوں کے سامنے، اس نے اس امر کا اعلان کیا کہ "۱۸۱۵ء کے عہد نامے کالعدم ہیں اور اسکا ارادہ دول یورپ کو ایک کانگرس میں مدعو کرنیکا ہے جو تمام مسائل متنازعہ کیلئے عدالت العالیہ کا درجہ رکھے گی"۔ اس اعلان نے تمام یورپ کے ایوانہائے
حکومت میں سراسیمگی پھیلا دی۔ اس کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ یہ فرانس کی طرف سے ۴۱۵
اس امر کی سرکاری اطلاع تھی کہ وہ ایکبار پھر اپنی قلمرو کے خواب توسیع حدود کو معرض عمل میں لانے کے لئے آمادہ تھا بالخصوص آسٹریا نے اسکو ان معنوں میں لیا کہ فرانس، پولینڈ کے زک کی تلافی مسئلہ اٹلی کو چھیڑ کر کرنا چاہتا تھا۔ اسنے حصول امداد کے لئے ہر طرف نگاہ ڈالی۔ روس سے تو اسے اس کی توقع ہی نہ تھی۔ انگلستان کے یہاں لفاظیوں کی کمی نہ تھی صرف پروشیا البتہ ایسی امداد دے سکتا تھا جو موثر یا کارگر ہو سکتی تھی حقیقت تو یہ ہے کہ پروشیا نے دوچند فائدہ اٹھایا۔ جس وقت فرانس

[1] "وہ بالکل ابتدا ہی سے میں نے مسئلہ الحاق کو برابر پیش نظر رکھا تھا"، بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۰

کے خلاف ایک جدید اتحاد اربعہ کے ازسرنو قائم کئے جانے کے متعلق وحشت ناک افواہیں مشتہر ہوئی ہیں، بسمارک پر سکون خاطر طاری تھا۔ وہ نہایت واضح طور پر نپولین کے اصلی تیور دیکھ چکا تھا اور اس لئے نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اس امر کا اظہار کر دیا کہ پروشیا کانگرس میں حصہ لینے کے لئے رضامند ہیں۔ اسطور پر اُسنے نہ صرف آسٹریا کی رفاقت بلکہ فرانس کا اخلاص اور اس کی خیر اندیشی بھی حاصل کر لی۔

پروشیا نے نومبر میں اپنی فوجوں کو مجتمع کرنا شروع کیا اور آسٹریا نے بھی فوراً محسوس کر لیا کہ اگر یہ منظور ہے کہ جرمنی کی چھوٹی چھوٹی مملکتیں قابو سے باہر نہ ہونے پائیں تو پھر فوراً کارروائی آغاز کر دینی چاہیئے۔ ہولسٹائن پر قبضہ کرنے اور شلسوگ کو امداد پہنچانے کے خلاف حکومتہائے روس اور انگلستان صدائے احتجاج بلند کر چکی تھیں اور اب سیکسن وزیر کاونٹ بوئیسٹ یہ تجویز پیش کر رہا تھا کہ فریڈرک کے مطالبات کو تسلیم کرانے کی غرض سے بویریا کو جرمن مجلس ملی میں تحریک پیش کرنی چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت بسمارک کا آسٹریا کو اس امر پر آمادہ کر لینا آسان تھا کہ فوری کارروائی شروع کر دینے کے لئے اب موقع آگیا ہے۔ مجلس ملی کو اپنا ہمخیال بنانے کے لئے ایک آخری کوشش اور کی گئی۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۶۳ء کو آسٹریا اور پروشیا نے بحیثیت جرمنی مجلس حلفا کو شلسوگ پر "اس امر کی ضمانت میں کہ ڈنمارک ۱۸۵۲ء کے معاہدات کی تعمیل کریگا"، قبضہ کرنے کی تحریک پیش کی۔

شلسوگ ہولسٹائن کے مسئلہ میں آسٹریا اور پروشیا کی متحدہ کارروائی جنوری ۱۸۶۴ء

اس تحریک کا جس میں کہ کرسچین نہم کے حقوق کا تسلیم کر لیا جانا مضمر تھا، غصہ اور نفرت کے ساتھ مسترد کیا جاتا تھا کہ آسٹروی اور پروشوی نائبین کو یہ ہدایت موصول ہوئی کہ وہ اپنی حکومتوں کی طرف سے مجلس ملی کو مطلع کر دیں کہ اب وہ اس معاملے میں بحیثیت خود مختار یورپین سلطنتوں کی کار فرما ہونگی۔ ۱۶ار جنوری کو ان دونوں حکومتوں نے معاہدہ پر دستخط ثبت کئے
پروشیا کی طرف سے اس دفعہ کے بجائے جسے آسٹریا نے مرتب کیا ۴۱۶
تھا اور جس کی غایت ۱۸۵۲ء کے تصفیہ کی نگہداشت تھی، ایک دوسری دفعہ

مرتب کی گئی جس کا مضمون صرف یہ تھا کہ ہر دو معاہد حکومتیں ڈچیز کے تعلقات کے بارہ میں مشترکہ طور پر فیصلہ کرینگی اور جانشینی کے مسئلہ میں وہ کوئی قطعی رائے اسوقت تک قائم نہ کرینگی جبتک دونوں حکومتیں متحد الخیال نہ ہوں۔ اسمیں شک نہیں کہ بسمارک نے چند دنوں کے بعد عارضی طور پر ڈنمارک کی سالمیت کو تسلیم کرلینا احتیاطاً ضروری خیال کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یورپ کا اولیں گولہ ہی تمام معاہدوں کی دھجیاں اُڑا دیگا۔ فی الحقیقت بسمارک کا اولیں خطرہ یہ تھا کہ ڈنمارکی، آخر وقت میں، جنگ کرنے سے انکار کر دینگے۔ اگر وہ شلسوگ سے اپنے عذرات کے ساتھ ہٹاتے تو پھر شاید دول یورپ مداخلت کرنے کے لیئے آمادہ ہو جاتے اور یوروپین کانگریس تاج ڈنمارک کو شلسوگ واپس کر دیتی، دوسری طرف بحیثیت دول یورپ، آسٹریا اور پروشیا۔ ڈیوک آف ہولسٹائن کے کسی ارادہ و منصوبہ کو شلسوگ پر کارگر نہ ہونے دیتے۔ اس امکان کے ازالہ کے لیئے بسمارک نے کابینہ کوپن ہاگن کو یقین دلادیا کہ انگلستان نے پروشیا کو اسبات کی دھمکی دیدی تھی کہ اگر جنگ وپیکار کی ابتدا ہوئی تو وہ مداخلت پر آمادہ ہو جائیگا، گو وہ درحقیقت انگلستان نے اس قسم کی کوئی بات نہ کی تھی،"۔ یہ فریب کارگر ہوگیا ڈنمارک اکڑا ہی رہا اور یکم فروری ۱۸۶۴ء کو آسٹروی اور پروشوی افواج نے دریائے ایڈر کو عبور کرلیا۔

ڈنمارک میں لشکرکشی

اس لشکرکشی کا انجام مشتبہ نہ رہا پندرہ یوم کے اندر اندر ڈنمارکی ڈچیز سے نکال دیئے گئے اور اتحادی افواج سرحد جٹ لینڈ پر استادہ نظر آئیں۔ اسوقت جو خطرہ نمایاں تھا وہ حربی نہ تھا بلکہ سیاسی۔ انگلستان اور سوئیڈن نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اہالیان ڈنمارک سے اظہار ہمدردی کر رہے تھے نپولین متزلزل تھا۔ روس کو اصرار تھا کہ ضابطہ کی سختی کے ساتھ پابندی کیجائے ورنہ ان تینوں حکومتوں کے متحد ہو جانے کا اندیشہ تھا لیکن ضابطہ کی وجہ سے اتحادی، جرمنی کی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی رفاقت اور خیرسگالی سے محروم ہو چکے تھے اور افسران عہدیت جرمنی کی مخالفت کو مخوف کرنے کے لیئے پروشوی افواج کو ہولسٹائن میں داخل ہونا پڑا

۲۱۷ تھا، ان حالات کے ماتحت اب سوال یہ تھا کہ آیا فوج کشی اب صرف ڈچیز تک محدود رکھی جائے یا اس کا سلسلہ خاص ڈنمارک تک جاری رکھا جائے ؟

آسٹریا نے اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے یورپ میں باہمی پیچیدگیاں نہ پیدا ہو جائیں اپنی تک ودو کو یکقلم روکدیا اور پروشیا نے اس خیال سے کہ نفاق وافتراق کی صورت نہ پیدا ہو اس کا ہمخیال بنگیا۔ لیکن اتفاقات جنگ نے اس سے مختلف نوعیت اختیار کی۔ ۱۸۔ فروری کو چند پروشوی رسالوں نے اسپ رانی کے ایک ہنگامۂ بیجا میں سرحد کو عبور کر کے کولڈنگ کے قریہ پر قبضہ کر لیا بسمارک نے تمام مواقع اور حالات پر نظر ثانی کرنے کے لیئے اس واقعے کی آڑ پکڑ لی۔ آسٹریا مگیاری ناچاقیوں سے اور ان خطرات سے جو اٹلی میں رونما تھے تنگ آکر صلح وعافیت کا خواہاں تھا لیکن محض ڈچیز ہی کے معاملات کو ہمیشہ کے لیئے طے کر دینے کے لیئے نہیں بلکہ اس سے وسیع تر مسئلہ جرمنی کے تصفیے کے لیئے بسمارک ایک شدید طرزعمل اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دے رہا تھا۔ چار ناچار آسٹریا سلسلۂ جنگ قائم رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ ۵۔ مارچ کو دونوں حکومتوں نے ایک جدید معاہدہ پر دستخط کیئے ۱۸۵۲ء کا ضابطہ اب منسوخ گردانا گیا اور ملوکیت ڈنمارک کے تحت میں ڈچیز کا مسئلہ من حیث الکل ان دونوں حکومتوں کے آئندہ باہمی دوستانہ مفاہمہ پر چھوڑ دیا گیا۔ اب یہ قرار پایا کہ جٹ لینڈ پر فوج کشی جاری رکھی جائے اور قلعۂ ڈیوپل کا نہایت شدت کے ساتھ محاصرہ کیا جائے ؟

اسی اثنا میں بتائید روس فرانس اور انگلستان لارڈ جان رسل اس تجویز کے ساتھ دست انداز ہوا کہ مسئلۂ متنازعہ فیہ ایکبار پھر یوروپین کانفرنس کے سامنے پیش کیا جائے[1] حکومتہائے جرمنی کو ان شرائط کے بعد کے ضابطہ ۱۸۵۲ء بنیاد معاہدہ نہ قرار دیا جائے اور ڈچیز تاج ڈنمارک کے ساتھ صرف ذاتی رشتۂ اتحاد سے وابستہ ہوں اس تسلیم ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس دوران میں جنگ نہایت سختی اور شدت کے ساتھ جاری رکھی گئی۔ قلعۂ ڈیوپل ۱۸ اپریل کو مسخر ہو گیا اور افواج

---

[1] کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۶۴ء ۱۷۷ صفحہ ۱۲۴ وغیرہ

کانفرنس منعقدہ لندن اپریل ۱۸۶۴ء

ڈنمارک نے پسپا ہوکر جزیرۂ آلسن پر دم لیا۔ ۲۵ اپریل کو لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی اور یہ حقیقت فوراً آشکار ہوئی، کہ جس مسئلے کی عقدہ کشائی کے لیئے اسکا انعقاد ہوا تھا کس درجہ پیچیدہ تھا جرمن مجلس ملی کا نمائندہ کونٹ بوئیسٹ اگسٹن برگ کی موافقت میں جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے متحدہ آرا کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اگر وفاقی آرا کا دباؤ نہ پڑتا تو آسٹریا ایسے فیصلہ کا طلبگار ہوتا جو ۱۸۵۲ء کے معاہدات کے مطابق ہوتا۔ پروشیا جیسا کہ نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہو رہا تھا۔ ڈچیز کو اپنے وجود میں ضم کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کے حوصلوں اور آرزوں کی پشت پناہی نپولین کر رہا تھا جو پروشیا کی بحری طاقت کے لیئے شلسوگ کی قدر و قیمت پر، اور یہ پہلا واقعہ نہ تھا، زور دے رہا تھا۔ اس نے یہ پیش کیا کہ مسئلہ ملی کا نہایت آسان حل، ایک استفسارے سے ہو سکتا تھا۔ اس طور پر جرمن عنصر شلسوگ ڈنمارکیوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا اور اسکے بعد پروشیا کا اول الذکر کو ضم کر لینا آسان تھا۔ بسمارک اور بوئیسٹ، دونوا مختلف وجوہ کی بنا پر اس خیال سے ہم آواز ہونے کے لئے آمادہ تھے آسٹریا کے نزدیک جبکی مضطرب نگاہیں وینس پر پڑ رہی تھیں، یہ کفر و زندقہ کا مرادف تھا۔ ڈنمارک کی اسٹرو پروشوی اتحاد کے اس رخنہ کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے اور ایک ایسا بشرہ اختیار کر چکے تھے جس میں سختی کے آثار ہویدا تھے۔ صرف انتہائی مجبوری اور لاچاری میں وہ اپنے وطن کی سالمیت کو ہاتھ سے دینے کیلئے آمادہ ہو سکتے تھے !! ۴۱۸

بغض و عناد کا یہ منظر کانفرنس میں ظاہر ضرور تھا لیکن اسکی وضاحت اس بیباکانہ طریق سے نہیں کی گئی تھی۔ آسٹریا کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ پروشیا کے منصوبوں کی علی الاعلان مخالفت کر سکتا کیونکہ ڈچیز کے ڈنمارک سے علیحدہ کر دئے جانیکی در پردہ مخالفت بھی، جرمنی میں اسکے تمام اثرات کو باطل اور فنا کر دیتی تھی اسلئے ہر دو حکومتوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ہر دو ڈچیز کو مشترک ادارات کے تحت میں مکمل سیاسی آزادی تفویض کر دیجائے اس کے بعد دوسرا قدم کیا ہوتا، ابھی بالکل غیر متعین تھا۔ باوجود ان بے شمار عرضداشتوں کے جنمیں الحاق کے لیئے بہت کچھ چیخ و پکار کی گئی تھی، پروشیا نے اس مسئلے کو زیر بحث ہی رکھا

پروشیا اور آسٹریا کا رویہ

لیکن اس دوران میں اسے توقع تھی کہ شلسوگ اور ہولسٹائین کے معاملات جرمنی کے تحت میں کر دیئے جائینگے۔ آسٹریا پر خوف طاری ہوا۔ اور جس وقت وہ ہر چار طرف امداد و استغاثت کے لئے نظریں ڈال رہا تھا اس کی نگاہ آگسٹن برگ پر جا پڑی، اس کے نزدیک پروشیا کی اس قوت کو، جو کافی سے زیادہ ترقی کر چکی تھی۔ اور زیادہ قوی بنانے سے کہیں بہتر یہ تھا کہ مجلس ملی میں ایک ڈیوک کا اضافہ اور گوارا کر لیا جائے لیکن بسمارک نے بھی اس خطرہ کا بندوبست کر لیا تھا۔ اور کانفرنس میں ڈیوک کے حقوق کی تائید ان شرائط پر کرنے کے لئے آمادہ تھا کہ وہ حربی اور بحری معاملات میں پروشیا کا محکوم ہو جائے، انڈسبرگ کو وفاقی قلعہ کی حیثیت دیدے پروشیوی بحری ساحل بنانے کیلئے کیل حوالے کر دے، مجوزہ نہر بحر شمالی کو پروشیا کے زیر نگیں کر دے اور پروشیوی اتحاد حاصلات میں شریک ہو جائے۔ رود بار ایلب کے دوسری طرف پروشیا کی
419 حربی طاقت کی ترقی پذیری، آسٹریا کے لئے کچھ بہت زیادہ خطرناک نہ تھی اور اگر اس لئے اسوقت پروشیا سے متحد ہو کر اس تصفیہ کے لئے آگسٹن برگ پر زور ڈالا ہوتا تو باتیں درست ہو جاتیں ؂۱ لیکن یہ بسمارک کی ترکیب اور منصوبوں کی خوش طالعی تھی، آسٹریا اس حسد اور بے اعتمادی سے اندھا ہو کر، جو پروشیا کی طرف سے اسے تھی اُن معاملات کی حقیقت سے بالکل ناآشنا رہا جس کا اسوقت تصفیہ ہونے والا تھا۔ اس کی مخالفت سے آگسٹن برگ کو اس کی جراءت ہوئی کہ وہ پروشیا کے تمام شرائط مسترد کر دے ؂۲ بسمارک نے ڈیوک کے مطالبات

بسمارک اور آگسٹن برگ

کانفرنس کے سامنے پیش کر دیئے تھے اور شاید وہ اس امر کو خوب سمجھتا تھا کہ ضابطہ ۱۸۵۲ء کی رو سے ان کا مسترد کر دیا جانا لازمی تھا۔ اہالیان جرمنی کے احساسات کیسے ہی کچھ کیوں نہ رہے ہوں، ڈیوک کے ادعائے باطل کی مخالفت کرنا یورپ کی نظروں میں قطعاً قانون کے مطابق تھا اور چونکہ ۲۵ جون کو بغیر کسی مخصوص نتیجہ پر پہنچے ہوئے کانفرنس برخاست

؂۱ ملاحظہ ہو، پوئیسٹ جلد اصفحہ ۲۷۲

؂۲ بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۳۱

ہو چکی تھی، پروشیا دول یورپ کی متحدہ مداخلت کے اندیشہ سے مستغنی ہو کر اپنی طرز عمل کو بر سر کار لانے کے لئے آزاد تھا اور اس لحاظ سے کہ التوائے جنگ کی میعاد ختم ہو چکی تھی، روس اور پروشیا میں ۲۴ رجون ۱۸۶۴ء کو تجدید معاہدہ ہوا۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ ڈچیز کو مکمل طور پر ڈنمارک سے علیحدہ کرا دینا اس جنگ کی غایت خصوصی قرار دیجاتی ہے۔ موجودہ لشکر کشی کا فیصلہ جلد ہی ہوا۔ ۱۲ رجون کو ناآمیز وزارت مونراڈ کا خاتمہ ہو گیا اور حکومت ڈنمارک کے جدید وزیر اعظم بلومے نے صلح کیلئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ ۲۵ رجولائی کو کانفرنس منعقد ہوئی اور یکم اگست کو ابتدائی مراحل طے ہوئے اور ان پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے شاہ ڈنمارک نے اپنے ان تمام حقوق کو جو ڈچیز سے متعلق تھے شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پروشیا کو تفویض کر دیئے اور اسبات کی ضمانت دی کہ وہ اُن تمام تصفیوں کو تسلیم کریگا جو یہ دونوں حکمران ڈچیز کے حق میں صادر کریں۔ اس صلح کے قطعی عہدنامہ پر ۳۰ر اکتوبر کو وائنا میں دستخط ثبت کئے گئے تھے۔

ڈچیز کا پروشیا اور آسٹریا کے حوالہ کیا جانا اگست ۱۸۶۴ء

اب جہاں تک ڈنمارک کے مطالبات کا تعلق تھا حالات اور واقعات بہت کچھ سہل ہو گئے تھے لیکن بایں ہمہ ابھی کافی پیچیدہ تھے۔ اُن دو ڈچیز میں سے جو ڈنمارک سے چھین لی گئی تھیں شلسوگ پر آسٹروی اور پروشوی افواج کا مشترکہ قبضہ تھا، دوسری جانب ڈیوک فریڈرگ کی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھکر، جرمن عہدیت کی افواج نے ہولسٹائن پر قبضہ کر رکھا تھا۔ پروشیا کو یہ اصرار تھا کہ اب ملک کو غیر ملکی افواج سے آزاد کرانا چاہیئے اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے ایوا نہائے حکومت پر زور ڈالکر اور وائنا میں شاطرانہ سیاسی خداعیوں کو بر سر کار لاکر، اس نے آسٹریا کی تحریک پر جرمن مجلس ملی سے یہ فرمان حاصل کر لیا کہ جرمن افواج ڈچیز سے فوراً اٹھا لیجائیں۔ اور سیکسن اور ہنوور کی افواج کا یہاں سے روانہ ہونا تھا کہ پروشوی افواج نے اپنا قبضہ جما لیا۔ ڈچیز پر اب قانوناً اور عملاً آسٹریا اور پروشیا کا مشترکہ قبضہ تھا جس کی قسمت کا مدار اس تصفیہ پر تھا جو ان کے مابین ہونا تھا۔ ۴۲۰

آسٹریا اور پروشیا میں مزید کشاکش

یہاں پہنچکر آسٹریا نے کچھ ایسا محسوس کیا گویا پروشیا نے اُسے ایک کھلونا بنا
رکھا تھا، ایک جرمن شہریار کو اس کی وراثت سے محروم کرنے میں جو رسوائی ہوئی
تھی اس کا بار اُس کے شانوں پر نسبتاً زیادہ تھا اور یہ کچھ بعید
از قیاس بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس کا تمام فائدہ پروشیا کو
ہوگا۔ مزید براں جنگ کی فوری مصروفیتوں سے سبکدوش
ہو کر، اس کے ذہن و دماغ میں ان تمام دیرینہ شکایات کی یاد تازہ ہورہی تھی جو اُسے
پروشوی حکومت سے تھیں، بالخصوص اس کا بالالتزام اتحاد و حاصلات سے علیحدہ
رکھا جانا۔ خود وائنا میں کابینۂ وزارت میں تبدیلی ہونے کے باعث صلح جو رنجبرگ
کے بجائے کاونٹ مندورف برسر کار آگیا تھا، جسکا مقصد یہ تھا کہ اگسٹن برگ
کے مسئلۂ جانشینی کے متعلق جرمن جذبات کی تالیف قلوب کر کے عہدیت جرمنی
میں آسٹریا کے زائل شدہ اقتدار کو از سر نو زندہ کیا جائے، لیکن یہ بسمارک کی
ترکیب اور بندشوں کی خوش طالعی تھی کہ آسٹریا کا وہ اندیشہ جو اسے اپنے اطالوی
مقبوضات کے بارہ میں تھا، اس کے طریق عمل کے راستہ میں سنگ گراں
ہورہا تھا مندورف، فرانس کے خلاف چار دہ جائز، حکومتوں کی ایک لیگ
قائم کرنے کی فکر میں تھا اور اس کے لئے اسے پروشیا کے خیر سگالی کی حاجت تھی۔
اس لئے ایک سودا کیا۔ پروشیا کو ڈچیز کے الحاق کی اجازت اس شرط پر دیجا سکتی
تھی کہ وہ شیشی سلیشیا کا کچھ حصہ آسٹریا کے حوالے کردے اور اس کی غیر جرمن مقبوضات
کا ضامن ہوجائے۔ لیکن بسمارک اس امر کے درپے تھا کہ پروشوی مقبوضات کا
ایک گز بھی نہ دیا جائے کسی پیچیدہ معاملے میں الجھنا بھی نہ پڑے اور اس کا
مقصد بھی حاصل ہوجائے اس لئے مبادلہ کی تمام تجاویز کو مسترد کردیا معاً عہدیت جرمنی کے
حقوق کے لئے، آسٹریا پر ایک فوری جذبہ طاری ہوا۔ اور پرنس اگسٹن برگ کے ۴۲۱
حقوق کی علمبرداری کے لئے وہ ایکبار پھر آمادہ ہوگیا۔ اب وہ زمانہ قریب ہونے لگا تھا
جبکہ یا تو آسٹریا کو ان تمام فوائد سے محروم ہونا پڑتا جو جنگ ڈنمارک کے سلسلہ میں اسے
حاصل ہوئی تھی یا پھر وہ حقوق وفاقی کی آسیب زائیوں سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل
کرلیتا اب بھی بسمارک اپنے مشغلِ تعویق و توقف کو، جاری رکھنا چاہتا تھا۔ فی الجملہ ڈچیز کا

مشترکہ قبضہ بھی پروشیا ہی کے لئے انجام بخیر ثابت ہوسکتا تھا۔ بہرحال ابھی آسٹریا یا جمعیت الحلفا سے نفاق وافتراق کا وقت نہیں آیا تھا اور قبل اس کے کہ ایسی جسارت کیجاتی۔ دول یورپ کے رنگ و رویہ کا اندازہ لگا لینا ضروری تھا۔ اور ان سب سے زیادہ، فرانس کی غیر جانبداری اور اٹلی کا اشتراک عمل حاصل کر لینا لازمی تھا اٹلی کی کارروائی نپولین کے رویہ پر منحصر تھی اور نپولین باوجود اس کے کہ دوستانہ رویہ رکھتا تھا، ابھی کسی صف میں علی الاعلان شامل نہیں ہوا تھا۔ آسٹروی اتحاد، بے بنیاد ہونے کے باوجود اب بھی سودمند تھا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بسمارک، پیرس پر کچھ نہ کچھ دباؤ ڈال سکتا تھا، جہاں جرمنی کے اندرونی اتحاد کا امکان سب سے زیادہ مہیب تھا۔

اسی اثنا میں اتحاد جرمنی کا وہ آسیب جس سے فرانس لرزہ براندام رہتا تھا، سیاسی خدائیوں کے سب سے زیادہ مصنوعی، جیسا کہ وہ واقعی تھا۔ عفریت کی بھیانک شکل میں نمودار ہو رہا تھا۔ مسئلہ شلسوگ ہولسٹائن پر جرمنی تین فرقوں میں منقسم ہو گیا تھا جرمنی کے چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور خود ہولسٹینی نہایت شدومد کے ساتھ اس پر مصر تھے کہ ڈیوک آسٹن برگ کے حقوق تسلیم کر لئے جائیں پروشیا کرسچین نہم کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر کا ادعا کر رہا تھا کہ باعتبار نتائج جنگ، اس قسم کے مطالبات کے پیش کرنیکا حق، قانوناً اسے اور آسٹریا کو تفویض ہو چکا تھا۔ دوسری طرف آسٹریا گو اپنے کارناموں کے اعتبار سے موخر الذکر نظریہ کا پابند تھا تاہم بربنائے مصلحت وہ ڈیوک کے مطالبات کی تائید کر رہا تھا۔ پروشیا نے اپنی حالت اور موقع کو تقویت پہنچانیکی غرض سے مدعیانہ مطالبات کو مفتیین کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا جس نے، مناسب عرصے کے بعد، کرسچین نہم کی موافقت ہی میں فیصلہ صادر کر دیا۔ لیکن اس دوران میں خود ہولسٹائن میں "فریڈرک ہشتم" کی موافقت میں شورشین کا ایک ہنگامہ برپا تھا جس نے اپنا مستقر حکومت کیل میں قائم کر لیا تھا۔ پروشیا
اس امر کا شاکی تھا کہ آسٹروی کمشنر ان مظاہرات کا انسداد کرنے کے بجائے ۴۲۲
حتی المقدور اسے اور زیادہ ترقی دے رہا تھا۔ دوسری طرف ان انتظامات کو نامنظور کر کے جسے اس کے پروشوی ہمعصر نے ضروری خیال کیا تھا اس نے اتحادیوں کی

جرمنی اور ڈچیز میں آگسٹن برگ کے بارے میں شورش

مشترکہ حکومت کو ناقابل عمل بنا دیا تھا آسٹریا کا جواب، مجلس ملی میں یورپا اور سیکسنی کی اس تحریک کی تائید تھی جس میں وہ امید واثق، کی گئی تھی کہ اب یہ دونوں حکومتیں شہر یار سورولی کو ڈیوک کے منصب پر قائم وتمکن کر دینگی۔ ۶ اپریل سنہ ۱۸۶۵ع کو ووٹ لئے گئے اور پروشیا نے صرف صدائے احتجاج بلند کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ ساتھ ہی سالتھ ڈچیز کی تقریبا نصف حصے کی وراثت کے لیئے خاندان برانڈنبرگ کی طرف سے، مطالبہ پیش کیا۔ جہانتک آسٹریا کا تعلق تھا، جس پر اتحاد کی پابندیاں اب بھی عائد ہوتی تھیں، اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر پروشیا ایسا کرنے پر رضامند تھا تو وہ ڈیوک کے منصب وحیثیت کو تسلیم کریگا ہو

اب معاملات اور حالات نہایت نازک درجے پر پہنچ گئے تھے۔ اوائل سنہ ۱۸۶۴ع میں بسمارک نے ایک مراسلہ کے جواب میں ایک یادداشت روانہ کی جس میں ڈچیز کے متعلق، پروشیا کے اقل مطالبات مندرج تھے۔ اس نے اس امر کا صاف صاف اظہار کر دیا تھا کہ پروشیا صرف اس طور پر رضامند ہو سکتا تھا کہ ڈچیز اس کے حربی، تجارتی، اور ڈاک وٹپہ کے سلسلہ میں شامل کر دیجائیں۔ دوسرے سال کے جنوری اور فروری میں اس نے ان شرائط کا بارِ دیگر اعادہ کیا جو بالکل وہی تھے جن میں ڈیوک آف آگسٹن برگ منسترد کر چکا تھا۔ پروشیا کے اغراض ومقاصد کے اس انکشاف بے محابا کا جواب آسٹریا نے یہ دیا کہ اس نے ان مطالبات کو قطعاً مسترد کر دیا۔ کاونٹ کارولی نے ایک خانگی ملاقات میں بسمارک سے اس امر کا اظہار کر دیا کہ اگر ان مطالبات میں ترمیم نہ ہوئی تو پھر آسٹریا چھوٹی ریاستوں سے ہمدوش ہو کر، پروشیا کے خلاف صف آرا ہوگا اور یہ جیسا کہ بسمارک نے اشارہ کر دیا تھا، جنگ کا مرادف تھا۔ آگسٹن برگ کی موافقت میں مجلس ملی کے ووٹ سے، امکان صلح میں کسی قسم کی ترقی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جرمنی میں پروشوی حکومت، بالخصوص بسمارک، کے خلاف جذبات عامہ بے حد مشتعل تھے۔ خود پروشیا میں جہاں آئینی تنسط برابر جاری تھا، آرائے عامہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ آگسٹن برگ کے مطالبات اور حقوق کی معاونت کر رہی تھی اور جس کی علمبرداری خاص دربار پروشیا میں ولیعہد فریڈرک بھی کر رہا تھا۔ اب بسمارک تھا اور ساری دنیا کا یکہ وتنہا مقابلہ! کہ

لیکن اگر آسٹریا کے لئے کبھی ایسا موقع مل سکتا تھا تو یہ تھا۔ جبکہ وہ واقعات ۴۲۳
کی رو سے فائدہ اٹھاکر، سوائے جرمنی، دیگر متحدہ آزاد جذبات کا پیشوا بنکر، پروشوی آرزؤں کو اپنی شاہراہ سے خس وخاشاک کی طرح بہادے سکتا تھا۔ لیکن آسٹریا اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہی نہ تھا۔ اس کا خزانہ خالی تھا، اسکی افواج کا زیادہ حصہ صفحۂ کاغذ ہی پر تھا، اس کے رسالہ میں گھوڑوں کی اور توپ خانہ میں توپوں کی کمی تھی حملے کی اولیں گرانباریوں سے وینیشیا کو عہدہ برآ ہونا پڑتا اور یہاں وہ اپنی افواج کو زمانۂ صلح کی تعداد تک مختصر اور محدود رکھنے پر مجبور تھا۔ اور اگر ان اسباب کی بنا پر آسٹریا اقدام عمل سے گریز کررہا تھا تو بسمارک بھی واقعات اور معاملات کو اور چند دنوں تک معرض التواء میں رکھنا چاہتا تھا۔ نپولین اور اٹلی سے اسے اپنے معاملات ٹھیک کرلینے کے لیئے کچھ وقت درکار تھا وہ آسٹریا کی بداطواریوں کے لیئے بھی کچھ وقت دینا چاہتا تھا کہ وہ شاہ ولیم کے دل ودماغ کو اچھی طرح مسموم کردیں جس کا ضمیر، جو خود اس کے (بسمارک کے) ضمیر سے کم اثر پذیر اس کی روش عمل کیلئے ایک سنگ گراں تھا[1]۔ لیکن اسی دوران میں مولٹکے نے یہ رائے دی کہ پروشیا جنگ کے لیئے طیار ہے اس واقعہ نے آسٹریا کی اس کمزوری کے ساتھ ملکر جسکا انکشاف ہوچکا تھا۔ سیاسی حالت اور موقع کو دگرگوں کردیا۔ پروشیا نے وائنا میں زبان درازیاں بھی کیں لیکن اس طور سے کہ فی الفور صلح وعافیت میں کسی قسم کا خلال واقع نہ ہو۔ اور آسٹریا نے اس خیال سے کہ کہیں اس سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت سے دوچار نہ ہونا پڑے، رفتہ رفتہ ڈچیز کے متعلق، پروشیا کے اہم ترین مطالبات کو تسلیم کرنا شروع کردیا۔ بہرحال اب وہ وقت نکل چکا تھا جبکہ محض کاغذی مراعات واقعات اور حالات کو کسی معتدبہ حد تک معتدل بنا سکتے خود ڈچیز میں جہاں آسٹریا اپنی نکبت اور ذلت کی تلافی کرلنے کے لیئے اپنی جبلی روش کو برسرکار لارہا تھا، حالات وحادثات، روز بروز ابتر ہورہے تھے۔ یہانتک کہ پروشوی پیمانہ صبر

جنگ کیلئے آسٹریا کی عدم طیاری

[1] بسمارک، جلد ۲ صفحہ ۱۳۔

لبریز ہو گیا اور خود شاہ ولیم نے آسٹریا کو لکھا کہ اگر وہ شلسوگ ہولسٹائن میں امن و عافیت کا تسلط قائم کرنے میں معین نہ ہوگا تو ہرچہ بادا باد، اس مقصد کے لیئے پروشیا تنہا مستعد ہو جائیگا۔ اس پیام آخری سے آسٹریا کے کابینۂ وزارت کی حالت دگرگوں ہوگئی اس لیئے وہ کوئی ایسا جواب بھیج نہ سکا جس سے مراد جنگ ہوتی ان حالات
کے ماتحت آسٹریا نے ایک مفاہمہ کی تجویز پیش کی جس کی رو سے ڈچیز دو مساوی ۴۲۴
حصوں میں تقسیم ہو کر دونوں حکومتوں کے حوالے کر دیجائے بسمارک اس سبب سے کہ سلسلۂ گفت و شنید میں جو جواب اٹلی سے موصول ہوا تھا اس سے دفع الوقتی اور بہانہ جوئی مترشح ہوتی تھی، دوسری طرف فرانس کا رویہ ابتک مشتبہ تھا، ایک عارضی تصفیے پر رضامند ہو گیا۔ اس لیئے ۲۰ اپریل ۱۸۶۵ء کو شہنشاہ فرانسس جوزف اور شاہ ولیم نے جو آبگاہ گاسٹائن میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے تھے ایک معاہدہ پر اپنے اپنے دستخط ثبت کیئے جسکی رو سے شلسوگ اور ہولسٹائن علی الترتیب پروشیا اور آسٹریا کے حوالے کر دیئے گئے اور ساتھ ہی ساتھ لوئنبرگ کی مختصر ڈچی بعوض زر نقد کلیتہً پروشیا کے حوالے کر دیگئی [1]۔

معاہدۂ گاسٹاین
۲۰ اگست ۱۸۶۵ء

معاہدۂ گاسٹائن پروشیا کی سیاسی فتح و نصرت پر دال تھا کیونکہ اس کے رو سے آسٹریا نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ڈچیز کی حکومت دونوں سلطنتوں کو تفویض تھی اسطور پر اس نے ڈیوک آف اگسٹن برگ کے مطالبات کو مسترد اور اپنے اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے درمیان ایک وسیع رخنہ پیدا کر دیا۔ حقیقتہً "اسے کسی شخص نے فیصلہ قطعی نہیں تصور کیا۔ بسمارک نے اپنے قدیم کیفیت زاتاب و مکنت کے ساتھ تمام حالات و واقعات و ایک مختصر فقرہ میں یوں ادا کیا "ہمنے دراڑ دن پر کاغذ منڈھ دیا ہے""۔

[1] ہان جلد اول صفحہ ۱۳۱ وغیرہ۔

باب ہفدہم

سنہ ۱۸۶۶ء کی جنگ پروشیا و آسٹریا

نپولین اور مسئلہ جرمنی۔ آسٹریا اور پروشیا ڈچیز میں۔ پروشیا اور اٹلی
عہد نامہ مرتبہ ۸ راپریل سنہ ۱۸۶۶ء۔ وفاقیہ کی اصلاح کے لئے پروشیا کے تجاویز۔
نپولین ایک کانگریس کی تجویز پیش کرتا ہے۔ پروشیا عہدیت سے علیحدگی اختیار
کرتا ہے۔ وقوع جنگ۔ جنگ ساڈووا۔ نکلسبرگ کے ابتدائی مراحل۔
صلح پراگ۔ آسٹریا ہنگری میں "دوعملی"

آسٹرو پروشی اتحاد کی ساخت وہئیت کچھ اس درجہ بے بنیاد واقع ہوئی تھی کہ معاہدہ گاسٹائن کا کاغذی پردہ اس کی حالت اور صورت کو مدت تک معرض خفا میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہر حال یہ کیدو فریب چند مہینوں تک کام دیگیا جو بسمارک کی ترکیب اور بندشوں کے لئے نہایت گرانقدر ثابت ہوا۔ اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اٹلی کے بغیر آسٹریا سے برسر پیکار ہونا، پروشیا کے لئے قسمت آزمائی کا ایک سنگین اور سہمگیں گفتنہ جانا تھا اور معاہدہ گاسٹائن نے جس کی ضرورت بلحاظ دیگر امور مسلمہ تھی، حکومت تورن کو پروشیا کی خلوص نیت کے طرف سے بغایت مشتبہ کردیا تھا۔ اٹلی علی الاعلان، آسٹریا کے خلاف کوئی معاندانہ چال اختیار نہیں کرسکتا تھا جسکا بصورت دیگر انجام یہ ہوتا کہ وہ آخر وقت میں بالکل بے یار و مددگار رہ جاتا۔ اب یہ بسمارک کا فرض تھا کہ وہ آسٹریا کو پروشوی تجاویز کی اصلیت اور واقفیت کو تسلیم کرلینے کی ترغیب دیتا اور دوسری طرف یہ احتیاط بھی مد نظر رکھتا کہ کوئی راز اس طور پر افشانہ ہو جس سے وہ تعلقات جن کی شکست و ریخت ناگزیر تھی فوراً ہی منقطع نہ ہوجاتے پھر شہنشاہ نپولین کے رنگ طبیعت کا بھی اندازہ کرنا تھا، کیونکہ آئندہ جنگ میں خواہ اس کے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوتے، فرانس کی مداخلت بسمارک کے منصوبوں کے لئے مہلک

ثابت ہونے والی تھی۔ اور سب سے آخر میں شاہ ولیم کا ضمیر، باوجود اس کے کہ لاؤینبرگ کے حاصل ہو جانے کے بعد اس نے "فتوحات حاصل کرنے کا ملکہ پیدا کر لیا تھا" ابتک دول جرمنی کو مشتعل بجنگ کرنے سے ابا کرتا تھا۔

426 **نپولین اور مسئلہ جرمنی** بسمارک نے سب سے پہلے اپنی توجہ فرانس کی جانب منعطف کی کیونکہ اٹلی کے طریق عمل کا مدار نپولین کے طرز عمل پر تھا۔ نپولین کے تدابیر بظاہر کیسا ہی تلوّن کیوں نہ ہو جہاں تک مسئلہ جرمنی کا تعلق تھا، وہ بالکل واضح تھا وہ جرمنی کو اسلئے کمزور اور منقسم رکھنا چاہتا تھا کہ اسطور پر وہ دول عظیمہ کے خلاف، چھوٹی مملکتوں کے محافظ اور معین کی حیثیت سے فرانس کو پھر برسر اقتدار لاسکتا تھا اور اسطور پر، انجام کار، وہ اس انقلاب و تصرف سے معاہدات ۱۸۱۵ء کو چاک کر کے، بار دیگر، رہائن کو فرانس کی سرحد قرار دینے میں کامیاب ہو جاتا، اس مقصد کے حصول کے لیئے آسٹریا اور پروشیا کا برسرپیکار ہونا نہایت مناسب اور برمحل تھا، اب اگر پروشیا جلد سے جلد مغلوب ہو جاتا، یا یہ کشمکش عرصہ تک جاری رہتی۔ اور ان دو حالتوں کے سوا کوئی تیسری صورت نہ تھی۔ تو فرانس عین وقت پر مداخلت کر کے ایک ہی ضرب میں جرمنی کو اپنے منشاء کے مطابق بنا سکتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وینس کو اطالوی سلطنت میں شامل کر کے "اس کی تاسیس و تعمیر کو مکمل کر سکتا تھا"۔ ان حالات کے ماتحت معاہدہ گاسٹائن پر دستخط ہو جانے کی خبر، پیرس میں نامقبول ثابت ہوئی کیونکہ اس سے صرف یہی نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ دول جرمنی کا اتحاد بار دیگر مستحکم اور استوار ہو گیا اور جسکا برقرار رہنا فرانسیسی منصوبوں کے لئے نہایت مہلک تھا، بلکہ ڈچیز کی تقسیم سے اصول قومیت کو صدمہ پہنچتا تھا جس کا نپولین خود کو طرفدار قرار دے چکا تھا۔ پیرس میں شور و شین کا ایک غلغلہ عام بلند ہوا جسنے شہنشاہ کو اس امر سے متنبہ کر دیا کہ موخر الذکر حیثیت ایسی نہ تھی جس کو معمولی طور پر نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لنظر براں ۲۹ راگست کو حکومت فرانس کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ جاری کیا گیا جس میں معاہدہ گاسٹائن کو آزادی ملت اور قانون یورپ کے خلاف قابل نفرین گردانا گیا اور اس

اعلائے احتجاج کی حمایت ۱۴ ستمبر کا وہ نوٹ کرتا تھا جو برطانوی حکومت کی طرف سے لارڈ جان رسل نے شائع کیا تھا۔ فرانسیسی مراسلہ شہنشاہ کی فکر و فیصلہ کا ترجمان قطعی نہ تھا بلکہ وہ صرف اہالیان پیرس کے شور و غوغا پر ان کا منہ بند کرنے کے لئے ایک لقمہ تھا۔ اور جبوقت بسمارک نے معاہدہ کی ہنگامی نوعیت کی تشریح کر دی نپولین

۴۲۷ **بسمارک اور نپولین**

نے پرائیوٹ طور پر یہ پیغام اور جواب بھیجدیا کہ وہ اُسکے جواب سے مطمئن ہوگیا تھا اور اس نے گشتی مراسلہ کے درشت لب و لہجہ پر، جو بغیر اس کی منظوری کے روانہ کر دیا گیا تھا علی الاعلان اظہار تاسف کیا۔ بسمارک نے اس کامیابی پر نہایت سرعت کے ساتھ قدم بڑھانا شروع کر دیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کو اس نے (Biarritz) بیارِٹز کا سفر کیا اور بذات خود اس تمام مسئلہ کو شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا اثنائے بازدید میں کیا کیا واقعات پیش آئے، بسمارک نے اپنے تذکرہ میں ان کو زیادہ روشن کر دینا گوارا نہیں کیا ہے اور گو یہ جرم کہ اسنے جرمن مقبوضات کو فرانس کے حوالہ کر دینے کا قطعی وعدہ کر لیا تھا ممکن ہے کہ بے بنیاد ہو، ظن غالب یہ ہے کہ نپولین کو یہ خیال ذہن نشین ہوگیا تھا کہ آئندہ جنگ میں غیر جانبدار رہنے کے معاوضہ میں پروشیا "سرحد کی از سر نو تنظیم" میں اس کیلئے کچھ نہ کچھ مراعات ضرور روا رکھے گا۔ بہر حال شمالی جرمنی میں پروشیا کی عظمت پذیری کا اس نے اپنے آپکو موافق ظاہر کیا۔ اس کے خیال میں مسئلہ کی یہ نوعیت، جنوبی جرمنی میں اس کی اعانت اور دستگیری کو ناگزیر بنا دیگی۔

اسی اثنا میں خود وہ معاملہ جو معاہدۂ گاسٹائن کی رو سے بروئے کار آیا تھا ابتداً چند ہی میں کسی حد تک کامیابی کے ساتھ برسرِ عمل رہا۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں حکومتوں کے متضاد میلانات کا اظہار اس ہنگامی حکومت کی نوعیت میں ہو رہا تھا جو اب برسرِ کار تھی۔ ایک طرف پروشیائی گورنر مان ٹوئی فل، شلسوگ میں اپنی پوری حربی طاقت سے حکمرانی کر رہا تھا دوسری طرف ہولسٹائن میں آسٹروی عمل (Gablenz) گابلنز ایک ایسا نظم حکومت قائم کر رہا تھا جس میں قدیم نوابی طرزِ حکومت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ دونوں گورنروں کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے لیکن ہر دو حالتوں میں اگسٹن برگ کے حقوق اور مطالبات

نہ کہیں تسلیم کیئے جاتے تھے اور نہ روا رکھے جاتے تھے۔ یہ جرمنی کی جانب اٹلی کا بدلا ہوا رویہ تھا جو اس آہنگ عافیت میں خلل انداز ہوا۔

مسئلۂ وینیشیا کے متعلق معاملات اٹلی میں رجع عمل

پروشیا سے ایک باہمی مفاہمہ کرنے کی جب تمام کوششیں بظاہر بے سود نظر آنے لگیں تو اطالوی حکومت نے وائنا کا رُخ کیا اور دس کروڑ لیرے کے معاوضے میں وینیشیا کی واپسی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ آسٹریا کا جواب قطعی تھا۔
شہنشاہ وینیشیا کو کسی حالت میں علٰحدہ کرنے کے لیئے آمادہ نہ تھا الا نتیجۂ جنگ کی ۴۲۸
صورت میں! دوسری طرف آسٹریا تجارتی اتحاد بار دیگر قائم کیے جانے کے لیئے گفت و شنید کرنے پر تیار تھا لیکن اس معاملے میں پروشیا اس سے سبقت لے گیا۔ بیویریا، سیکسنی اور دیگر مملکتہائے کہتر، آسٹریا سے اس بنا پر افروختہ تھیں کہ اس نے گاشٹائن میں ان کے مقاصد و مفاد کے ساتھ غداری کی تھی اور باستثنائے ہسی اور نساؤ ان سبھوں نے بخوشی اور رضامندی پروشیا کی اس تحریک پر صاد کیا کہ اٹلی اور اتحاد محاصل کے درمیان ایک تجارتی عہد نامے پر دستخط ہو جانے چاہییں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اطالوی سلطنت کو تسلیم بھی کر لیا۔

ڈچیز میں آسٹریا اور پروشیا کے کشیدہ تعلقات

آسٹریا کا جواب آگسٹن برگ کی موافقت میں ہولسٹائن میں شورش اور ہیجان کو پوری طاقت کے ساتھ کارفرما کر دینا تھا مان ٹوئیفل نے اس خیال سے کہ یہ وبا شلسوگ میں نہ پھیلنے پائے ہولسٹائن کے جرائد اور صحائف کا داخلہ بند کر دیا۔ گابلنز نے اسکا جواب ایک تقریر سے دیا جسمیں اس نے کہا کہ وہ ایک ترکی پاشا کی طرح حکمرانی نہیں کر سکتا تھا! دونوں گورنروں کی دیرینہ قلبی موانست میں اب اسقدر کشیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ ان کے منقطع ہو جانے میں اب کوئی شبہہ نہ تھا اور دسمبر میں مانٹوئیفل نے بسمارک کو یہ لکھ بھیجا کہ اب وہ وقت آگیا تھا کہ آسٹریا سے یہ امر دریافت کیا جائے کہ وہ اپنے تعلقات آگسٹن برگ سے منقطع کرنا چاہتا تھا یا پروشیا سے۔ بسمارک نے دربار وائنا سے شکایت کی تو آسٹریا کا یہ جواب وصول ہوا کہ آگسٹن برگ کا ڈیوک کا لقب اختیار کرنا ضابطے کے مطابق

تھا، اگر پروشیا کو ہولسٹائن کے جرائد اور صحائف کے لب ولہجہ کی شکایت تھی تو آسٹریا کو شلسوگ کے اخبار و رسائل سے شکایت تھی، جو پروشیا سے ملحق کر دیئے جانے کے لیئے ہنگامہ برپا کیئے ہوئے تھے۔ رہا ڈچیز میں آسٹریا کی سیاسی حیثیت کا حال یہ تھا کہ تاوقتیکہ اسے کسی دوسری جگہ معاوضہ نہ ملجائے وہ ان پر اپنی گرفت کو ڈھیلا نہیں کر سکتا تھا[1] یہ حقیقت بسمارک کو یہ محسوس کرا دینے کے لیئے کافی تھی کہ اگر پروشیا کو بار دیگر اُن آفات سے محفوظ رکھنا منظور تھا جو اولمتز میں پیش آئی تھیں تو آسٹریا سے برسر جنگ ہونا ناگزیر تھا، اور واقعہ تو یہ ہے کہ عہدیت جرمانی میں دونوں طاقتوں کی حیثیت کلی کے مقابلے میں ڈچیز کا مسئلہ بالکل ایک ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ شلسوگ ہولسٹائن پر دسترس حاصل کرنے کے یہ معنی تھے کہ پروشیا پورے جرمنی پر دسترس حاصل کرنے کے لیئے آمادہ ہو جائے۔

۱۳ر جنوری ۱۸۶۶ء کو پروشیائی سفیر متعینۂ فلورنس کو یہ ہدایات بھیجی گئیں کہ وہ ایک بار پھر اشتراک عمل کے لیئے اٹلی سے گفت وشنید کا آغاز کر دے۔ ۴۲۹
دو دن بعد ہولسٹائن میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جنہوں نے دفعتًہ معاملات کو بحرانی حدود تک پہنچا دیا۔ ۲۳ر جنوری کو آسٹروی حکومت کی خاموش رضامندی کے ساتھ الطونا میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جسمیں پروشوی حکومت کے خلاف اظہار نفرت وملامت اور مقامی طبقات کے اجتماع کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ آسٹریا نے اپنے سفیر متعینۂ برلن کے توسل سے اس امر کا اعلان کر دیا کہ وہ اب بھی حکمرانوں کے اس اعلان کا پابند تھا جو ۲۸ مئی ۱۸۶۴ء کو آگسٹن برگ کی موافقت میں نافذ کیا گیا تھا اس "ذیب" نے بادشاہ کے ان وسوسوں کا بھی ازالہ کر دیا جن کی رو سے وہ بسمارک کے طریقۂ عمل کی تائید کرنے میں پس وپیش کیا کرتا تھا۔ ۲۶ر جنوری کو ایک مراسلہ وائنا بھیجا گیا جس میں "مغویانہ شورش" کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا تھا جو بسر کردگی آسٹریا، ہولسٹائن میں برسرکار لائی جا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگرچہ جرمنی کے معاملے میں دونوں

[1] سیبل جلد چہارم صفحہ ۲۹۴۔

پروشیائی آسٹروی اتحاد کا خاتمہ

حکومتوں کا طرز عمل ہم آہنگ نہ کیا جا سکا تو پھر پروشیا اپنی پالیسی کو بہمہ وجوہ بر سر کار لانے کی مکمل آزادی حاصل کرنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ آسٹریا کا جواب یہ تھا کہ وہ ہولسٹائن میں جیسی کچھ تدابیر بر سر کار لانا چاہتا تھا اس کے خلاف پروشیا کو نکتہ چینی یا اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اب بسمارک نے بحث مباحثہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور دونوں حکومتوں کے تعلقات منقطع ہو گئے۔

اب جنگ گو بظاہر ناگزیر معلوم ہوتی تھی تاہم دونوں طاقتوں میں سے ایک بھی اس کی ابتدا کرنے پر آمادہ نہ تھی آسٹریا کی حرب سامانی، حسب معمول، نہایت افسوسناک طور پر التوا پذیر رہی دوسری طرف پروشیا کو بھی اٹلی سے عہد و پیمان کرنا باقی رہ گیا تھا اور اپنے فعل کو جرمنی اور تمام دنیا کی نظروں میں حق بجانب تسلیم کرانے میں اُسے حکمرانانِ عہدیت جرمانی کے سامنے اپنے آزاد افکار کو بے کم و کاست پیش کرنا بھی باقی تھا۔ کچھ دیر کے لیے اطالوی حکومت کو یہ توقع ہونے لگی تھی کہ وہ بغیر کسی جنگ و پیکار کے وینس حاصل کر لے گی۔ ۲۴ر جنوری ۱۸۶۶ء کو پرنس کوزا! والی روما نیا معزول کیا گیا اور نپولین کی منظوری سے اٹلی نے یہ تجویز پیش کی کہ ولایات ڈینوب کے معاوضے میں، آسٹریا، وینس حوالے کر دے۔ یہ تجویز روس، انگلستان اور خود آسٹریا کی مخالفت سے مسترد ہو گئی اور اب اطالوی تفرد کے تکمیل کی توقع صرف اس پروشیائی اتحاد سے وابستہ تھی جس کی سفارش فرانسیسی شہنشاہ نے کی تھی جرمنی میں حالات و حادثات کی رفتار اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ پروشیا آسٹریا کے ساتھ کسی طور پر ہم آہنگ نہ ہوگا اور اپنے رفیق کو کسی طور پر بے یار و مددگار نہ چھوڑیگا۔ ۴۳۰
ابتدائی مارچ سے آسٹریا نے عاجلانہ انتشار کے ساتھ جنگ کی طیاریاں شروع کر دیں اور ۱۶ر کو یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ مینڈارف نے برلن سے اسی امر کا قطعی مطالبہ کیا کہ آیا پروشیا معاہدۂ گاسٹین کو شکست کر کے جمعیۃ الحلفا کی عافیت میں خلل انداز ہونے کے درپے تھا، ساتھ ہی ساتھ اس نے شہریاران جرمنی کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اس امر کا اعادہ کیا تھا کہ اگر پروشیا کا جواب محض حیلے حوالے پر مبنی ہوا تو آسٹریا اتلافی افواج کے اجتماع کی تحریک

ڈائٹ میں پیش کریگا۔ اس نوٹ کا جواب بسمارک کی طرف سے ایک پرزور "نہیں" کی صورت میں آیا۔ لیکن چند ہی دن بعد ۲۴ مارچ کو اُس نے اپنی طرف سے ایک گشتی مراسلہ شائع کیا جس میں اس نے آسٹریا کی تیاری جنگ کا تذکرہ کیا تھا اور اس امر کا بھی اعادہ کردیا تھا کہ ان حالات کے ماتحت پروشیا کو اپنی محافظت کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرنا ناگزیر تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ حیرت زدہ حکمرانوں کے سامنے پروشیا کی اُن تجاویز کے خاکے کو بھی پیش کردیا جن کی رو سے وہ جمعیتہ الحلفا میں اصلاحات نافذ کرنا چاہتا تھا جس کی سب سے نمایاں دفعہ، ایک جرمن قومی پارلیمنٹ کی تجویز تھی جس کی تعمیر و ترتیب عالمگیر حق انتخاب کی رو سے ہوتی"، جو ان حدود اور پابندیوں کے بجائے جو قبل از وقت اکثریت کو متیقن کرنے کے درپے رہتی ہیں، متحدہ قوت عمل کی کامل ترضمانت ہوتی"، کو

عہد نامہ مرتبہ ۸ اپریل ۱۸۶۶ء مابین پروشیا اور اٹلی

ان حالات کے ماتحت گووو نے اطالوی سفیر متعینہ برلن نے اپنی حکومت کے سامنے بسمارک کے ساتھ ایک معاہدہ اتحاد کی تجویز پیش کرنے میں خود کو حق بجانب تصور کیا اسمیں یہ شرط ملحوظ رکھی گئی تھی کہ اگر حکمرانوں نے اُن تجاویز کو جنھیں دستور وفاقیہ کی اصلاح کے لیئے پروشیا نے پیش کی تھیں اور جرمن قوم کی ضروریات جن کا مطالبہ کر رہی تھیں"، مسترد کردیں تو اپنی تجاویز کو "موثر اور نافذ بنانے کے لیے"، پروشیا اعلانِ جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا اور ایسی حالت میں، بہر حال، آسٹریا کے خلاف اٹلی بھی مستعد کارزار ہو جائیگا لیکن یہ معاہدہ صرف اُس حالت میں قائم رہ سکتا تھا جبکہ معاہدے کی تصدیق و توثیق کے تین ماہ کے اندر ہی اندر پروشیا اعلان جنگ کردے۔ حسب نتائج جنگ، بشرطِ کامیابی وینشیا اطالوی سلطنت کے حوالے کردیا جائیگا اور اُسی قدر قیمت کی مقبوضات شمالی جرمنی میں پروشیا سے ملحق کردی جائینگی۔ ۸ اپریل ۱۸۶۶ء کو عہد نامے پر دستخط ہوئے۔

بسمارک کا اب یہ مقصد رہ گیا تھا کہ اُس تین ماہ کی مدت کے ۱۳۴

اندر ہی اندر جو عہد نامے میں مذکور تھی اس ناگزیر جنگ کو کسی طور پر وقوع پذیر بنا دے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا لحاظ بھی ضروری تھا کہ کسی غلط چال سے پروشیائی رفتار کی "صحت" دول یورپ کی نظروں میں مشتبہ نہ ہونے پائے ۹ / اپریل کو ٹھیک اُسی روز جبکہ اٹلی کے ساتھ معاہدۂ اتحاد پر دستخط ہوئے تھے، جرمانی عہدیت کی اصلاحات کی تجاویز ڈائٹ میں پیش ہوئیں[۱] اس سے سوا اس کے "جرمن اتحاد کا سنگ اساس پروشیا کی سرکردگی میں، سیاسی آزادی کے اصول پر، رکھا جائے" کوئی اور نتیجہ برآمد نہیں ہوا، اور شاید یہی مقصد پیش نظر بھی رکھا گیا تھا۔ کیونکہ جس وقت جرمن دستور کو بہت پر مباحثہ ہو رہا تھا، آمادگی جنگ کے متعلق برلن اور وائنا میں نہایت تلخ اور تند مراسلات کی آمد و شد ہو رہی تھی اور اسی روز ۱۱ / اپریل کو جبکہ پروشیائی اصلاحی تجاویز ایک کمیٹی کے سپرد کیجا رہی تھیں، آسٹریا کی مجلس جنگ نے یہ فیصلہ کیا، (اور یہ اُس معاہدے کی علی الرغم خلاف ورزی تھی جو پروشیا کے ساتھ جزئی طور پر سامان جنگ کو مختصر کر دینے کے لئے ہوا تھا) کہ جنوبی افواج مجتمع کیجائیں گی۔

آسٹریا کے اس بظاہر بے محابا اور متناقض طرز عمل کا سبب وہ ہیبت انگیز خبریں تھیں جو اٹلی سے پہنچی تھیں، جہاں گاریبالڈی نے ایکبار پھر اپنی مساعی کو حرکت دینی شروع کر دی تھی اور فوجی اجتماع کی منحوس خبریں پہنچ رہی تھیں اس کے بعد ہی ۲۶ / اپریل کو برلن میں اعلان جنگ پہنچا جسمیں اس امر کا مطالبہ کیا گیا تھا کہ جنوب میں آسٹروی افواج کے مجتمع ہونے پر بھی، پروشیا کو ہتھیار ڈال دینے پر حکومت کو شلسوگ ہولسٹائن کے مسئلے کے متعلق ایک مصالحت کر لینی چاہیئے ورنہ آسٹریا اس کو تصفیے کے لئے پورے طور سے مجلس وفاقی کے سامنے پیش کریگا۔ اب وہ تمام امید جو کسی صلح آمیز فیصلے کے بارے میں کیجا سکتی تھیں بظاہر مفقود نظر آتی تھیں۔ ٹھیک اسی دن جس روز کہ آسٹرین اعلان جنگ روانہ کیا گیا تھا (۲۶ / اپریل) لا مارمورا نے اطالین افواج کے اجتماع کا حکم نافذ کیا۔ ۳ / مئی کو پروشیا نے اپنی افواج کو مستعد

آسٹرین اعلان جنگ

[۱] ہان جلد اول صفحہ ۳۸۹

کارزار رکھنے کے لیئے جدید تدابیر عمل اختیار کرنا اور افوج کا اجتماع شروع کر دیا ہو[1]
نپولین کے دیرینہ تلون طبع نے کچھ ایسا رنگ اختیار کرنا شروع کیا کہ وہ
مہمات مسائل جواب معرض وجود میں آنیوالے تھے جنگ چند ہفتوں کے لیئے
ملتوی ہو گئی۔ اہالیان فرانس کے وسیع طبقے نے اندیشہ مند ہو کر یہ محسوس کیا اور یہ
حقیقت بھی تھی کہ اس کے خیالی منصوبوں سے فرانسیسی اغراض و مقاصد کی قربانی ۴۳۲
ہوتی تھی جس کا انجام صرف اطالوی اور پروشیائی توسیع حدود کا
تیقن کرنا تھا۔ ۳ مئی کو تی ایر نے ان جذبات کا ایوانوں میں
اظہار کیا اسنے نہایت بلند آہنگی سے بیان کیا کہ جرمنی کو سیاسی اتحاد، حاصل

نپولین سوم ایک کانگرس کی تجویز پیش کرتا ہے

نہیں کرنے دیا جائیگا پروشیا کا مقصد صریح یہ ہے کہ آسٹریا کے خلاف ایک فاتحانہ جنگ بر سر کار
لاکر جرمنی کو متحد کر دے، ہر وطن دوست فرانسیسی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس جنگ کا سدباب
کرے[2]" نپولین خود یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ ایک ایسا طرز عمل اختیار کرنا بالکل ہیچ
تھا جس کا انجام محض پروشیا کی طاقتوری تھی اور اس کے مقابلے میں فرانس کو
مساوی منفعت کبھی نہیں حاصل ہوتی تھی۔ دوسری طرف وہ وینشیا کے انتقال سے
رومن اور اطالین مسائل کا ہمیشہ کے لیئے تصفیہ کر دینے پر آمادہ تھا اور چونکہ پروشیا
جرمنی کا نقصان کر کے اسکی سرحدوں کی تنقیح اور تنظیم کو منظور کرنے سے برابر انکار کرتا آرہا تھا
اس لئے اس خیال سے کہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا برآمد ہوتا ہے آسٹریا سے
اپیل کی۔ اگر صرف موخر الذکر وینس حوالہ کر دیتا تو پھر اٹلی جنگ سے بری ہو جاتا، پروشیا
آسٹریا کے خلاف اپنی متحدہ فوجی طاقت کو بر سر کار لاسکتا اور کسی مساعد لمحے میں فرانس
دخل دے کر جرمانی عہدیت کے معاملات کا تصفیہ اس طور پر کر سکتا جو خود اس کے
اغراض و مقاصد کے لیئے سود مند ہوتا ہو

[1] ہان جلد اول صفحہ ۳۰۴ وغیرہ
[2] ملاحظہ ہو تقریر ۲۴ مارچ ۱۸۶۶ء۔ سوریل "جنگ فرانس و پروشیا کی تاریخ تدبر" جلد ا
صفحہ ۳۳ (Diplematique de la gverre Franco Allemande
باب ا صفحہ ۳۳

اب آسٹریا کو دو طرف سے حملے کا اندیشہ تھا اور چونکہ ہنگری کی طرف سے اسے شبہہ بھی تھا، وہ اٹلی کی غیر جانبداری خرید لینے کے لیئے، بغیر کسی مقبوضاتی معاوضے کے، وینس حوالے کر دینے پر آمادہ ہوگیا۔ لامارمورا کے لیئے یہ تجویز بغایت نظر فریب اور دلپذیر تھی کیونکہ اس سے اٹلی کو ایک ہی ضرب میں وہ تمام باتیں حاصل ہو رہی تھیں جو انتہائی خونریزی یا زر پاشی کے باوجود ممکن تھا کہ آخر میں نہ حاصل ہو سکتیں لیکن "غیرت اور حمیت" کا تقاضا تھا کہ (اس حالت میں بھی) پروشیا سے علیحدگی نہ اختیار کیجائے" بنا بر آں اس نے پیش کردہ تجاویز کو مسترد کر دیا۔ اس غیر متوقع اندیشہ مندی سے ششدر اور حیران ہو کر نپولین ایک دوسری اور پسند خاطر ترکیب کی طرف مائل تھا ۶ مئی کو اوگزیر میں اُس نے اپنی تقریر کے اثنا میں عہد نامجات ۱۸۱۵ء پر "جسے کچھ ۴۴۳
لوگ ہماری خارجی پالیسی کی بنیاد قرار دینا چاہتے ہیں" اظہار نفرت کیا اور سارے یورپ کو لرزہ براندام کردیا۔ دول یورپ کو یہ معلوم کر کے گونہ اطمینان نصیب ہوا کہ اُس کا مقصد مخصوص صرف یہ تھا کہ وینس، ڈچیز اور جرمن عہدیت کے معاملات کو طے کرنے کے لیئے ایک یورپی کانگرس منعقد کیجائے۔[1] تمام یورپ کے عام مقاصد و مفاد کی نظر سے اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا تھا اور انگلستان اور روس نے فوراً اپنی رفاقت کا اعلان کر دیا لیکن آسٹریا کے نزدیک اس سے زیادہ نامقبول تجویز کوئی اور ہو نہیں سکتی تھی جس کی رو سے اٹلی میں اس کی حالت اور حیثیت کا مسئلہ ایک دفعہ پھر معرض بحث میں آتا تھا اور جو اسطور پر اور زیادہ پیچیدہ ہوگیا تھا کہ اصول قومیت پر بالعموم زیادہ زور دیا جا رہا تھا۔ لیکن وہ حقیقۃً کسی ایسی تجویز کو علی الاعلان نامنظور کرنے کی جراءت نہیں کر سکتا تھا جو صرف دول یورپ کی ایک مجلس شورے کا مطالبہ کرتی تھی۔ لیکن اس نے کانگرس میں اپنی شرکت کو اسطور پر مشروط کر دیا کہ مجلس کے آرا و افکار کی حیثیت ہی بالکل ہیچ ہوئی جاتی تھی انجام یہ ہوا کہ یہ سارا کھیل بگڑ گیا[2]۔

---

[1] سوریل جلد اول صفحہ ۱۳۔

[2] کاغذات پارلیمنٹ LXXI ۱۸۶۶ء صفحہ ۳۴۵۔

اسطور پر کانگرس کی تجویز کا سوائے اس کے کوئی حاصل نہ نکلا کہ فریقین کو سامان جنگ کا موقع ملگیا جواب بالکل ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔ نپولین نے فوراً ایسا طرز عمل اختیار کرنا شروع کر دیا جس سے وہ سمجھتا تھا کہ اس ہنگامہ کشاکش میں اسے حکم کا منصب حاصل ہو جائیگا اس لئے آسٹریا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے موخرالذکر نے وعدہ کیا کہ اگر فتح نصیب ہوئی اور نپولین غیر جانبدار رہا تو آسٹریا متحدہ جرمنی کو معرض وجود میں نہ لائیگا۔ پروشیا سے بھی اس نے اپنی کریمانہ غیر جانبداری کا وعدہ کر لیا لیکن اس کی شکست کو متیقن کر دینے کے لئے اس نے اس امر کی کوشش شروع کردی کہ اٹلی کو مخالفے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بالآخر ۱۲ جون کو اس نے ایوانوں کو اپنا پیغام بھیجتے وقت اس امر کا اعلان کیا کہ فرانس کو اپنی حدود کی توسیع سے اسوقت تک کوئی سروکار نہ ہوگا جبتک کہ اس کی ہمسایہ حکومت ایک وسیع پیمانے پر الحاقات کر کے میزان طاقت کو معرض خطر میں نہ ڈالدیگی [1]

لیکن قبل اس کے کہ آخری مرافعہ حرب وضرب سے کیا جاتا، آسٹریا اور پروشیا کے درمیان سیاسی مراسم پورے کیے جارہے تھے یکم جون کو آسٹریا نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ ڈچیز کا مسئلہ من حیث الکل مجلس وفاقی کے سپرد کر دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ طبقات مجتمعہ کو ہولسٹائن میں طلب بھی کر لیا جائے اس بات پر بسمارک نے اس بنا پر اظہار نفرین کیا کہ یہ معاہدۂ گاشٹائن کی خلاف ورزی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اعلان کر دیا کہ اس خلاف ورزی سے ڈچیز پر مشترکہ قبضے کا حق ازسر نو پیدا ہو جاتا ہے اور اب پروشیا کو یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ ہولسٹائن میں داخل ہو جائے دوسرے دن ۴ جون کو اس نے ان تمام امور کو ایک گشتی مراسلہ کی صورت میں دول یورپ کے سامنے پیش کر دیا اور اس کے ساتھ عہدنامہ مرتبۂ ۱۶ جنوری ۱۸۶۴ء کو بھی شائع کر دیا جس کی رو سے آسٹریا اور پروشیا کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ شلسوگ ہولسٹائن کے مسائل باہمی رضامندی سے طے پایا کرینگے۔ ۴۳۴

[1] سوریل جلد اول صفحہ ۱۸۔

عہدیت جرمانی کے ساتھ پروشیا کے جو تعلقات تھے اب صرف ان کی تشریح و توضیح باقی رہ گئی تھی۔ ۱۹ ارمئی کو مجلس کے اس قطعی مطالبے کے جواب میں کہ عہدیت کے امن و عافیت کے متعلق اسکا کیا ارادہ تھا، پروشیا نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ کنارہ کش ہوکر محض ایک یوروپین طاقت کی حیثیت پر قانع ہو جائیگا اب آسٹریا کے طرز عمل کے خلاف بسمارک نے پروشیا کا صحیفۂ احتجاج، فرانکفورٹ میں پیش کر دیا۔ اس نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ شلسوگ ہولسٹائن مسلے کو طے کرنے کا حق، جسے وہ تسلیم کر سکتا تھا، صرف ایک اصلاح یافتہ وفاقی حکومت کو حاصل ہو سکتا تھا اور اس اصلاح یافتہ حکومت کا مدار ایک جرمن پارلیمنٹ پر ہونا چاہیئے جو اس امر کی ضمانت ہو کہ

عہد کی اصلاح کیلیے پروشیا کی تجاویز

پروشیا کو جتنی قربانیاں کرنی پڑینگی وہ محض مخصوص شاہی خاندانوں کیلئے نہیں بلکہ سارے جرمنی کیلئے ہونگی دوسرے ہی دن پروشیائی اصلاحی تجاویز کو گشت کرا دیا گیا وہ یہ کہ آسٹریا عہدیت جرمانی سے حذف کیا جائے، ایک وفاقی بیڑا تیار کیا جائے اور افواج کی اعلیٰ کمان پروشیا اور بویریا میں مشترک ہو۔ ایک جرمن پارلیمنٹ بھی قائم ہو جسمیں فرقۂ ذکور کو حق شرکت حاصل ہو۔ اور سب سے آخر میں عہدیت جرمانی کے ساتھ جرمن آسٹریا کے تعلقات کا تعین ایک خاص عہد نامے سے عمل میں آئے۔ جرمن مملکتوں سے یہ امر دریافت کیا گیا تھا کہ اگر اصلی جمعیۃ الحلفا کا شیرازہ جنگ کی وجہ سے ٹوٹ جائے تو کیا وہ جدید نظام میں شرکت کرنے پر آمادہ ہونگی[1]؟

اس نظام اصلاحات کو مجلس ملی میں پیش کرتے وقت پروشیا کو قیام امن و صلح کی توقعات کے متعلق کوئی مغالطہ نہ تھا۔ پانسہ تو کبھی کا پھینکا جا چکا تھا۔ ۷ رجون کو جنرل مان ٹوئیفل معاہدۂ گاسٹائن کے خاتمے کا سبب ضابطہ اعلان کرکے ہولسٹائن میں داخل ہو گیا اور ڈیوک فریڈرک کی حکومت کی میعت میں، اسبات پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے کہ پروشیا نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے آسٹرین پس پا ہوکر الطونا کی طرف پلٹ گئے۔ ارکو پر دہ شوی ۴۳۵

پروشیا ہولسٹائن پر قابض ہوتا ہے

[1] ہان جلد اول صفحہ ۳۴۴۔

جنرل نے اس امر کا اعلان کیا کہ اسے آسٹریا کے طرزِ عمل سے مجبور ہو کر نہایت افسوس کے ساتھ شلسوگ اور ہولسٹائن کی حکومتوں پر قبضہ کرنا پڑا ہے اس نے فوراً ہی تمام مظاہرات کے انسداد کا بھی انتظام کرنا شروع کر دیا جو ڈیوک آف آگسٹن برگ کی موافقت میں برسرِ عمل لائے جاتے جرمنی کے گوشے گوشے میں اُس خود غرضانہ اور جابرانہ پالیسی کے خلاف شعلے بھڑکنے لگے جس کا انکشاف ایک ایسی حرکت سے ہوا تھا جو بظاہر محض ایک طرح کا بین الاقوامی سرقہ معلوم ہوتی تھی۔ خود مجلس ملی میں بھی کثرت سے اراکین پروشیا کے خلاف تھے۔ چند چھوٹی چھوٹی شمالی مملکتوں نے اسکی رفاقت بھی کی لیکن بیویرین وزیر Pforteni پفورٹن عہدیت جرمانی کے اسطور پر از سرِ نو مرتب کئے جانے کو ایک لمحے کے لیئے گوارا کرنے پر آمادہ نہ تھا، جس سے ایک ایسی حکومت حذف ہو جاتی تھی جسکا شمار دول عظیمہ میں ہوتا تھا۔ آسٹریا نے طبیعت کے اس رنگ سے فائدہ اٹھایا اور فرانکفورٹ میں پروشیا کے طرزِ عمل کے خلاف احتجاج کیا جسے وہ محض معاہدۂ گاسٹائن کی خلاف ورزی نہیں قرار دیتا تھا بلکہ اسے وہ عہدنامہ وائنا کے بھی صریح منافی سمجھتا تھا جس کی رو سے، حسب دفعۂ ۱۹ (قوانین آخری) وہ جمیعتہ الحلفا کو پروشیا کے خلاف، انسدادی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر آمادہ کرنیکا حق رکھتا تھا۔ ۱۲ جون کو دونوں حکومتوں نے اپنے سفیروں کو واپس بلا لیا۔ اور یہ باہمی تعلقات کے منقطع ہو جانے کا اعلان تھا۔ ۱۴ جون کو معاندانہ تجاویز مجلس وفاقی میں پیش ہوئیں۔ پروشیا عہدیت کے دستور و ضوابط کی اصلاح پر مصر تھا اور آسٹریا، پروشیا کے خلاف عہدیت کو انسدادی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کے درپے تھا۔ بسمارک اسبات کی کوشش کر رہا تھا کہ جو نتائج اسوقت معرض بحث میں تھے اُس میں کسی قسم کا التباس یا ابہام باقی نہ رہے۔ اگر آسٹریا کی تحریک پاس ہو جائے تو پروشیا،

پروشیا، عہدیت سے کنارہ کش ہوتا ہے

جمیعتہ الحلفا کے خاتمے کا اعلان کر دیگا اور اگر وہ آیندہ جنگ میں کامیاب رہا تو جرمنی کی وہ شمالی مملکتیں جنھوں نے خلاف رائے دی تھی، اپنی مقتدر حیثیت شہریاری کو خیر باد کہنے پر مجبور ہونگی۔ مجلس نے کثرت آرا سے جس کی نسبت ۶ اور ۲۳۶

وتھی اس خطرے میں پڑنے کا فیصلہ کر دیا۔ اور آسٹرویی تجویز کی تائید کی۔ پروشیا نے فوراً اپنے نائبوں کو فرانکفورٹ سے واپس بلا لیا۔

اب یہ تمام مسئلہ کابینۂ وزارت سے مدت کارزار کے لیئے منتقل ہو گیا

پروشیائی نظام لشکر کشی

پروشیائی نظام لشکر کشی اس سے پہلے مرتب ہو چکا تھا اور اب سوا اس کے اور کچھ باقی نہیں رہا تھا کہ آسیائے حرب کو گردش دیدی جائے جو مولٹکے اور رون کی ہدایت اور نگرانی میں تکمیل کی آخری حدود تک پہنچ چکی تھی۔ اگر جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں غیر جانبدار رہتیں تو پھر پروشیائی افواج تمام وکمال لوہمیا پر فوراً اتار دیجاتیں۔ اس کے سپہ سالاروں کا منصوبہ یہ تھا کہ ان مملکتوں کی فوجیں قبل اس کے کہ انھیں ایک مرکز پر مجتمع ہونے کا موقعہ ملسکے کچل دی جائیں پروشیائی افواج منتشر تھیں کچھ Colentz کوبلنتز اور وٹزلر پر کچھ دریائے ویزر اور ایلب پر موجود تھیں اور یہ حالت مجوزہ منصوبے کے عین مطابق تھی بسمارک نے ان چھوٹی ریاستوں کو اپنی ان رایوں پر جن کو وہ فرانکفورٹ میں دے چکی تھیں نظر ثانی کرنے اور اسطور پر دوران جنگ میں غیر جانبدار رہ کر اپنی سلامتی متقین کرنے کا ایک آخری موقع اور دیا لیکن جرمن حکمرانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اسبات پر کامل یقین رکھتے تھے کہ آیندہ جنگ میں آسٹریا کی کامیابی یقینی ہے۔ انھوں نے اپنے مشترکہ فیصلے پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

دور حاضر کے حالات کے ماتحت بساط مصاف کو کس طور پر ترتیب دینا چاہیئے اسکا اولین نمونہ ۱۸۶۶ء کی لشکر کشی تھی اور اس اعتبار سے یہ خصوصیت کے ساتھ دلچسپ واقع ہوئی ہے ایک سال قبل جنگ ڈنمارک کے دوران میں پروشیائی نظام وانتظام اور پروشیائی سوزن دار بندوقیں کام میں رہ چکی تھیں لیکن یہ اتنے مختصر پیمانے پر تھیں کہ دنیا اس انقلاب سے روشناس نہیں ہو سکتی تھی جو حرب وضرب کے علم وحکمت میں رونما ہو رہا تھا۔ آغاز جنگ (۱۸۶۶ء) میں یہ حقیقت اتنی کم محسوس

آغاز جنگ ۱۸۶۶ء

کیگئی تھی کہ آسٹرین افواج اتنک صرف منہ کیطرف سے بھرنیوالی بندوقوں سے مسلح تھیں اور جہدیت کی ریاستیں ایک ایسی جنگ میں بے تحاشا

شریک ہو گئی تھیں جس کے لیئے وہ قطعاً طیار نہ تھیں اور جس کے جواز میں موجودہ طریقۂ جنگ کا کوئی اصول پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اُنھوں نے فوراً ہی اس حقیقت کو محسوس کر لیا کہ جدید طریقۂ حرب کے مطابق، اور وہ بھی جبکہ لڑائی کا آغاز ہو چکا تھا تیار ہونے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ پروشیا نے نہایت خوبی کے ساتھ بیامر ذہن نشین کر لیا تھا کہ اب جلد سے جلد وار کرنا چاہیے۔ اس کی فوج کا بڑا حصہ
بوہیمیا کی سرحدی حدود پر مجتمع تھا۔ ولیعہد کی سرکردگی میں ۱۱۵۰۰۰ (ایک لاکھ پندرہ ہزار) ۴۳۷
سپاہی سیلیسیا میں، (Lusatea) لوسیشیا میں ترانوے ہزار افواج پرنس فریڈرک چارلس کی کمان میں، Torgau ٹورگاؤ کے متصل چالیس ہزار عسکری جنرل ہرورتھ کی ماتحتی میں موجود تھے، ان کے علاوہ ایکطرف تقریباً نو ہزار آدمی مورویَن سرحد پر منتظر تھے، دوسری طرف برلن میں مستحفظین کی ردیف موجود تھی، مغرب میں وفاقی افواج کی روک تھام کے لیئے پروشیا کے پاس اڑتالیس ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھے؛

۱۵ ار جون کو پروشیائی افواج نے سیکسن سرحد کو عبور کیا اور شاہ جان اور سیکسنی افواج کو پسپا کر کے جو براہ پرنا، بوہیمیا میں داخل ہو گئیں، ڈرسڈن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷ ار کو وان ٹوئیفل نے ہانوور پر قبضہ کر لیا تھا اور ۱۸ ار کو کاسل پروشیائی افواج کے قبضے میں آگیا۔ آغاز جنگ کے تین دن کے اندر ہی اندر تین ریاستوں پر پروشیا کا قبضہ ہو گیا تھا گو اب تک اس کا آخری انجام اس جنگ کے نتائج پر تھا جو بوہیمیا میں ہونے والی تھی؛

آسٹریَن افواج کی پوری کمان، باوجود اس کے کہ وہ اس کے قبول کرنے میں پس و پیش کرتا رہا بینیڈک کے سپرد تھی جو ایک ڈویژن کے جنرل کی حیثیت سے اطالین محاربے میں ایک ایسی شہرت حاصل کر چکا تھا جس کا وہ ہر طرح سے اہل اور سزاوار تھا اس کا نقشۂ جنگ یہ تھا کہ اولمتز کو مستقر قرار دے کر سیکسنی پر حملہ کیا جائے یا براہ گالاتز ولیعہد جرمنی کے خلاف سیلیسیا کو آماجگاہ بنایا جائے۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لیئے پروشیائی اپنی افواج کو اس طور پر مجتمع کرنا چاہتے تھے کہ آسٹروی اور بیویری افواج کا اتصال ناممکن ہو جائے۔ اور اپنی پوری قوت کو بینیڈک کی

پیشقدمی کے خلاف برسرکار لانا چاہتے تھے۔
۱۷ر جون کو بینیڈک نے کوچ کیا۔ اسے توقع تھی کہ وہ کم و بیش بارہ دنیں
بالائے ایلب تک پہنچ جائیگا۔ موسلٹکے نے جو افواج کی نقل و حرکت کا انتظام تار کے
ذریعہ سے برلن سے کر رہا تھا، پروشیائی جنرلوں کو Gitchin گیچن میں ملنے کا حکم
نافذ کیا اور جزئی امور کو خود ان کی قوت فیصلہ پر چھوڑ دیا۔ ۲۳ر کو شہزادہ فریڈرک چارلس
بوہیمیا میں داخل ہوا اور ۲۸ر کو ایلب کی افواج ریچنبرگ میں اس سے آملیں
اب اس نے اپنی متحدہ افواج کے ساتھ ایزر کے خط سے، جسے وہ آسٹرویوں کو
پوڈول پر شکست دیکر حاصل کر چکا تھا، گزرنا شروع کیا۔ ۲۹ر کو اسنے پھر پیشقدمی ۴۳۸
شروع کی۔ Gitchin گیچن میں ایک معارکہ پیش آیا جس سے اُسے اُس شہر پر
قبضہ حاصل ہو گیا۔ آسٹرویوں نے کسی قدر سراسیمگی کے ساتھ پسپا ہو کر
سڈووا اور Koniggratz کونگ گراتز پر جا کر قیام کیا۔ اسی اثنا میں موسلٹکے کی
ہدایت اور ترکیب جنگ کے مطابق پروشیائی تین کالموں میں مشرق سے بڑھتے
چلے آرہے تھے جس سے بینیڈک اپنے سابق نقشۂ جنگ کو بدل دینے پر مجبور ہو گیا
تھا۔ تسخیر Gitchin گیچن کی خبر نے اُسے اپنی قدیم جگہ پر بھی قائم رہنے سے مایوس
کر دیا اور مجبوراً اس نے بھی Koniggratz کونگ گراتز کی پناہ پکڑی۔ اب یہ مہم
اپنی آخری حد تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک موسلٹکے کا نقشۂ جنگ بغیر کسی وقت یا
رکاوٹ کے بن پڑا تھا لیکن یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ تمام امور کا مدار اب اس
جنگ عظیم پر تھا جو اب پیش آنے والی تھی۔ شاہ ولیم، موسلٹکے اور بسمارک جو اب تک
برلن میں قیام پذیر تھے، اس خیال سے کہ آخری نتائج کے فیصلے کے وقت وہ بذات خود
موقع پر موجود رہیں، جنگ کے مورچوں پر افواج سے آملے۔

جنگ سڈووا ۳ر جولائی ۱۸۶۶ء

جنگ سڈووا ۳ر جولائی ۱۸۶۶ء کو وقوع میں آئی۔ آسٹرین مرکز پر
دو لاکھ بائیس ہزار افواج اور سات سو ستر توپیں مضبوطی کے ساتھ
جمی ہوئی تھیں۔ پروشیا والوں کی تعداد ۲ لاکھ اکیس ہزار تھی لیکن
ولیعہد جرمنی کی افواج ابھی کئی گھنٹے کے کوچ کے بعد اور وہ بھی نہایت خراب راستے سے
میدان جنگ میں پہنچنے والی تھیں اور ہر چیز کا مدار اس کے بر وقت پہنچ جانے پر تھا۔ اگر اسوقت

حکومت بیویریا جس پر جنوبی جرمنی کے حربی سیاوت کا خواب گراں مستولی تھا/اس درجہ کنارہ کش نظر نہ آتی تو قسمت کا پانسہ اس دن بالکل پلٹ جاتا لیکن آسٹریوں کا بایاں بازو جہاں افواج بیویریا کا قیام ہوتا کمزور اور حملے کی زو میں تھا اور ٹھیک جس وقت کہ پلۂ جنگ نیچے اوپر ہو رہا تھا، ولیعہد جرمنی کے ورود نے، میزان جنگ کو آسٹریوں کے خلاف قطعی طور پر منقلب کر دیا آج تک کبھی نتیجہ جنگ اتنا مکمل اور قطعی نظر نہ آیا تھا جب لڑائی ہو چکی تو مونٹکے نے شاہ ولیم سے کہا کہ "اعلیحضرت نے صرف اس معرکے ہی کو نہیں بلکہ پوری جنگ کو بھی سر کر لیا، "

معرکۂ سڈووا کے بعد اس جنگ کی نوعیت حربی نہیں بلکہ سیاسی حیثیت سے دلچسپ رہجاتی ہے اور نتائج کی ترتیب و تدوین مونٹکے نہیں بلکہ بسمارک کے ہاتھوں سے عمل میں آتی ہے بسمارک ۴۳۹
کا بیان ہے کہ اس محاربے کی آخری منزلوں میں جس پروشیائی فن لشکر آرائی کا ثبوت دیا گیا تھا وہ اُسی کی کاوش دماغ کا نتیجہ تھا۔ اور یہ اسی کی صلاح کا نتیجہ تھا کہ اکابر پروشیا بجائے

بسمارک کی پالیسی مابعد سڈووا

اس کے کہ فلوٹرڈورف کو مسخر کرنے میں وقت صرف کرتے قلعے کو حجاب نقاب میں لیکر، بقیہ افواج کو کچھ اس طور پر نقل و حرکت میں لائے کہ بالآخر وسط جولائی میں اس پوری فوج کو جو بنیڈک کی سرکردگی میں تھی دارالسلطنت سے بالکل منقطع کر دیا۔ اگر وہ فن لشکر آرائی جس نے وائنا کو افواج پروشیا کے چشم کرم کا محتاج بنا دیا تھا بسمارک کے افکار دماغ کا نتیجہ تھا تو پھر اُسے اسبات کا اور زیادہ حق حاصل تھا کہ وہ بادشاہ اور اس کے سپہ سالاروں سے ان کی فتح و ظفر کے ثمرات چھین بھی لیتا۔ شاہ ولیم سے لیکر پروشیا کے جنگ آزماؤں تک ہر ایک کی فطری تمنا یہ تھی کہ وہ فاتحانہ انداز جاہ و حشم سے وائنا میں داخل ہوں لیکن اسوقت سے جبکہ معرکۂ سڈووا نے جنگ کے آخری نتائج کا فیصلہ کر دیا تھا، بسمارک، آسٹریا کے ساتھ دیرینہ دوستانہ روابط کو از سر نو قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ وہ اس حقیقت کو محسوس کر چکا تھا کہ موجودہ جنگ جرمنی کو شاہراہ اتحاد پر کہیں تک کیوں نہ پہنچا دے، یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا تھا جب فرانس سے ایک دوسرا خونریز معرکہ ہو اور یہ ایسا معرکہ ہوتا جس میں آسٹریا کا تعاون ورنہ کم سے کم اس کی غیر جانبداری نہایت مفید اور

قیمتی ثابت ہوتی۔ اس امکان کو محض ایک جذبے پر قربان کر دینا، خواہ وہ کتنا ہی فطری کیوں نہ ہوتا، اس کے نزدیک ایک مجنونانہ فعل تھا اور اس نے ہر اس تجویز کی جس کا نفاذ غیر ضروری طور پر آسٹریا کی مذلت یا اہانت کا باعث ہوتا مخالفت کی۔ وفاقی تعلقات کی گتھی تو سلجھ ہی گئی تھی پھر ایسی کوئی چیز باقی نہیں تھی جو ان دونوں حکومتوں کو اس باہمی ارتباط سے باز رکھتی جس کے قیام و بقا کے بے شمار مقاصد مشترک متقاضی تھے۔ اس غرض و غایت کو محض چند مربع میل مقبوضات پر قربان کر دینا یا وائنا کے گلی کوچوں سے ایک فوج کے گذرنے کی مسرت حاصل کرنا ایک سفیہانہ فعل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ موجودہ حالت بھی کچھ اس کی متقاضی تھی کہ ایک معتدل پالیسی پر عمل شروع کر دیا جائے اور مسائل متنازعہ فیہ کا جلد سے جلد تصفیہ کر دیا جائے۔ اول تو اٹلی میں جو فوج کشی کی گئی

اٹلی میں لشکر کشی

تھی وہ اتحادیوں کے لیے اتنی موافق نہیں ثابت ہوئی تھی جتنی لو یہ مہیا ہیں۔ اطالوی افواج نے ۲۳ جون کو دریائے منچیو کو عبور کر لیا تھا اور دوسرے ہی دن کسٹوزا کی مصیبت انگیز سرزمین پر اطالوی افواج کو ایسی ہزیمت نصیب ہوئی تھی جس نے ان تمام امیدوں کو زیر و زبر کر دیا جن کی رو سے جنوب میں پروشیائی افواج سے ہمعنان ہو کر کسی موثر کارروائی کو عمل میں لانیکا
اندازہ کیا گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ سڈووا کے واقعۂ ہائلہ نے آسٹریویوں کو اپنی فتح و نصرت ۴۴۰
سے متمتع ہونے سے باز رکھا اور بینڈک کو مزید کمک پہنچانے کے لیے آرک ڈیوک البرٹ کے تحت میں پچاس ہزار سپاہ کے اٹلی سے ہٹائے جانے سے اطالویوں کو اپنے پہلے نظام فوج کشی کو یعنی براہ وینیشیا، جنوب سے آسٹریوں کو نرغے میں لے لینا، درانحالیکہ پروشیائی شمال کی طرف سے پیشقدمی کر رہے تھے، عمل پذیر بنانے کا موقع مل گیا لیکن اطالویوں کا فن سپہداری، حسب معمول، اس دفعہ بھی کچھ بہتر نہیں ثابت ہوا۔ اور قبل اسکے کہ وہ ایک سخت و محکم اقدام عمل پر کاربند ہوتے، واقعات کچھ اس طور پر رونما ہوئے کہ انھیں اپنی داغدار شہرت کو آب و تاب دینے کا موقع کبھی نہ ملا اور مسائل متنازعہ فیہ کا تصفیہ ہو گیا۔

ان واقعات میں سب سے اہم واقعہ اس کشاکش میں نپولین کی مداخلت

نپولین کی مداخلت

تھی۔ سڈووا کی وحشت ناک خبر نے فرانسیسی شہنشاہ کو مبہوت کر دیا۔ اس کے تمام منصوبوں کا مدار آسٹروی فتح ونصرت پر تھا یا پھر وہ میزان حرب وضرب کو اتنا مساوی دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جس پلڑے میں اپنی تلوار ڈالدیتا اس کی گرانی قطعی اور فیصلہ کن ثابت ہو جاتی لیکن، گو واقعات اور حالات اتنے مساعد نہ تھے جتنا وہ چاہتا تھا بایں ہمہ اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر اسے مداخلت کرنی ہی تھی تو پھر اب اسے فوراً معرض عمل میں لانا چاہیئے اسلئے ۲ر جولائی کے ہولناک حادثے کی خبر سے متاثر ہوکر، جسوقت حکومت آسٹریا نے فرانس کو وینس حوالے کر دینے کی یہ تجویز کہ وہ اسکا جس طریقے پر چاہے فیصلہ کرے اس شرط کے ساتھ پیش کی کہ اٹلی جنگ سے کنارہ کش ہو جائے، نپولین نے فریقین کے درمیان پڑنے کی نیت سے بارگاہ وائنا اور برلن سے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بسمارک کو آسٹریا کے ساتھ جلد سے جلد مفاہمہ کر لینے پر جو حقیقت مجبور کر رہی تھی وہ یہی "خدمات نیک" تھیں جن کے متعلق اسکا خیال تھا کہ کہیں "مسلح مداخلت" میں تبدیل نہ ہو جائیں اب بسمارک کی پالیسی کا عین مقصد یہ رہ گیا تھا کہ نپولین کو کسی نہ کسی طور پر بھلاوے دیتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ آسٹریا پر یہ زور ڈالے کہ وہ ان شرائط کو منظور کر لے جن کو وہ عزت کے ساتھ قبول کر سکتا تھا۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھکر اس نے آسٹریا کے خلاف ہنگری کے جذبات ملت پرستی کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ لیکن ہنگیاری رہبر دیاک نے اپنی قوم کے حقوق کو نہایت شد ومد کے ساتھ تسلیم کرتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ تاج ہاپسبرگ کے ساتھ ہنگری کی وابستگی اور آسٹریا ۱۸۶۶ اور عہدیت جرمانی کے باہمی تعلقات اسلافی عظمت وتفوق کے خلاف ایک یقینی ضمانت تھے۔ اور یہ وہ حقیقت تھی جس سے، دوسری چیزوں سے کہیں زیادہ خائف ہونے کے ہنگیاریوں کے پاس کافی وجوہ تھے۔ اسطور پر اگر وہ ہنگری معاملات میں

ہنگری کا رویہ

آسٹریا کا دشمن نہ تھا تو پروشیا کے معاملات میں پروشیا کا کچھ کم دشمن نہ تھا۔ ان حالات کے ماتحت، بہترین طریقۂ کار یہ تھا اور جیسا کہ بعد میں نتائج نے اسکو ثابت بھی کر دیا کہ ایسی حالت میں جبکہ آسٹریا پر مشکل وقت آن پڑا تھا، ہنگری اپنے حقوق کو آسٹریا کے ساتھ استوار کرنے کے لیئے،

اس کے خلاف صف آرا ہونے سے اجتناب کرے "

ہنگری میں موثر طور پر نفاق پیدا کرنے کی کوشش رائگاں ہوئی تو شاہ ولیم نے مجبور ہو کر فرانس کی وساطت صرف اس حد تک منظور کی کہ وہ نپولین کے ساتھ معاملات متعلقہ پر گفت وشنید کرنے کے لئے طیار ہو گیا۔ گو اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ عہد نامہ مرتبہ ۸؍اپریل کی رو سے کسی قسم کی التوائے جنگ بغیر اٹلی کی رضامندی کے عمل میں نہیں آسکتی تھی۔ اس شرط نے فی الحال کسی قسم کی

نپولین اور اٹلی

قریبی تصفیہ کی توقع کا بالکل سد باب کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اطالویوں کے جذبۂ محاربہ کو اس تاویل سے کافی برانگیختہ کیا جا چکا تھا کہ گویا نپولین، وینس "در خیرات" کے طور پر حوالہ کرکے اُن کی اہانت کے درپے تھا۔ ۸؍جولائی کو وکٹر عمانویل نے اپنی فوج کے ساتھ دریائے پو کو عبور کیا لیکن، نپولین کے ایک تار کے وصول ہونے سے جس میں اس نے وینیشیا پر (جو اب فرانسیسی مقبوضات میں تھا) لشکر کشی کرنے سے باز رہنے اور التوائے جنگ کی تجویز پر، جسے پروشیا بھی منظور کر چکا تھا، کاربند ہونے کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ اپنی رضا دینے کے لئے طیار تھا لیکن ان تین شرطوں کے ساتھ :۔ وینس براہ راست اٹلی کے حوالہ کر دیا جائے، اطالوی ٹیرول کی حوالگی اور اس امر کا معاہدہ کہ شرائط صلح میں روما کے رتبہ یا حیثیت کا کوئی تذکرہ نہ ہو۔ نپولین کا جواب، آسٹروی فرانسیسی اتحاد کی تجدید تھی کچھ عرصے کے لئے تو یہ ظاہر ہونے لگا گویا فرانس، اٹلی اور پروشیا دونوں کے خلاف اپنی تلوار بے نیام کرنے پر مستعد ہے لیکن فوج جو دیرینہ دہن پُر[۵۱] بندوقوں کو میانہ پُر[۵۲] بندوقوں سے تبدیل کرنے میں مشغول تھی، اس کے لئے طیار نہ تھی۔ اگر کوئی جنگ وقوع پذیر ہوتی تو پھر فرانسیسی شجاعت اور سیاسی نے جو کچھ انتہائی سعی و کاوش سے اٹلی اور دیگر مقامات پر حاصل کیا تھا وہ سب کچھ زیر و زبر ہو جاتا۔ بالآخر، بحیثیت مجموعی، و بر بنائے مصلحت اندیشی یہی طے پایا کہ پروشیا کے شرائط کا انتظار کیا جاوے اور اگر وہ معتدل ہوں تو پھر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے "

ان حالات کے ماتحت، بسمارک کے طرز عمل کا نمایاں ترین پہلو یہ ۴۴۲
تھا کہ کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے جو اسکی ترکیب اور منصوبوں کا کوئی جزو اہم

۵۱ Muzzle loader

۵۲ Breech loader

نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ نپولین کے بطون خاطر کے منکشف ہو جانے سے ان تراکیب اور منصوبوں میں وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ جنگ کا آغاز، ڈچیز ہیں پروشیا کے حقوق کو متعین کرنے اور عہدیت جرمانی کی اصلاحات کے لئے ہوا تھا لیکن اتحاد جرمنی کے خلاف، فرانس میں جس بلند آہنگی کا اظہار کیا جا رہا تھا اسے مدنظر رکھتے ہوئے خاندان ہوہن زولرن کے ماتحت، جرمنی کے مختلف عناصر کا باہم گر پیوست کر دیا جانا، حفظ ذات کا ایسا دقیق اور اہم مسئلہ تھا جو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس مقصد کا حصول، جبکہ بسمارک ایک طرف نپولین کو یہ تھپکی دے رہا تھا کہ جرمنی کا اختلاف وافتراق ہمیشہ کے لئے متیقن ہو رہا تھا، اس کی سیاسی ریشہ دوانیوں کا مقصد عین تھا۔ رائے عامہ کو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس امر پر اصرار تھا کہ پروشیا ان تمام جرمن مملکتوں کو اپنے میں ضم کر لے جو اس کے خلاف صف آرا ہوئی تھیں، لیکن بسمارک اس حقیقت کو محسوس کر چکا تھا کہ بہ اسوجہ سے ناممکن تھا کہ فرانس، فی الفور "معاوضہ" کا طلبگار ہوتا جس کے لئے خود بسمارک طیار نہ تھا۔ دوسرے طرف اگر وہ یہ ظاہر کر سکتا کہ پروشیا کا مقصد صرف

بسمارک کا اعتدال اور شرائط صلح

کسی ایسے عہدیت جرمانی کی سربراہی تھی جس سے جنوبی جرمن مملکتیں حذف ہوتیں تو البتہ نپولین کی اعانت کا ایک ایسے منصوبہ میں حاصل کرنا ممکنات سے تھا جو بظاہر جرمنی میں اس قدیم اختلاف وافتراق کو متیقن کرتا تھا جو نپولین کی دیرینہ خواب کی ایک خوش آیند تعبیر تھی۔ فرانسیسی شہنشاہ فوراً اس دام میں آ گیا اور صرف اس شرط کے ساتھ کہ بظاہر جرمنی کے اتحاد کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے پائے، اس نے ۱۲ر جولائی کو صرف چند معمولی تغیروں کے ساتھ پروشیا کی پیش کردہ شرائط صلح کو تسلیم کر لیا۔ ان میں سے چند ضروری شرائط، آسٹریا کا جرمنی سے حذف کیا جانا ڈچیز کا پروشیا سے الحاق اور جرمنی کا دو عہدیتوں میں اسطور پر تقسیم کیا جانا تھا کہ دریائے مائن دونوں کے درمیان حد فاصل ہو اور جنوبی جماعت کو اپنی بین الاقوامی حیثیت اور اپنی مقتدر اعلیٰ کو قائم رکھ کر باہمی رضامندی کے ساتھ، دوسری جماعت سے تعلقات ملی قائم کرنیکا حق حاصل ہوتا۔
ابتک مبارزین میں گفت وشنید کی سلسلہ جنبانی نہیں شروع ہوئی تھی۔

لیکن دونوں کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ کسی قسم کا فیصلہ ہو جائے، آسٹریا کی حالت یہ نہ تھی کہ وہ زیادہ دیر تک جنگ جاری رکھ سکتا، اس کا خزانہ خالی تھا، ہنگری ۴۴۳
جبتک اس کی تشویقات کی خاطر خواہ طور انجام نہ پاتی تھیں سوائے غیر جانبدار رہنے کے اور کچھ کرنے پر طیار نہ تھا۔ بالآخر نوبت یہانتک پہنچی کہ اہالیان وائنا جو محاصرہ کے اندیشہ سے سراسیمہ ہو رہے تھے، حصول صلح اور ضبط رنجیدہ دستور حکومت کی بازیابی کے لئے شور مچانے لگے۔ بسمارک سمجھا کہ اب شرائط تسلیم کرنے کا وقت آگیا تھا کیونکہ ممکن تھا تعویق و توقف سے ایسی چند در چند کشاکشیں رونما ہو جاتیں، جو ابھی بالکل ابتدائی منازل میں تھیں۔ انگلستان اور روس، جرمنی کے وفاقی دستور حکومت میں اساسی تغیر و تبدل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے الّا اُس مشین کے ذریعے سے جس سے خود یہ دستور حکومت معرض وجود میں آیا تھا۔ یعنے یوروپین کانگرس "اس بیرونی مداخلت" کے خلاف بسمارک نے یہ دہمکی دی کہ وہ پولس اور ہنگیاریوں کو ابھارنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ دوسری طرف

نکلسبرگ میں ابتدائی سلسلۂ گفت و شنید

نپولین کسی ایسی مجلس سے کسی قسم کا سروکار رکھنے پر آمادہ نہ تھا جسمیں اُسے محض ایک ثانوی حیثیت حاصل تھی لیکن امکان غالب یہ بھی تھا کہ نپولین اپنے ارادوں سے بالکل منحرف ہو جائیگا اسلیئے اسی اثنا میں جبکہ اسکا میلان طبع پروشیا کے موافقت میں تھا، کسی نہ کسی قسم کی گفتگوئے مفاہمہ کرلینا بہتر اور مناسب تھا۔ کچھ ابتدائی سیاسی سلسلہ جنبانی کے بعد ۲۲ جولائی کو آسٹریا اور پروشیا کے نمائندوں کے درمیان نکلسبرگ میں حسب ضابطہ گفت و شنید کا آغاز ہوا[۱]۔ دو دن پیشتر جزیرہ لیسا سے کچھ فاصلہ پر آسٹروی امیر البحر (Tegetthoff) ٹیگیٹہوف نے اطالوی بیڑہ پر جو پرسانو کے زیر کمان تھا ایک شاندار فتح حاصل کرکے آسٹریا کی ذلت میں کسی قدر تخفیف کر دی تھی اور اسطور پر کسی گفتگو کے روبراہ ہونے میں سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم حل طلب مسائل اب بھی دشوار ہی تھے، اٹلی جو پے در پے شکستوں سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، التوائے جنگ

[۱] کاغذات متعلقہ کے لئے ملاحظہ ہو ہان جلد اول صفحہ اول ۷، ۸ وغیرہ

پر رضامند ہونے کے معاوضہ میں ٹیرول کا مطالبہ اور نپولین کے ہاتھوں سے
وینس کا عطیہ لینے سے انکار کر رہا تھا۔ ادھر نپولین سرحد رائن یا کم از کم نشیبی ممالک
کا ایک ٹکڑا حاصل کر لینے کے لئے اس موقعہ کو غنیمت خیال کرتا تھا اور تجدید مطالبہ
پر آمادہ تھا۔ دوسری طرف شہنشاہ روس "شاہی نسلوں کی مکمل معزولی" کی اس تجویز
سے جو جرمنی میں پیش تھی اور جس کی ضرب اس اصول پر پڑتی تھی جس کے رو سے خاندان
شاہی کا صحیح النسب فرزند وارث تاج و تخت ہوتا تھا، اندیشہ مند تھا۔ بسمارک نے
۴۴۴ زار کی بے وقت احتیاط کو ایک طرف کر دیا، نپولین کی ہوسناکیوں کو تحریک کی اور
اٹلی کی خودسری اور خودرائی کو نظرانداز کر دیا۔ ان دقتوں کے باوجود اس کی سیاسی
سیرچشمی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئیں۔ اور آغاز گفت و شنید کے ایک ماہ کے اندر
اندر پراگ میں ایک قطعی صلحنامے پر دستخط ہو گئے اصلاً اس کے شرائط وہی تھی جنکا

صلح پراگ ۲۳ اگست ۱۸۶۶ء

مسودہ ابتدا میں پیش کیا گیا تھا اور جسے نپولین منظور بھی کر چکا تھا۔
آسٹریا، جرمن عہدیت کے درہم و برہم کئے جانے اور خود معاملات
جرمنی سے کنارہ کش ہو جانے پر رضامند تھا۔ اب پروشیا، جو
ڈچیز، سلطنت ہانوور، ریاست ہسی کے جزو حصے ہیسے ڈارمسٹاٹ اور فرانکفورٹ
کے آزاد شہر کے الحاق سے کافی وسیع اور مستحکم ہو چکا تھا، شمالی جرمن عہدیت کا جسمیں
دریائے مائن کے شمال کی تمام مملکتیں شامل تھیں، مسلمہ رہبر بن چکا تھا۔ جنوبی جرمن عہدیت
ان مملکتوں پر مشتمل تھی جو دریائے مائن کے جنوب میں واقع تھیں۔ جنوبی عہدیت، شمالی
عہدیت سے علحدہ بالکل خود مختار حیثیت رکھتی تھی لیکن اسے موخرالذکر سے میثاقی
تعلقات قائم کرنے اور رکھنے کا منصب حاصل تھا۔ آسٹریا پر تاوان جنگ عارض
ہوا لیکن باستثنائے وینس اس پر کسی ملک کی حوالگی لازم نہیں آئی۔ بسمارک نے
دکٹر عمانیوئل پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ عہدنامہ پراگ کو تسلیم کر لے۔ اس کے بعد
بقیہ اور دقتیں، جو اٹلی سے متعلق تھیں طے اور تمام ہو گئیں ایک گفتگو ہوی جس کی
رو سے بغیر اس کے کہ وہ ایسے براہ راست نپولین کے ہاتھوں سے بطور عطیہ
کے حاصل کرتا اور بغیر اس کے کہ شہنشاہ آسٹریا سلطنت اٹلی کو باضابطہ تسلیم کرتا،
وینس اٹلی کے حوالہ کر دیا گیا۔ اٹلی کا وہ مطالبہ جو ٹیرول کے ایک جزو سے متعلق تھا

رفت گذشت کر دیا گیا اور ۳ ستمبر کو آسٹریا اور اٹلی کے درمیان ایک قطعی عہد نامہ پر دستخط بھی ہو گئے۔

آج تک دو زبردست قوتوں میں کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی تھی جو اس قدر مختصر اور قطعی ہوتی۔ تمام دنیا نے یہ محسوس کیا کہ پروشیا اور آسٹریا نے نہ صرف جرمنی ہی بلکہ

آسٹریا کی تنظیم جدید

یورپ میں ایک دوسرے کی جگہ لے لی ہے اور خاندان ہوہنزولرن کی قوت وسطوت کی بنیاد ہاپسبرگ کی اس قوت پر قائم ہوئی جو ہمیشہ کے لئے برباد ہو چکی تھی۔ یہ خیال مشکل ذہن میں آسکتا تھا کہ ایک

۴۴۵ ایسی سلطنت جس کا شیرازہ اس درجہ نااستوار تھا اور جو ۱۸۴۸ء کی طوفان سے درہم وبرہم ہوتے ہوتے رہ گئی تھی سڈووا کی سنگین ضرب سے عہدہ برآ اور ان رشتہ ہائے وابستگی کے بے ہنگام ٹوٹ جانے کی بھی تاب لا سکے گی جو صدیوں سے اسے جرمنی سے منسلک کئے ہوئے تھے۔ بادشاہی آسٹریا کے متزلزل قصر کو از سر نو پائدار اور مستحکم بنانا ایک مشکل اور خطرناک کام تھا۔ ۱۸۴۸ء سے ابتک بیسیوں تجربات عمل میں لائے جا چکے تھے، مثلاً شہنشاہ فرڈینڈ کا منظور کردہ دستور حکومت مورخہ ۲۵ اپریل ۱۸۴۸ء، وہ دستور حکومت جسے فرانسیس جوزف نے مئی ۱۸۴۹ء میں منظور کیا تھا اور جو ۳۱ دسمبر ۱۸۵۱ء کے حکم کی رو سے واپس لے لیا گیا تھا، سوارزنبرگ کا تنظیم مطلق العنان، دستور حکومت مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۰ء (Goluchowski) گولوچوسکی کی وفاقیت آزمائش ۲۶ فروری ۱۸۶۱ء کا وہ مرکزی لبرل دستور حکومت جسے شمرلنگ نے وضع کیا تھا اور جو اعلان مجریہ ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کی رو سے معرض التوا میں آگیا تھا اور سب سے آخر میں بلکریڈی کی وہ وفاق آزمائشات جو کارزار سڈووا سے ایکروز پہلے ہنگری کو دشمنان آسٹریا کی صف میں داخل ہی کر چکے تھے۔ یہ سب کے سب فرداً فرداً ناکامیاب ہوئے تھے۔ جہاں تک نتائج کا تعلق تھا، آسٹریا کے طریق عمل نے، جسے اسبات کا یقین تھا کہ سلطنت کی زمام قسمت اس کے ہاتھوں میں تھی، ان تجربات پر کاربند ہونا ناممکن کر دیا تھا، کیونکہ میگیار ہی کسی ایسے عہد وپیمان کو تسلیم کرنے پر طیار نہ تھے جس کی رو سے انھیں مکمل قومی آزادی نہ حاصل ہو جاتی یا تاج سنیٹ اسٹیفن، شاہان آسٹریا کے اکلیل جو اور نگ کا

پورے طور پر ہمپایہ قرار نہ دیا جاسکتا۔ جبتک آسٹروی سلطنت کی بنیاد جرمن تفوق کے اصول پر قائم تھی اور مستحکم توقع قائم تھی کہ اس کا اتحاد جرمنی سے ہوسکتا تھا، اسوقت تک ہنگری سے کسی قسم کی مصالحت یا گفتگو نہیں ہوسکتی تھی لیکن ۱۸۶۶ء زادوا کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو چکے تھے۔ جرمن اور مگیاری دونوں اس کے درپے تھے کہ آسٹریا کے رگ و پے میں اسلافی عنصر نہ سرایت کرنے پائے اور اسبات کے کوشاں تھے کہ خود انھیں کی بہتر اور برتر مدنیت برسر عروج رہے۔ لیکن اسمیں صرف اسوقت کامیابی ہوسکتی تھی جب وہ اپنے اُن حلقہ ہائے اثر میں جنکو تاریخ نے اُن کیلئے مختصر اور معین کر دیا تھا اپنے اقتدار و اختیار کو کامل طور پر کارفرما رکھ سکتے۔ مختصر یہ کہ آسٹریا کے مسئلہ ستقبل کا حل "دوعملی"[ط] میں مضمر تھا۔

۴۴۶ عہد نامہ پیرگ پر دستخط ہونے کے بعد ہی کاونٹ بلکریدی کے ایما سے ایک ہنگری کا بینۂ وزارت قائم کر دیا گیا تھا اور ہنگری اور شہنشاہی حکومت کے مابین ایک قسم کا عہد و پیمان ترتیب دینے کے لئے مجلس ملّی طلب کی گئی تھی۔ ہنگری کی انتہا پسند جماعت ملی ایک ہی تاج و نگیں کے ماتحت، آسٹریا اور ہنگری کے درمیان کسی ایسے مفاہمہ یا معاہدہ کی روادار نہیں ہوسکتی تھی جس کی ذاتی اور شخصی حیثیت میں کسی مزید عنصر کی بھی آمیزش ہوتی لیکن خوش قسمتی سے فرانسیسی ڈیاک نے ایک ایسی صورت کار نکالی جو نسبتاً زیادہ قرین اعتدال تھی۔ اس نے یہ حقیقت دریافت کرلی کہ اصول ملّی کو قربان کئے بغیر بھی ان مقاصد کی سربراہی کیلئے، جو بادشاہت کے ہر دو نصف میں مشترک تھے، ایک مشترک انتظام کا قائم کیا جانا ممکنات سے تھا اس زبردست اثر اور اقتدار کے باعث جو ڈیاک کو حاصل تھا اس کے منصوبے کامیاب ہوئے۔ اور نومبر ۱۸۶۶ء میں صوبہ داری مجالس کے سامنے مگیاری تجویز منظوری کے لئے پیش ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں شدید مخالفتیں برسرکار آئیں، اسلافی "وفاقیت" پر مصر تھے اور جرمن لبرل ۱۸۶۰ء کے مرکزی دستور حکومت پر اصرار کر رہے تھے۔ ان کی صدائے احتجاج سے خائف ہوکر شہنشاہ نے اس تمام مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے ۲ جنوری ۱۸۶۷ء Reichsratlh کو مجلس سلطنت کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا۔ لیکن آسٹروی جرمانیوں نے جنکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ

ڈیاک

ط Dualisium

غلبہ آرا ان کے خلاف ہوگا اس تجویز کے خلاف ایک ایسا شور بے ہنگام بلند کیا کہ بلکریدی نے مایوس ہوکر استعفیٰ داخل کر دیا۔ اس کے بجائے بیرن بلوائیسٹ سکسنی کا وزیر سابق اور بسمارک کا دشمن دیرینہ برسر کار آیا۔ بوائیسٹ نے (Reichsratih) مجلس سلطنت کے غیر معمولی اجلاس

دو عملی دستور حکومت

طلب کرنے کی تجویز کو خیرباد اور ۱۸۶۱ء کے لبرل دستور حکومت کی رو سے مجلس سلطنت کا معمولی اجلاس طلب کر کے اس آئینی وقت کو برطرف کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دستور متذکرہ صدر کے حلقہ اثر کو صرف نصف سلطنت آسٹریا تک محدود رکھ کر ہنگرویوں کی بھی تالیف قلوب کر دی۔ ہنگری، خود اپنی ہی گورنمنٹ کے زیر اثر رہنے دیا گیا اور ملوکیت ہیبسبرگ کے ہر دو نصف حصوں کے درمیان (Leitha) لائی تھا کا مختصر رود بار ایک رسمی حد فاصل قائم ہوا لائی تھا کے اس طرف کی پارلیمنٹ کا فرض یہ تھا کہ وہ دوسری طرف رہا ہنگری، حکومت سے معاہدہ کے شرائط طے کرتی یا ان پر بحث مباحثہ کرتی۔ ایک ایسے نظام کا جو اسلافی اکثریت کو ملوکیت کے ایک حصہ نصف میں جرمن اقلیت کے تابع فرمان اور دوسری نصف حصہ میں ۴۴۷ گمیاری اقلیت کے زیر نگیں رکھتا تھا لابد انجام یہ ہوا کہ اس کے خلاف شدید مخالفتیں پیدا ہوگئیں لیکن انجام کار مجلس سلطنت نے اس دو عملی دستور حکومت کو جس کے در و بست اور وسعت پذیریوں کو ہنگروی مجلس ملی کی ایک ذیلی جماعت نے مرتب کیا تھا اور جسے شہنشاہ کی منظوری بھی حاصل ہو چکی تھی منظور کر لیا۔

اس انتظام کی رو سے اس شاہی کے دونوں نصف حصے باستثنا، ان چند امور کے جو دونوں کے مقاصد مشترک سے متعلق تھے مثلاً امور خارجہ، مالیات اور افواج، ایک دوسرے سے آزاد اور خود مختار تھے۔ یہ ہر سہ محکمہ جات جو امور متذکرہ سے وابستہ ہیں تمام سلطنت کے کابینۂ وزارت پر مشتمل ہیں جن کا صدر چینسلر ہوتا تھا جس کے منصب کے ساتھ وزیر خارجہ کے فرائض بھی متعلق تھے ساتھ ہی ساتھ مسائل شاہنشہی پر آرائے عامہ کے قدرت و تصرف کو موثر بنانے کے لئے ایک عجیب و غریب ترکیب "وفود" کی نکالی گئی جس میں ساٹھ ہنگروی مجلس ملی اور ساٹھ اسٹروی (Reichsrath) مجلس سلطنت کے منتخب کردہ اراکین شامل تھے۔ جس کے

سالانہ اجلاس علی الترتیب وائنا اور بیسٹھ میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ ان کے مباحثے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کو نتائج کی تحریری اطلاع دیتا تھا اگر تین اطلاعوں کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تو یہ مشترکہ طور پر ملکر زبان کے پیچیدہ مسئلے سے محفوظ رہنے کے لئے، خاموشی سے رائے دیتے تھے سب سے آخر میں، ملوکیت کے ہر دو نصف حصوں کا محصول نام نہاد (Ausgleich) مفاہمہ کی رو سے جس کے ہر دسویں سال تجدید ہو سکتی تھی، خزانہ شاہی میں داخل ہوتا تھا۔

اسلافیوں کے لئے جو خود کو نہایت ناگفتہ طور سے پامال پاتے تھے، یہ انتظام کتنا ہی ناقابل اطمینان کیوں نہ ہوتا، اہالیان جرمنی کے لئے یہ کم و بیش اطمینان دہ تھا، کیونکہ اس کے تصرف سے انھیں وہ امتیازی تفوق حاصل ہو گیا تھا جو ان کے جرمنی سے علیحدہ ہو جانے سے معرض خطر میں پڑ گیا تھا۔ یہ انتظام مگیاریوں کے حق میں بہمہ وجوہ تشفی بخش تھا کیونکہ اس کے رو سے نہ صرف ان کی آزادی متیقن ہو گئی تھی بلکہ اس سے وہ اپنے خصائص ملّی کے نقوش ان رعایا اقوام پر بھی پا سکتے تھے جو ان کے حلقہ اثر میں آباد تھیں، آخر کار اس خلیج پر جو تمام صدی ہنگریوں اور خاندان ہاپسبرگ میں حائل رہی ایک پُل تعمیر کر دیا گیا جس کا سنگ بنیاد ۱۸۶۷ء میں اس تقریب اور رنگ نشینی پر رکھا گیا جسمیں شہنشاہ فرانسس جوزف نے تاج سینٹ اسٹیفن زیب فرق کیا۔ بحیثیت مجموعی اس نظام دوعملی کی سزاواری اس حقیقت سے ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کے درہم برہم ہو جانے کی تہنیتیں برابر موصول ہوتی رہیں اور باوجود اس کے کہ ملت پرستوں کی خفیہ ریشہ دوانیاں اس کی بنیاد کو ہمیشہ کمزور کرتی رہیں، ملوکیت ہیپسبرگ کا قصر ۱۹۱۰ء میں یعنی آج تیس سال بعد بھی، استوار و مستحکم ہے۔

۴۴۹

باب ہژدہم

جنگ فرانس و جرمنی سنہ ۱۸۷۰ء

نپولین اور عروج پروشیا تخیل نپولینی کا درہم برہم ہونا نپولین اور بسمارک

عہد لی معاہدات اور اتحاد و مخاصل۔ فرانسیسی آرائے عامہ اور حکومت جدید۔
اسپین کا بحران خاندانی۔ ہوہنزولرنی امیدواری۔ فرانس میں ہیجان و اضطراب۔
شاہ ولیم اور کاونٹ بنڈلی ایلزمین۔ بسمارک اور ایمس کا تار۔ فرانس
کا اعلان جنگ۔ پروشیا کا انتظام حربی۔ فرانسیسیوں کی عدم طیاری۔ معاملات
سار بروکن۔ وورتھ وائیس برگ اور سپی کیرن (Spichern) کی لڑائیاں۔
فرانس کے الگ تھلگ رہ جانے کے اثرات۔ نواح مٹز میں جنگ۔
اسکا اثر پیرس میں۔ جنگ سیڈان۔ زوال سلطنت۔ حکومت تحفظ ملی۔
جنگ کی نوعیت جدیدہ۔ جرمن افواج پیرس کے سامنے۔ گمبٹا، تورنس کا
اجتماع عظیم۔ تسخیر مٹز۔ پیرس کو نجات دلانے کی کوشش۔ محاصرہ پیرس کی
طول سے جرمنوں کی سیاسی اندیشہ ناکیاں۔ معاہدہ پیرس سنہ ۱۸۵۶ء کو روس۔
مسترد کرنا۔ وٹیکان کی مجلس اور پاپائے روما کا منزہ عن الخطا ہونا۔ اطالویوں
کا روما پر قابض ہونا اور پاپائے روما کی دنیوی حکومت کا زوال۔ تسخیر پیرس۔
مسئلہ الساس اور لورین۔ صلح فرانکفورٹ۔ وارسیلز میں جرمن سلطنت
کا اعلان کیا جانا۔ ٭

فطری میلانات کے اعتبار سے جنگ سڈووا ایک عمومی شکست قرار
دیگئی وہ بے جا اور بے محل نہ تھیں۔ پروشیا کی فتح و نصرت فی الحقیقت نہ صرف نپولین
ذلت پرو ال تھی بلکہ یہ اسی طور پر محسوس بھی کی گئی۔ سنہ ۱۸۵۹ء کی اطالوی

لشکر کشی کے بعد فرانسیسی شہنشاہ کا ستارہ اقبال انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا اس کا لائحہ عمل شروع سے آخر تک کامیاب رہا تھا۔ وہ کریمیا میں روس کو اور اٹلی میں آسٹریا کو کچل چکا تھا اور عہد نامجات کے علی الرغم، یورپ میں ایک جدید قومیت قائم کر دینے کے معاوضہ میں اس نے سوائے اور نیس کو فرانس میں شامل کر دیا تھا۔ تمام دنیا کسی زمانہ میں اپنی قسمت کا تفاول لینے کے لئے وائنا کی طرف مائل ہوتی تھی اب اس کی نظریں پیرس کی جانب اٹھتی تھیں۔ اور بجائے اس کے کہ اب نپولین کا ایک واہمہ پرست یا عیار کی حیثیت سے مضحکہ اڑایا جاتا، اسی نااتفاقی کے ساتھ اسے ایک
۴۵۰ ایسے سنجیدہ صاحب فطانت[۱] کی حیثیت دیجاتی تھی جس کا دماغ، یورپ[۲] کے خرچ پر، اپنی سلطنت کو عظمت دینے کے لئے ہمیشہ ایک ایسی اسکیم وضع کرنے میں مصروف رہتا تھا جسکے معرض عمل میں آنے کا امکان بمشکل قرین قیاس ہوتا تھا۔ لیکن ۱۸۶۳ء کے ہنگامہ پولینڈ میں فرانس کی کارروائی جیسی کچھ ناکام رہی، اس نے اس عقیدہ میں لغزش پیدا کر دی اور مکسیکو میں فرانسیسی مداخلت کے جیسے کچھ شرمناک نتائج برآمد ہوئے اس نے اس عقیدہ کو بالکل ہی درہم برہم کر دیا۔ اور بسمارک کی سیاسی اور موسٹکے کی فن قیادت و لشکر آرائی نے بالآخر اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

مکسیکو کے خلاف فرانس نے جو مہم روانہ کی تھی وہ تاریخ یورپ کے طلبا سے صرف اس حد تک تعلق رکھتی ہے کہ اس کا ردعمل دول یورپ کی سیاست پر ہوا

نپولین سوم اور مکسیکو

اس کی ابتدا مکسیکو کانگرس کے اس فیصلہ سے ہوئی اور جسے ۱۷ ار جولائی ۱۸۲۱ء کو پریسیڈنٹ (Juarez) یوارز نے منظور بھی کر لیا کہ غیر ملکی قرضخواہوں کے مطالبات دو سال تک معرض التوا میں رکھے جائیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان، اور فرانس اور اسپین نے مشترکہ طور پر صدائے احتجاج بلند کی اور دسمبر ۱۸۶۱ء اور جنوری ۱۸۶۴ء میں تینوں حکومتوں نے اپنی عایا کے جائز مطالبات کو بجبر نافذ کرنے کے لئے مکسیکو میں اپنی فوجیں اتارنا شروع کر دیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا بھی ادعا کرتی رہیں کہ ان کا ملک کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ اس حکمت عملی کے سامنے (Juarez) یوارز نے سر تسلیم خم کر دیا۔ سولیڈاڈ میں ۱۷ ار جولائی ۱۸۶۷ء کو ایک معاہدہ پر دستخط

۲ـ At the expense of Europe.
۱ـ Saturnine Genius

ہوئے جسکی رو سے دول یورپ نے یوارینر کی حیثیت تسلیم کرلی اور پیش نہاد موجودہ وقتوں کے متعلق گفت و شنید کا سلسلہ قائم کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ چند میکسیکی شہروں میں بطور ضمانت، اپنی افواج کے متعین کرنے کا حق حاصل کر لیا لیکن یہاں نپولین نے دخل دیا۔ اس نے اس امر کا پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ ملک میں امن و عافیت کا تسلط صرف شاہی اور ارات[1] فلوکی کے قیام سے ہو سکتا ہے۔ یوارینر کا دشمن قلبی میکسیکی جنرل الموتے یورپ سے یہ پیغام لایا کہ بعض میکسیکیوں نے آسٹریا کے ارک ڈیوک میکسیمیلین کو جو پیام موت بھیجا تھا اس کے تسلیم کرنے پر نپولین طیار تھا اور اگر میکسیکن شہنشاہ میکسیکو منتخب کر لیا گیا تو وہ بزور شمشیر اس کی حمایت کرنے پر طیار تھیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مخالفہ ثلاثہ فوراً درہم برہم ہو گیا۔ لیکن انگلستان اور اسپین کی صدائے احتجاج کے باوجود فرانس اپنے عزم پر قائم رہا یوارینر فرانسیسی افواج کی تاب نہ لا سکا اور نپولین کی ضمانت حاصل کر کے اور جیسا کہ اس کا خیال تھا

۴۵۱ اہالیان میکسیکو کی رضا و رغبت کے مطابق ۲۹ رمی ۱۸۶۴ء کو شاہ میکسیمیلین ویرا کروز میں لنگر انداز ہوا۔ لیکن حقیقت اس پر فوراً منکشف ہو گئی۔ نپولین کا مقصد ماورائے بحر اوقیانوس نام و نمود کا وہ طرہ امتیاز حاصل کرنا تھا جنکا یورپ میں آسانی کے ساتھ حاصل کرنا بنہایت مشکل تھا۔ ممالک متحدہ امریکہ میں اسوقت جو خانہ جنگی رونما تھی اور جس کی وجہ سے اہالیان امریکہ اس کے منصوبوں میں سد راہ نہیں ہو سکتے تھے اس کے لئے بہترین موقع تھا۔ لیکن جنوب کی شکست نے معاملہ کی یہ نوعیت بالکل بدلدی۔ اب نہ صرف یہ پیش آیا کہ ہزاروں جنوبیوں نے یوارینر کے علم جنگ کے نیچے کوہستان میں جمع ہونا شروع کیا بلکہ ممالک متحدہ امریکہ نے فرانس کے سلوک کے خلاف، فی الفور، اصول منرو، کی بنا پر صدائے احتجاج بلند کی اور بر اعظم امریکہ سے اس کے واپس چلے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کی پشت پناہی وہ جنگ آزما مرد میدان کر رہے تھے جنکا قلب و دماغ فتح و ظفر کی کامرانیوں سے سرشار ہو رہا تھا۔ اب یا تو نپولین ارض فرانس سے ہزاروں میل دور اپنی ساری متاع تاب و توانائی کو ایک حوصلہ فرسا معرکہ کی نذر کر دیتا یا پھر سر اطاعت ختم کر دینے کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ اس نے شرط و شرائط کی سلسلہ جنبانی کا ارادہ کیا مگر امریکی حکو

---

[1] Monarchical institutions

جس شرط کو منظور کرنے پر طیار تھی وہ صرف یہ تھی کہ فرانس یواریز اور مکسمیکین کے
باہمی معرکہ میں بالکل غیر جانبدار رہیگا۔ یہ فریب بجائے خود ایسا کھلا کھلا تھا کہ کسی طرح
چل نہ سکتا تھا، کیونکہ ہر شخص اور غریب مکسمیکین خود اسبات کو جانتا تھا کہ فرانسیسی
افواج کا ہٹنا اور سلطنت کی تباہی ساتھ ساتھ شروع ہوگی۔ نپولین کی خدمت میں حاضر
ہوکر اس کے وعدہ کو بصد منت وسماجت یاد دلانے اور اعانت حاصل کرنے کیلئے
ملکہ شارلوٹ نے بہ نفس نفیس یورپ کا سفر کیا۔ نپولین کا جواب اسکا یہ مشورہ
تھا کہ مکسمیکین کو فوراً تاج وتخت سے دست بردار ہوکر، فرانسیسی افواج کے ساتھ
مکسیکو سے واپس آجانا چاہئے۔ لیکن مکسمیکین نے یہ محسوس کرکے کہ وہ اپنے رفقا
کی حمایت کرنے پر مجبور تھا اس مشورہ کو مسترد کردیا۔ اور ۵ر فروری ۱۸۶۷ء کو جب آخری
فرانسیسی افواج نے بھی ویراکرزہ کو خیرباد کہا وہ محض جان جان آفرین کو سپرد کرنے کیلئے
رہ گیا حتیٰ کہ ۱۹ر جون کو اسے دھوکہ دیکر دشمن کے قبضہ میں دیدیا گیا جہاں اسکا کورٹ مارشل
ہوا اور گولی ماردیگئی۔ ط

منرو کے اصول سے نپولین کا اختلاف ومقابلہ اگرچہ انجام میں ذلت
وناکامی کا باعث ہوا لیکن "معاہدات" سے نپولین کا اختلاف گو ایسا شرمناک
نہ تھا مگر نتائج کے اعتبار سے وہ فرانس کے حق میں اور بھی قاتل ثابت ہوا۔
مسٹرنخ کی طرح نپولین سوم اصولوں کا دلدادہ تھا بارگاہ وائنا ۴۵۲
کے اس غیر ملی نظام کے خلاف اس نے "نپولینی تخیل" کو لاکھڑا کیا
جس کا مدار اصول ملت پرستی، عام حق انتخاب، اور خود اس کی ذات جسے وہ انقلاب
فرانس کا اوتار سمجھتا تھا، پر تھا، ایک طور پر اس نے الگزنڈر اول کے خواب وخیال
کو متشکل کرنے کا ارادہ کیا۔ یعنی یورپی عہدیت پر جوان حکمرانوں پر مشتمل نہ ہو جو اپنے آپ کو
حقوق من جانب اللہ کا سزاوار سمجھتے تھے بلکہ وہ جمہوری جماعتہائے ملی سے مرکب ہو جس
کے تاجدار نمائندے وقتاً فوقتاً اس کے (یعنے نپولین) حلقہ صدارت میں
فرانس جیسی عظیم الشان مملکت کے صدر ہونیکی حیثیت سے ایک کانگرس میں تبادلہ
خیالات کیا کریں اور گو وہ اس حکمت عملی کے خطرناک ہونے سے ناآشنا
نہ تھا تاہم اس خواب کی تکمیل میں وہ اٹلی اور پروشیا کی توسیع اور ترقی کا ممد ہوتا رہا۔

General principles اصول He remained behind to die ٥ل

اب اس خواب کی جمہوریت پسندی کے بجائے جو برنبائے سپاس و تشکر فرانس اور اسکی ذات خاص سے وابستہ ہو ئیں اس کی مشرقی سرحد پر ایک ایسی حربی سلطنت متصدمہ جو وجود پر آ رہی تھی جس کے اصول کی شیرازہ بندی فرانس کے ساتھ دشمنی تھی دوسری طرف جنوبی سرحد پر ایک ایسی فوجی مملکت رونما ہو رہی تھی جس نے ابھی حال ہی میں جبکہ صلح کے متعلق گفت و شنید ہو رہی تھی طوق و رسن کی ان سختیوں پر احتجاج کیا تھا جو نپولین کے آراء کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اہالیان فرانس نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ اصول ملت کی پذیرائی کی تھی تاہم وہ ان مسلح اور متقابل جماعتوں کی ہیبت سے خوفزدہ ہو گئے تھے جو اصول مذکورہ کا نتیجہ صریح تھا۔ پروشیا کے ان غیر اصولانہ ہوسناکیوں کے خلاف ایک شور قیامت برپا ہو گیا، بہر حال ہر چہ بادا باد، فرانس کے رفقائے دیرینہ یعنی جنوبی جرمن مملکتوں کی آزادی کا تحفظ لازمی تھا۔ ۱۴ ر مارچ سنہ ۱۸۶۷ع کو Thiersrs تی ایر نے فرانس کی متفقہ آواز کی ترجمانی کی اور اس امر کا اعلان کیا کہ پروشیا کو اب مزید پیشقدمی سے روکا جائے اور اسکا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو جرمنی کو متحد ہونے سے باز رکھا جائے۔

فرانسیسی آرائے عامہ اور جرمنی کا عروج

بسمارک کے نزدیک فرانسیسیوں کا یہ جذبہ نہ تو غیر مترقب تھا نہ قابل پذیرائی تھا وہ اس حقیقت کا پہلے ہی احساس کر چکا تھا کہ آسٹریا سے جنگ چھڑ لینے کے بعد دوسری جنگ فرانس سے ہونی لازمی تھی اور وہ اس امر کا یقین رکھتا تھا کہ صرف ایسی جنگ کے ساتھ جس میں شمال اور جنوب دونوں ایک مشترک دشمن کے مقابلہ میں ہمدوش اور ہمعناں ہونگے جرمنی کے رشتہ اتحاد، احساسات اور مادی فوائد دونوں اعتبار سے متحد ہو سکے گا[1] اس لئے ٹھیک اس لمحہ سے جبکہ ۴۵۳
آسٹریا کے ساتھ امور متنازعہ فیہ کی بابت ایک قطعی رائے قائم کیجا چکی تھی اسکی پالیسی کا تنہا مقصد اس جنگ و کشاکش کے لئے طیار ہونا رہ گیا تھا جو ناگزیر ہو چکی تھی اس سے لئے اس نے شمالی جرمن کو اسطور پر منضبط اور مستحکم کرنا شروع کیا کہ

بسمارک کی حکمت عملی سنہ ۱۸۶۶ع کے بعد

[1] بسمارک جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ یہ امر کہ آسٹریا سے لڑائی کے بعد فرانس سے جنگ ہوئی ضروری تھی واقعات تاریخ کا ایک منطقی نتیجہ تھا

اس کے اور جنوبی مملکتوں کے مصافی اور مدنی تعلقات کو وابستہ تر کر دیا۔ دوسری طرف اس نے اس امر کا التزام کیا کہ دول یورپ اگر اس کے ساتھ اپنی خیر منشی کا اظہار نہ کر سکیں تو کم از کم غیر جانبدار ہو جائیں ایک طور پر اس کے کام میں سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ جہاں جرمنی میں اس سے زیادہ نامقبول وجود کسی کا نہ تھا وہاں اب دفعتًا اس سے زیادہ مقبول ہستی کوئی نہ تھی۔ اب اسکی تہذیب اور منصوبوں کے راستہ میں وہ کشاکش اور کشمکش نہ تھی جو وطن میں ترقی پسند جماعت سے دست وگریباں ہونے میں لازم آتی تھی۔ ذاتی احساسات کو قطعًا نظر انداز کر کے جو اسکی فطرت خصوصی تھی، اس نے آرائے عامہ کے اس تغیر سے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا اور لبرلزم کے ساتھ مصالحت کے لئے طیار ہو گیا اور بادشاہ کی خشم ناکیوں کے باوجود جو اپنے اظہار حقوق پر ہمیشہ مرمٹنے کے لئے طیار رہتا تھا، بسمارک نے پروشین پارلیمنٹ میں ایک مسودہ پیش کیا جس کی رو سے گورنمنٹ کی اس خلاف قانون طریقہ کار کی شست وشو[۵۲] ہو جاتی تھی جس کی رو سے اس نے پارلیمنٹ کی رضا حاصل کئے بغیر ایسے محصولات عائد کر دئے تھے جو ان حربی اصلاحات کے لئے ضروری تھے جن کی اہمیت کو بعد کے واقعات نے مسلمہ ثابت کر دیا[۵۳]۔ جدید انتخابات کا جو اس توقع کے ساتھ عمل میں آئے تھے کہ جرمن حرب وضرب کو بے پایاں کامیابی حاصل ہو گی اس اثنا میں یہ انجام ہوا کہ ترقی پسند مخالفت ایک ناقابل التفات اقلیت میں تحلیل ہو گئی اور اسمیں سے بھی اُن ۴۶ افراد نے جو نیشنل لبرل کے نام سے موسوم تھے اپنی جماعت سے دستکش ہو کر بسمارک کی خارجی پالیسی کی غیر مشروط تائید کا اعلان کر دیا۔ ان حالات کے ماتحت مسودہ متذکرہ صدر ۲۳۰ رایوں کی موافقت اور ۷۵ کی مخالفت سے منظور ہو گیا۔ اب بسمارک اُن آئینی کشاکش سے گلو خلاصی حاصل کر کے جو ابتک اس کی نقل وحرکت میں سدراہ ہو رہی تھی جرمن اتحاد کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔

عمدیت جرمانیہ کو آسٹریا کے نکل جانے سے کشود کار میں آسانی ضرور

[۵۳] بسمارک جلد دوم صفحہ ۷۶۔

پیدا ہوگئی تھی لیکن ابھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکا تھا۔ شمالی جرمنی کے شہریاروں نے اپنی معزولی پر جو صدائے احتجاج بلند کی تھی، پروشیا اب اسکو نظر انداز کرسکتا تھا۔ برلن کے ایک ہی معنی خیز اشارہ نے اس سامان حرب و ضرب کو جو سوئٹزرلینڈ ۴۵۴
اور بلجیم میں جرمنی کے خلاف تیار ہورہا تھا درہم برہم کردیا۔ اس طرف سے بسمارک کو جس چیز کا نہایت شدید اندیشہ تھا وہ اُن چند ناجنس عناصر کا وجود تھا جو جماعت مخالفین میں اہالیان پولینڈ اور ڈنمارک کے ساتھ پارلیمنٹ میں نظر آتے تھے

پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتیں

لیکن جنوبی مملکتوں کی حالت بالکل جداگانہ تھی۔ قدیم الایام سے وہ جرمنی سے متنفر چلی آرہی تھیں اور حال ہی میں ان کے انتہائی خدشات ظہور پذیر ہوچکے تھے اور ان کی وہ دیرینہ آرزوئے آزادی جو عہدیت جرمانیہ میں دو زبردست قوتوں کی رقیبانہ کشاکش کی وجہ سے مصئون و محفوظ ہوچکی تھی لیکن خطرہ سے خالی نہ تھی۔ آسٹریا کے زوال سے معرض خطر میں پڑگئی۔ انہیں شک نہیں کہ عہدنامہ پراگ کے رو سے ان کی بین الاقوامی حیثیت کی ضمانت ہوچکی تھی لیکن فرداً فرداً یہ اسدرجہ کمزور تھیں اور باہمی رشک و حسد کا یہ عالم تھا کہ کسی جرمنی عہدیت کا تخیل ہو بھی تو محض صفحہ قرطاس پر تھا عملی حیثیت نہیں اختیار کرسکتا تھا اسلئے یہ توقع یا اندیشہ بے محل نہ تھا کہ بشرط موقعہ جنوبی جرمن مملکتیں موقع پاتے ہی پروشیا سے منحرف ہوکر ایک ناقابل برداشت ضغطہ سے نجات حاصل کرنے پر آمادہ ہوجائینگی۔ لیکن یہ بسمارک کی خوش نصیبی تھی کہ اس مسئلہ کو بالکل مختلف انداز سے حل کرنے کے لئے جن اسباب کی ضرورت تھی وہ ان پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ یہ ایک بڑی حد تک نپولین کی غلط پالیسی کا نتیجہ تھا۔

نپولین معاوضہ کا مطالبہ کرتا ہے

شہنشاہ نے جب کے تمام انداز سے سڈووا کی واقعہ سے درہم برہم ہوگئے تھے ابتدائے اگست میں کاونٹ بنیڈیٹی کو اس غرض سے برلن بھیجا کہ وہ دریائے رہائن کے بائیں کنارے پر فرانس کے لئے معاوضہ طلب کرے۔ ورنہ بصورت دیگر دعوت جنگ دیکر اس کا مطالبہ کیا جائیگا لیکن بسمارک کے اس قطعی جواب نے کہ مقبوضات کا ایک چپہ بھی حوالہ نہ کیا جائیگا، مطالبات کی ساری نوعیت ہی بدل دی اب صرف لکسمبرگ کی حوالگی کی استدعا

اور تسخیر بلجیم میں فرانس کو جس امداد و اعانت کی ضرورت تھی اس کی پروشیا سے طلبگار ہی تھی۔
موخرالذکر تجویز کے جواب دینے میں بسمارک نے دیدہ و دانستہ توقف سے کام لیا
رہا مقدم الذکر اس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتوں کے درمیان
جیسے کچھ تعلقات تھے ان کی تعریف اور تشریح کر دینے سے کس طور پر بہترین فائدہ
حاصل کیا جا سکتا تھا موخرالذکر مملکتیں پروشیا کو اپنی آزادی کا دشمن اور فرانس کو
اس کا دوست تصور کرنے کی عادی رہ چکی تھیں۔ اب بسمارک نے چپکے سے ۴۵۵
اُن مراسلات کو شائع کر دیا جس کے دوران میں نپولین نے اپنے زیر حمایت
ممالک کے نقصان کی پروانہ کر کے فرانس کو معاوضہ دینے کی کوشش کی تھی اس کا
اثر فی الفور مترتب ہوا۔ یکے بعد دیگرے ہر جنوبی حکومت نے پروشیا کے ساتھ صلح
کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس جدید اور سنگین تر خطرہ کے خلاف پروشیا کے ساتھ
جارحانہ اور مدافعانہ محالفے کر لئے۔ پروشیا کے ساتھ ورٹمبرگ نے ۱۳ر اگست
باڈن نے ۱۷ر اگست اور بویریا نے ۲۲ر اگست کو معاہدہ کر لیا اور بوقت جنگ

معاہدات اگست سنہ ۱۸۶۶ء

اپنی افواج کی پوری کمان شاہ پروشیا کے حوالہ کر دینے کا عزم
کر لیا اور اسطور پر گویا عملاً پورے جرمنی کو پروشیا کے نظام حربی
کے تحت میں دیدیا اتمام صلح کے ایک سال کے اندر ہی اندر
جنوبی جرمنی کا پورا موازنہ عملاً پروشیا کے تحت و تصرف میں آگیا۔ معاہدہ پراگ کی
رو سے اتحاد محصولات مملکتہائے جرمنی کی تجدید ہوگئی تھی لیکن میعاد اختتام چھ ماہ کی
نوٹس پر طے پائی تھی۔ ۲۸ر مئی سنہ ۶۷ء کو بسمارک نے اس امر کا نوٹس دیا کہ معاہدات
کی تنسیخ[1] آئندہ یکم جنوری کو شائع کیجائیگی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے جنوبی مملکتوں
کے وزرا کو برلن میں ایک کانفرنس میں مدعو کر دیا جس میں بحث مباحثہ
ہونے والا تھا در بارے مین کو ایک سیاسی حد فاصل متعین کر دینے
کی کچھ ہی قدر و قیمت کیوں نہ ہوتی، اسکو ایک تجارتی میدان مقرر کر دینے سے جنوبی
جرمنی کی تجارت بالکل برباد ہو جاتی۔ اسطور پر سوائے اس کے کہ وہ بسمارک کی
شرائط تسلیم کر لیں جنوبی جرمن مملکتوں کیلئے کوئی چارہ نہ تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مجلس محاصلی کونسل
اور ایک پارلیمنٹ محاصلی قائم ہوگئی، جو شمالی جرمن جماعتوں پر مشتمل تھیں اور

[1] Denunciation

الخصوص جنوبی جرمن اراکین کے اضافہ سے تقویت پہنچائی گئی تھی۔ اس اعلان کا جواب کہ جرمنی کو متحدہ ہونے دینا چاہیے بسمارک نے اس واقعہ کے اعلان سے دیا کہ جرمنی کا اتحاد ہر طرح پر بجز اسکے کہ مشہور نہیں ہوا ہے مکمل ہو چکا ہے Thiers تی ایر کو یا جو کچھ کہنا سننا تھا وہ ۱۴ ر مارچ کو کہہ سن چکا تھا اور ۱۹ ر مارچ کو بسمارک نے ان خفیہ حربی معاہدات کو جو پروشیا اور جنوبی جرمن مملکتوں میں ہو چکے تھے شائع کر دیا۔

۴۵۶ ان واقعات نے فرانس میں جو تہلکہ اور ہیجان پیدا کر دیا۔ اسکا اندازہ
بسمارک نے کیسے ہی کچھ لطف سے کیوں نہ کیا ہو جہاں تک خود شہنشاہ نپولین کا تعلق تھا غالباً یہ سب کچھ قطعاً ناپسندیدہ اور نامقبول تھا۔ اس کی صحت جواب دے چکی تھی اور کہولت مستولی ہونے لگی تھی اور مکسیکو میں جو قابل افسوس ناکامی ہوئی تھی اسنے اب اسکو اس قابل نہیں رکھا تھا کہ وہ اپنے تاج وتخت کو جدید اولوالعزمیوں کی زد میں لانا گوارا کر سکتا۔ اس نے ایک نیم سرکاری رسالہ شائع کر کے آرائے عامہ کو تسکین دینی چاہی جس میں سنہ ۱۸۶۶ء کے نتائج جنگ کو فرانس کی صولت وظفر کی صورت میں پیش کیا گیا تھا۔ جن کے سبب سے پروشیا اور اسٹریا ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے اور جنکے باعث سرحد دربارے مین کے تعین سے جرمنی دائمی طور پر منقسم کر دیا گیا تھا اور یہی نہیں بلکہ اوائل سنہ ۱۸۶۷ء میں اسنے سب سے پہلے سلطنت

«لبرل سلطنت»

کی ذمہ داریوں میں نمائندگان قوم کو بھی اپنا شریک کار بنایا اور اسطور پر بعض ان الزامات کو جو حکومت کی ناکامیابیوں سے وابستہ تھے، اس نے اپنے سر سے ٹالا۔ ۱۹ ر جنوری کو ان اصلاحات کی پہلی قسط شائع کی گئی، جس کا انجام ۸ ر مئی سنہ ۱۸۷۰ء کو ایک منشور عامہ کی رو سے لبرل سلطنت کا منصۂ وجود پر آنا تھا۔ بایں ہمہ پروشیا کے خلاف جو شور وشین بلند ہو رہا تھا اسے خاموش کرنے کے لئے، معاوضہ کی صورت میں کسی معاوضے کی ضرورت ابتک محسوس کیجا رہی تھی۔ بسمارک کے بیگانہ وار طرز سے نپولین کافی طور پر متنبہ ہو چکا تھا اور اب رھائن کی طرف نظر اٹھانا بے سود سمجھکر اس نے لکسمبرگ کی جانب اپنی توجہ منعطف کی۔

مسئلہ لکسمبرگ

عہد نامہ وائنا کی رو سے لکسمبرگ کی گرینڈ ڈچی جرمن عہدیت

میں شامل ہوچکی تھی گو خاندان آرنج کے تحت حکومت میں، بربنائے اتحاد ذاتی، وہ ہالینڈ سے اور اہالیان بلجیم کی ہمدردی کے بنا پر بلجیم سے وابستہ تھی اس کے علاوہ قلعہ لکسمبرگ) جو شیبی جرمنی کا دروازہ تصور کیا جاتا تھا میں افواج متعین رکھنے کا حق اس کے ساتھ ہی ساتھ، پروشیا کو تفویض ہوچکا تھا۔ باوجود اس اہمیت کے جو فوجی اور حربی سطح نظر سے لکسمبرگ کو حاصل تھی، اسے شمالی جرمن جمعیتہ الحلفا میں شامل نہیں کیا گیا تھا اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ وہ ایک بیرونی حکومت کی حیثیت رکھتا تھا اور کچھ جرمنی کے خلاف اس کے باشندوں کا معاندانہ میلان تھا۔ دوسری اس کی اہمیت ایک بڑی حد تک یوں بھی بے وقعت ہوجاتی تھی کہ پروشیا کو قلعہ کے اندر اپنی افواج کے متعین رکھنے کا حق حاصل تھا اُن حالات کے ماتحت، شاہ ہالینڈ اس امر پر برافروختہ ہوگیا کہ اگر دیگر دول یورپ (متعلقہ) سے معاملات روبراہ کئے جاسکتے ہیں تو وہ ان شاہی حقوق کو جو اسے ڈچیز میں حاصل تھے، فرانس کے ہاتھ فروخت کردینے کے لئے طیار ہے ¹۔ ۴۵۷

فرانس کے ساتھ ایک ایسی مملکت کو شامل کردینا جو ایک زمانہ دراز تک نہایت گہرے تعلقات کی بنا پر، جرمنی سے وابستہ رہی تھی، ایک ایسی تجویز تھی جس نے ماورائے رائن کے وطن پرستانہ جذبات میں ایک طوفان اور تلاطم برپا کردیا۔ آرائے عامہ کو یہ اصرار تھا کہ فرانس کو اس کی خیرہ سری پر سرزنش کیجائے اور جنگ آزمایان دفتر حربیہ کے مبقر اس امر پر زور دے رہے تھے کہ قبل اس کے کہ فرانسیسی لڑائی کے لئے طیار ہوسکیں، جس کا وہ بظاہر اہتمام کرچکے تھے اس کے خلاف اعلان جنگ کردینا عین مصلحت ہے۔ اس مسئلہ پر اس کے ابتدائی آرا و افکار کچھ ہی کیوں نہ رہی ہوں، اس میں شک نہیں کہ بسمارک کے لئے فرانسیسیوں کا لکسمبرگ کا مطالبہ کرنا موجب حیرت نہ ہوا اور اس نے معاملات کو انتہائی حدود تک طول دینا گوارا نہ کیا۔ پروشیائی فوجوں کے حربی نظام کی ترتیب اور تکمیل ابھی اتمام کو نہیں پہنچی تھی بمزید براں وہ صرف ایک ایسی بنا پر اعلان جنگ کرنے کے لئے آمادہ تھا جسے داور داوار اور دول یورپ دونوں کے نزدیک اسکے طریق عمل کیلئے سند جواز کی حیثیت حاصل ہوسکتی ہو ²۔

---

¹ بسمارک جلد دوم صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہوں صفحات مزید ۱۰۱ و ۲۴۹

امن و آشتی کی خاطر دول یورپ جلد سے جلد بیچ بچاؤ کرنے پر آمادہ ہوگئے کونٹ بوئسٹ کی یہ تجویز کہ لکسمبرگ کے معاوضہ میں بلجیم کا ایک حصہ فرانس کے نذر کر دیا جائے اس بنا پر مسترد ہوگئی کہ شاہ لیوپولڈ، بلجیم کا کوئی حصہ حوالہ کرنے پر آمادہ نہ تھا بالآخر روس کی تحریک منظور ہوئی، اور یہ تمام مسائل دول یورپ نے ایک کانفرنس کے حوالہ کردئے گئے جسکا اجلاس ۷ رمی ۱۸۶۷ء کو لندن میں منعقد ہوا ۱۱ کو معاہدہ لندن پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے دول یورپ کی ضمانت پر لکسمبرگ ایک غیر جانبدار ملک قرار دیدیا گیا، اس کی رو سے پروشوی افواج اٹھالی گئیں اور شاہ ہالینڈ نے، جو حکمران لکسمبرگ تسلیم کرلیا گیا تھا لکسمبرگ کی قلعہ بندیوں کو منہدم کرادینے کی ذمہ داری لے لی۔ لکسمبرگ کو اسی وقت سے ایک کھلے ہوئے شہر کی حیثیت حاصل ہے [۲] ؎

مسئلہ لکسمبرگ کے تصفیہ سے اس کے سوا کوئی اور نتیجہ برآمد نہیں ہوا کہ خطرات جنگ کچھ مدت کے لئے معرض التوا میں پڑ گئے اور طرفین نے دول یورپ کے بطون خاطر کا پتہ لگانا شروع کیا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو ان کا کیا عمل ہوگا۔ یہ ظاہر تھا کہ فرانس ایسی حالت میں بے یار و مددگار نہیں رہ جائیگا۔

جنگ سے قبل بین الاقوامی حالت و موقع

بوئسٹ کی رہبری میں آسٹریا زیر ہدایت ہولت بلاشبہ انتقام کا پیاسا ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ جرمنی میں اپنی گذشتہ منزلت کو پھر حاصل کرلے اٹلی کو نپولین کے ساتھ جو وابستگی تھی وہ بربنائے سپاس گذاری تھی آخر میں صرف یہ ہو سکتا تھا کہ اس بددلی اور ناراضی کی بنا پر جو اسکینڈے نیوی افواج کو شلسوگ ہولسٹائن میں پروشیا کے طرز عمل کی بنا پر تھی، شمال میں ایک طرح کا ایسا فتنہ اٹھایا جاتا جو لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل بھی کرلیتا اور سود مند بھی ثابت ہو سکتا۔ تاہم بسمارک عہد نامجات حربی شائع کرچکا تھا۔ پیرس میں اب بھی یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ جنوبی جرمن مملکتوں میں فرانسیسی حملہ کو

[۱] کاغذات پارلیمنٹ LXXIV ۱۸۶۷ء صفحہ ۴۴۹
[۲] ہرٹسلٹ جلد سوم

خوش آمدید کہا جائیگا لیکن ان میں سے کسی ایک امکان کو بھی بسمارک نے نظر انداز

روس اور پروشیا

نہیں کیا تھا اور روس کی طرف سے بالخصوص ہنگامہ پولینڈ کے دوران میں اس نے جو طریق اختیار کیا تھا اس کی جانب اب آشکار تھی، روسی مدبران سلطنت کا اپنی مغربی سرحد پہ ایک زبردست حربی طاقت کے عروج کے متعلق کیسا ہی کچھ خیال کیوں نہ رہا ہو اسوقت ان کی تمامتر فکر و توجہ مسائل مشرقیہ پر صرف ہو رہی تھی جس میں آسٹریا کے ادعائے باطل اور خفیہ سازشوں کے خلاف، پروشیا ایک نہایت کارآمد رفیق ثابت ہو سکتا تھا۔ بوئسٹ نے اسبات کی دھمکی دینی شروع کر دی تھی کہ وہ گلیشیا کو ایک جدید پولینڈ تحریک کا مرکز بنائیگا اور آسٹریا اور فرانس کا باہمی اتحاد اسے نہایت اندیشہ ناک حد تک نازک بنا سکتا تھا۔ ان حالات کے ماتحت بسمارک کا محض یہ وعدہ کر لینا کہ عہدنامہ پیرس میں بحر اسود کے متعلق جو فقرے اور عبارتیں تھیں ان کو لعن وطعن قرار دینے میں وہ روس کا دست و بازو بننے کے لئے آمادہ تھا، روس کی غیر جانبداری حاصل کرنے کے لئے کافی ثابت ہوا اور یہی نہیں بلکہ اگر آسٹریا نے دعوت جنگ دی تو روس نہایت سرگرمی کے ساتھ بسمارک کی رفاقت کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس روسی پروشوی اختلاف کے رد و ابطال کی غرض سے

فرانس اور آسٹریا

دونوں شہنشاہ نپولین اور فرانسس جوزف ۱۸۶۷ء کے موسم گرما میں سالزبرگ میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور انھوں نے ایک اتحاد کی تجویز پر گفتگو کی۔ یہ ملاقات نہایت دوستانہ تھی لیکن یہ محض گفت و شنید ہی تک محدود رہی کوئی بات ضبط تحریر میں نہ آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پروشیا کے خلاف، وائنا میں پروشیا سے تجدید جنگ کے متعلق آرا و افکار میں نہایت سخت اختلاف تھا خصوصاً ایسی حالتمیں جب پروشیا سے فرانس کے دوش بدوش جنگ کا ارادہ کر رہا تھا ہنگری وزیر اعظم کاؤنٹ اندراسی نے نہایت صراحت کے ساتھ اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ جرمنی سے علیحدہ ہونے پر ملوکیت نے بجائے نقصان کے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی حاصل کیا۔ ہے آسٹروی جرمنوں کی طبیعت ایک ایسی جنگ سے گریز کر رہی تھی جس میں ان کو فرانس کی مقصد برآری کے لئے

اپنے سرحدی بھائیوں سے جدال وقتال کرنی پڑتی تھی اور جب جنگ کے متعلق بسمارک کا یہ خیال تھا کہ اس کی کامیابی صرف اسلافیت کی فتح ونصرت تھی اگر آسٹریا کے ساتھ نپولین کے تعلقات کافی واضح اور مشرح نہ تھے ٤٥٩
تو دوسری طرف اٹلی کے ساتھ اس کے تعلقات اور زیادہ ناقابل اطمینان تھے۔ اس میں شک نہیں شاہ وکٹر عمانویل کو فرانسیسی شہنشاہ کے ساتھ جو

فرانس اور اٹلی

روابط احسان وتشکر تھے ان کا عمانویل کو کامل احساس تھا قطع نظر سیاسی مصالح کے وہ لبطیب خاطر، شہنشاہ فرانس کی امداد واعانت کیلئے آمادہ بھی تھا لیکن باشندگان اٹلی کا جم غفیر اس حقیقت کے احساس سے کہ فرانس اطالوی حکومت کو اپنے شرائط جبراً تسلیم کرانے کے منصب کا دعویدار ہے، ناراض اور بددل ہو رہا تھا۔ اور اس امر کا نہایت سخت اندیشہ تھا کہ اگر نپولین کی ہر جنبش ابرو پر سر تسلیم خم کیا جاتا رہا تو ملوکیت معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ مزید براں

رومن مسئلہ

جس چیز نے احساسات کو نہایت تلخ بنا دیا تھا وہ رومن مسئلہ تھا وہ تیسی اثرات جو قصر تو ئی لری میں سب پر حاوی تھے اور جو شاہنشاہ کو اس کی طبع سلیم کے خلاف پروشیا سے لڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اب ان ہی اثرات سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ شہنشاہ نے پاپائے روما کو اسکے وہنوی اقتدار میں مدد دینی بند کر دی اور اسطرح ایطالیہ میں جو کام شروع کیا تھا وہ انجام کو نہ پہنچ سکا اور یہ حقیقت سال بسال واضح ہوتی گئی کہ اطالوی، روما کو دارالحکومت قرار دیکر اپنی تعمیر کو بہمہ وجوہ مکمل کر دینے کے بے انتہا آرزومند تھے اُس جذبہ تحقیر وتنفر سے جس کا تحریری یا غیر تحریری معاہدات کے خلاف گاریبالڈی انتہا کی خیرہ سری کے ساتھ اظہار کر رہا تھا اور جس کی پشت پناہی آرائے عامہ کر رہی تھی، اسبات کا قوی اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہیں یہ فرانس کے ساتھ انقطاع روابط کا موجب نہ ہوں اور یہ اسی جذبہ کا تصرف تھا کہ اس نئے حکومت لوربن کو ہمیشہ فشار کشاکش وکشمکش میں رکھا۔ ۱۸۶۲ء میں گاریبالڈی نے روما کو مدنظر رکھ کر سسلی سے تاخت کی، اسپر وہ ہو گئے ہیں اطالوی افواج سے مٹھ بھیڑ ہوئی جہاں وہ ایک "اطالوی گولی" سے زخمی ہو کر گر گیا۔ یہ واقعہ وزارت رتانسی کے زوال کے لئے، جو ایکطرف اطالوی محبان وطن کے غیظ وغضب اور

دوسری طرف فرانسیسی فیتسوں کی بے اطمینانی اور بد دلی کی زد میں ناچار اور بے بس
ہو رہے تھے کافی تھا کہ محتاط اور خوف زدہ (Minghetti) من گیتی نے جو
تورین میں رتانسی کا جانشین ہوا ایک ایسے سفاہمہ کی پناہ لینی چاہی جو آئندہ خطرات
اور آفات سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ ستمبر سنہ ۱۸۶۴ء میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے
جس کی رو سے فرانس نے رفتہ رفتہ روما سے اپنی افواج کے ہٹا لینے کی حامی
بھری جس کے صلہ میں اطالوی حکومت نے اسبات کی ضمانت دی کہ پاپائی مقبوضات
ہر قسم کی دراز دستیوں سے محفوظ رہینگی۔ ایک مزید خفیہ دفعہ کی رو سے یہ طے پایا کہ
اطالوی دار الخلافت تورین سے فلورنس کو منتقل کر دیا جائیگا فریقین کے درمیان یہ ۴۶۰
تصفیہ اس قرار ذہنی کی بنا پر ہوا تھا کہ اس سے موجودہ دقتیں کسی نہ کسی طور پر رفت گذشت
ہو جائینگی تاہم جسوقت یہ حال اٹلی میں معلوم ہوا نفرت و حقارت کا ایک
طوفان برپا ہو گیا اور اسے اس امر پر محمول کیا گیا گویا یہ اس حق و منصب کا دیدہ و دانستہ
واگذاشت کرنا تھا جو روما پر اٹلی کے تھے تورین جس شرف و منزلت کو صرف
روما کے حوالہ کر دینے کے لئے طیار تھا اسے کسی دوسرے شہر کو منتقل کر دینے کے
خلاف وہاں ہر طرف ہنگامے برپا ہو گئے وزارت (Minghetti) من گیتی کا خاتمہ
ہو گیا لا مارمورا کے دوران حکومت میں، جو اس کے بعد معرض ظہور میں آئے
سنہ ۱۸۶۶ء کی جنگ اور حصول وینیشیا کے واقعات نے ''رومن مسئلہ'' کو ایک حد تک
زاویۂ گمنامی میں ڈالدیا۔ جس کا صرف یہ انجام ہوا کہ اتمام صلح کے بعد یہ انتہائی شدتوں
کے ساتھ پھر رونما ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایطالوی دار الحکومت کا مسئلہ اب اس بڑے معرکہ (یعنی
جنگ تمدن) کا ایک قصہ ہو گیا جو تہذیب نو اور ''وسطائیت'' کے درمیان اسوقت سے درپیش ہے جبکہ
''وسطائیت'' کو حلقۂ مسیحی کی تجدید نے پھر زندہ کر دیا تھا اور آخر کار اس کو اس عقیدہ تک

نصاب اور مجلس عام۔

پہنچا دیا تھا کہ پاپائے روما ایک ایسی ذات ہے جس سے کوئی خطا سرزد نہیں
ہو سکتی ارباب کلیسا نے ان تمام امور و افکار کے خلاف جو
انیسویں صدی کو ''عصر ترقی'' سے تعبیر کرتے تھے دعوت جنگ
دیدی تھی ۸ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ء کو جو ''النصاب'' شائع ہوا تھا اس میں اسقف اعظم نے
اگر شرعاً اور قانوناً نہیں تو بھی انتہائی تحریم و تقدیس کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا کہ

شہنشاہ پطرس کے جانشین کے متعلق یہ فرض کرلینا کہ وہ لبرلزم، توسیع وترقی، موجودہ
تہذیب ومعاشرت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کرسکتا ہے، غلطی تھی۔ اس مفہوم کو
واضح کرنے کی غرض سے اس نے اُن تمام امور کو مورد لعن وطعن قرار دیدیا تھا جو
دور وسطیٰ اور عصر جدید میں مابہ الامتیاز تھے مثلاً حریت فکر، رواداری غرضکہ وہ تمام نعائم
جو ایک مدت کی کشاکش وکشمکش کے بعد نوع انسانی کے لئے حاصل ہوئے تھے
وہ انجمن عمومی کلیسائی کی تحریک کی جاچکی تھی اور توقع یہ تھی کہ اس سے کیتھولک کلیسا کے
پیروؤں کی گردنیں ہمیشہ کے لئے کلیسائی شکنجے میں آجائینگی۔ ان حالات کے
ماتحت مذہبی جذبات اس حمیت ملی سے مرکب ہوگئے جو اس وقت تک قرار نہیں
لے سکتے تھے جب تک کہ پرچم اٹلی قصر کیپی ٹول پر نہ لہرانے لگتا۔ سپاہیانِ پاپائی
سرحد پر گشت لگا رہی تھیں۔ دوسری طرف کیپرا میں گاریبالڈی اپنی جبری پابندی سے بیچ و تاب
کھا رہا تھا۔ حکومت کی یہ حالت تھی کہ کوئی اصلاح کار نہ تھا، ایکطرف فرانس کا خطرہ ۴۶۱
تھا، دوسری طرف اندرونی عصیان وطغیان کا اندیشہ تھا۔ رضاکاروں کو ہتھیار
دیئے جاتے تھے اور حکومت دیدہ ودانستہ چشم پوشی کرتی۔ ایکطرف تو جنگی جہاز گاریبالڈی
پر متعین تھے کہ وہ اپنے جزیرہ سے جنبش نہ کرسکے لیکن اس حقیقت کے آشکار ہو جانے
سے کہ خود فرانس نے مستقل سپاہیوں کو پاپائی رضاکاروں کے بھیس میں برسرکار
ہونے کی اجازت دیکر نفس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ یہ تمام حزم واحتیاط بے سود
اور بے محل نظر آنے لگی۔ فلورنس اور پیرس کی مجلس وزارت میں نہایت سخت
و درشت خط وکتابت ہوئی جس کا انجام نپولین کی اس تہدید پر ہوا کہ اگر اطالوی حکو
نے اس تاخت وتاراج کا انسداد نہ کیا جو پاپائی ریاست کے خلاف عمل میں لائی
جارہی تھیں تو فرانس اس کا تدارک بزور شمشیر کریگا، دوسری طرف اٹلی نے
تہدید آمیز جواب دیا کہ اگر فرانس نے (Cuita Vecchia) چیویتا ویکیا پر قبضہ کیا تو
وہ بطور انتقام پاپائی ریاستوں کے ایک دوسرے حصہ پر متصرف ہو جائیگا۔ اس
اثنا میں گاریبالڈی جنگی جہازوں کے نرغہ سے آنکھ بچا کر نکلا اور ۲۳ ر اکتوبر ۱۸۶۷ء کو

منتانا

اس نے رضاکاروں کی ایک جماعت کے ساتھ مقبوضات
کلیسا پر حملہ کردیا۔ دوسری جانب نپولین نے پاپائے روما

کی اعانت کے لئے افواج بھیجکر اپنی تہدید وتخویف کو عملی جامہ پہنا دیا۔ ۳ر نومبر کو انکا تصادم گاریبالڈیوں سے ہوا جو ابھی ابھی منٹانا میں پاپائی افوج کو شکست دیچکی تھیں جن کا تذکرہ فرانسیسی کماندار نے اپنے مراسلہ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے "میاں پُر بندوقوں نے تو کمال کر دکھایا"۔

ان تمام حالات اور واقعات کی بنا پر یہ توقع نہیں تھی کہ اس سے اٹلی اور فرانس میں کسی قسم کی یگانگی یا یکدلی پیدا ہو سکیگی۔ زیادہ سے زیادہ جس چیز پر نپولین کو بھروسہ ہو سکتا تھا وہ وکٹر عمانوئیل کا ذاتی حسن التفات تھا اور کچھ یہ بھی تھا کہ باوجود اس فتح و نصرت کے جو ۱۸۶۶ء میں مشترکہ طور پر حاصل کی گئی تھی اطالوی اہالیان پروشیا کے نہ ہمدم وہمخیال تھے اور نہ ان کے بندۂ شکر واحسان، کیونکہ پینیشی لشکرکشی کے موقع پر موخرالذکر نے ان کو صریحی طور پر متہم کیا تھا کہ انھوں نے دیدہ و دانستہ ایک نہایت شاندار کامیابی کی توقعات کو درہم برہم کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اٹلی اور آسٹریا دونوں اپنی اپنی بازی کھیلنا چاہتے تھے۔ آسٹریا کو مشرق میں اپنے داؤ کی فکر تھی، اٹلی کو روما میں، جس وقت فرانس جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہوتا اور اپنی اولین ناگزیر کامیابی حاصل کر لیتا، اسوقت ہنگامہ عام میں شریک ہونیکا کافی موقع ملسکتا تھا لیکن فی الحال دونوں حکومتیں صرف اس مصالحت پر قناعت کر گئیں کہ اگر فرانس و پروشیا میں جنگ کا آغاز ہوا تو دونوں ایک دوسرے کی مقبوضات کے تحفظ کی ضامن ہونگی اور آپس میں یہ معاہدہ بھی ہوا کہ اگر فرانس اس جنگ کی ابتدا 462
ان کی اذن و رضا سے نہ کرے تو یہ اسمیں شریک ہونے سے بھی احتراز کرینگے۔

آغاز ۱۸۷۰ء میں پروشیا جنگ کے لئے بہمہ وجوہ طیار ہو گیا تھا۔ اب ایک طرف تو بسمارک کو یہ مدنظر تھا کہ نتائج کو قبل از وقت ظہور پذیر کر کے پروشیا کے سیاسی مفاد کو معرض خطر میں نہیں ڈالنا چاہئے دوسری طرف اسے یہ فکر تھی کہ کاش فرانس کی دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کرنے کا اسے جلد سے جلد موقع ہاتھ لگ جائے۔ آخرکار اس کا موقع آیا لیکن ایسے سلسلہ میں جسے براہ راست نہ فرانس سے تعلق تھا اور نہ جرمنی سے۔

بدقسمتی سے اسپین کے واقعات ایک دفعہ پھر تمام یورپ کی نظروں میں

اسپین اور ہوہنزولرن امیدواری

بے انتہا مہتم بالشان نظر آنے لگے کارلوسی جنگ نے جس میں فریقین نے انتہا کے غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا ملک کو فلاکت اختلاط اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کا آماجگاہ بنا دیا تھا۔ اسمیں شک نہیں کچھ مارشل اوڈانل کی بہ صولت حکمرانی میں کچھ دنوں کے لئے اسپین کے قدیم دور شاہنشاہی کی جھلک نظر آگئی تھی اور مراقش سان ڈومنگو، جنوبی امریکہ اور مکسیکو میں جو فتوحات حاصل ہوئی تھیں اُن سے اسپین کے پرچم اقبال کو چار چاند لگ گئے تھے لیکن اوڈانل کے طرز عمل سے مکسیکو میں جو کچھ پیش آیا اس سے نپولین کچھ ایسا غضبناک ہوا کہ اوڈانل کو اپنے منصب سے دستکش ہونا پڑا۔ داہمہ پرست، اور تعیش پسند ازابیلا اب قطعی طور پر اپنی دلنواز مارفوری اپنے معلم الفانسو ڈوم کلیرٹ اور پیٹروسینیو نامی راہبہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اور یہ وقت تھا جبکہ وزارتوں کا عزل و نصب انھیں شر انگیزوں کی خوشی خاطر پہ منحصر تھا۔ لیکن فوج پر ابتک لبرزم کا تسلط تھا اور سپہ سالاروں کی عام جلاوطنی محض اس کے خاتمے کو معرض التوا میں رکھنے کی ایک سبیل تھی بالآخر ۱۷ ستمبر ۱۸۶۸ء کو مارشل پریم نے قادس میں علم بغاوت بلند کیا اور یہ حقیقت اس پر بہت جلد منکشف ہوگئی کہ فوج اور قوم کا بیشتر حصہ اس کی پشت پناہی کے لئے آمادہ ہے۔ اس آفت اور مصیبت میں ازابیلا نے جس کی نگاہیں بار بار نپولین کیطرف اٹھتیں اور ناکام واپس آتیں، بھاگ کر فرانس میں پناہ لی۔ دوسری طرف اس کا پہلا منظور نظر سیرانو ہنگامی حکومت کا صدر اور پریم وزیر جنگ مقرر ہوا اور ملک کی آئندہ حکومت کا تصفیہ اس اپیل سے ہوا جو انتخاب کنندوں سے کی گئی دستور ساز کورٹیز نے ۲۱ مئی ۱۸۶۹ء کو ۲۱۴ بمقابلہ ۷۱ آراء کی ملوکیت آئینی کی موافقت میں فیصلہ صادر کر دیا۔ اب رہا شاہی شخصیت کے تعین کا مسئلہ وہ کچھ اس سے آسان تر نہ تھا۔ سابق دعویدار تخت کے پوتے کارلوس ہفتم کا جس نے اپنے حقوق کا باضابطہ پیرس سے اعلان کیا، تو سوال ہی عبث تھا۔ ۴۶۳
اس کا تو نام تک نہیں آیا۔ خاندان شاہی کے اُن نوخیزوں کے لئے جن کو تخت و تاج کی جستجو تھی، ایک ایسا تخت و تاج کبھی نظر فریب نہیں ہوسکتا تھا جو حکومت ہسپانیہ ہی کی طرح بے نوا اور متزلزل ہو۔ مناسب سے زیادہ نمایاں امیدوار ڈیوک ڈی مانٹ پنسیر تھا

جسے تاج و تخت سپرد کرنا نپولین کے انتہائی اشتعال کا باعث تھا جو خاندان آرلینس کے کسی شاہزادہ کو اسپین کے تخت پر دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ شاہ اٹلی نے اپنے فرزند ثانی کو ایک مشتبہ شرف و امتیاز کا مورد بنانے سے انکار کر دیا آخر کار پریم کو یہ اطمینان ہو گیا کہ پرنس لیوپولڈ ہوہنزولرن کی ذات میں ایسا شخص مل سکیگا جسے تمام دول یورپ منظور کرلیں گے۔ اس کی خاندان پروشیا سے دور کی قرابت تھی لیکن سبورا اور بوہارنے کے خاندان والوں کے واسطہ سے، وہ نپولین سے کہیں قریب تر تھا اور مزید براں چونکہ وہ کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے توقع تھی کہ اہالیان اسپین اسے تسلیم بھی کرینگے۔ شہزادہ لیوپولڈ نے تفتیش اور تفحص کے بعد پہلے تو ایک ناشکور وظیفہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب زیادہ زور ڈالا گیا تو اس نے اس شرط پر کہ کورٹیز اس کا انتخاب کرے اور شاہ ولیم بحیثیت اس کے کہ وہ اس خاندان کا بزرگ تھا اسے منظور بھی کرلے، اپنی رضا دیدی ۲۸ جون ۱۸۷۰ء کو شاہ ولیم نے پریم کو یہ اطلاع دی کہ وہ اس کی خواہش اور ارادہ کی مخالفت نہیں کریگا۔ اسطور پر ۴ جولائی کو وزارت اسپین نے شہزادہ لیوپولڈ کو اس شرط پر تاج و تخت سپرد کر دینے کا فیصلہ صادر کر دیا کہ کورٹیز اسے منظور بھی کرلے جس کے متعلق کسی کو یہ شک نہ تھا کہ وہ ایسا نہ کریگی۔

اہالیان فرانس کو جس وقت یہ خبر پہنچی ہے کہ خاندان ہوہنزولرن کا ایک شہزادہ اورنگ اسپین پر جلوہ فرما ہونے والا تھا۔ وہ پروشیا کے خلاف فرط غیظ و غضب سے یک لخت تلملا اٹھے۔ آلیویر کی لبرل وزارت کے لئے؛

"نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن"

کا سوال تھا۔ اسے ایک طرف تو آرائے عامہ کے غیظ و غضب اور دوسری طرف نپولین کے خیالات سے عہدہ برآ ہونا تھا اور اب اس اصول کو خطرہ میں ڈالکر جس کی رو سے آرائے عامہ کو آزادانہ انتخاب کا منصب حاصل تھا اور جس پر نپولین کی تمام تر قوت کا دار و مدار تھا، اس نے خود کو نذر سیلاب کر دیا ۶ جولائی کو ڈیوک ڈی گرامونٹ نے یہ اعلان کیا کہ "فرانس خاندان ہوہنزولرن کے کسی پروشوی شہریار کو تخت اسپین پر دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا" اور ۶ کو اس نے ۴۶۴

چیمبر میں مسئلہ زیر بحث پر اس سے زیادہ قطعی لب ولہجہ اختیار کر کے کہا "ہم کبھی اس امر کے معتقد نہیں ہیں ہم سکتے کہ ایک ہمسایہ قوم کے حقوق کا احترام ہمکو ایک غیر سلطنت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جو چارلس پنجم کے تخت پر اپنے ایک شہزادے کو بٹھا کر یورپ کے توازن قوت کو اس طور پر درہم برہم کر دے کہ اس سے فرانس کو

چیمبر میں گرے مونٹ کا اعلان

نقصان پہنچتا ہو.... ہمکو امید واثق ہے کہ یہ واقعہ کبھی معرض وجود میں نہ آئیگا.... اگر نوعدیگر ہوا.... تو ہمکو معلوم ہے کہ ہم بغیر کسی پس وپیش یا اظہار کمزوری کے کس طور پر اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں"[1] بسمارک نے اسے ایک "تیغ بکف" بین الاقوامی تہدید تصور کیا جس کا سرکاری طور پر اعلان کیا گیا تھا اور جسے پیرس کے جرائد وصحائف نے اہانت انگیز لب ولہجہ کے ساتھ آمیز کر دینے کے بعد پروشیا کے لئے یہ ناممکن ہو گیا کہ وہ اپنے اعزاز و امتیاز کو برقرار رکھکر کسی قسم کی واگذاشت کے لئے آمادہ ہو سکتا[2] اس میں شک نہیں بسمارک نے اپنے "صحیح" طرز عمل کی انتہائی نگہداشت رکھتے ہوئے، فرانسیسی سفیر کی ردوکد کے جواب میں اس امر سے انکار کیا کہ پروشیا کسی قسم کی واگذاشت پر مجبور تھا۔ وزرا کو سرکاری طور پر اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ یہ صرف بادشاہ سے تعلق تھا اور وہ بھی بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خاندان ہوہنزولرن کا رئیس کبیر تھا۔ یہ طرز عمل صرف فرانسیسی کابینہ کے مزید شک وشبہ کا باعث ہوا اور اسی بنا پر کاونٹ بنڈلی، بادشاہ سے براہ راست گفت وشنید کرنے کی غرض سے ایمز روانہ کیا گیا جہاں "بادشاہ آبی علاج" کیلئے گیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے دربار میں کاونٹ کی باریابی حسب توقع ہوئی پیرس میں صورت حال کو جو نوعیت دیگئی تھی اس پر بادشاہ نے اظہار استعجاب وتاسف کیا اور اس حقیقت کا بھی اعادہ کیا کہ اس معاملہ میں اسے جو کچھ تعلق تھا وہ اپنے خاندان کے رئیس وبزرگ ہونے کی بنا پر تھا۔ بادشاہ نے اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ جہاں تک خود اس کا تعلق

[1] سوریل جنگ فرانس وجرمنی۔ جلد ۱، ۷۷
[2] بسمارک جلد دوم صفحہ ۹۲

ہے شہزادہ لیوپولڈ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے بالکل آزاد ہے لیکن یہ ضرور تھا کہ وہ خود اسے اس بات پر نہ تو مجبور کر سکتا تھا اور نہ اسے گوارا کر سکتا تھا۔ اس اثنا میں یورپ کے وزارت کدے اس عقدہ کے حل کرنے میں مصروف تھے۔ اٹلی کے جواب میں لارڈ گرینویل نے برطانوی کابینہ وزارت کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا کہ ابھی یورپ کی مداخلت کا وقت نہیں آیا تھا لیکن اسکے ۴۶۵
ساتھ ہی ساتھ اس نے آسٹریا کے ساتھ مجریط (میڈرڈ) اور برلن کی بارگاہوں میں اپنا اعتراض واحتجاج پیش کرتے ہوئے یہ تجویز بھی پیش کر دی کہ یورپ کے امن وعافیت کے لحاظ سے، شہزادہ لیوپولڈ کو امیدوار نہ رہنا چاہیے لے حقیقت یہ ہے کہ اسوقت کاسب سے صریح اور بین حال یہی تھا۔ انجام کار ۱۲ جولائی کو شہزادہ ہوہنزولرن علانیہ اپنی امیدواری سے دستکش ہو گیا، اسی دن البویرہ نے ایوانوں میں اس امر کا اعلان کیا کہ یہ فی الحقیقت پروشیا کی طرف سے ایک رعایت تھی۔ یہاں پہنچکر اس قضیہ کو رفت گذشت ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن پیرس کا میلان رفت گذشت کرنیکا نہ تھا۔ ایوانوں کی جماعت حربیہ نے جس کی پشت پناہ پیرس کی وہ جماعت عام تھی جس کے نزدیک "جنگ صرف ایک ناٹک اور تاریخ محض ایک افسانے کی حیثیت رکھتی تھی"، اس بات کی ضمانت طلب کی کہ آئندہ پھر کبھی پروشیا اپنے خبیث ریشہ دوانیوں کو برسرکار نہ لائیگا۔ مارشل لی لیف نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ اگر کبھی اسکا موقع آیا تو فوج کیل کانٹے سے درست نکلے گی اگر مزید توقف روا رکھا گیا تو پروشیا کو طیاری کا موقع ملجائیگا اور چونکہ یہ ایک خالص شروع خانگی وخاندانی مسئلہ تھا جس کا تعلق صرف پروشیا کی ذات سے تھا اور جس کی نسبت یہ بات خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ جنوبی جرمن ریاستوں کو کوئی دلچسپی ہوگی اسلئے اس سے بہتر حیلہ جنگ میسر نہیں آسکتا تھا۔ ۱۲ جولائی کو ایمس میں کاونٹ بینیڈیٹی کو ڈیوک ڈی گرامونٹ کا ایک تار وصول ہوا جس میں شاہ پروشیا سے اس امر کا مطالبہ کرنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ آئندہ پھر کبھی وہ لیوپولڈ کے مسئلہ امیدواری کو

لے کاغذات پارلیمنٹ LXX سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۹ وغیرہ

معرض بحث میں لانے کا اذن نہ دیگا۔"

ٹیلگرام ایمس کا قصہ

۱۳ر جولائی کے سہ پہر میں بسمارک رون اور موٹ لٹکے، برلن کے ایوان صدر اعظم میں یکجا بیٹھے ہوئے تھے شہزادہ لیوپولڈ کی دستکشی گویا پروشیا کی نگونساری تھی جیسے پیرس میں ہبانگ دہل مشتہر کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے اسوقت یہ تینوں ملول ومحزون ہو رہے تھے۔ ان کو اسبات کا بھی اندیشہ تھا کہ شاہ ولیم کی صلح جو طبیعت کہیں مزید مراعات پر نہ اسے مجبور کردے اور اسطور پر پروشیا نے فرانس کے خلاف جس ناگزیر جنگ کی طیاری کی تھی اسکا کل سامان بیکار ثابت ہوا اور اس طور پر ایک بہترین موقع بھی ہاتھ سے نکلجائیگا۔ دفعتاً ایک تار وصول ہوتا ہے، یہ شاہی تار تھا جو ایمز سے صادر ہوا تھا اور جسمیں اسی روز صبح کو فرانسیسی سفیر کے ساتھ شاہ کی جو ملاقات ہوئی تھی اس کا تذکرہ تھا۔ بنیڈیٹی کی استدعائے ضمانت کو شاہ نے نہایت استقامت اور متانت کے ساتھ مسترد کردیا تھا۔ سفیر کی اس گذارش پر ۴۶۶
کہ وہ بار دیگر شرف نیاز حاصل کرنا چاہتا تھا بادشاہ نے اپنے اےڈی کانگ کی معرفت یہ سنجیدہ پیام بھیجدیا کہ اب موضوع بحث کو ختم تصور کرنا چاہیئے۔ بالآخر بسمارک کو یہ اختیار دیدیا گیا تھا کہ اگر وہ قرین مصلحت سمجھے تو اس پیام کو شائع کردے۔ صدر اعظم کو موقع ہاتھ آیا۔ شاہی مراسلہ میں گو اصلی واقعات بالکل واضح تھے تاہم اسمیں اشتباہ و تذبذب کا شائبہ پایا جاتا تھا جس سے مزید گفت وشنید کا امکان ہوسکتا تھا چند سطروں کے نکال دینے سے، عام مفہوم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی تھی لیکن پیام کے لب ولہجہ میں یقیناً ایک بیّن فرق پیدا ہوجاتا تھا۔ بسمارک نے موٹ لٹکے سے مخاطب ہوکر دریافت کیا کہ وہ ایک ناگہانی جنگ کے خطرہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے آمادہ تھا اور اس کا جواب اثبات میں پاکر اسنے نیلی پنسل لیکر تار کے مختلف حصص پر خطوط کھینچدئے۔ الفاظ میں کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں کی گئی لیکن اب بھی پیغام بجائے اس کے کہ وہ ایک سلسلۂ گفت وشنید کے جو زیر بحث تھا، ایک قطعی اور فیصلہ کن صورت میں نظر آنے لگا۔ اہل فرانس کے میلان اور افتاد طبع کے لحاظ سے یہ محض قطعی اور فیصلہ کن ہی نہ تھا بلکہ اہانت انگیز

اور ذلت آمیز بھی تھا جس کی اشاعت کے معنی جنگ ہی کے ہو سکتے تھے [۱]
۱۴ جولائی کو تار کے شائع ہونے کی خبر پیرس میں وصول ہوئی، جسکا انجام بسمارک کی توقعات کے مطابق ہوا۔ کابینہ وزارت کے بیشمار اکین جو صلح کی موافقت میں تھے آرائے عامہ کے بے پناہ سیلاب میں آگئے نپولین نے بھی طوعاً و کرہاً اپنے وزرا اور ملکہ کی عرض و معروض کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ موخر الذکر کو یہ توقع تھی کہ اس کے جگر گوشہ کے لئے تاج و تخت کو محفوظ اور برقرار رکھنے کا تنہا وسیلہ اگر ایک کامیاب جنگ نہ تھی تو کم از کم اس کی بہترین صورت ہونے میں تو کلام نہ تھا۔ اس روز ۱۴ جولائی کی شام کو اعلان جنگ پر دستخط ثبت ہوئے۔ دوسرے روز مجلس سینانت میں اس امر کا اعلان کیا گیا کہ حکومت نے افواج محفوظہ کو طلب کر لیا تھا اور فرانس کی غرض و غایت اور اس کی عزت و ناموس کی نگہداشت کے لئے مناسب تدابیر اور وسائل عمل میں لانے کے لئے آمادہ ہے اسی روز ۱۵ جولائی کو شاہ ولیم برلن واپس آیا۔ جنگ کے متعلق صلاح و مشورہ کرنے کے بعد شمالی جرمن عہدیت کی افواج کو فی الفور مجتمع ہونے کا حکم نافذ کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وفاقی پارلیمنٹ کے اجلاس کے لئے ۱۹ تاریخ مقرر کر دی۔ انگلستان ۴۶۷
نے صلح و عافیت قائم رکھنے کی ایک آخری کوشش اور کی اور فصل بست و سوم متعلق صلح نامہ پیرس کی رو سے "توسط و وساطت" کی تجویز پیش کی [۲] لیکن فرانس اور پروشیا دونوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور جنگ کے لئے پانسے پھینک دیے گئے۔

فرانسیسی نظام لشکر آرائی

اب ہر چیز کا دار و مدار جنگ کے ابتدائی حالات پر تھا۔ فرانسیسی نظام لشکر آرائی یہ تھا کہ ان کی افواج کا جو اصلی اور بیشتر حصہ تھا اسے جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہونے کے لئے بالائے رائن پر مجتمع کر دیا گیا۔ توقع یہ تھی کہ وہ ہی ایک فتوحات میں آسٹریا اور اٹلی کے متزلزل

---

[۱] خود بسمارک کے بیان کے متعلق ملاحظہ ہو بسمارک جلد دوم صفحہ ۹۵

[۲] گرینویل بہ لائنس وغیرہ ۱۵ جولائی ۱۸۷۰ء کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۰ء صفحہ ۵۷

حکمت عملی متیقن ہو جائینگی، اور جنوبی جرمن مملکتیں فرانس کی صف میں داخل ہو جائینگی لیکن فرانسیسی حکومت نے نہ خود اپنی طیاری کا اندازہ لگایا تھا اور نہ اسے جرمنی کی ان طیاریوں کا احساس تھا جو ایک ایسی مہم کیلئے بہمہ وجوہ مکمل ہو چکی تھیں جس کا مدت سے خیال چلا آتا تھا۔ فرانسیسی مدبّروں کے نظام حکمت کا مدار فرانسیسی سپاہ کی انتہائی استعداد و اہلیت پر تھا، دوسری طرف فرانسیسی سپہداروں کو طاقتور حلیفوں کے اشتراک عمل پر بھروسا تھا۔ چند ہی دنوں میں یہ دونوں واہمے زائل ہو گئے جس چیز کا سب سے پہلے انکشاف ہوا وہ سیاسی تعلقات کے اعتبار سے فرانس کا بالکل یکہ و تنہا رہ جانا تھا۔ جنگ کے متعلق قطعی اور آخری فیصلہ ہوتا تھا کہ بسمارک نے اس عہد نامہ کا مسودہ شائع کر دیا جو بینڈیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور جس کی رو سے لگسمبرگ کا الحاق فرانس سے ہونا طے پایا تھا۔ بینڈیٹی کی ساری دلیل و حجت کہ یہ خود بسمارک کا لکھایا ہوا تھا بے سود ثابت ہوا۔ فرانس کی دیرینہ حرص و آز کا اسمیں نہایت نمایاں طریق سے انکشاف ہو رہا تھا جس سے دوسرے درجہ کی ساری مملکتیں خوف زدہ ہو گئی تھیں اور جس کی بنا پر

بلجیم کی غیر جانبداری کی ضمانت کیجاتی ہے

انگلستان نے بلجیم کی قطعی و کلی غیر جانبداری کا مطالبہ کیا جس پر بالآخر ۸ رکو برلن میں ۱۱ اگست کو پیرس میں دستخط ثبت ہو گئے کاونٹ بوئیسٹ نے فوراً اس امر پہ احتجاج کر کے کہ فرانس نے اپنے آپ کو نہایت بُرے طور پر قصوردار ٹھہرایا ہے، ۲۰ جولائی کو آسٹریا کی غیر جانبداری کا اعلان کر کے اس توقع کو بھی فنا کر دیا جو آسٹریا کے اشتراک عمل سے وابستہ تھی ۲۳ رکو روس نے بھی یہی اعلان کر دیا جس کے الفاظ کچھ اس قسم کے تھے کہ اگر آسٹریا نے کبھی فرانس کی اعانت کی تو پھر روس الگ تھلگ نہ رہ سکے گا، ۴۶۸
انگلستان اور روس کے دباؤ سے ۵ ارکو ڈنمارک نے بھی اپنی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ اسی دن اٹلی نے بھی اسی شاہراہ پر قدم رکھدئے۔ اسی زمانہ میں آسٹریا اور اٹلی میں یہ معاہدہ بھی ہو گیا کہ اگر فرانس جنوبی جرمنی پر حملہ آور ہوا تو دونوں مشترک طور پر اسکا تدارک کرینگے۔

جرمنی کا نظامِ لشکر آرائی

لیکن جنگ کے ابتدائی دور میں جس حیرت انگیز طریقہ سے تمام مراحل طے ہوئے ہیں یہ اندیشہ ہی نہ تھا کہ اس قسم کی

ضرورتیں کبھی پیش آئینگی۔ سنہ ۱۸۶۹ء کے سرما میں مولٹکے نے ایک نہایت مکمل نظام جنگ مرتب کر دیا تھا جس کے ماتحت آغاز جنگ میں ۳ لاکھ افواج وسط رائن کے طول میں اس مقصد سے صف آرا ہونے والی تھیں کہ اگر جنوبی جرمنی پر کوئی حملہ ہوتا تو یہ اس کے بازو پر ٹوٹ پڑتیں۔ یا بصورت دیگر پیشقدمی کرکے فرانس میں داخل ہو جاتیں۔ اس انتظام کا ادنیٰ سے ادنیٰ پہلو بھی مکمل کر دیا گیا تھا۔ افواج کے اجتماع کا جس روز حکم نافذ ہوا ہے اسکے اٹھارہ دن کے بعد (۱۶ر جولائی) جرمن افواج اپنے تمام سامان نقل و حرکت کے ساتھ مقامات متعینہ پر مجتمع کر دی گئی تھیں۔ انشٹائن مٹز کی سرکردگی میں دریائے سار کے متوازی سارلوئی تک ۵۰۰،۸۰ افواج، فوج اول کے لقب سے صف بستہ تھیں۔ اسکے مشرق میں (Saarbrucken) رسار بریوکن سے گذرتی ہوئی سارلوئی سے سارگیمنڈ (Saargemund) تک "سرخ شہزادے" فریڈرک چارلس کی تحت میں دوسری فوج پھیلی ہوئی تھی، جنوبی جرمن کی محافظت کے لئے ۲ لاکھ کی تیسری فوج ولیعہد پروشیا کے زیر نگرانی، (Landau) لانڈاؤ اور (Carlorube) کارلسروہے کے درمیان مجتمع تھی ۲ر اگست کو شاہ ولیم مائنس میں وارد ہوا دو دن بعد وار دگیر کا ہر پہلو مستعد نظر آنے لگا۔ جرمن نقل و حرکت کی وہ روانی و انتظام جس کی صرف کسی مشین سے توقع کیجا سکتی تھی اسوقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ جب اسکا مقابلہ فرانسیسی افواج کی ابتری اور بدنظمی

فرانسیسیوں کی بے سامانی

سے کیا جاتا ہے۔ نپولین کا انتظام عمل یہ تھا:۔ اس نے ڈیڑھ لاکھ افواج مٹز میں اور ایک لاکھ اسٹراسبرگ میں مجتمع کر دیا تھا اور افواج کے ہمراہ دریائے رائن کو ناکساؤ سے عبور کرنے کا ارادہ تھا پچاس ہزار سپاہ محفوظ (Chalons) شالون میں متعین تھی۔ دوسری طرف غنیم کی توجہ منتشر کرنے کے لئے تیس ہزار افواج سمندر ڈنمارک میں اتار دیجانیوالی تھیں۔ لیکن ۲۸ر جولائی کو جس وقت شہنشاہ مٹز میں وارد ہوا ہے اسے صرف ایک لاکھ تیس ہزار افواج ملیں۔ دوسری طرف اسٹراسبرگ میں پوری حربی طاقت کے لئے جو تعداد متعین تھی اسمیں بیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ کی کمی تھی اسکے ساتھ ہی ساتھ لشکروں کے جمع ہونے میں یوں بھی تاخیر ہو رہی تھی کہ فوج کے ۶۹ء

ہر شعبہ میں انتہا کی ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی ۲ ر اگست کو اس ڈویژن نے جو فروساڈ کی تحت میں تھا سار بریوکن کی طرف نقل و حرکت شروع کی اور یہیں سے جنگ کی ابتدا ہوئی اس مقام کو جرمنی کی مختصر افواج نے ایک جانبازانہ مقاومت

واقعات سار بریوکن ۲ ر اگست

کے بعد خالی کر دیا۔ اس کی اطلاع پیرس کو اس حاشیہ کے ساتھ دی گئی کہ یہ ایک زبردست فتح تھی جس کی اہمیت یوں بڑھ جاتی تھی کہ اس محاربہ میں پروشیا کے ولیعہد کو انہیں اصطباغ آتشیں نصیب ہوا یہ آخری فتح تھی جو فرانسیسی سلطنت کو نصیب ہوئی! اس جنگ کا اولیں اہم محاربہ ۴ ر اگست کو وائسنبرگ میں پیش آیا جسمیں میدان جرمنوں کے ہاتھ میں رہا اور جو اسطور پر اور معنی خیز ہو جاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی کمان پروشیا کے ولیعہد کے ہاتھ میں تھی۔ یہ فوج زیادہ تر صرف بویری اور دوسری جرمن افواج سے مرکب تھی۔ ۵ ر اگست کو پہلی اور دوسری افواج نے بھی پیشقدمی کر کے دریائے سار کو سار بریوکن سے عبور کیا اور دوسرے ہی دن (Spicheren) سپی خیرن کی بلندیوں پر حملہ کر کے قابض ہو گئیں۔ اسی ۶ ر اگست کو ولیعہد نے مارشل میکموہن کی ۴۵ ہزار فوج پر جو وورت میں پڑی ہوئی تھی حملہ کیا اور ایک نہایت خونریز محاربہ کے بعد اسے پورے طور پر سر کر لیا۔ حرب و ضرب کی ابتدا سے ایک ہی ہفتہ کے اندر اندر وہ فرانسیسی افواج جو جنوبی جرمنی کو مغلوب

وائیسن برگ اور وورتھ کے محاربات

کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئی تھیں (Chalons) شالون اور مٹز کی سمت پورے طور پر پسپا ہو رہی تھیں [۲] جرمن فتوحات کے سیاسی نتائج، حربی نتائج سے زیادہ وقعت رکھتے تھے۔ اب اس تنازع میں آسٹریا یا اٹلی کی کسی قسم کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا اور لارڈ گرنویل

جرمن فتوحات کے سیاسی نتائج

[۱] ملاحظہ ہو مارٹن کی تاریخ فرانس جلد ہفتم صفحہ ۵۰۔

[۲] اس جنگ کی سب سے معتبر اور قابل قبول نیم سرکاری تاریخ "جنگ فرانس و جرمنی" ہے جسکے لکھنے والے متعدد ہیں اور جسکے مترجم میجر جنرل جے۔ ایف۔ موریس سی۔ بی۔ ہیں۔

کو اپنے اس منصوبہ کو عمل پذیر بنانے کا امکان حاصل ہوگیا کہ دائرۂ جنگ صرف محاربین ۴۷۰
تک محدود رکھا جائے انگلستان کی تحریک پر "غیر جانبداروں کی" ایک لیگ قائم کی گئی
غیر مصافی دول میں سے صرف آسٹریا ایسا تھا جو شرکت سے علٰحدہ رہا جس کی رو سے
یہ طے پایا کہ کوئی سلطنت اسوقت تک اس جنگ میں مداخلت نہیں کرسکتی تھی جبتک
کہ وہ غیر مصافی حکومتوں کو اپنے طرز کی تبدیلی کی تحریری اطلاع نہ دیدے[ل] اس سے
اگر ایکطرف بظاہر ہر ایک حکومت کو شرکت و مداخلت کی آزادی تھی تو دوسری طرف یہ
ممکن ہوگیا تھا کہ چالاک مدبّروں کے تصرف سے دول یورپ کی مشترکہ مداخلت
کا سدباب کیا جاسکتا جس سے انگلستان یوں خائف تھا کہ ممکن ہے ایک
یوروپین کانگرس قائم ہو جائے جسمیں روس کا پیش پیش رہنا یقینی تھا اور صلحنامہ
پیرس ۱۸۵۶ء پر نظر ثانی کرنے کے سلسلہ میں مشرقی مسئلہ معرض بحث میں آجائے۔

معائب و نوائب کے پہلی جھڑپ نے فتح و ظفر اور نام و نمود کی اس جنت نظر
کو جو پیرس کے پیش نظر تھے کرب و غضب کا محشرستان بنادیا۔ آلیویئر کی لبرل
وزارت جسے اسکی طبع سلیم کے خلاف شرکت جنگ پر مجبور کیا گیا تھا نذر طوفان
ہوگئی۔ اب کاونٹ پالی کاؤ نے اس اعتبار و اعتقاد کو جو رعایا کے دلوں سے اُٹھ چکا
تھا بار دیگر حاصل کرنے کے لئے ایک دوسری حکومت کی بنیاد ڈالنے کا عزم کیا۔
اس کے ساتھ ہی ساتھ فوج کی قیادت لے بف کے بجائے مارشل بازین کے سپرد
کیگئی اور خود نپولین کی جگہ زمام حکومت عملاً بحیثیت متولیہ سلطنت ملکہ کے ہاتھ
میں آگئی لیکن سلطنت کا حفظ و قیام اب اُن سیاسی تغیرات پر نہ تھا جو پیرس میں
نافذ کئے جاتے۔ اب ہر چیز کا مدار جنگ کی رفتار پر تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا

۶ر اگست کے بعد رفتار جنگ

فیصلہ ۵ و ۶ر اگست کی فتوحات سے نہیں ہوا تھا (Chalons)
شالوں کی افواج ابھی بالکل صحیح و سالم تھیں بازین کے زیر کمان
مٹز میں اب بھی مسلم ایک لاکھ ستر ہزار فوجیں موجود تھیں اور
اب بھی اگر وروون جا کے دوسرے مقام پر میکموہن اُن سے آکر ملگیا تو جرمن پیشقدمی

[ل] گرینویمی بہ لائنس ۱۶ر اگست ۱۸۷۰ء کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۱ء صفحہ ۵۴

دوسرے خط مدافعت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوسکتی تھی۔ نظر براں اب جرمنوں کا یہ مقصد تھا کہ اس اجتماع کا سدباب کیا جائے اور بشرط امکان بازین نسے کے راستہ میں حائل ہو کر اس کا شنز میں نرغہ کرلیں۔ پروشیا کے مستقر جنگی میں ایک ایک لمحہ صرف میں لایا جارہا تھا۔ ۱۸ اگست کو افواج پروشیا کے بائیں بازو نے ولیعہد کی سرگردگی میں کوہ دوژ کو عبور کیا اور اس کی متوازی اور دوسری افواج نے اندرونی خطوط پر امٹنر کی جانب دریائے موزیل کی سمت پیشقدمی کرکے نصف دائرہ بنالیا اس ترکیب و تدبیر سے جرمن اپنے وسیع اور بسیط لشکر کے ساتھ، فرانسیسی خط مراجعت کے مقابل آگئے۔ موخرالذکر نے ورڈون کی سمت پسپا ہونا شروع کردیا تھا۔ لیکن ۱۴ اگست کو فون ڈیر گوشنر نے کولومبی ایرنش ان پر حملہ کردیا جہاں گو ان پر کوئی قطعی فتح حاصل نہ ہوسکی تاہم اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ ان کے پسپا ہونے میں آہستگی پیدا کردی یہاں تک کہ جرمنوں کی اصلی جماعت آن پہنچی اور فرانسیسی افواج کی واپسی ناممکن ہوگئی۔ اس کا انجام ۱۶ اور ۱۷ اگست کے وہ خونریز محاربے تھے جو ویون ویل، مارسلاٹور اور گراویلوٹ میں پیش آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیوں کا وہ منصوبہ جو اجتماع افواج سے متعلق تھا درہم برہم ہوگیا اور ایک لاکھ ستر ہزار افواج کے ساتھ بازین مٹنر میں محصور ہوگیا بازین کو واپس ہونا ناممکن تھا تو اس سے میوز پر ملجانے کیلئے مکموہن شالون (Chalons) سے روانہ ہوا۔ ولیعہد نے تعاقب کیا لیومانٹ میں فرانسیسیوں کو ہزیمت ہوئی اور میکموہن، سیڈان کی طرف مائل ہونے پر مجبور ہوا

جنگ سیڈان یکم ستمبر ۱۸۷۰ء

یہاں یکم ستمبر کو سلطنت کا آخری محاربہ وقوع پذیر ہوا۔ ایک ہولناک معرکہ کے بعد فرانسیسی افواج کو شکست ہوئی۔ غنیم کی برتر اور بے پناہ گولہ باری نے فرانسیسی افواج کو سیڈان میں محصور کرلیا اور بالآخر ان کو ہتھیار ڈالدینے پڑے۔ نپولین میدان کارزار میں اجل کی طرف سے مایوس رہا تو اسے اپنی تلوار بنفس نفیس شاہ پروشیا کے حوالے کردی۔

جنگ کا پہلا باب تسخیر سیڈان پر ختم ہوا اور اگر اس تسخیر کا سبب محض حکمرانوں کے منصوبے ہوتے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ جنگ بھی ختم ہوجاتی لیکن بقول سوریل سنہ ۱۸۷۰ء کی جنگ نے اس حقیقت کو ثابت کردیا کہ قوموں کے مناقشات

باعتبار نوعیت، ان مناقشات سے کہیں پیچیدہ ہوتے ہیں جن میں فریقین کی حیثیت سلاطین کی ہوتی ہے اور اصول میں بجائے اس کے کہ سیاسی صحیفۂ اخلاق کی تہذیب یا ترقی کا موجب ہو، نوع انسانی کو بہیمیت اور بربریت کی طرف مائل کرتا ہے[1]،، نپولین نے اس معاملہ میں نہایت احتیاط برتی تھی اور شاہ پروشیا پر یہ حقیقت واضح کر دی تھی کہ وہ جس تلوار کو حوالہ کر رہا تھا وہ فرانس کی نہ تھی۔ یہ ۴۷۲
ایک بیان واقعہ تھا جس کی تصدیق اہالیان فرانس نے کر دی اگست کی ہزیمتوں کے بعد سلطنت نہایت دقت سے برقرار رکھی جا سکتی تھی لیکن سانحۂ سیڈان نے اسے غیر ممکن بنا دیا تھا اس خبر کا پیرس پہنچنا تھا کہ ایک ایسا انقلاب رونما ہوا

زوال سلطنت

جس نے سلطنت کے رہی سہی ناتواں بنیادوں کو بھی فنا کر دیا۔ رات کے بارہ بجے ایوان مقننہ کا جلسہ منعقد ہوا۔ ژیول فاور نے یہ تحریک پیش کی کہ بادشاہ معزول کیا جائے۔ مخالفت میں ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی (Thiers) تی ایر نے اس توقع سے کہ اسطور پر خاندان اربینس کے لئے راستہ صاف ہو جائیگا، یہ تحریک پیش کی کہ ایوان ایک ہنگامی حکومت قائم کر دے اور ایک مجلس دستور ساز جلد سے جلد منعقد کیجائے۔ قبل اس کے کہ اس پر رائے لیجائے ایک مجمع عام نے ایوان پر حملہ کر دیا۔ نائبین پیرس نے جن کی سربراہی فاور اور لیونگامبیٹا کر رہے تھے ایوان بلدیہ پہنچکر جمہوریہ کا اعلان کر دیا۔ ملکہ نے ہر رفاقت سے محروم رہ کر انگلستان جا کر پناہ لی اب جنرل تروشیو

حکومت تحفظ ملی

کی سربراہی میں ایک حکومت تحفظ ملی قائم ہوئی ژیول فاور کو وزارت خارجہ اور گامبیٹا کو وزارت داخلی سپرد کی گئی۔ موقع کی نزاکت کا خیال کر کے تی ایر نے حکومت جمہوریہ کے اصول کو منظور کئے بغیر جدید حکومت کو تسلیم کر لیا اور اپنے دوستوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ اسی پر کاربند ہوں اس کے ساتھ ہی ساتھ ۶ ستمبر کو فاور نے ایک گشتی مراسلہ تمام دول یورپ کے پاس بھیجا جس میں اس نے سلطنت کے درہم برہم ہونے کے وجوہ جواز اور

[1] سورل باب اول صفحہ ۲۶۲

یہ حقیقت بلیش کی تھی کہ چونکہ نپولین بذات خود اس جنگ کا ذمہ دار تھا اسلئے اب جبکہ اسے زوال نصیب ہوچکا تھا سلسلۂ جنگ قائم رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی اس نے تحریر کیا تھا، شاہ پروشیا نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ فرانس سے نہیں بلکہ نپولین سے برسرپیکار تھا، ہم صلح کے جویا ہیں لیکن اگر وہ اس ناروا جنگ کو جاری رکھنا چاہتا ہے تو ہم آخر تک لڑینگے، ہم ارض فرانس کا ایک چپہ یا قلعہ جات فرانس کا ایک سنگریزہ بھی حوالے کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

٦٣ جرمن مستقر جنگی میں ایک لمحے کے لئے یہ توقع کیجا چکی تھی کہ فتح سیڈان کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوجائیگا لیکن اس مخالفانہ اعلان نے اس توقع کو پورے طور پہ فنا کردیا بسمارک پر یہ حقیقت واضح کرنے کے لئے کہ خود اہالیان فرانس اس جنگ کے کسی طور پر خواہشمند نہ تھے، موخر الذکر کا میلان طبع ادھر کئی سال سے نہایت نمایاں اور واضح تھا اور یہی نہیں بلکہ اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ شکست کھا جانے کے بعد موقع پاکر تجدید جنگ کرنے سے احتراز کرینگے اور بسمارک یہ عزم کرچکا تھا کہ صلح محض ایسی مقبوضات کے حصول پر ہوسکتی تھی جس سے جرمنی کو یقین ہوجائے کہ آیندہ جنگ کی ابتدا نہ کیجائیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ معرکۂ سیڈان کے بعد ہی اس امر کا فیصلہ کرلیا گیا تھا کہ السا س، لورین اور قلعہ جات میٹز اور اسٹراسبرگ کی حوالگی صلح کی شرط لازم قرار پائیگی اور ان حالات کے ماتحت ولیعہد کی اس یلغار میں جسکا رخ پیرس کی جانب تھا کسی قسم کی تاخیر یا تعویق کو دخل نہیں دیا جارہا تھا۔ ۱۹ ستمبر تک ایک لاکھ سینتالیس ہزار افواج اور ٦۲۲ توپیں دارالسلطنت کے سامنے آچکی تھیں اور جرمن مستقر جنگی مضافات پیرس میں قائم ہوچکے تھے۔

اب جنگ نے ایک دوسرا پہلو اختیار کیا جسمیں فرانس کو یہ ثابت

لہ شاہ ولیم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی تھی، لیکن صرف اسقدر کہ جرمن فرانس کے مرتب اور باسلیقہ شہریوں سے نہیں بلکہ فرانسیسی افواج سے مصروف پیکار تھے۔

کر دکھانا تھا کہ اسکی حکومت میں خواہ کسی قسم کی ابتری اور خرابی کیوں نہ سرایت کر گئی ہو اہالیان فرانس کے روایتی جذبۂ وطن پرستی اور شجاعت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ملک کی حالت وحیثیت ایسی نہ تھی کہ اس پر ناگفتہ بہ ہونے کا اطلاق ہوسکتا۔ افواج فرانس کی شکست وریخت ہوچکی تھی یہ صحیح لیکن غنیم کی وہ چار لاکھ افواج جو میٹز سے عہدہ برآ ہورہی تھیں بالکل ساکت اور بیکار تھیں اور تقریباً اسیقدر پیرس کا سامنا کرنیکے لیئے درکار تھیں۔ اس طور پر اگرچند مہینوں تک بھی ان دونوں مقامات نے داد مقاومت دی، توان کو نجات دلانے اور ایک دوسرے سے ملکر جرمنوں کو ارض فرانس سے نکالدینے کے لئے جنوب سے تازہ دم افواج کا فراہم کرلینا ممکنات سے ہوجائیگا۔ لیکن ان دونوں افواج کا ملانا ایک ایسی حکومت کے بس کا نہ تھا جو پیرس میں محصور تھی اسلئے فیصلہ یہ کیا گیا کہ حکومت کا ایک دوسرا مرکز جنوب میں قائم کیا جائے۔ قبل اسکے کہ غنیم کی

حکومت کا قیام تورس میں

افواج پیرس کو پورے طور پر اپنے حلقہ میں لےلیں (M.Cremieux) موسیو کرسے بیولے ویگر تین ارکین وزارت کے ہمراہ دارالسلطنت کو خیر باد کہا اور تورس میں آکر نظام حکومت قائم کردیا ابتداءً یہ ترکیب اور آزمائش ناکامیاب رہی کرسے میو ایک ایماندار شخص اور اچھا قانون داں تھا لیکن اسمیں حکمرانی کا ملکہ نہ تھا اور ابتدا ہی سے اس کا اختیار واقتدار معرض بحث میں رہا۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ ایک جماعت مفرقین قائم ہوگئی اور (Toulouse) ٹولوز نے خود مختار بلدیہ کے نام پر لال جھنڈا بلند کردیا۔ ۷۴سہ
میبانٹس میں ایک جنوبی لیگ قائم کردینے کے لئے تیرہ صوبوں کے نمائندے جمع ہوئے، دوسری جانب مغرب میں ان صوبوں نے جنکا تعلق شاہ پسندوں سے تھا اسی قسم کی لیگ قائم کرلی شروع کردی اب اگر یہ منظور تھا کہ پیرس کی شجاعت شہامت بالکل رائگاں ہی نہ ہو تو پھر حکومت کے لئے ایک زبردست ناخدا کا وجود لازمی تھا۔ ضرورت نے

مردے از غیب بروں آید وکارے بکند

کی مثل ثابت کر دکھائی۔ ۷ اکتوبر کو گامبیٹا نے ایک غبارہ میں بیٹھکر پیرس

گامبیٹا حاکم مطلق کی حیثیت میں

سے راہ فرار اختیار کی اور بعافیت تمام تورس پہنچکر عنان نظم ونسق پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لے لی جہاں صلح کوشی اور دل جوئی میں کامیابی نہوئی تھی وہاں اس کی پر جوش وطن پرستی اور شدید قوت ارادی کامیاب ہوئی فرانس نے ایکبار پھر محسوس کیا کہ جو دست وبازو اس کی حمایت کر رہا تھا وہ تاب وتوانائی کا بھی حامل تھا۔ افتراق ونفاق اب کافور تھا، حاکم مطلق کی صدائے دعوت پر تمام ملک نے لبیک کہی اور نشان جمہوریت یعنی علم سہ رنگ کے سایہ میں آگیا گامبیٹا کا نظام عمل نہایت سنجیدہ تھا لیکن اول تو مٹنر میں بازین نے غداری کی، دوسرے بسا اوقات خود اس کی شدید قوت ارادی سرداران فوج کے کاموں میں نہایت ناروا طور پر مخل ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامیابی نصیب نہوئی حربی بندوبست کے لئے فرانس چار اضلاع میں تقسیم کیا گیا جس میں مرکز کی حیثیت لیل، لے مان، بورژ، (Besancon) بسان سون کو حاصل تھی، ہر ضلع کی فوج اور اس کا کماندار علیحدہ تھا یہ فوجیں پیرس کے نجات دلانے کے لئے مخصوص تھیں۔ ترکیب یہ تھی کہ اس میں سے کچھ تو غنیم کو پریشان کرتی رہیں اور اس کے طویل سلسلۂ رسد ورسائل میں رخنہ ڈالیں اور کچھ اس کے مخصوص حصۂ فوج پر براہ راست حملہ آور ہوں۔ ابتدائے اکتوبر میں جرمنوں نے یہ دریافت کرلیا تھا کہ فوج کا ایک بڑا حصہ بورژ اور اس کی مضافات میں جمع ہو رہا تھا۔ مولٹکے نے جنرل دون ڈیرٹان کو یہ حکم دیا کہ وہ محاصرہ کرنے والی افواج کے کچھ حصہ کو پیرس سے ہمراہ لیکر ارلینس پر حملہ کرکے قبضہ کرلے، اور اسکے بعد بورژ کے سلحخانے مسلح اور ذخائر حرب کو تباہ کردینے کے لئے دریائے لوار کو عبور کرے، اس پیش بندی کا پہلا حصہ کامیاب رہا۔ ۱۱ اکتوبر کو بیرون
۴۷۵ ارلینس۔ فرانسیسی سپاہ کو شکست ہوئی۔ اور شہر پر قبضہ ہوگیا لیکن اس لشکر سے عہدہ برا ہونے کے لئے جس کو اس نے دریا کے دوسری طرف جمع پایا۔ جرمن کماندار کے پاس کافی فوجی طاقت نہ تھی ۲۷ ستمبر کو اسٹراسبرگ مسخر ہوگیا۔ اب اس فوج کو جو جنرل وردر کے تحت میں، تسخیر اسٹراسبرگ کے بعد (۲۷ ستمبر) آزاد

ہو چکی تھی حکم دیا گیا کہ وہ دان ڈیرٹان کی کمک کے لئے آگے بڑھے۔ قبل اس کے کہ جنرل ورڈر اس حکم کی تعمیل میں کوچ کرتا تسخیر مٹز سے افواج کی ایک نہایت کثیر تعداد خالی ہو چکی تھی اس لئے جنرل ورڈر کی اس ڈویژن کو جو نسبتاً مختصر تھی ملک کے ایک حصہ سے گذرنے سے باز رکھا گیا جو مخالف تھا؛

تسخیر مٹز، ۲۷ اکتوبر

بازین کی غداری، خود اس کے قول کے مطابق یہ تھی کہ اس نے اگر ان اغراض و مقاصد کو نہیں جو اس کے ذاتی مفاد سے متعلق تھے۔ تو اپنی سیاسی جماعت کے مفاد کو ملک کے اغراض و مقاصد پر ترجیح دی۔ ابتدا ہی سے اسکا طرز عمل مشتبہ تھا اور سانحہ سیڈان کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی تھی کہ اس کی توجہ دو طرف منقسم تھی ایک تو جرمن غنیم تھا جو بالکل گویا دروازہ پر کھڑا تھا، دوسرا وہ خانگی دشمن جو پیرس اور ٹورس میں برسر اقتدار تھا۔ فرانس کی طرف سے اس پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اس صف کو توڑ کر نکل جانے کی پوری کوشش کرتا جس کی وجہ سے فرانس کی وہ تنہا بقیہ باقاعدہ فوج جو اس کے تحت میں تھی بالکل مقید ہو رہی تھی لیکن اس نے بالکل بے کار رہنا پسند کیا اور محض اس خیال سے اپنا تمام وقت غنیم سے صلح کرنے کے لئے ضائع کرتا رہا کہ اس طور پر وہ ایک مکمل اور مسلح فوج کا قائد اعظم بنکر فرانس کے سیاہ و سپید کا تنہا حاکم بن سکتا تھا۔ حسب معمول بسمارک نے فوراً تاڑ لیا کہ یہ آدمی کام کا ہے۔ اور اس نے اس سے کام بھی لیا۔ اس نے ظاہر کیا کہ فرانس میں اختیار و اقتدار کا کامل حقدار اگر کوئی ہو سکتا تھا تو وہ بازین تھا۔ بسمارک نے اسے ہر قسم کی سازش اور گفت و شنید میں لگا رکھا یہانتک کہ یہ موقع بھی جاتا رہا کہ محصورین کوئی کامیاب تاخت بھی کر سکتے۔ بالآخر ۲۷ اکتوبر کو بازین نے تھوڑے بہت دکھاوے کے بعد ہتھیار ڈالدئے۔ فرانس کے لئے یہ دوسرا سانحہ سیڈان تھا ایک لاکھ ستر ہزار آدمی اور بے شمار سامان جنگ غنیم کے ہاتھ لگا۔ لیکن اسکا سنگین تر پہلو یہ تھا کہ اب محاصرہ کرنے والی افواج، دوسرے مقامات کو اپنی آماجگاہ بنانے کے لئے آزاد تھیں۔ پہلی فوج کو دریائے میوز سے عہدہ برا ہونے کے لئے مان ٹوئی فل کی سرکردگی میں چھوڑ کر، دوسری فوج نے دریائے طوار پر وان ڈیرٹان

سے ملجانے کے لیئے جنوب کی طرف پیشقدمی شروع کردی - اب مشرق کی سمت
ان افواج سے عہدہ برا ہونے کے لیئے جو جنرل مکبر یلس کے ماتحت جمع ہو رہی ۴۷۶
تھیں، ورڈر آزاد تھا؛

اس جدید اور مہلک حادثہ کے مقابلے میں بھی گامبیٹا نے اپنی دیرینہ
ناقابل تسخیر قوت و صلابت کا اظہار کیا۔ ایک دوسری فرانسیسی فوج کے ضائع ہونے کی
خبر سنکر اس نے ۲؍ نومبر کو یہ اعلان کیا کہ تمام وہ لوگ جو اسلحات حرب و ضرب کے حامل
ہو سکتے تھے معرکہ آرا ہونے کے لئے جمع ہو جائیں - اس کے ساتھ ساتھ اس نے
جنرل اوریل دے پالاڈین کو جسے (General Aurelledes Paladines)
اس نے ۱۱؍ اکتوبر کی شکست کے بعد افواج لوار کا کمانڈر مقرر کردیا تھا حکم دیا کہ وہ خود

دریائے لوار پر لشکر آرائی

تیار رہے یا نہ ہو، پیشقدمی کر کے وان ڈرٹان کو اَرلینس سے
نکالدے - اب فرانسیسیوں کو صرف یہ موقع رہ گیا تھا کہ وہ
قبل اس کے کہ شہزادہ فریڈرک چارلس کا جم غفیر پہنچ سکے
غنیم کے کمزور حصہ کو شکست دیدیں - ۹؍ نومبر کو پالاڈین نے کولیمر میں جرمنوں
پر حملہ کیا اور ان کو شکست دیکر اَرلینس سے باہر نکالدیا - اگر کہیں اس فتح کے سلسلہ
میں، وہ غنیم کا تعاقب کرسکتا تو پھر پیرس کے سامنے جرمنوں کا پوزیشن خطرہ میں
پڑجاتا، اور وان ڈرٹان کی افواج میں ایک دفعہ ابتری پھیل جاتی تو پھر منتشر کا وہ
ڈویژن جو اس کی کمک کے لئے پیشقدمی کر رہا تھا، ہر ہر قدم پر شکست کھاتا - لیکن
فرانسیسی سپہ سالار اپنے ناتجربہ کار اور فوجی قواعد سے ناآشنا افواج پر بھروسہ نہ کر سکا -
اور اسطور پر اس نے اَرلیمس میں رُک کر غنیم کو از سرِ نو مرتب ہو جانے کا موقع دیدیا
اس دوران میں شہزادہ فریڈرک چارلس کی خالص افواج لڑ بھڑ کر اَرلینس اور
پیرس کے درمیان اکرجم گئیں گامبیٹا اس بات پر زور دے رہا تھا کہ دارالسلطنت
کو نجات دلانے کے لیئے ان پر حملہ آور ہونا چاہیئے - نظر براں پالاڈین جس نے
یہاں اپنی عقل سلیم کو مغلوب ہو جانے دیا، جنرل ڈروسیو سے یہ طے کر گئے کہ وہ
اس کے ساتھ ساتھ محصور افواج کو ہمراہ لیکر غنیم پر تاخت کریگا، آگے بڑھا - ۲۸؍ نومبر
اور ۴؍ دسمبر کے درمیان جو خونریز معرکے اَرلینس کے شمال میں وقوع پذیر ہوئے

ان کا انجام ایک دفعہ پھر جرمنوں کے موافق ہوا۔ افواج لوار دو مساوی حصوں میں قطع کر دی گئیں، اور ہر حصہ نے مختلف سمتوں میں راہ گریز اختیار کی اور بالآخر ۵ دسمبر کو آرلینس پر بار دیگر قبضہ ہو گیا۔ پیرس سے جو تاخت کی گئی تھی اور جس کا وقتاً فوقتاً مختلف انجام ہوتا رہا، وہ بھی اسی طور پر ناکامیاب رہی اور جنرل ڈیوکرو جس نے ۲۹ نومبر کو شمپنی کی بلندیوں پر قبضہ کر لیا تھا، ۴ دسمبر کو شہر کے اندر واپس ۴۷۷
بھگا دیا گیا۔ انھیں دنوں مان ٹوئی فل نے جو شمال میں گرم پیکار تھا، ۲۷ نومبر کو امیان کے سامنے ایک نہایت زبردست فتح حاصل کی۔ ۶ دسمبر کو روآن پر قبضہ ہو گیا اور چند ہی دنوں بعد مان ٹوئی فل کی افواج بمقام (Dieppe) ڈی ایپ سمندر کے ساحل تک پہنچ گئیں جنوری میں (General Faidherbe) فیدرب نے پیرس کو نجات دلانے کی شمال سے کوشش کی لیکن ۳ کو (Bapeaume) باپوم کی غیر فیصلہ کن جنگ میں اسکا مقابلہ کیا گیا اور بالآخر ۱۹ کو سینٹ کوئنٹن میں اسے پورے طور پر شکست ہو گئی٭

جنوب میں بھی فرانسیسی مدافعت کی جلد ہی شکست ہو گئی۔ ایک طرف جبکہ دریائے لوار کی نصف فوج کے ساتھ شانزی کو شہزادہ فریڈرک چارلس کا سامنا تھا تو دوسری طرف گامبیٹا نے اس ڈویژن کو جو بورباکی کی سرکردگی میں تھا یہ حکم دیا کہ وہ مشرق کی طرف، جرمنی میں تاخت کر کے غنیم کی توجہ منتشر کر دے۔ ابتداءً تو یہ معلوم ہوا کہ یہ ترکیب کارگر ہوگی۔ وِرڈر جو ان افواج کا مقابلہ کر رہا تھا جو گاریبالڈی کی سرکردگی میں تھیں جس کی کچھ افواج بلفورٹ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں، بورباکی کی کثیر التعداد فوج کے مقابلے میں پسپا ہونے پر مجبور ہوا لیکن اس کے ایک لفٹننٹ نے ولرسکسل میں ایک جناحی حملہ کر کے فرانسیسی پیشقدمی کو اتنی دیر کے لئے روک دیا کہ اس نے مونٹ بیلیارڈ میں ایک نہایت اور مستحکم مقام اختیار کر کے مان ٹوئی فل کا انتظار شروع کر دیا جو اسکی امداد کے لئے مارا مار چلا آرہا تھا۔ ۱۵ اور ۱۷ جنوری کے درمیان بورباکی نے اپنی فاقہ کش اور سر بازدہ ڈویژن کو جرمن محافذات سے ٹکرا ٹکرا دیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا آخر کار اس سلسلۂ حرب وضرب کو مزید عرصے تک جاری رکھنا ناممکن تصور کر کے

اس نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ ورڈر اس قابل نہ تھا کہ تعاقب کر سکتا اور بوربا کی
اس قابل نہ تھا کہ گامبیٹا کے حکم کی تعمیل میں اس تنہا اور منتشر کالم کا مقابلہ کر سکتا جو
مان ٹوئی فل کی سرکردگی میں شمال سے بڑھتا چلا آ رہا تھا فرانسیسی جنرل نے اس
توقع سے کہ وہ مکعوم کر لیانس پہنچ جائیگا پونتارلی کی طرف پسپا ہونا شروع کیا۔ لیکن اب
صورت یہ تھی کہ عقب سے ورڈر آ رہا تھا اور سامنے مان ٹوئی فل صف آرا
تھا بدنصیب جنرل نے خودکشی کا ارادہ کیا اور یکم فروری کو اس کی شکستہ اور
غیر مرتب پلٹن نے جو اب بھی اسی ہزار لشکریوں پر مشتمل تھی، جان لیکر حدود سوئٹزرلینڈ
میں داخل ہوگئے اور ہتھیار ڈالدئے شانزی کا بھی یہی انجام ہوا متعدد معرکوں میں ۴۷۸
ہزیمت کھا کر وہ رفتہ رفتہ واندوم سے پسپا ہوتا ہوا لے مان پہنچا جہاں ۱۲ جنوری
کو ایک آخری جنگ میں اسے پوری شکست ہوگئی۔ ابتدائے فروری میں فرانس
اپنے فاتحوں کے قدموں پر تھا۔

محاصرۂ پیرس کا زمانہ جرمن رہبروں کے لئے جس درجہ اضطراب انگیز
تھا، وہ محض جنگی حلقوں تک محدود نہیں تھا۔ تسخیر اشٹراسبرگ کے فوراً ہی بعد،

محاصرۂ پیرس کے دوران میں سیاسی حالات ومعاملات

۱۷ ستمبر کو السیس اور مشرقی لورین کے الحاق کا اعلان کر دیا گیا
تھا اور جرمنوں کی عظیم الشان فتوحات کے مقابلے میں یورپ
کو کسی طور پر یارائے حرف گیری نہ تھا۔ لیکن فرانسیسیوں کی
غیر متوقع قوت مدافعت اور حوالی پیرس میں وقتاً فوقتاً جرمن
افواج کے معرض خطر میں پڑ جانے سے "عہد نامجات" کے پرزہ پرزہ کر ڈالنے کے خلاف
اور یورپ کی متفقہ مداخلت کے موافق ایکبار پھر شکایت کیجانے لگی۔ حکومت تحفظ
ملی کا آخری سہارا اور بسمارک کا مخصوص اندیشہ، اسی قسم کی بیرونی مداخلت کے
اندیشہ کا امکان تھا[۱] ۱۲ ستمبر کو باوجود اس کے کہ وہ خزاں و بہار کی ستر گرو شمیں
کھا چکا تھا تی ایر نے یورپ کا سفر اختیار کیا اور مختلف ایوانہائے حکومت پر اس لئے حاضر
ہوا کہ انکے توسل سے انتخابات کے لئے کم از کم التوائے جنگ ہی کا موقع حاصل

[۱] بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۰۷ وغیرہ۔

ہو جائے۔ اس کی بہت کم ہمت افزائی ہوئی یہی وہ موقع تھا جہاں بسمارک کی دور اندیشی جس کی بنا پر اس نے روس کی خیر سگالی پہلے ہی سے حاصل کر لی تھی اپنے نتائج کے اعتبار سے ثمر آخریں ثابت ہوئی۔ یورپ کے جملہ مدبران سلطنت میں سے صرف کاؤنٹ بوسٹ کی وہ ذات تھی جو "فاتحوں کے مطالبات کو معتدل اور حسیات کی ان تلخیوں کو کم کر دینے کے لئے، جس سے مغلوبین کے بالکل پامال اور برباد ہو جانے کا اندیشہ تھا" یوروپین مداخلت کی آرزومند تھی۔ اس نے لندن میں ۲۸ ستمبر کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک متفقہ کارروائی عمل میں لائی جائے اور اسی مفہوم کو مدنظر رکھ کر اس نے آسٹرین سفیر متعینہ سینٹ پیٹرسبرگ سے مراسلت کی تھی۔ لیکن ۱۸۵۶ء کے بعد سے روس کے نزدیک یورپ کی متفقہ کارروائی کا وہ مفہوم باقی نہیں رہا تھا جو الکزنڈر اول یا نکولس کا تھا۔ اس لئے بسمارک کی طرف سے موقع حاصل ہو جانے پر اس نے فوراً ان تمام

۴۷۹ ذمہ داریوں سے انکار کر دیا جو کانگرس منعقدہ پیرس کی رو سے اس پر عائد ہوتی تھیں خواہ اس طور پر ضمناً وہ بین الاقوامی اصول بھی کیوں نہ نظر انداز ہو جاتے جسکا وہ کسی وقت اولین علمبردار رہ چکا تھا۔ ایک گشتی مراسلہ میں جو ۲۹ اکتوبر کو عہد نامہ پیرس کے تمام دستخط کنندہ حکومتوں کے پاس بھیجی گیا تھا، حکومت روس نے

مخاہدۂ پیرس کے اثنا میں سیاسی معاملات وحالات

اس امر کا اعلان کیا کہ وہ اب اس عہد نامہ کے شرائط کا اپنے آپکو پابند نہیں تصور کرتی جس کی رو سے بحیرہ اسود میں اسکا اقتدار اعلیٰ محدود ہوتا تھا۔ آگے چلکر اس پر یہ اضافہ کیا گیا تھا کہ اس امر کا تسلیم کر لینا مشکل ہے کہ وہ تحریر شدہ قوانین جن کا مدار عہد ناموں کی حرمت پر تھا اور جو حقوق عامہ اور سلطنتوں کے باہمی تعلقات کے ضوابط و قوانین کے سنگ اساس تھے اس اخلاقی تصدیق و توثیق کو قائم اور برقرار رکھے ہوئے ہیں جو کبھی پچھلے زمانہ میں موجود تھے دراصل یہ بوسٹ کے مایوسانہ

لہ (سورل جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ و ۹۱) - روس کے اس فعل سے یہ خطرہ رونما ہو گیا تھا کہ کہیں انگلستان سے اس کے سیاسی تعلقات نہ منقطع ہو جائیں معاملات متعلقہ کے تصفیہ کے لئے بسمارک

کلمۂ استعجاب کی،، کہ میری نظر سے یورپ محو ہو گیا ہے کہ نظری اور عملی تفسیر تھی آسٹریا
جسے ایکطرف روس کا خطرہ تھا اور دوسری طرف پروشیا کے روز افزوں عروج و ترقی
کا اندیشہ، ایک عجیب بے بسی کے عالم میں تھا۔ سانحہ سیڈان کو نظر میں رکھتے ہوئے
۱۰ ارستمبر کو اس نے غیر جانبداروں کی لیگ میں شرکت کر لی تھی لیکن اس سے اسکے
ہاتھ اور پاؤں دونوں اس سیاسی رسن کے اسیر ہو گئے جسے لارڈ گرینویلی نے
سریع السیر سیاسی ریشہ دوانیوں کیلئے پھیلا رکھا تھا۔ کیونکہ گلیڈاسٹون کے عہد وزارت
میں انگلستان جس بے دریغ بخشش سے صلاح مشورہ دیتا تھا۔ اسی نسبت
سے میدان عمل میں اس کے قدم سست پڑتے تھے۔ انتہائی حزم و احتیاط
کے ساتھ اپنے طرز عمل کو قائم رکھتے ہوئے، ان حالات کے ماتحت بسمارک کے لئے
یورپ کو علٰحدہ رکھنا مشکل نہ تھا۔

باوجود اس فکر کے کہ قبل اس کے کہ اس معاملے کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ
یہ تصفیہ کے لئے یوروپین کانگرس کے حوالے کیا جائیگا، بسمارک کی آرزو تھی کہ
یہ کسی نہ کسی طور پر طے ہو جائے جبتک فرانس میں مدافعت کی تاب و طاقت تھی ۴۸۰
مشکلات ناقابل عبور تھیں کیونکہ اساس یوروپین کی حوالگی کے جواب میں، جسے
پروشیا صلح کی شرط لازم قرار دیتا تھا، فرانس برابر اس امر کا اعادہ کر رہا تھا کہ
ارض فرانس کا ایک چپہ بھی حوالے نہیں کیا جائیگا۔ پھر یہ بھی تھا کہ ایک باضابطہ
حکومت موجود نہ ہونے میں کسی قسم کی معقول اور سنجیدہ گفت و شنود محض باد پیمائی
تھی، کیونکہ جیسا کہ بسمارک کا قول تھا، یہ مشتبہ تھا کہ فرانس، پیرس کے فیصلے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی تجویز پر لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جسکے لئے پروشیا نے
۲۶ نومبر کو رقعۂ دعوت ارسال کئے۔ اس خیال سے کہ معاملات فرانس نہ اٹھائے جاسکیں بسمارک
نے فاور کو شرکت کانفرنس سے باز رکھنے کیلئے "بے موقع لیکن موثر" طریقہ اختیار کیا (سورل جلد ۲ صفحہ ۱۲۵-
بسمارک جلد ۲ صفحہ ۱۵۱) روس کے مطالبات کو جبراً تسلیم کرتے ہوئے کانفرنس نے "واقعات کو اصول سے
مطابق کرنے کیلئے" ۱۷ جنوری کو ایک قاعدہ وضع کر دیا جس کی رو سے "معاہد حکومتیں دستخط کنندہ رفقا کے ساتھ
مفاہمہ کر کے اپنے معاہدہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتی تھیں" کو

تسلیم بھی کریگا یا نہیں۔ اس لئے معقول اور سنجیدہ گفت وشنید کی پہلی شرط یہ تھی کہ التوائے جنگ ہو تاکہ حکومت اس دستور ساز مجلس کے انتخاب کے لئے فرامین شائع کرسکے جو فرانس کی آئندہ حکومت کے متعلق فیصلہ کرسکتی تھی۔ ۱۸ ستمبر کو فاورے نے بسمارک سے فیریئر میں ملاقات کی۔ لیکن اشتعال پذیر فرانسیسی کی ساری فصاحت وبلاغت "آہنین صدر اعظم" پر رائگاں گئی اور جس شرط پر بسمارک گفت وشنید کرنے کیلئے آمادہ تھا وہ فرانس کے لئے اہانت انگیز ہونے کے باعث مسترد کردی گئی لیکن اس کے بعد ہی سے محاصرہ کی صبر آزما گھڑیاں شروع ہوگئیں، محصورین کی تاخت یکے بعد دیگرے ناکامیاب ہوئی گولہ باری نہایت سفاکانہ طور پر ہوتی رہی، قحط اور وبانے بے شمار جانیں تلف کردیں۔ کمک پہنچنے کی امید افزا افواہیں صرف مایوسیوں کی نذر ہوتی رہیں، اور ان سب پر طرہ، اب یہ خبر پہنچی ہے کہ ان تمام افواج میں سے جن پر فرانس کی توقعات کا مدار تھا کسی ایک کو پسماندگی نصیب نہ ہوئی! اب ہر شخص۔ حتیٰ کہ گامبیٹا نے بھی محسوس کیا کہ گفت وشنید کا موقع آگیا ہے۔ ۱۹ جنوری کو پیرس سے ایک تاخت اور کی گئی، اسکا ناکامیاب ہونا تھا کہ ارباب حل وعقد پر یہ حقیقت کھل گئی کہ سامان خورونوش صرف پندرہ یوم تک اور رفاقت ادا کرسکتا تھا۔ اور ایک ایسے بڑے شہر کے لئے سامان خورونوش فراہم کرنے میں وقت درکار ہوگا۔ ۲۳ جنوری کو فاورے نے التوائے جنگ اور حوالگی پیرس کے متعلق گفت وشنید کرنے کے لئے بسمارک سے ورسیلز میں ملنا چاہا ۲۸ کو دستاویز التوائے جنگ پر دستخط ثبت ہوئے جس کا مقصد حقیقی یہ تھا کہ مجلس ملی کے انتخاب کا موقع مل جائے اور جس کی غایت اس امر کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ جنگ جاری رکھی جائے یا شرائط صلح پیش کئے جائیں۔ اس عارضی صلح کو پروشیا نے اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ قلعہ جات پیرس اور سامان جنگ حوالہ کردئے جائیں۔ شہر پناہ کی ساری توپیں اتار لیجائیں ۴۸۱
اور پوری گارد اپنے ہتھیار ڈالدے۔ ایک نہایت نامساعد لمحہ میں فاورے ایک رعایت کا طلبگار ہوا جسکا بالآخر فرانس کو نہایت سنگین تاوان ادا کرنا پڑا یعنی محافظین ملی کو اپنی اسلحہ جات توپخانہ برقرار رکھنے کا اذن دیدیا گیا تو

حوالگی پیرس ۲۸ جنوری ۱۸۷۱ء

بسمارک کا یہ اندیشہ کہ فرانس حکومت پیرس کے فیصلہ کو تسلیم نہ کریگا ظہور پذیر نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود گامبیٹا نے عارضی صلح نامہ منظور کر لینے کی ضرورت محسوس کی گو اس نے اس امر پر صدائے احتجاج بلند کی کہ اس کا تکملہ بغیر اس کی شرکت کے ہو گیا اور اس نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مدافعت کی نئی قوتوں کو بیدار کرنے کا ارادہ کیا۔ انتخابات کے لیئے ۸ رفروری مقرر رکھی گامبیٹا نے حکومت جمہوریہ اور مخالفانہ طریق عمل کے مقاصد کو مدنظر رکھ کر ایک فرمان شایع کیا جس کی رو سے اس نے سلطنت کے عہدہ داران سابق کو حق رائے دہی سے علیحدہ کر دیا تھا۔ لیکن بسمارک کے اعتراض پر حکومت پیرس نے اسے مسترد کر دیا، گامبیٹا مستعفی ہو گیا۔ ۱۴ رفروری کو بورڈو میں جہاں افواج لوار کی اولیں تباہیوں کے بعد حکومت ثانوی نے راہ فرار اختیار کی تھی، جمعیت قومی کا افتتاح ہوا۔ حکومت تحفظ ملی نے اپنے فرائض کے اتمام و اختتام کا اعلان کیا اور تی ایر کو جس کی وطن پرستی اور بے حد کوششیں زمانۂ جنگ میں نہایت نمایاں رہی تھیں، زمام سلطنت اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔ کابینہ و وزارت کے تقرر کے بعد اس نے انجمن تحفظ ملی کو تلقین کی کہ وہ فی الحال فرانس کی آئندہ حکومت کے قیام و بقا کے معرکۃ الآرا مسئلہ پر بحث مباحثہ کرنے سے اجتناب کرے اس کے بعد اس نے مسئلہ صلح پر گفت و شنید کرنے کے لیئے پیرس کا سفر اختیار کیا ۲۶ رفروری کو صلح کی ابتدائی شرائط پر دستخط ثبت ہوئے۔

شرائط صلح پر دستخط ثبت ہوئے
۲۶۔ فروری ۱۸۷۱ء

فرانس پر الساس اور مشرقی لورین بشمول مٹز اور اسٹراسبرگ کی حوالگی اور پانچ ارب فرانک تاوان جنگ کی ادائی عائد ہوئی۔ اس عہد نامہ کی تصدیق و توثیق ہونے تک پیرس کے ایک حصہ پر جرمن افواج کا قبضہ طے پایا۔ یکم مارچ کو شاہ پروشیا جو اب جرمن شہنشاہ کی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ ۳۰ ہزار جرمن افواج کے ساتھ شانزیلیزے (Champs Elysees) سے گذرا۔ پیرس میں انکا قیام صرف ۴۸ گھنٹہ رہا۔ ۳ رمارچ کو جمعیت قومی منعقدہ بورڈو میں، عہد نامہ کی تصدیق و توثیق ہوگئی شرائط عہد نامہ یہ تھے۔ جوں جوں تاوان جنگ ادا ہوتا رہے جرمن افواج واپس

بلائی جاتی رہیں اور ایک ایسا انتظام تھا جس کے متعلق اندازہ کیا گیا تھا کہ سالہاسال صرف ہو جائینگے۔ مالی اور چند دیگر معمولی مسائل کا تصفیہ ہونا باقی رہ گیا تھا۔ ار مئی کو فرانکفورٹ میں ایک صریح اور قطعی صلحنامہ پر دستخط کر دئیے گئے۔

جنگ کی ابتدا تو نپولین نے کی تھی جو جرمنی میں پروشیا کی طاقت کو محکم اور استوار ہو لنے دینا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کی انتہا بسمارک کی توقع اور آرزو کے مطابق یہ تھی کہ جرمن قوم کے دو منتشر مساوی حصوں کے اجزا ترکیبی باہم دیگر پیوند و پیوست ہو کر، ایک زبردست طاقت میں تبدیل ہو گئے، نومبر ۱۸۷۰ء میں جرمن مملکتیں، یکے بادیگرے شمالی جرمن عہدیت میں شامل ہو گئی تھیں فرانسیسی مدافعت کی آخری شکست سے کچھ ہی قبل، بسمارک کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاہ پروشیا کے سر پر تاج شاہنشہی رکھ کر جرمن اتحاد کے قصر کی تکمیل کا وقت آگیا ہے۔ یہ تجویز بغیر مخالفت کے اتمام کو نہیں پہنچی۔ اس مسئلہ میں خود شاہ ولیم کو بھی بے حد تکلف تھا، وہ ملوکیت پروشیا کے اس اکلیل شہریاری کا جس کے ساتھ شاندار روایتیں وابستہ تھیں۔ ایسے تاج وتخت سے مبادلہ نہیں کرنا چاہتا تھا جسے وہ محض نمائشی تصور کرتا تھا۔ شاہان بویریا اور ورٹمبرگ کی مخالفت اور زیادہ قرین قیاس تھی۔ لیکن شاہ بویریا کو جو خط بسمارک نے لکھا تھا اسمیں اس حقیقت کا اظہار کر دیا تھا کہ بویریا پر جرمن شہنشاہ کا محدود اور معین اثر و اقتدار اس شاہ پروشیا کے غیر محدود اور غیر معین اثر و اقتدار سے کہیں زیادہ غنیمت اور قابل پذیرائی ہے، تھا جس کے مطالبات کی بنیاد فوجی برتری اور سامان حرب و ضرب پر تھی۔ شاہ لوئی نے اس دلیل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور خود ہی بذریعہ تحریر شاہ پروشیا پر زور ڈالا کہ وہ تاج شاہنشہی کو شرف قبول بخشے بویریا کے بعد ورٹمبرگ نے بھی طوعاً و کرہاً اپنی رضامندی دیدی۔ بالآخر شاہ ولیم نے اس ترغیب و تحریص سے مغلوب ہو جانا گوارا کر لیا، اور ۱۸ ر جنوری کو منجانب شہریاران جرمن باڈن کے گرینڈ ڈیوک نے وارسلیز کے عظیم الشان ہال میں اس کی پذیرائی شہنشاہ کی حیثیت سے کی اس لقب سے اس اقتدار یا استحقاق میں کوئی فرق نہ آیا جو جرمن عہدیت کے صدر کو حاصل تھی۔ یہ اتحاد جرمنی

کا رفیع ترین طرۂ امتیاز تھا۔ لیکن جرمنی کا اتحاد فرانسیسی ملوکیت کے مفہوم میں نہ تھا
بلکہ اس کی حیثیت حلیفی ریاستوں کی ایک جماعت کی تھی جنمیں کم و بیش ہر ریاست ۴۸۳
بجائے خود، خود مختار تھی۔ ان کی پارلیمنٹ جدا جدا تھی جن کا دائرۂ عمل ان تمام
امور پر محیط تھا جن کا شمار عہد ناموں میں بضمن "شاہنشاہی" نہیں آتا تھا اور
جو اپنی وسعت عمل کے اعتبار سے ہر مملکت میں مختلف تھی اور جس میں شہر یاروں

جرمن سلطنت

کو بحیثیت اس کے کہ وہ وفاقی مجلس کے اراکین ہوتے
تھے سلطنت کی پالیسی کو مختلف طور پہ متغیر اور متشکل
کر لینے کی کافی قدرت حاصل ہے۔ شہنشاہ کے اقتدار و اختیار کا سنگ اساس پروشیا کی
اس حربی طاقت پر رہا اور اب بھی ہے، جو تمام جرمنی پر حاوی ہے لقب شاہنشاہی
اس حقیقت کا عین مظہر بھی ہے اور پردہ پوش بھی۔

فرانس کی قسمت میں بھی، ان تباہیوں اور بربادیوں سے بالکل متغیر
ہو کر منصۂ وجود پر ظاہر ہوا تھا۔ لیکن جرمنی سے جنگ ختم ہو جانے پر بھی، میلاد نو
کا کرب و اضطراب باقی تھا حسب معمول پیرس کے سرانبوہوں کو حکومت قدیم سے
زوال اور اپنے ملک کے آلام و مصیبت تھیں، خود اپنے اثر و اقتدار کو قائم کرنے
کا، بزعم خود، بہترین موقع ملا، بدقسمتی سے فاور نے اپنی سادگی یا ظن اور
"عامۃ الناس" کی نیکی اور لطف کی بنا پر، بسمارک کے ساتھ یہ شرط کر لی کہ
محافظان ملی اپنے اسلحہ اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں ایک
نہایت مہلک آلہ دیدیا تھا جس وقت جرمن پیرس میں داخل ہوئے ہیں
یہ اپنے توپخانہ کے ہمراہ مونمارتر چلے گئے تھے دوسرے دن انکو ہٹا دینے
کے لیئے باقاعدہ افواج بھیجی گئیں۔ لیکن مجمع عام نے سپاہیوں کو ملا لیا تھا
اور سپہ سالاروں کو گرفتار کر کے گولی ماردی تھی اسوقت تک ایک انقلابی حکومت
ایوان بلدیہ میں قائم ہو چکی تھی جسنے اشتراکی علم بلند کر دیا تھا۔ اب باقاعدہ افواج
وارسیلز کے سامنے جہاں اسوقت تی ایر اور جمعیت قومی کا قیام تھا، آکر
جم گئی تھیں سرخ رنگ والے اور سفید رنگ والے علم کے درمیان، جرمنوں کی آنکھوں
کے سامنے، خانہ جنگی کا آغاز ہوا اور چھ ہفتے تک پیرس ایسی گولہ باری کا مورد

رہا جو پہلی گولہ باری سے زیادہ مصیبت انگیز تھی ایک نہایت خونریز جنگ کے بعد، افواج وارسلیز شہر میں گھس آئیں۔ دوسری طرف اشتراکی ہر چیز کو تباہ اور نذر آتش کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ اور جس وقت کہ محافظین ملی دارالسلطنت پر قابض ہوئے ہیں نصف سرکاری عمارات آتش زدہ سیاہ تودوں کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھیں اس جنگ میں انتہائی شقاوت اور بربریت کو راہ دی گئی تھی۔ فریقین نے ۴۸۴
پناہ اور عافیت کو کہیں دخل نہ دیا۔ اور یہ حقیقت ایکبار پھر واضح ہو گئی کہ اہالیان فرانس غنیم مشترک کے خلاف اتنی بےرحمی اور سفاکی کا اظہار نہیں کرتے جتنا خود آپس میں ایک دوسرے کے خلاف روا رکھتے ہیں اگر باعتبار نتائج جنگ فرانس و جرمن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بڑی حد تک اپنے ان غیر ملکیوں کے خلاف جو باعتبار طینت و فطرت ان سے مختلف تھے، فرانس کی قدیم وسیع المشربی کو اشتباہ اور اکراہ میں تبدیل کر دیا تھا تو پھر فرانس کے اندر جماعتی جذبات کی تلخیوں کو ترقی اور تقویت پہنچانے کی ذمہ دار ایک بڑی حد تک اشتراکی جماعت تھی۔

اطالوی روما پر قابض ہوتے ہیں۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۰ء

فرانس میں جرمن فتوحات کے جو نتائج تھے اُن میں سے ایک کا تذکرہ ابھی باقی ہے۔ اٹلی، روما پر قبضہ حاصل کر کے اپنے قصر اتحاد کی تکمیل کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے اس نے سلطنت فرانس کے زوال سے فائدہ اٹھایا جسے عہد نامۂ ۱۸۵۶ء کی مکروہ دفعات سے نجات پانے کے لئے روس ہمیشہ بر سر کار لاتا رہا۔ یہ موقع کئی اعتبار سے نہایت مساعد تھا، پاپائے روما کو اپنا دنیوی اقتدار قائم رکھنے کی جس فرانسیسی اعانت کی اب تک توقع تھی، اسے جنگ سیڈان نے درہم برہم کر دیا تھا۔ اور بعض اوقات تو یہ اندیشہ ہونے لگتا کہ کہیں وہ اپنے بےشمار دعاوی کے باعث دینی اقتدار بھی زائل نہ کر بیٹھے ۱۸ جولائی ۱۸۷۰ء کو ویٹیکان کی مجلس عامہ میں پاپا کے ”منزہ من الخطا“ ہونے کے عقیدہ کی نشر و تعمیم ہوئی تھی کہ تمام کیتھولک سلطنتوں میں، اس اندیشہ سے کہ یہ دنیوی حکمرانوں کے اختیار و اقتدار کے لئے ایک خطرۂ عظیم تھا، خوف و ناراضی کی لہر دوڑ گئی، قدیم کیتھولک تحریک، جرمنی میں بالخصوص، نہایت شد و مد کے ساتھ، گو اب وہ حالت باقی نہیں رہی، زوروں پر تھی۔ نظر بر ان ۲۰ ستمبر کو جس وقت اطالوی افواج ایک کمزور

مقابلہ کے بعد روما میں داخل ہوئی ہیں تو دول یورپ میں سے کسی ایک نے بھی
معقول طور پر صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ جب اصول کا وو ر"دو آزاد کلیسا آزاد سلطنت
میں" اطالوی حکومت نے پاپا کے ساتھ سیر چشمی سے مفاہمہ کی طرح ڈالی۔ وٹیکان
میں پاپا کو اپنے اقتدار شہریاری قائم رکھنے ممالک غیر کے سفیروں کو شرف باریابی
دینے اور فوجی گارڈ رکھنے کا اذن دیدیا گیا اس کے ساتھ ہی ساتھ حکومت نے
پاپا کے لئے ایک سیر چشمانہ وظیفہ کی ضمانت کرلی۔ لیکن پئیس نہم دنیوی اقتدار و حکومت
کو برقرار رکھنے کا اپنے آپ کو کچھ اس درجہ ذمہ دار سمجھتا تھا کہ اس لئے اپنے شرائط ۴۸۵
کو بھی منظور کرنا گوارا نہ کیا۔ وہ قصر وٹیکان میں گویا گوشہ نشین ہو گیا جہاں اس نے
اطالوی حکومت سے کسی قسم کی گفت وشنید کرنے سے انکار کر دیا اور تمام دنیا پر یہ
ظاہر کیا کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ایک قیدی کی حیثیت گوارا کر رہا تھا۔ اس طرز عمل
کو اس کے جانشین نے محض ایک خفیف اصلاح کے ساتھ قائم رکھا۔ نئی صدی
کے آغاز میں جو طاقت اور اقتدار پاپائیت کو حاصل ہے وہ قرون وسطیٰ کے بعد
اسے آجتک کبھی حاصل نہ تھے۔ ایک بے لوث یہ نتیجہ اخذ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا
کہ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اب وہ ایک اطالوی شہریار کی بلہوسی اور ادنی
تفکرات کی کشاکش اور کشمکش سے آزاد ہے۔

۴۹۶

باب نوزدہم

معاہدہ برلن

جنگ فرانس وجرمن کے عام نتائج۔فرانس کی حیات پذیری جمہوریہ سوم ۱۸۷۵ء میں اندیشہ جنگ۔ تین شاہنشاہوں کی لیگ۔ بسمارک اور قیصیت فرانس کی تنہائی۔ مسئلہ شرقیہ۔کل اسلافیت۔ جزیرہ نمائے بلقان میں ہنگامہ۔ اندراسی نوٹ اور یادداشت برلن۔ کانفرنس منعقدہ قسطنطینیہ ترکی میں اصلاحات۔ جنگ روم وروس۔ کانگرس اور عہدنامۂ برلن۔ روس وسط ایشیا میں۔ بلقانی ریاستوں کے معاملات

جنگ فرانس وجرمنی نے تمام عالم پر یہ حقیقت آشکار کردی کہ اصول قومیت یورپ کے اصول باہم عمل پر غالب آیا۔ فرانس عالم سکرات میں ۱۸۱۵ء کے ان عہدناموں کے اصولوں کو محفوظ اور مصئون رکھنے کے لیئے دول یورپ کا وسیلہ ڈھونڈھتا رہا اور ناامید ہوتا رہا جنکو اسوقت تک جبتک کہ وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ صرف اس کے خلاف وضع کیئے گئے تھے ہمیشہ برباد کرنے کی فکر میں رہا۔ لیکن فرانس اور پروشیا کے درمیان جو جنگ ہوئی اسمیں بسمارک کی تدبیر نے یورپی کانگرس کو دخل نہ دینے دیا جس کا نتیجہ دنیا کے سامنے اظہر من الشمس تھا یوروپین جمعیتہ الحلفا کا خواب ہمیشہ کے لیئے نذر نسیان ہوگیا۔ چھوٹی یا بڑی سلطنتوں کے حقوق کا مدار قوانین بین الاقوامی کے افسانۂ کہن پر نہ رہا بلکہ اس حقیقت پر۔

دنیا کا دیرینہ خوش نہاد اصول!
جسے طاقت ہے وہ حاصل کرنیکا حقدار ہے
اور قبضہ اُسی کا ہے جسے قبضہ پہ قدرت ہے!

حق ملک گیری کے اس قدیم الایام جدید اصول نے نا انتہائی نفرت وبے پروائی

کے ساتھ اس ۱۸۴۸ء صحیفہ لبرلزم سے، اپنے لئے سند جواز حاصل کی تھی۔ ملت اور قومیت ۴۶۷
کے نام پر، اتحادیوں نے روما پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اسی ملت اور قومیت کی بنا پر
جرمنوں نے الساس لورین حاصل کیا۔ وائنا اور معاہدۂ مقدسہ کے عہدنامجات، سلاطین
کی باہمی رقیبانہ کشاکش کے خلاف برسرکار لائے گئے تھے۔ اصول قومیت نے
ان عہدنامجات کو درہم برہم کر کے رقابت بین الاقوام کو جگہ دی، جو اپنی تلخیوں کے
اعتبار سے سلاطین کی باہمی رقیبانہ کشاکش سے کہیں زیادہ سنگین تھی۔ ارباب بصیرت
کے نزدیک اسکا نتیجہ منطقی بالکل واضح تھا۔ اتمام صلح کے بعد ہی مولٹکے نے پارلیمنٹ
میں کہہ دیا تھا "ہم نے گذشتہ جنگ میں عزت حاصل کی لیکن عقیدت اور محبت
نہ حاصل کر سکے۔ جو کچھ ہم نے بزور شمشیر چھ ماہ میں حاصل کیا ہے اس کی بزور شمشیر
پچاس سال تک محافظت کرنی پڑیگی"۔ اقوام یورپ کا موجودہ سامان حرب و ضرب
اس کی عملی تفسیر ہے۔

لیکن اس میں شک نہیں ایک اعتبار سے بسمارک کی سیاسی دوراندیشی
ناقص رہی۔ اسکا خیال تھا کہ نظام حربی کی شکست اور تاوان جنگ کی تباہ کن
گرانباریوں سے سالہا سال فرانس اس قابل نہ ہوگا کہ وہ کسی قسم کا جابرانہ طریق
اختیار کر سکے، اور اسطور پر جرمنی کو بغیر اس اندیشہ کے کہ اس نے جو کچھ حاصل کیا تھا
اس پر قابض و متصرف رہنے کے لئے حرب و ضرب کا وسیلہ ڈھونڈھنا پڑتا، اپنے
اندرونی ذرائع اور وسائل کو وسعت و ترقی دینے کا موقع ملجائیگا۔ اسکو یہ نہ معلوم تھا کہ
فرانس میں پھر جان آجائیگی کہ سب حیران رہ جائینگے جس کا مدار اسکے طبقۂ مزارعین
کی اس طبعی کفایت شعاری پر تھا جس کا اس نے بارہا ثبوت دیا ہے۔ عہدنامۂ
فرانکفورٹ کی رو سے جو وقت مقرر کیا گیا تھا اس سے بہت قبل ہی اس بے پناہ
تاوان جنگ کی ادائی کیلئے قرض حاصل کر لیا گیا اور ارض فرانس غیر ملکیوں کی "آلودگی"
سے پاک ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ باوجود ان سنگین گرانباریوں کے جو اس

فرانس نے پھر کروٹ لی۔

طریقہ سے رونما ہوئی تھیں ہر فریق اور جماعت نے متفق اور
متحد ہو کر فرانس کی حربی قوت کی از سر نو، اور اس نیت سے
عاقلانہ تعمیر شروع کر دی کہ کسی نہ کسی دن وہ اپنے کھوئے ہوئے مقبوضات

کو کچھ حاصل کر سکینگے اس طور پر اختتام جنگ کے چار سال بعد، جسوقت قانون مرتبہ ۲۴ مارچ ۱۸۷۵ء کی رو سے ملک کی حربی دروبست مکمل ہو چکی وہ بشمول قومی فوج اور محافظین قومی چوبیس لاکھ عسکری میدان جنگ میں اتار سکتے تھے ا؎

اُن دو نہایت زبردست اور پیچیدہ مسائل کا تصفیہ جن پر اہالیان فرانس کے ۴۸۸ احساسات متحد تھے اُس مسئلہ سے کہیں آسان تھا، جو فرانس کی آئندہ حکومت سے متعلق تھا اور جہاں پہنچکر یہ نہایت متضاد اور مختلف نوعیت اختیار کر لیتا تھا بلدی اشتراکیت خطرۂ احمرین ایک طرف ہوا تو حکومت معنوی طور پر نہیں تو اپنی ظاہری نوعیت کے اعتبار سے جمہوری رنگ میں نظر آنے لگی، مجلس عاملہ کی عنان تی ایر کے ہاتھ میں تھی جو مدت العمر دستوری ملوکیت کا علمبردار رہا اور جمعیت مقننہ بیشتر شاہ پسندوں اور مستبدین پر مشتمل تھی لیکن یہ اکثریت گو حکومت جمہوریہ کے صحیح اور مستقل قیام کے خلاف آپس میں متحد تھی تاہم ان میں خود نہایت سنگین اختلافات تھے کچھ شہر یاروں کے حقوق منجانب خدا کے موافق تھے، کچھ بونا پارٹی تھے اور کچھ خاندان آرلینس کے طرفدار بحث و مباحثہ سازش اور مناقشات کی صبر آزما اور عافیت سوز کشاکش میں کتنے ماہ و سال ختم ہو گئے اور اس دوران میں جتنے انتخابات ضمنی ہوتے رہے ان سے بھی حقیقت ثابت ہوتی رہی کہ ملک اب شاہ پسندوں کے بے سود مباحثہ اور مجادلے سے تنگ آچکا ہے اور جمہوری حکومت کا خوگر ہو رہا ہے۔ خود تی ایر نے اس حقیقت کو بہت جلد محسوس کر لیا ملوکیین کی کسی جماعت کو اگر کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی تو بقیہ جماعتیں اسکے خلاف متحد ہو جائینگی اس نے خود کو جمہوریہ مستحفظہ کا علمبردار قرار دیا کیونکہ اس کے نزدیک حکومت کی یہی نوعیت ایسی تھی جس سے فرانسیسیوں میں باہمی افتراق و نفاق کی سب سے کم گنجائش تھی۔ ۲۴ مئی ۱۸۷۳ء کو ملوکی جماعت کے باہمی اتحاد کے باعث اسے اپنے منصب سے دستکش ہونا پڑا اور مارشل مکموہن کے ہاتھ میں عنان حکومت آئی جو کم و بیش

ا؎ "جمہوریت کا انجام یا تو خونریزی ہی ہوتا ہے یا از کار رفتگی" (تقریر ۱۰ مارچ ۱۸۳۴ء) ولیوین لبرل شہنشاہی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۔ لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ پر ۲۲ مارچ ۱۸۴۸ء کا یہ بھی مقولہ ہے کہ "بادشاہوں کا زمانہ اب ختم ہو گیا"

اس بات کا پابند تھا کہ وہ خاندان بوربون کو از سر نو قبضۂ حکومت پر قابض کرانے کی کوشش کر چکا لیکن وہ سیاسی حکمت عملی جس کی توقع کی گئی تھی بوربون ضد و عناد کے دیرینہ سنگستان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔ تخت و تاج پیش کیا جانا علم سہ رنگ کے قبول کرنے پر مشروط کیا گیا لیکن (Comte de Chambord) کونٹ شامبورڈ نے اس امر کا اعلان کیا کہ وہ اصول محض کو طاقت پر ترجیح دیگا اور بوربون نشان امتیاز "سوسن سپید"، کو کبھی ہاتھ سے نہ دیگا۔ اس طرز عمل نے جس کی سفاہت کی

جمہوریہ کا باضابطہ قیام

شست و شو اگر کوئی چیز کر سکتی تھی تو شاید وہ شریفانہ جذبہ تھا جس کی اس میں جھلک پائی جاتی تھی، اس مسئلہ کو ہمیشہ ختم کر دیا۔ میکموہن نے خود فرط استعجاب سے یہ کہا کہ اگر علم سہ رنگ کی جگہ سپید سوسن نے لے لی تو بندوقیں خود بخود چھوٹ جائینگی"۔ ۲۵ فروری ۱۸۷۵ء کو چار سال تک واقعی وجود میں آنے کے بعد حسب ضابطہ حکومت جمہوریہ قائم ہو گئی۔[1] ۴۸۹

فرانسیسی معاملات جس طور پر ترقی کر رہے تھے اس کو مدبران جرمنی اندیشہ و تشویش کے ساتھ دیکھ رہے تھے علاوہ اس کے جس شوق

۱۸۷۵ء میں اندیشہ جنگ

اور اہتمام کے ساتھ تمام قوم مسلح ہو رہی تھی اور جس تسلسل اور تواتر سے صدائے انتقام بلند کی جا رہی تھی وہ ایک نافرجام اور نامساعد انجام کا پیش خیمہ معلوم ہوتی تھی۔ برلن کے با اثر حلقوں میں یہ تجویز پیش ہو رہی تھی کہ قبل اس کے کہ اس کی ابتدا فرانس کی طرف سے ہو اور

[1] یہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی کہ اسکی قدامت پرستانہ حیثیت قائم رکھی جائے۔ جماعت مقننہ دو مجلسوں میں منقسم تھی جسمیں مجلس سنیات کے کچھ اراکین کا انتخاب تو ان مخصوص حلقہ جات انتخابیہ کے ذریعے سے ہوتا جو اسی غرض کیلئے قائم ہوتے اور کچھ اراکین مجلس زیریں کے منتخب شدہ ہوتے۔ مجلس سنیات میں جو اسامیاں اتفاقی طور پر خالی ہوتی رہیں وہ اسطور پر پر کیجاتی ہیں کہ اراکین سنیات کسی شخص کو اس کیلئے منتخب کرتے ہیں۔ صدر کا انتخاب سات سال کیلئے ہوتا ہے جسمیں دونوں مجلسیں مشترکہ طور پر ووٹ دیتی ہیں، اس سے استصواب عام کا اندیشہ حذف ہو جاتا ہے اور اسطور پر صدر کیلئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ وہ حیثیت اختیار کر سکے جو نپولین نے ۱۸۴۸ء میں اختیار کی تھی۔

اس کی تمام تیاریاں مکمل ہو سکیں اس پر ایک حملہ اور کر دینا چاہئے۔ لیکن بسمارک کو اس طرز عمل کی ناعاقبت اندیشی کا پورے طور پر احساس تھا وہ جدید سلطنت جرمنی کے لیئے اس بے محابا ستم کو گوارا نہیں کر سکتا تھا جس نے نپولین کی سلطنت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس نے اس امر کو بھی محسوس کیا کہ ۱۸۷۵ء کے حالات ۱۸۷۱ء کے حالات کے مطابق نہ تھے۔ اگر فرانس پر حملہ کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ یورپ کی توازن قوت طاقت کو برقرار رکھنے کے لیئے جرمنی کے خلاف دول یورپ ایک اتحاد قائم کرلیں نظر براں وہ سلطنت کے انضباط و استحکام اور اس کے حربی ذرائع و وسائل کی تکمیل و توسیع میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اس امر کا بھی اعلان کر دینا چاہا کہ یہ سب کچھ محض مدافعت کی خاطر تھا اور یورپ کی طرف جرمنی کا طرز عمل اسوقت سے کلیتہً مستحفظانہ ہو گا اسوقت جیسا کچھ جماعتی ہیجان رونما تھا اس سے اسے اپنی صحت فکر کے اظہار اور جرمنی کے لئے رفقا حاصل کرنے کا موقع مل گیا فرانس کے اشتراکیوں کی جفا کاریاں، روس میں نراجیوں کی تگ و تاز اور جرمنی میں اشتراکیت کا دورہ، فی الحقیقت ایسی علامتیں تھیں جو محکم اور منضبط سلطنتوں کیلئے کافی اندیشہ ناک اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی متقاضی تھیں، انقلاب کے خلاف ایک اتحاد ثلاثہ قائم کرنے کے لیئے، جسمیں بالآخر ملوکیت اٹلی نے بھی شرکت کی، ۴۹۰
اوائل ستمبر ۱۸۷۰ء میں بسمارک نے سینٹ پیٹرسبرگ اور وائنا کی بارگاہوں کا استمزاج لیا تھا دو سال بعد ستمبر ۱۸۷۲ء میں اس کی مساعی مشکور ہوئیں اور ہر

تین شہنشاہوں کی لیگ

سہ شہنشاہ برلن میں جمع ہوئے روس آسٹریا اور جرمنی ایکبار پھر آپس میں ملے اب رشتۂ اتحاد، فنا پذیر معاملات نہ تھے بلکہ سلاطین کی موانست قلبی تھی جو اتحاد مقدسہ کی صورت میں نمایاں ہوئی جسکا مقصد موجودہ عہد ناموں کی بنا پر، بدنظمیوں کا تدارک اور عالم میں امن و عافیت کا قیام و تسلط تھا دوسرے سال شہریاروں کے مزید تبادلۂ

ا۔ بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۸۹۔
۲۔ ملاحظہ ہو تقریر ۱۹ مارچ ۱۸۷۸ء۔ ہالٹ جلد سوم صفحہ ۹۰۔

مراسم و لطف و مرحمت نے اس لیگ کو اور مستحکم بنا دیا۔ اٹلی کا ہمدردانہ طریقہ شاہ وکٹر عمانوئیل کے ورود برلن سے اور زیادہ واضح ہوگیا؛

مخالفۂ مقدسہ کے حیرت ناک احیا کے خفیف آثار جو اسوقت پیدا ہو گئے تھے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے کہ بسمارک کو حقوق ملوکیت منجانب اللہ سے کوئی گہری شیفتگی تھی اس قصر سیاسی کا طرۂ کمال جسکی بنا آزاد شاہنشاہوں کی لیگ پر تھی، فی الحقیقت جمہوریۂ فرانس کا اعلان تھا۔ شاہنشاہ ولیم جسے کہ ملوکیت کی تمکین و منزلت برقرار رکھنی مدنظر تھی، اور ناگ فرانس پر اس خاندان شاہی کو جو حقدار اور حق بجانب خیال کیا جاتا تھا فائز کرنے پر مائل تھا اور اسی مقصد اور مفہوم کو مدنظر رکھ کر کاؤنٹ ہیری آرنم (جرمن سفیر متعینۂ پیرس) ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا[1] لیکن بسمارک اس حقیقت کو محسوس کر دیکا تھا کہ جرمنی کے لئے کوئی ایسا حکمران جو ان صفات سے متصف ہوتا جمہوریۂ فرانس سے کہیں زیادہ اندیشہ ناک تھا ۔ ۱۸۷۰ء میں فرانس کو پروٹسٹنٹ پروشیا سے وقعتاً برسرپیکار کرا دینے کی ذمہ دار قصر ٹولی لری کی جماعت قسیسی تھی لیکن اسوقت پروشیا کی رہبری میں جرمنی ہر بُرے بھلے انجام سے مستغنی ہوکر اس جنگ میں فریقین (Kultur Kampf کے سلسلے میں قسیسیت سے برسرپیکار تھا جس کا خاتمہ، اگر بسمارک مخبر صادق ہوسکتا تھا "کنوسا میں" نہیں بلکہ انتہا پسند تحسیسی تمرد و تبختر کے پامال اور برباد کردینے پر تھا۔ اگر قسیسیت ایکبار پھر قصر ٹولی لری میں برسر اقتدار ہو جاتی تو پھر اس سے قرین قیاس اور کیا حقیقت ہو سکتی تھی کہ ایک قسیسی جہاد کے پردے میں، انتقامی جنگ کا آغاز ہوتا اور بہت ممکن تھا اس جہاد میں فرانس کی امداد کیلئے کیتھولک آسٹریا میدان میں اترپڑتا ہنری پنجم کی بارگاہ حکومت میں عیسائیوں کا ستارۂ اقبال انتہائی عروج پر
نظر آنے لگتا۔ لنظر براں اپنے اثر و اقتدار کے اعتبار سے، بسمارک، فی ایرکا ۴۹۱
طرفدار بنگیا ارنم اپنی مخالفت کی بنا پر ہٹا دیا گیا۔ اور شاہ ولیم کو ایک بار پھر یہ سبق ذہن نشین کرد یا گیا کہ بسا اوقات اصول کو مصلحت کے آگے سرنگوں ہونا

---

[1] بسمارک جلد دوم صفحہ ۱۷۵ وغیرہ۔

پڑتا ہے۔ اب ایکطرف تو جرمنی کے جلو میں طاقتور اتحادی تھے دوسری طرف

فرانس کا یکہ و تنہا ہو جانا۔

جمہوریۂ فرانس حکمران قوموں کی جماعت میں بھی مردود و منکوب ہو رہا تھا۔ انگلستان البتہ ایسا تھا جو اس مصیبت میں اس سے اظہار ہمدردی کر رہا تھا۔ وہ بھی مہمل اور مبہم انداز سے الیکن بسمارک جانتا تھا کہ اس قسم کی مربیانہ لیکن ”الگ تھلگ“ ہمدردی سے کوئی اندیشہ نہ تھا اور اسکا فرانس کو بالکل یکہ و تنہا کر دینے کا مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن فرانس یکہ و تنہا جرمنی پر حملہ آور نہیں ہو سکتا تھا اور اسطور پر جبکہ ایکطرف ہر قوم حرب و ضرب کی تیاریوں میں سرگرم تھی، فی الوقت مغربی یورپ پر امن و عافیت کا تسلط ہو گیا!

حسب معمول، یہ مسئلہ مشرقی کا ایک نیا پہلو تھا جس سے دول یورپ کی ظاہری ہم آہنگی میں خلل پڑ گیا کاؤنٹ بوسٹ کا زوال اور اس کی جگہ نومبر ۱۸۷۱ء

مسئلہ مشرقی بار دیگر معرض بحث میں۔

میں ہنگری کا کاؤنٹ اندراسی کا مقرر ہونا بسمارک کے لئے کافی باعث اطمینان خاطر خواہ تھا، کیونکہ باعتبار نتائج یہ ملوکیت ہیپسبرگ کے مرکز ثقل کا وائنا سے پیستھ کو منتقل ہونے پر دال تھا جسے وہ خود، پروشیا اور آسٹریا کے ارتباط قلبی کے لئے ابتدا ہی سے نہایت ضروری تصور کرتا تھا۔ لیکن اسی بنا پر یہ روسی حکومت کے خطرات موہوم کا باعث ہوا۔ کیونکہ آسٹریا اپنی حوصلہ مندیوں کو جرمنی میں واگذاشت کر دینے کے بعد جزیرہ نمائے بلقان میں معاوضہ کا طلبگار، اور خواہاں ہو سکتا تھا اور یہ ایسے آثار تھے جو اُن روسی ہلہوسیوں کی بنا پر جنکا انکشاف کچھ دنوں بعد ہونے والا تھا کچھ زیادہ خوش آیند نہ تھے بسمارک کو معلوم تھا کہ اس نازک پہلو سے وہ کس طور پر عہدہ برا ہو سکتا تھا فی الحال زار کو جو عثمانیت کے عفریت سے خوفزدہ تھا، یہ ترغیب دینا کہیں آسان تھا کہ وہ بلقان کی چھوٹی چھوٹی قوموں کی خاطر رقیبانہ چشمک رکھنے سے ”کہیں زیادہ اہم انقلابی اضطراب و ہیجان کے خلاف ایک متحد میدان جنگ قائم کرنیکا فرض اس پر عائد ہوتا تھا اور ۱۸۷۲ء میں تینوں شاہنشاہوں نے آپس میں ملکر یہ طے کر لیا کہ مشرق میں جو حالات رونما ہوں ان کا تصفیہ مشترکہ طور پر کیا جائے۔ یہ عہد و معاہدہ جہانتک

ان کی نیتوں کا تعلق تھا نہایت مخلصانہ تھا اور ایک حد تک اس کے اثرات ۴۹۲
بھی مترتب ہوئے۔ لیکن اب وہ زمانہ گذر چکا تھا جب الگزنڈر اول یا نکولس
ایسے لوگ احساسات ملی کو کسی "یورپین" پالیسی کی مفروضہ مصلحتوں کے سامنے
حیثیت ثانوی دینے کے لئے طیار ہو جاتے تھیں ۱۸۵۶ء میں کاؤنٹ نیسلروڈ نے
اسے جنگ کریمیا کے ناگزیر نتائج کا مرادف قرار دیا تھا اور اسوقت سے سلافی
جذبۂ ملت پرستی جرمن اور اطالوی کامیابیوں سے رشک کرکے کچھ اسطور پر طاقت پذیر
ہو رہا تھا کہ وہ ہر قسم کی قدامت پرست اور مصلحت اندیش سیاسی تخمینوں و اندازے کو
خس وخاشاک کی طرح بہالے جاسکتا تھا۔ بحر اسود کے غیر جانبدار قرار دیئے جانے

روس اور معاہدہ مرتبہ ۱۸۵۶ء۔ عالمگیر اخوت سلوی یا "کل اسلافیت"

پر روس نے جیسی کچھ لعن وطعن کی تھی وہ ایک یوروپین فیصلہ کے خلاف، خود وہ کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہوتا، ایکطرح کا انحراف وانکار تھا۔ سیباسٹوپول کی قلعہ بندی اور بحر اسود میں ایک جدید بیڑے کی تعمیر، اس کے اس ارادہ کے مدنظر تھی کہ کانگریس منعقدہ پیرس نے مشرق میں جو کچھ کیا تھا، اس کے بقیہ
حصہ کو بھی، موقع ملتے ہی درہم برہم کر دیا جائیگا۔ تمام روس اور جہاں جہاں روسی
اثرات سرایت کر چکے تھے "اسلافیت" کی نشاۃ جدیدہ کی نہایت بلند آہنگی اور گرمجوشی
کے ساتھ پذیرائی کی گئی تھی۔ "کل اسلافی تحریک" کا مرکز ماسکو تھا جس کے انسداد کیلئے
(Gortschakoff) گورچاکوف جو بسمارک کی شہرت کو نہایت حاسدانہ نظر سے
دیکھتا تھا، کچھ زیادہ آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی نشر واشاعت نہایت بے جگری
کے ساتھ کیجارہی تھی۔ ریاستہائے بلقان میں ہر مقام پر روسی ایجنٹ موجود تھے
جو ہر ممکن ذریعہ سے عیسائی آبادی کو جدید عقیدۂ ملت پرستی پر یوں ایمان لانے
کے لئے روک رہے تھے کہ اس کی بدولت کافرانہ طوق غلامی سے گلو خلاصی اور
نجات حاصل ہو جائیگی۔ نتیجہ ناگزیر تھا۔ بلقانی ریاستوں پر ایک موہوم اضطراب
طاری ہو گیا۔ ۱۸۵۶ء کے کارناموں کو کانفرنس منعقدۂ لنڈن نے جسطور پر درہم برہم
کر دیا تھا اس کی خبر ترکوں کو ملی تو وہ اپنے دیرینہ اور دائمی کسل وکاہلی سے چونک
پڑے اور حسب معمول وہ سراسیمگی کے انتہائی حدود تک پہنچ گئے۔ انھوں نے

محسوس کیا کہ یورپ ان کو بیوقوف بنا چکا اور ان کے مذہب اور نسل کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینے کے لئے مجالسۂ یورپ کی آڑ میں ایک عیسائی سازش کھڑی کی جا رہی تھی۔ اس خطرے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک جماعت بنام "نوجوان ترکی" عالم وجود میں آئی مدحت پاشا اسکا رہبر تھا اور اس کا مقصد دول یورپ کی غلامی سے آزاد ہونا، پرانے اسلامی جوش کو ایکبار پھر بیدار کرنا اور عیسائی دنیا کے خلاف پند رہ کروڑ اسلامیوں کو صف آرا کرنا تھا مختصر یہ کہ تحریک "کل اسلامیت" (پین سلیوزم) کا مقابلہ تحریک "کل اسلامیت" (پین اسلامزم) سے تھا![1] ۴۹۳

اُس اسلامی ردعمل سے جو حکام بابعالی میں نہایت سرعت کے ساتھ سرایت کر رہا تھا، یہ توقع نہیں کیجا سکتی تھی کہ وہ اس محکوم عیسائی رعایا میں عافیت وطمانیت پیدا کر سکیگا جس کا قلب و دماغ (پین اسلافی) "کل اسلافی" خواب سے ہیجان میں مبتلا ہو رہے تھے۔ ایام گرما میں ایک ہنگامۂ بغاوت اپنے معمولی ساز و سامان کے ساتھ یعنی ڈاکہ زنی

ہرزیگوینا میں ہنگامۂ بغاوت

ہرزیگوینا میں ہنگامۂ ناراضمند کسانوں کو زبردستی آمادۂ بغاوت کرنا اور صلح پسند مسلمانوں کی قتل وخونریزی کے ساتھ ہرزیگوینا میں بظاہر غیرملکی شورش پسندوں کی شہ سے بلند ہوا گورنر درویش پاشا نے اسکا انسداد کرنا چاہا لیکن ۲۴ر جولائی کو نوے سینیا میں اُسے شکست ہوئی۔ بغاوت نہایت سرعت کے ساتھ پھیل چلی، رضاکاروں کی جماعتیں جوق در جوق جبل اسود (مانٹی نیگرو) اور سرویا کی سرحدوں پر سے گذر گذر کر آنے لگیں اور چند دن میں تمام سرحدی وحشی مقامات مشتعل ہو گئے۔ اب مشیران دول یورپ مداخلت کر کے باغیوں کے مطالبات کو بابعالی میں پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ مطالبات مذہبی آزادی، رشوت دینے کا حق، ایک مقامی اور ملکی ملیشیا کا قیام، فرد محصولات کی ترتیب و تنظیم اور اس کا باضابطہ اور پابندی کے ساتھ وصول کیا جانا، نیز اور بجوبی

[1] ڈرپولٹ صفحہ ۳۰۰۔

[2] رپورٹ مرتبۂ کونسل ہومس (کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۶ء XXXIV صفحہ ۱۴۳۔

معتدل تھے۔ ۲ راکتوبر کو حکومت عثمانیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے تمام سلطنت کے لئے بہت جلد ایک اصلاحی اسکیم مرتب کرنیکا وعدہ کیا۔ باغیوں کو جو فتوحات حاصل ہوئی تھیں اس کی بنا پر ۱۲ ردسمبر کو اس سے زیادہ قطعی اور صریح وعدہ وعید کی طرح ڈالی گئی، یعنے تمام سلطنت میں مذہبی رواداری ملحوظ رکھی جائیگی، ولایتوں کے تنظیم و تنسق کے لئے انتخابی مجالس قائم کیجائینگی جس میں عیسائیوں کو شریک ہونے کا حق حاصل ہوگا اور ایک مقامی ملیشیا قائم کیجائے گی۔ یہ جدید اعلان سلطانی بھی، یا غنیا زشنع پہلے اعلانوں کی طرح بے بود ثابت ہوا۔ باغیوں کا قلب و دماغ فاتحانہ کامرانیوں سے سرشار ہو رہا تھا، وہ ترکی وعدوں کا مضحکہ اُڑاتے تھے جس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ ان کی یہ بدظنی ایک حد تک حق بجانب بھی تھی۔ سال کے آخر میں اُنھوں نے نکسچ کی سمت فاتحانہ پیشقدمی کا آغاز کیا اور ایک دوسری ترکی فوج کو تہس نہس کر کے جبل اسود (مانٹی نیگرو) کی جنوبی سرحد پر آ گئے۔ بلغاریا پر ہیجان طاری تھا اور سرویا جسکا حکمراں ملان اوبرنیووچ (Milan Obrenovitch) ایک جدید سرودی سلطنت کا خواب دیکھ رہا تھا مسلح ہو رہا تھا۔ موسم بہار میں سارا ۴۹۴ جزیرہ نمائے بلقان، بشرطیکہ دول یورپ دخل نہ دے شعلہ بر افروختہ ہونے کیلئے تیار تھا۔

آسٹریا کے لیئے یہ موقع خصوصیت کے ساتھ اندیشہ ناک تھا کیونکہ اسکی جنوبی سرحد ایسی مخلوط آبادی پر مشتمل تھی جو تاثرات ملی کو قبول کرنے کے لیئے بے حد حساس تھی، حکومت ثنوی کا مدار ایک مفاہمہ جس کی بنا پر اسلافی نسل، جرمن اور میگیار ہی اقوام کے غلبے کی مورد تھی۔ لنظر براں ایک عالمگیر کل اسلافی تحریک اسکی حکومت کے وجود کے لیئے نہیں تو کم از کم اس کی وو ترکیب،، کے لیئے خطرناک تھی بسمارک کی حکمت عملی کی کیاست و فراست اب بالکل نمایاں تھی اور جسے

دول مشرقی کی روش۔

معرض امکان میں لانے کا ذمہ دار آسٹریا کا فرزانگی کو راہ دیکر اپنے نصب العین کا بدلہ بنا تھا روس مشرق میں اپنی بلہوسی کو عیمنز کر رہا تھا اور اسے یہ توقع تھی کہ جرمنی جو یہ بنائے سیاسی و تشکر روس کا وابستۂ دامن تھا، اسے آزادی کے ساتھ بر سر کار لانیکا موقع دیگا۔ جینک

یہ خود غرضی سلطنت جدیدہ کے اغراض و مقاصد سے متصادم نہیں ہوئی تھی، بسمارک ان کا پاس کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ لیکن چونکہ کاونٹ اندراسی کے عہد میں، آسٹریا، جرمنی کے لئے خطرناک نہ تھا اسلئے اب اس کی پھر وہی حیثیت تھی جو شہنشاہی مقدس کے دور میں تھی یعنی اسلافی جم غفیر کے خلاف المانیت ”جرمنزم“ کا حصن حصین! روس اور آسٹریا میں اگر کوئی محاربہ واقع ہوتا تو جرمنی کو آسٹریا کی رفاقت کرنی لازمی تھی اور ایسی نازک حالتیں، اور وہ بھی اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے بھی بدتر صورت نہ پیش آئے، جس واقعہ نے تینوں حکومتوں کو ہم زبان ہوکر، ٹرکی کو مخاطب کرنے پر مجبور کیا وہ ۱۸۳۳ء کے قول و قسم نہ تھے بلکہ وہ حقیقت تھی جس کا ابھی ابھی تذکرہ ہو چکا ہے[1]۔ تینوں حکومتوں میں جو کچھ تبادلۂ افکار ہوا اس کی بنا پر ۳۰ دسمبر ۱۸۷۵ء کو کاونٹ اندراسی نے ترکی کے دیرینہ اضطراب و ہیجان کے اسباب اور اس کی اصلاح و انسداد کی تدابیر کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا۔ اس نے اس امر کا اعادہ کیا تھا کہ ابتک ان ہنگاموں کو کسی مقام سے مختص کر دینے کی جتنی کوشش
دول یورپ نے کی وہ سب ناکامیاب رہی تھی۔ باوجود ہر سرزنش کے ۴۹۵
باغی ابتک اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اس اثنا میں وہ ترکی وعدے وعید جن پر حال کے فرامین مشتمل تھے اور جو محض عام اصول کی مبہم ترجمانی کرتے تھے کسی مقام پر نافذ نہیں کئے گئے اور نہ شاید انکے نافذ کرنے کا مقصد تھا۔ اسطور پر جب عثمانی فوجیں اور اصلاح کے اخلاقی وسائل ایک ایسے معاملہ کی ترتیب و تہذیب میں ناکام رہے جو تمام یورپ کے امن و عافیت کے لئے ایک مستقل اندیشہ کی حیثیت رکھتا تو پھر اب وقت آگیا تھا کہ تمام دول یورپ متفقہ طور پر باب العالی پر زور دیتے کہ وہ اپنے

[1] ۱۸۷۶ء کے موسم خزاں میں زار نے بسمارک کا استمزاج لیا تھا کہ اگر روس اور آسٹریا کے درمیان جنگ ہوئی تو جرمنی کی کیا روش ہوگی۔ اُس کا جواب یہ تھا کہ انمیں سے اگر کسی ایک کی حالت اور حیثیت معرض خطر میں آئے تو بربنائے اس حقیقت کے کہ یہ بحیثیت دول عظیمۂ یورپ کے مجالس میں شریک تھیں، جرمنی غیر جانبدار نہ رہ سکے گا۔ اس صریح اور واضح اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ ”روسی طوفان مشرقی گلیشیا سے بالا بالا گزر کر بلقان میں داخل ہوگیا (بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۲۸)۔“

وعدوں پر عمل کرے اس کے بعد نہایت ضروری اور اہم اصلاحات کا ایک خاکہ پیش کیا گیا اور ان سب پر فوق، مذہب عیسوی کو محض بنظر رواداری گوارا کرنے کی نہیں بلکہ اس کی حیثیت کو در تسلیم کرنے کی شرط عائد کی گئی تھی، محاصل کے وصول کا جو مذموم طریقہ اب تک مروج رہا اور جس کے انفساخ کا متعدد بار وعدہ کیا گیا، اس کے ایفا پر اب خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا بوسینیا اور ہرزیگونیا میں جہاں مذہبی دقتیں زرعی دقتوں کے ساتھ شریک تھیں، عیسائی کسانوں کو بڑے بڑے مسلمان زمینداروں کی دوگونہ عقوبت سے نجات دلانے کے لئے، آزاد مالکان اراضی کی حیثیت تفویض کرنے پر زور ڈالا گیا، نیز آزاد صوبہ داری مجالس قائم کی جائیں، ایسے جج مقرر کئے جائیں جن کو ہٹایا نہ جا سکے، اور انفرادی آزادی کی ضمانت ہو اخیر میں، ان اصلاحات کے نفاذ کی نگرانی چار مسلمان اور چار عیسائی اراکین کی ایک کمیٹی کو تفویض کردی گئی[1]۔

یہ اُندراسی نوٹ "فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں کی منظوری حاصل کرنے کے بعد ۳۱ جنوری ۱۸۷۶ء کو باب العالی میں پیش کیا گیا۔ "دیوان" نے پیش کردہ پانچ شرائط میں سے چار منظور کرلیں لیکن سلطانی اقتدار نظم و نسق کو قید و بند سے گرانبار کرنا منظور نہ کیا ساری نوک و نماز یہاں پہنچکر ختم ہوگئی اصلاحات موجودہ کو قابل نفاذ بنانے کی مزید کوشش نہیں کی گئی اور شاید ایسا کرنا ممکنات سے بھی نہ تھا اس دوران میں بغاوت کا میدان وسیع ہوتا گیا۔ اب بوسینیا حرب و ضرب کیلئے مسلح ہوچکا تھا اور اس کا گورنر سلیم پاشا سرحد پار بھگا دیا گیا تھا جبل اسود (مانٹی نگرو) مداخلت کیلئے باضابطہ تیار ہو رہا تھا اور سیلان نے سردی افواج کی کمان روسی جنرل چرنائیف (Tehernaief) کے سپرد کردی تھی۔ مئی میں بلغاریوں نے چند مسلمان، اہالیان بولیس کے قتل کے بعد علم بغاوت بلند کردیا۔ اہالیان جبل اسود (مانٹی نگرو)

قونصلوں کا قتل کیا جانا۔ ۷ مئی ۱۸۷۶ء

کے مسلح ہوجانے سے کوہستانی علاقہ البانیا کے متوحش مسلمان ۴۹۶
برافروختہ ہو رہے تھے۔ ایک انتقام دوسرے انتقام کا موجب ہوا۔ یہاں تک کہ ۷ مئی کو فرانسیسی اور جرمن قنصل سالونیک

[1] ہرٹسلٹ جلد ۴ - ص ۲۴۱۸

ہیں قتل کر دیے گئے۔

تینوں بادشاہ برلن میں مصروف مشورہ تھے کہ اس المناک حادثہ کی خبر پہنچی معاً ہر ایک نے اپنے رشتہ ہائے روابط وابستہ ترک کرنے کا فیصلہ کر دیا، اور ۱۳ مئی کو انھوں نے ایک یادداشت شائع کی جس میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا تھا کہ گو شرائط گفت وشنید مسلمہ فریقین ہو چکے تھے مگر ترکی میں اتنا کشاکش کا سلسلہ قائم تھا جس کی کچھ تو یہ وجہ ہو سکتی تھی کہ ایفائے وعدہ کے متعلق عیسائی رعایا باب عالی سے بدظن ہو رہی تھی اور کچھ موخر الذکر کا یہ عذر تھا کہ باغی اضلاع میں اصلاحات نافذ نہیں کی جا سکتی تھیں۔ لہٰذا ان دول یورپ کی تجویز یہ تھی کہ جہازی بیڑوں کی متحدہ قوت کو برسرکار لایا جائے اور فریقین پر دو ماہ کے لئے التوائے جنگ کر دیا جائے اگر اب بھی کوئی تصفیہ نہ ہو تو مزید کارروائی عمل میں لائی جا سکتی تھی۔ یادداشت برلن کو فرانس نے منظور اور انگلستان نے مسترد کر دیا اور لارڈ ڈاربی نے اس حقیقت کا بجا طور پر اظہار کر دیا تھا کہ آخری مدت کی وجہ سے یادداشت کی غایت اصلی کے فوت ہو جانے کا امکان تھا۔ کیونکہ باغیوں کو یہ معلوم ہو جانے پر کہ ان کی مزید ثابت قدمی ان کے موافقت میں دول یورپ کی مداخلت کی محرک ہوگی یہ ناممکن ہو جائے گا کہ وہ حرب وضرب سے کنارہ کش ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ انگلستان کا احتجاج اس یادداشت کی پالیسی کے لئے مہلک ثابت ہوا ۱۳ مئی کو برطانوی بیڑا خلیج بسیکہ میں پہنچ کر لنگر انداز ہو گیا تھا اب دول یورپ کو انگلستان کے اس یکتا و منفرد طریقہ کا کیسا ہی کچھ تاسف کیوں نہ ہوتا، وہ ایک خدشے کا ازالہ دوسرا خدشہ پیدا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"یادداشت برلن"
۱۳ مئی ۱۸۷۶ء

اس اثنا میں نوجوان ترکی، یورپ کی دعوت جنگ کو نہایت شدت اور بے جگری کے ساتھ قبول کر چکا تھا سلطان عبدالعزیز جو اپنی بے اعتدالیوں کے باعث ضعیف اور از کار رفتہ ہو رہا تھا سالہا سال دول یورپ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا رہا۔ اوائل مئی میں چھ ہزار "سوفسطائیوں" نے کوشک یلدیز پر تاخت کی اور

وزیر محمود کی معزولی کا مطالبہ کیا جو روس کا طرفدار مشہور تھا سلطان نے منظور کر لیا لیکن ۴۹۷
ایسے انداز سے جسمیں ذرا شان تمکین نہ تھی انھوں نے اپنے مقربین سے قسم کھاکر کہا کہ جو سلوک میرے باپ نے ینی عسکریوں کے ساتھ روا رکھا تھا اسے میں الٰہیات کے طالب علموں سے روا رکھونگا، لیکن وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا خود اسی کو پیش آیا۔ ۳۰ رمئی کو سلیمان پاشا کی سرکردگی میں سوفسطائیوں اور سپاہیوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالعزیز معزول کیا گیا اور فوراً ہی قتل کر دیا گیا دوسری طرف نیم معذور و کمزور مراد باوجود اس کے کہ وہ روتا تھا اور عذر پیش کرتا تھا، زندان سے نکال کر تخت شاہی پر بٹھا دیا گیا۔ تین ماہ بعد وہ اقتدار و طاقت" کے بار نے ذہن و دماغ کا بقیہ سرمایہ بھی تلف کر دیا۔ وہ بھی معزول کیا گیا اور سلطان عبدالحمید خاں اس کے بجائے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔

اسلام کے اس مرکزی ابتلا و مصیبت میں عیسائی رعایا کو اپنے تنفر اور حوصلہ مندیوں کو پورے طور پر کارفرما کرنے کا موقع ملگیا۔ ۳۰ رجون کو سرویا نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ دو دن بعد جبل اسود (مانٹی نگرو) نے بھی اسی کا نقش قدم اختیار کیا لیکن ان دونوں کو اپنے اس بے محابا فعل کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔ اُس روح اسلامی کے فیضان و تصرف سے جو از سر نو بیدار ہو گئی تھی، عثمانی افواج نے غیر متوقع استقلال و

سرویا اور مانٹی نگرو اعلان جنگ کرتے ہیں ۳۰ جون ۱۸۷۶ء

چیرہ دستی کا ثبوت دیا۔ چند ابتدائی فتوحات نے سلافیوں کے دل بڑھا دیئے تھے لیکن ان سے ان کے متضاد میلان و افکار کا بھی انکشاف ہو گیا تھا۔ سرویا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) کی افواج ہمدوش و ہمعنان نہ ہو سکیں۔ ہر ایک، دوسرے کے خرچ پر، آخری تقسیم میں منفعت اندوز ہونے کی تدابیر پر غور کر رہا تھا۔ ابتدائے فتوحات کے بعد تباہ کن ہزیمتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہانتک کہ اوائل ماہ ستمبر میں پرنس نکولس کو بھاگ کر اپنے کوہستانی علاقوں میں پناہ گزین ہونا پڑا اور میلان پر خود اپنے ہی ملک میں ایسا دباؤ پڑا کہ ایسی ایک عارضی صلح اور یورپ کی مداخلت کے لئے جن کی صلاح و مشورہ کو وہ ہمیشہ ٹھکرا با کیا، سراپا التجا بننا پڑا۔

یادداشت برلن کی جانب انگلستان کا جو طرز تھا، اس نے مجالسۂ یورپ

کی مداخلت کو ناممکن بنا دیا تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ روس کا میلان یکہ وتنہا برسرکار ہونے کا کیسا ہی کچھ کیوں نہ رہا ہو، بسمارک کی علانیہ صاف گوئی کے مقابلہ میں وہ اس خطرہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے کہ ممکن ہے اس طور پر آسٹریا کے ساتھ تعلقات باہمی کی شکست ہو جائے، آمادہ نہ تھا۔ تاہم اسکا بھی امکان تھا کہ کسی وقت جذبۂ ملی میں ایسا ہیجان و طغیان ہو کہ زار مداخلت کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ان حالات کے ماتحت یہ امر قرین مصلحت تصور کیا گیا کہ دونوں حکومتوں کو بروقت کوئی تصفیہ کر کے ہر ناگہانی حادثہ کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔ ۸ر جولائی ۱۸۷۶ء کو شاہنشاہان الگزنڈر اور فرانسس جوزف (Reichstadt) رائخشٹاٹ میں ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور ہر دو سلاطین نے اس مصلحت کو مدنظر رکھکر کہ فی الحال عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہنا چاہیئے، یہ طے کیا کہ اگر ترکی کے معاملات نے ترقی پذیر ہو کر روس کو بلغاریہ میں داخل ہونے پر مجبور کیا تو آسٹریا، بوسنیا اور ہرزیگونیا پر قبضہ حاصل کرنے کا مجاز ہو گا یہی فیصلہ آگے چلکر ایک معاہدہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا اسطور پر آسٹریا کی غیر جانبداری حاصل کرنے کے بعد روس کے لئے ترکی میں مداخلت کرنا ممکنات ۴۹۸ سے ہو گیا واقعات نے اسے جلد سے جلد ناگزیر بھی بنا دیا۔

بلغاری سفاکیاں مئی ۱۸۷۶ء عارضی صلح کی میعاد ختم ہوئی، فاتح عثمانی افواج نے سرویا میں پیشقدمی شروع کر دی، قلعہ (Alexinatz) الکسی ناٹز مسخر ہو گیا، بلغراد تک راستہ صاف تھا اور تمام سرویا ترکوں کے جذبۂ رحم وکرم کا محتاج الیکن بلغاریہ کے انجام نے اس جذبۂ رحم وکرم کی نوعیت کو بالکل واضح کر دیا تھا، اس اندیشہ سے کہ کہیں انکی شمالی پیشقدمی کے بازو پر بغاوت نہ پھوٹ پڑے، عثمانی افواج نے انتہائی سفاکی اور بیرحمی کے ساتھ بغاوت کے اولین آثارات کو فنا کرنا شروع کر دیا غیر مرتب جنگ آزماؤں کے ایک جم غفیر مسلمان بلغاریوں اور چرکسوں نے نامراد عیسائی مزارعین پر دل کھول کر مظالم کئے اور اون کی خون آشام تیغوں نے لاکھوں کو وادی فنا میں پہنچا دیا (Chios) جزیرہ خیوس کی خونریزی کے بعد آج تک یورپ کی قسمت میں

لہ مسٹر بیرنگ کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔ کاغذات پارلیمنٹ ۱۸۷۶ء

اتنا اضطراب و ہیجان نہیں پیدا ہوا تھا۔ انگلستان میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے حکومت کی مشرقی پالیسی کے خلاف "بلغاری سفاکی" کو اپنی مسلسل تقاریر کا موضوع بنایا، ترکوں کے خلاف عام رائے سخت نفرت کی ہوگئی[1] حتیٰ کہ خود کابینۂ وزارت میں آراء و افکار میں تزلزل واقع ہو چلا تھا کہ آیا وہ روایتی طریقہ جو اب تک حکومت عثمانیہ کی طرف رکھا گیا تھا، قائم رکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۴ ستمبر کو بابعالی نے شرائط صلح پیش کئے جس کی رو سے سرویا بچے کھچے اختیار و آزادی سے بھی محروم ہو جاتا تھا۔ یہاں پہنچکر انگریزی حکومت نے بھی محسوس کیا کہ اس قسم کا تصفیہ ناممکنات ۴۹۹
سے تھا اور لارڈ ڈاربی نے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ اس معاملہ میں روس کی طرف سے ناگزیر پیشقدمی کا اظہار ہو، برطانیۂ عظمیٰ کی طرف سے بتوسل یہ شرائط پیش کئے گئے کہ سرویا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) علیٰ حالہ اپنی حیثیت قائم رکھیں اور بلغاریہ بوسینیا اور ہرزیگونیا کو مقامی خود مختاری تفویض کیجائے۔ ان شرائط کو عام طور پر دول یورپ نے تسلیم کیا اور ۲۵ ستمبر کو یہ بابعالی میں پیش کردی گئیں لیکن ترکی سطوت سلطانی کا ایک چپہ بھی واگذاشت کرنے پر آمادہ نہ تھا اور دول یورپ کی سطحی ہمزبانی کے فریب میں نہ آکر، اپنی ضد پر قائم رہا۔ ان شرائط صلح کے نامنظور ہو جانے پر برطانوی سفیر نے، ایک آخری چارۂ کار کی صورت میں، کم سے کم ایک ماہ کی التوائے جنگ کا مطالبہ کیا، جس کے اختتام پر تمام معاملات پر غور و پرداخت کرنے کے لئے قسطنطنیہ میں ایک کانفرنس منعقد ہوتی۔ اگر ترک اسے بھی نامنظور کرتے تو پھر اس خیال سے کہ وہ بابعالی کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے ہر مجسٹی کی حکومت کی مزید مساعی کا بے سود ہونا ظاہر تھا، "سر ہنری ایلیٹ کو واپس بلا لیا جاتا۔"

بابعالی نے اس کے جواب میں بجائے ایک ماہ کی چھ ماہ کی عارضی صلح منظور فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ تمام سلطنت کی اصلاح کے لئے ۱۲ اکتوبر کو ایک نہایت مشرح اور بسیط اسکیم شائع کی گئی جس میں بوسینیا اور ہرزیگونیا کے لئے مخصوص انتظام مد نظر رکھے گئے تھے۔ یہ ایک شاطرانہ چال تھی۔ چھ ماہ کی عارضی صلح سے سرمائی لشکر کشی کا اندیشہ جاتا رہتا اور

[1] ملاحظہ ہو اربل بہ لارڈ ڈاربی نوٹ فقرس ۳ اکتوبر ۱۸۷۶ء ہر شلٹ جلد ۱۸ م ۲۴۸۸ وغیرہ
[2] ملاحظہ ہو آرائے عامہ اور لارڈ بیکنسفیلڈ جلد اول صفحہ ۴۳ وغیرہ رجی کار سلیکٹ طامسن

اور ایک حقیقی اور آزاد دستور حکومت کے شائع ہو جانے سے برطانیۂ عظمیٰ[1] کی خیر سگالی، جسے اندنوں لغزش ہونے لگی تھی ایکبار پھر متیقن ہو جاتی اور اسمیں شک نہیں اپنی مشہور یا معمولی پالیسی کو برقرار رکھنے کے لیئے انگریزی کابینۂ وزارت کو محض ایک حیلہ کی تلاش تھی۔ سروی افواج میں جو تعداد روسی رضا کاروں کی شریک تھی اسپر لارڈ ڈاربی نے اس بنا پر کہ "ان افواج نے جو تناسب پیدا کیا تھا وہ قریب قریب اعانت ملی کا
۵۰۰ مرادف تھا" صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ اس لئے اب روسی حکومت پر یہ دباؤ ڈالا کہ وہ ترکی کی تجاویز منظور کرلے اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اسکے نامنظور ہو جانے کے کیا یہ معنی تھے کہ روسی حکومت نے جنگ کے لیئے عزم بالجزم کر لیا تھا آسٹریا اور فرانس نے عارضی صلح، فوراً تسلیم کرلی تھی، بسمارک کو کوئی اعتراض نہ تھا لیکن وہ روس کے آرا وافکار پر صاد کرنے کیلئے آمادہ تھا ان آرا وافکار کی بہت جلد تشریح ہوگئی۔ ۲۴ ر اکتوبر کے ایک نوٹ میں (Gortschakoff) گورجاکوف نے یہ دلیل پیش کی کہ ایک طویل التوائے جنگ سے اقوام متعلقہ اور تمام یورپ کشیدگی اور کشاکش میں مبتلا رہینگے۔ روس کو اس امر پر اصرار تھا کہ انگلستان کی ابتدائی تجویز کے مطابق بابعالی ایک ماہ یا چھ ہفتہ کی التوائے جنگ پر کاربند ہو۔ اسکے بعد مزید سلسلۂ مراسلت رہا جس سے باہمی آرا وافکار کی ناگفتہ بہ پیچیدگیوں کا انکشاف ہوا۔ روس نے اسکا خاتمہ کر دینا چاہا ۳۱ ر اکتوبر کو جنرل اگناتیف نے بابعالی

روسی اعلان جنگ

کی خدمت میں روسی اعلان جنگ پیش کیا جس میں فی الفور چھ ہفتہ کی التوائے جنگ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ دلیل بابعالی کے پسند خاطر ہوئی اور سر تسلیم خم ہو گیا۔ دوسری نومبر کو شاہنشاہ نکولس نے ایک حیرت انگیز مکالمہ کے

زار اور لارڈ ڈائے لوفٹس کا باہمی مکالمہ

درمیان لارڈ لوفٹس سے روسی روش کی تشریح وتوضیح کی اور اسکے حق بجانب ہونے کا اظہار کیا اور جیسا کہ اس سے قبل نکولس اول نے کہا تھا اس نے بھی انگریزی قوم کی عقل سلیم سے اپیل

[1] ملاحظہ ہول لارڈ گرینول کے وہ فقرے جو عثمانی سفیر کی تقریر پر گلڈ ہال کی ضیافت کے موقع پر کہے گئے تھے۔

کی اور یہ حقیقت پیش کی کہ اس اعلان کا موجب سروی افواج کی مکمل شکست
اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں بلغاریہ کو بھی اُنھیں مظالم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انسداد جنگ
کے لئے دول یورپ کی متفقہ کوششیں، بابعالی کی شاطرانہ چالوں کے مقابلہ میں
معطل ہو رہی تھیں اور بالفرض دول یورپ ان ہزیمتوں کو جو بابعالی کی طرف سے
نصیب ہو رہی تھیں قبول کر لینا گوارا بھی کر لیتے تو وہ خود اس طرز عمل کو روس کی
عزت، اقتدار اور اغراض و مقاصد کا ہم آہنگ نہیں تصور کر سکتا تھا۔ اسے اسبات کی بڑی فکر تھی کہ مجالسِ یورپ
سے علیحدگی کی نوبت نہ آئے لیکن حالات اور واقعات فی نفسہ ناقابل برداشت ہو رہے تھے اگر یورپ
کو جنبش نہ ہوئی تو پھر مجبوراً وہ یکہ و تنہا برسر کار ہوگا۔ اب سوال یہ تھا کہ انگلستان اور
روس اس بارہ میں کیوں نہ ہمدوش و ہمعنان ہوں روسی تسخیر ہند کا خیال بالکل مہمل تھا، ۵۰۱
رہا قسطنطنیہ اس کے متعلق اس لئے بار دیگر اپنی عزت و ناموس کو درمیان دیکر کہا
کہ اُس کا نہ تو اس قسم کا کوئی ارادہ تھا اور نہ اس کی آرزو۔[1] ۳ نومبر کو روسی شاہنشاہ
کے یہ مصالحت کے وعدے ایک مراسلہ میں شامل کر کے، برطانوی حکومت کے پاس بھیجدیئے
گئے اور اسبات کی استدعا کی گئی کہ یہ شائع کر دیئے جائیں۔ اس میں جس حقیقت کا
اعادہ کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ جہانتک روس کا تعلق تھا، قرین عقل و مصلحت یہ
تھا کہ بحیرۂ اسود کی کلید ایسے ناتوان ہاتھوں میں ہو کہ روس کی تجارت کا یہ دروازہ نہ تو
کبھی بند کیا جا سکے اور نہ کبھی اس کی عافیت معرض خطر میں پڑ سکے۔ ترکی وہ اس نظام عمل کو بجا لایا
اس کے بعد اب کونسی چیز ایسی رہ جاتی تھی جو اپنے عیسائی ہم مشربوں کو مشرق میں
ایک ناقابل برداشت ظلم و تعدی سے نجات دلانے میں انگلستان کو مانع آسکتی تھی[2]

انگلستان ایک کانفرنس کی تجویز پیش کرتا ہے۔

برطانوی حکومت کی طرف سے ان تقدیمات کا جواب لارڈ ڈاربی
کا ۱۴ نومبر کا وہ گشتی مراسلہ تھا جس میں سلطنت عثمانیہ کی آزادی
و سالمیت ملکی اور دول یورپ کے اس فیصلہ کی بنا پر کہ انکی
مداخلت کا مقصد مزید مقبوضات یا تجارتی مراعات کا حصول نہ تھا

[1] ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰۶۔
[2] ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰۶۔

قسطنطنیہ میں ایک کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی گئی تھی[1]۔ لندن کے میرِ بلدہ کے خوان ضیافت پر ۹ نومبر کو لارڈ بیکنسفیلڈ نے جو تقریر کی تھی اور جس میں گو سرکاری عنصر نسبتاً کم تھا تاہم باعتبار نتائج اسکے سنگین اور باوقعت ہونے میں کوئی کلام نہ تھا، اس نے اپنے اُس رویہ کی نامناسب نوعیت کا صاف صاف اظہار کر دیا تھا جسے وہ روس کی طرف سے اختیار کئے ہوئے تھا۔ اس نے کہا کہ "اگر کسی جائز مقصد کے لئے انگلستان برسرکار ہو تو عملاً اس کے ذرائع اور وسائل لا انتہا ہیں۔" زار کا جواب اعیان ماسکو کے ایک مجمع کے سامنے اس حقیقت کا ایکبار پھر اعادہ کرنا تھا کہ اگر وہ انجمن سلاطین یورپ کی طرف سے بالاجماع اُن ضمانتوں کو نہ حاصل کر سکا جنکا وہ ترکی سے طلب کرنے کا مجاز تھا تو پھر اس اعتقاد کے ساتھ کہ ایسے مقصد میں تمام ملک اس کا معاون اور مددگار ہوگا وہ بجہ وتنہا آمادۂ کارزار ہوگا۔ اسکے ساتھ ساتھ ۱۹ نومبر کو روس نے ایک اعلان شائع کیا جسمیں اس نے کانفرنس کی تجویز کو تسلیم اور اپنے صلح کے وعدوں کا بار دیگر اعادہ کیا۔ اس نے کہدیا کہ تمام دول یورپ اصلاحات کی ضرورت تسلیم کرتے تھے۔ ان کو محض ضمانت کی نوعیت سے اختلاف تھا لندن کی کابینۂ وزارت[2] نے اس مقصد مشترک کو ان شرائط ناموں کا اہم آہنگ بنانا چاہا جو ایام گذشتہ یعنی ۱۸۵۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ لیکن تجربہ بتاتا تھا کہ ان شرائط کے باعث ترکی میں دول یورپ کا اثر بالکل بے کار و بے سود ہو کر رہ گیا تھا۔ اب اس حقیقت کا احساس نہایت ضروری ہو گیا تھا کہ ان ضمانتوں کے مقابلہ میں جس کی انسانیت امن و عافیت اور عیسائی یورپ کے احساسات طلبگار تھے ترکی کی آزادی اور ۵۰۲
خود مختاری کو ثانوی حیثیت دیجائے[3]۔

تمام حکومتوں نے کانفرنس کی تجویز قبول کر لی تھی، ہر ایک صلح و عافیت کا تسلط قائم کرنے پر متفق تھا لیکن یہاں پہنچکر انکا اتفاق ختم ہو گیا۔ انگلستان کی

۱؎ ہنسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۱۶۔

۲؎ " " ۲۵۱۵ ہ۔

۳؎ ہنسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۲۰-۲۱

صدائے احتجاج کے باوجود روس نے اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ ترکی سے ایفائے وعدہ کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے بلغاریہ پر عارضی قبضہ کر چکا۔ اسکے معاوضہ میں وہ اس امر کے لئے آمادہ تھا کہ بوسنیا آسٹریا کے تصرف میں رہے اور فرانسیسی اور برطانوی جہازات بحیرۂ مارمورا میں آمد و شد رکھیں۔ دوسری طرف انگلستان نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ بلغاریہ کو خود مختاری دیدی جائے جس سے بقول اندراسی نوٹ عثمانی سلطنت کی کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ صرف بسمارک ایسا تھا جس نے اس فرسودہ مسئلۂ مشرقی کے متعلق یہ حکم لگایا تھا کہ "وہ اسکی قیمت پومیرانیا کے ایک معمولی سپاہی کے برابر بھی نہیں" وہ ہر ایسے انتظام و تصفیہ میں جو دول یورپ میں وفاق و اتفاق قائم رکھنے کے لیے عمل میں لایا جاتا ایک "ایماندار دلال" کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ تھا[۱] دسمبر کے دوسرے ہفتہ میں سفرائے مطلق قسطنطنیہ پہنچے

کانفرنس منعقدۂ قسطنطنیہ

اور اس خیال سے کہ باب عالی کے سامنے اختلافات کا اظہار قرین مصلحت نہ ہوگا یہ طے پایا کہ ترکی نمائندوں کو حذف کر کے کانفرنس کے چند پرائیوٹ اجلاس کر لئے جائیں اور بشرط امکان کانفرنس کے باضابطہ اجلاس سے قبل جو صفوت پاشا کی صدارت میں ۲۳ دسمبر کو منعقد ہونے والا تھا کوئی معاملہ ترتیب دے لیا جائے۔ ابتدائی بحث مباحثہ کے بعد جو امور طے پائے تھے وہ کانفرنس کے باضابطہ اجلاس میں دول یورپ کے متفقہ فیصلہ کی صورت میں پیش کر دیئے گئے۔ اس کی رو سے قرار پایا کہ چند چھوٹے چھوٹے اضلاع جبل اسود (مانٹی نگرو) اور سرویا کے حوالے کر دیئے جائیں اور
بلغاریہ، بوسنیا اور ہرزیگووینا کو انتظامی معاملات میں آزادی حاصل ہو جائے۔ ان ٥٠٣
تمام ممالک میں عیسائی والیوں کا تقرر اور عثمانی افواج کو صرف قلعہ جات تک محدود رکھنا طے پایا۔ چرکس باشندے جو بلغاریہ میں آباد ہو گئے تھے ایشیا کو واپس کر دیئے جائیں اور آخر میں ان انتظامات کو نفاذ پذیر بنانے اور ان کی نگرانی کے لئے چھ ہزار کا سوئس اور بلجین جندارمہ مقرر کیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے باب عالی پر دول یورپ کے

۱؎ تقریر بتاریخ ۱۹ ؍ فروری ۱۸۷۷ء ۔ ہانسرڈ جلد ۲۳ صفحہ ۹۹

اسطور پر متفق اللسان ہونے کا اتنا اثر نہ ہوا جتنا ان کی تجاویز کے دور رس نتائج پر انقباض اور اشتعال ہوا ۱۱؍ دسمبر کو ایک جوابی مظاہرہ کی حیثیت سے تمام عثمانی قلمرو کے لیئے ایک دستور حکومت کا، جسکا وعدہ نہایت احترام و تعظیم کے ساتھ، فرمان مورخہ ۱۴؍ اکتوبر میں کیا گیا تھا، اعلان کیا گیا۔ اس کے بعد سے ترکی ایک آئینی حکومت کی صورت اختیار کرنے والا تھا، جو ایک انتخاب شدہ ایوان زیرین اور ایک سلطان کی نامزد کی ہوئی ایک مجلس سینات اور ایک کابینۂ وزارت پر جو پارلیمنٹ کے ماتحت ہوتی، مشتمل ہوتی۔ ان حالات کے ماتحت کانفرنس مذکور کی طرف بابعالی کا جیسا کچھ طریق عمل تھا اس سے یہ اخذ ہوتا تھا گویا بابعالی کی صداقت اور استقامت کو کانفرنس کے طور و طرز سے چرکا لگ چکا تھا صفوت پاشا کی دلیل یہ تھی کہ ۱۸۵۶ء کے تصفیہ کی رو سے، عثمانی سلطنت اپنے حقوق کے اعتبار سے دیگر دول یورپ کی ہمسایہ تسلیم کی گئی تھی اور اب سلطان کے حقوق شہریاری میں خلل انداز ہونا اس لحاظ سے اور زیادہ نامساعد اور نافرجام تھا کہ یہ ایک ایسے موقع پر پیش کیا گیا تھا، جب سلطان خود اپنی رعایا کے لئے ایک ایسا دستور حکومت منظور کر رہے تھے جو بلا قید مذہب یا ملت تحفظ، مساوات اور انصاف کی ان ضمانتوں کو محفوظ اور متیقن کر دینا تھا جن کو کسی وقت یورپ صرف چند صوبوں کے لئے اور وہ بھی مخصوص مراعات کی حیثیت سے حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ بالآخر بابعالی نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ کانفرنس کے پروگرام کو مسترد کر دے بالخصوص ان دفعات کو جنکا تعلق ایک بین الاقوامی مجلس نگرانی اور اس حقیقت سے تھا کہ عمال کے تقرر میں سلاطین غیر کی آرا و افکار کو دخل ہوگا۔

عثمانی دستور حکومت کا اعلان ۱۱؍ دسمبر ۱۸۷۶ء

ترکی تجویز کانفرنس کو مسترد کرتا ہے۔

انجمن سلاطین یورپ کی ناکامیابی، اگر زار کی تہدید و تخویف بے حقیقت

۱؎ عثمانی دستور حکومت کے لیئے ملاحظہ ہو ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۵۳۱۔

۲؎ مراسلات صفوت پاشا ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۴۵۔

نہ تھی، اب روس کے یکہ وتنہا برسرکار ہونے کی متقاضی تھی۔ اب روس نے تمام دول یورپ کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں اس نے اس امر کا استمزاج کیا تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے کس حد تک پیشقدمی کرنے کے لئے
۵۰۴ آمادہ تھے۔ انگلستان نے اس جنگ کا سدباب کرنے کے لئے جو اب ناگزیر معلوم ہو رہی تھی، ایک آخری کوشش اور کی۔ اس کے اشارہ پر ۱۶ فروری کو ترکی نے سرویا کے ساتھ ایک صلحنامہ پر دستخط ثبت کئے جس کی رو سے جنگ کے قبل کی حالت وحیثیت برقرار رکھی گئی اور لندن میں ایک دوسری کانفرنس منعقد ہوئی جس نے بابعالی کے نام ۳۱ مارچ کو ایک متفقہ نوٹ اس مضمون کا بھیجا کہ مطلوبہ اصلاحات نافذ کر دیجائیں اور سامان جنگ کو ایام صلح کی تعداد اور مقدار سامان جنگ تک محدود کر دیا جائے، بصورت دیگر یہ دھمکی دی گئی تھی[1] کہ اگر بابعالی نے پیش کردہ امور پر توجہ نہ کی تو تمام یورپ اس پر ایک دفعہ پھر غور کریگا۔

لیکن اب روس کا پیمانہ، صبر لبریز ہو چکا تھا اور اس متفقہ نوٹ کے ساتھ جس چیز کا اضافہ کیا گیا تھا وہ عملی حیثیت سے روس کا اعلان جنگ تھا۔ اس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ اگر بابعالی واقعتاً دول یورپ کی اُن تجاویز کو عمل پذیر بنانا چاہتا تھا جن کا مسودہ میں تذکرہ تھا تو پھر اسے "غیر مسلح" ہونے کے مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لئے ایک مخصوص سفیر سینٹ پیٹرسبرگ بھیجنا چاہئے۔ اگر اس سفاکی و خونریزی کا ایکبار پھر اعادہ کیا گیا جو بلغاریہ میں روا رکھا گیا تھا تو روس اپنی ان تجاویز کو جو مجتمع افواج کو منتشر ہو جانے کے لئے اختیار کیجا رہی تھیں، روک دیگا۔[2] ۱۹ مارچ کو سلطان عبدالحمید خاں نے نہایت احترام کے ساتھ عثمانی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اور اسی احترام کے ساتھ روسی مطالبات اس میں پیش ہوئے نتیجہ ظاہر تھا۔ بابعالی کا جواب جسکی تصدیق وتوثیق عثمانی رعایا کے نمایندے کر رہے تھے مضبطہ کے خلاف صدائے احتجاج تھا بالخصوص روسی اعلان کے "ان ناپسندیدہ شرائط کے خلاف جو اسکے ساتھ شامل

---

[1] ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶۳۔

[2] ضمیمہ مضبطہ لندن ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶۵۔

تھے اور اس مفروضہ کے خلاف کہ روس کا غیر مسلح ہونا اُن مشکلات اور پیچیدگیوں کے ختم ہو جانے پر مشروط تھا جن کے متعلق سب جانتے تھے کہ غیر ملکی شورش پسندوں کی ریشہ دوانیوں کی رہین منت ہوئی تھیں پیغام کے آخری الفاظ یہ تھے کہ حکومت عثمانی کو یہ محسوس کر کے سخت اذیت ہوئی کہ دول یورپ نے نہ تو انصاف اور مساوات کے ان اصول مہمہ پر کافی غور کیا جن کو حکومت سلطانی اندرونی انتظامات میں برسرکار لانا چاہتی ہے اور نہ اسکے حقوق آزادی اور شہریاری کا کوئی لحاظ کیا[1]

روس اعلان جنگ کرتا ہے۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء

۵۰۵ اب پانسے پھینکے جا چکے تھے۔ ۱۶ اپریل کو روس نے رومانیا کے ساتھ اس شرط پر کہ اسکی آزادی و خود مختاری تسلیم کر لیجائیگی ایک معاہدہ پر دستخط کر دیئے جس کی روسے رومانیا نے اپنی حدود سے روسی افواج کو آزادی کے ساتھ گذر جانے کا اذن دیدیا ۲۴ اپریل کو زار نے "ان باتوں کو زبردستی سے حاصل کرنے کے لئے جن کو دول یورپ ابتک ترغیب اور تحریص سے نہ حاصل کر سکے تھے" اپنی افواج کو عثمانی سرحد کو عبور کرنے کا حکم دیدیا[2]

برطانوی حکومت کے جنگجویانہ طرز عمل کے باوجود عملاً یہ جنگ روس اور ترکی کی باہمی زور آزمائی پر ختم ہوی اسمیں شک نہیں جنگ کے ابتدائی مراحل میں اس کا امکان ہی نہ تھا کہ انگلستان کسی موثر طور پر مداخلت کر سکتا جمہوریۂ فرانس کو کریمیا میں نپولین سوم کی حیثیت اختیار کرنے کی آرزو نہ تھی۔ آسٹریا کی غیر جانبداری کچھ تو یوں حاصل کر لی گئی تھی (Reichstadt) رائخ شٹاٹ سے اس کے متعلق معاملہ ہو چکا تھا اور کچھ روس کی طرف سے یہ ضمانت دیدیگئی تھی کہ وہ کسی مفتوحہ ترکی صوبہ پر قابض ہونے سے محترز رہیگا اور جنگ کے بعد آخری فیصلہ یوروپین کانگرس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس رفاقت سے محروم ہو کر انگلستان نے بھی چارۂ ناچار وہی کیا جو اسکے لئے ناگزیر تھا اور وہ بھی سوئے اتفاق سے حسب نسبت ویرینہ بھدّے اور بھونڈے طور پر آغاز جنگ کے

[1] مراسلہ صفوت بنام (Musurus pasha) مسوروس پاشا ۹ اپریل ۱۸۷۷ء ہرٹسلٹ جلد ۴ صفحہ ۲۵۷۸۔
[2] ملاحظہ ہو مراسلات یکم مئی ۱۸۷۷ء (ہرٹسلٹ جلد چہارم صفحہ ۲۶۰۷ اور گرینویل کے فقرے ان

چند ہفتہ بعد ۸ جون کو انگلستان نے معاہدۂ غیر جانبداری پر اسی شرط کے ساتھ دستخط کر دئیے کہ روس، مصر اور نہر سویز کی غیر جانبداری کا احترام کریگا اور قسطنطنیہ یا ابنائے باسفورس سے تعرض نہ کریگا۔

آغاز لشکر کشی میں حالات اور واقعات کلیۃً ترکوں کے موافق تھے،

جنگ!

یہ صحیح ہے کہ رومانیا سے متحد ہو جانے کے باعث روسی، دریائے ڈینوب کے پورے بائیں کنارہ پر قابض تھے لیکن عثمانی بیڑا بحیرۂ اسود پر مسلط تھا۔ اور ترکی مسلح کشتیاں دریائے اعظم میں برابر چکر لگاتی تھیں جس کے داہنے کنارہ پر

٥٠٦ دو لاکھ آدمیوں کے ساتھ احمد ایوب پاشا قابض تھا اس زبردست سدِ راہ کے باوجود، نہایت قلیل نقصان کے ساتھ دریا کا راستہ محفوظ کر لیا گیا۔ روس کی چھوٹی چھوٹی توپوں نے مسلح کشتیوں کو تباہ کر دیا۔ کاسکوں کی جماعت نے کامیابی کے ساتھ دریا سے گذر کر، ترکوں کی منتشر جماعتوں میں ابتری پیدا کر دی اور بالآخر ۲۷ جون کو جنرل زمرمانی اس نیت سے کہ عثمانی افواج اس مقام سے علیحدہ ہٹ جائیں، جہاں سے کہ یہ طے کر لیا گیا تھا کہ گرینڈ ڈیوک نکولس کی افواج نکلیں گی، ایک زبردست فوج کے ساتھ دریا کو عبور کر کے دبروجا میں داخل ہوا۔ یہ فریب کام کر گیا۔ ترک یہ سمجھ کر کہ زمرمان کا ڈویژن حملہ آور فوج کا مقدمۃ الجیش تھا نزدجن کے پشتوں پر آ گئے اور صرف چند پلٹنیں روسی افواج کا سدباب کرنے کے لئے رہ گئیں جسکا موقع ۲۶ جون کی شب میں سستووا کے مقابل زمنتزا میں پیش آیا۔ عثمانی افواج نہایت آسانی کے ساتھ منتشر کر دی گئیں اور بغیر کسی حرب و ضرب کے ۲۷ جون کو سستووا پر قبضہ ہو گیا۔ عیسائی افواج کی اولین کامیابی پر گرجا میں خدا کا شکر اور اس کی تعریف کی گئی جس میں خود زار شریک تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آئندہ کیا کارروائی ہونی چاہئے ترکی افواج کا بیشتر حصہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ چھوٹے چھوٹے بے شمار مظاہروں پر جو مرہیانہ غیر جانبداری کے متعلق کیے گئے تھے۔ وہ مظاہرے جنہوں نے ہماری قوت یا اقتدار میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے اور جنکا عملی نتیجہ سوائے اسکے کہ وہ روس کی کدوکاوش کا موجب ہوا اور کچھ نہ ہوا "۔

اب جنرل زمرمان کے دو بدو روسی افواج کے اصل حصہ کے بازو پر اس مقام پر مجتمع ہو چکا تھا جس کے چار سمت قلعہ جات رسچک، سلسترِیا، وارنا اور شملا ایک ذو اربعۃ الاضلاع کی صورت میں قائم تھے۔ حربی قواعد مستمرہ کا اقتضا تھا کہ غنیم کے حصۂ مرکزی پر وار کیا جائے اور قبل اسکے کہ اندرون ملک پیشقدمی کیجائے حملہ آور افواج کے بازو پر جو مضبوط مقامات ہوں وہ مسخر کر لئے جائیں لیکن جس سہولت کے ساتھ روسی افواج ڈینوب سے گذر سکی تھیں اس کی بنا پر قائدان لشکر نے غنیم کی طاقت کا نہایت حقیر اندازہ لگا یا تھا۔ نہایت نمایاں اور تابناک فتوحات سے عیسائی رعایا کو دعوت جنگ پر صدائے لبیک بلند کرنے کے لئے آمادہ و مستعد کرنا ضروری تھا، قلعہ جات سے عہدہ برا ہونے کی کوشش ایک نہایت سست اور غیر منفصل طریقہ کار تھا لنظر بران یہ فیصلہ کیا گیا کہ بلقان سے بلغار کرتے ہوئے قسطنطینیہ پہنچ جائیں اور
۵۰۷ اسطور پر ترکی طاقت و سطوت کے عین مرکز پر وار کر کے جنگ کو ایک نہایت شاندار انجام تک پہنچا دیں۔ یہ مہم سوار افواج کے ایک نہایت درخشندہ اور شاندار افسر جنرل گورکو کے سپرد کی گئی، ساتھ ہی ساتھ روسی افواج کا اصلی حصہ گرینڈ ڈیوک نکولس کے تحت میں خط دریائے جنترا پر قائم رہ کر ترکوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا اور ڈینوب اور رومانیا کے ساتھ سلسلۂ رسل و رسائل قائم کئے ہوئے تھا۔

۳ر جولائی کو گورکو نے بیلا سے کوچ کیا۔ ۷کو ترلوو ا پر قبضہ کیا اور درۂ شبکہ سے بچتا ہنیکوئی کے تنگ راستہ سے نکلتا اور کوہ بلقان سے گذرتا ہوا ۱۳ ر مارچ کو کازانلک میں داخل ہو کر جنوب کی سمت سے بالکل غیر متوقع طور پر حملہ کر کے عثمانی فوجی چوکی کو شبکہ سے باہر نکالدیا۔ اس شاندار تاخت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ دو راستے جو پہاڑ کے اوپر سے گذرتے تھے روسیوں کے ہاتھ میں آگئے۔ رومیلیا اب حملہ کی زد میں تھا اور نہ اڈریانوپل۔ اور عثمانی دارالخلافت پر تاخت کرنا اب تقریبًا کامیابی کا ذریعہ نظر آنے لگا تھا۔

لیکن یہاں پہنچکر صورت دگرگوں ہونے لگی ۱۱ر جولائی کو یہ خبر جبل اسود (مانٹی نگرو) میں سلیمان پاشا کو پہنچی پانچ دن بعد انٹی واری میں جہاز پر سوار ہوا ۱۹ کو دیدی غاچ پہنچا، جہاں سے بسرعت تمام ریل سے سفر کر کے ترلوو ا اور قرابونار

کے درمیان، ایک زبردست فوج کے ہمراہ، حملہ آوروں کے راستہ میں حائل ہوگیا۔ اس کے داہنے بازو کا سلسلہ دیمرکاپو کے درّوں سے گذر کر، کوہ بلقان کے پار عثمانی افواج کے اصلی حصہ سے جاملا گورکو کو کئی معرکوں میں شکست ہوئی۔ یہانتک کہ وہ پسپا ہوتا ہوا درۂ ہینکوئی سے گذر گیا اور اپنی تمام فتوحات میں سے وہ صرف درۂ شپکہ پر قابض رہ سکا جہاں پر ترکی رجمنٹ نہایت شاندار لیکن بے سود جرات و شہامت کے ساتھ جنرل رڈزکی کی خندق گیر افواج پر مردانہ وار ٹوٹ پڑیں مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

شمال میں روسیوں کی حالت اس سے بھی بدتر تھی پیرانہ سال احمد پاشا کی جگہ ایک فرانسیسی نومسلم محمد علی مقرر ہوا۔ اسنے اپنی تندہی اور رجان فشانی سے جو غیر مشرقی صفات تھیں، نہایت دانشمندانہ فوجی نقل و حرکت سے روسی افواج کو پیشقدمی سے باز رکھا اور جنرل زمرمان کے لشکر کو دبروجا کی دلدلوں میں، جو موسمی بخار کا گہوارہ تھا، پھنسا دیا۔ اس سے بھی زیادہ ہیبت انگیز انجام روسی افواج کے داہنے بازو کا ہوا جو جنرل (Krudener) کروڈنر کے زیر کمان تھا۔ کروڈنر نے ۱۶ جولائی کو نکوپولس پر قبضہ کر لیا تھا اور جنرل شلڈر کو پلونا پر قبضہ کرنے کی ہدایت کردی تھی۔ یہ مقام اس حیثیت سے نہایت اہم تھا کہ یہ نقطۂ اتصال تھا ان دو سڑکوں کا جنمیں سے ایک نکوپولس اور لواٹز کے درمیان تھی اور دوسری صوفیا اور سستوا کے درمیان۔ لیکن اسی اثنا میں عثمان پاشا چالیس ہزار افواج اور نوے توپوں کے ساتھ پلونا میں آگئے جسے انھوں نے جلد جلد خندقوں سے مستحکم کر دیا۔ شلڈر نے حملہ کے لئے پیشقدمی کی لیکن کچھ اس بے ترتیبی کے ساتھ پسپا ہوا کہ پیلا اور نکوپولس ہی میں جاکر پناہ گزیں ہو سکا۔ کروڈنر جو اس حادثہ کی تلافی کے لئے نہایت سرعت کے ساتھ پیشقدمی کر رہا تھا شلڈر کا ہم نصیب ہوا۔ اسکا حملہ آٹھ ہزار اتلاف جان کے ساتھ پسپا کیا گیا اور بالآخر اس نے مجبور ہوکر اپنی خراب و خستہ بٹالین، کے ساتھ ڈینوب پر جا دم لیا۔ ۵۰۸

عثمان پاشا پلونا میں

اب جنگ کا سارا نقشہ یک بیک بدل گیا تھا۔ زار بیگر کا قسطنطنیہ پر فاتحانہ شوکت و جلال کے ساتھ پیشقدمی کرنے کا وہ خواب جو باوجود گذشتہ تلخ تجربات کے

روسی ابتک دیکھ رہے تھے، نسیاً منسیاً ہوگیا۔ فی الحال تو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ عثمانی سلطنت نہیں بلکہ روسی سلطنت، موت و حیات کی کشاکش میں مبتلا اور تمام یورپ کی نظریں انتہائی بیم و رجا کے ساتھ اس محاربہ پر جمی ہوئی تھیں جو بلغاریہ کے ایک معمولی شہر کے گرد ہو رہا تھا اور جس کے انجام سے ساری مشرق کی قسمت وابستہ تھی۔ روسی مستقر جنگی میں اس خطرہ کا پورا احساس تھا۔ گرینڈ ڈیوک نکولس نے محمد علی کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے فوج کا ایک حصہ چھوڑا اور فوج کے اصلی حصہ کو جس کی تعداد ۰۰ ہزار تھی ہمراہ لیکر بسرعت تمام پلونا پہنچا یہاں پہنچکر ۱۱ ستمبر کو اس نے ایک زبردست حملہ کیا جس کے متعلق امید واثق تھی کہ وہ پچھلی ناکامیوں کی کافی سے زیادہ تلافی کریگا، اسکا انجام سنگین تر ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ داہنے بازو پر رومانیوں اور بائیں بازو پر سکوبلیف نے ترکی مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن مرکزی حملہ ہولناک خونریزی کے ساتھ جس میں سولہ ہزار مقتول اور مجروح ہوئے پسپا کر دیا گیا ؏

ان سب سے زیادہ تہلکہ انگیز وہ خبر تھی جو ایشیا سے موصول ہوئی جہاں مختار پاشا نے روسی حملہ آوروں کو جو میلیکاف کے زیر کمان تھے سرحد پار بھگا کر غازی کا لقب حاصل کر لیا تھا۔ ان مزید بالائے مزید ناسازگاریوں کی بنا پر نظام لشکر کشی ۵۰۹
میں تغیر و تبدیل لازم آئی کیونکہ ایسی حالت میں جبکہ کوچ کے راستہ پر داہنی سمت پلونا تسخیر ہونے سے رہ گیا تھا اور بائیں سمت محمد علی کی مرتب افواج پڑی ہوئی تھیں، قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ چند ہفتوں تک اسکے سوا اور کچھ نہ ہوا کہ ترکی افواج ذوار بعۃ الاضلاع سے نکل کر کوئی جارحانہ کارروائی نہ شروع کرنے پائیں۔ دوسری طرف از دست رفتہ سطوت و عظمت کو از سر نو حاصل کرنے کے لئے سلطنت کے تمام ذرائع اور وسائل بر سر کار لائے جا رہے تھے۔ یہ اسطور پر ممکن تھا کہ عثمانی سپہ سالاروں کے نائبین ناکارہ بھی تھے اور رشک و رقابت کے شکار بھی اور دوسری طرف ترکوں کا وہ ناقابل علاج اعتراض تھا جو ہمیشہ جانبازانہ اقدام کے خلاف پیش کیا جاتا تھا۔ محل شاہی کی ایک سازش کی بنا پر قوی العزم محمد علی معزول کیا گیا اور اسکے بجائے سلیمان پاشا مقرر ہوا جو اتنا مستعد اور قابل سپاہ سالار تو تھا مگر بددیانت اور بدقسمتی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہتر و مساعد موقع جسکے بار دیگر پیش آنے کا امکان

نہ تھا ہاتھ سے نکل گیا۔ اب بجائے اسکے کہ وہ دریائے ڈینوب کے پار دھکیل دیے جاتے، روسیوں کو سسٹوو اکے گرد تین لاکھ افواج جمع کرنے اور پلونا کو حملہ سے ناقابل تسخیر سمجھکر، فاقہ زدگی میں مبتلا کر کے مطیع و منقاد بنانے کے لئے ایک نہایت زبردست تیاری کا موقع ملگیا۔ محاصرہ کرنے والی افواج کا انتظام، مدافع سپاسٹوپول ٹوڈلبین کے سپرد کیا گیا اسکی نگرانی میں، دلیران عثمانی کے گرد ایک آہنی حصار قائم کردیا گیا، دوسری طرف روسی جم غفیر پلونا کے تسخیر ہوتے ہی رومیلیا اور دارالخلافت عثمانی پر ٹوٹ پڑنے کے لئے جنوب میں، بلقان کی سمت پھیلتا جارہا تھا۔ ایک طویل محاصرہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے عثمان پاشا کے پاس کافی ذخیرۂ خورد و نوش موجود نہ تھا اور روسی محاصرہ کے مکمل ہوجانیکے بعد شہر کا مسخر ہوجانا صرف چند ہفتوں کا معاملہ رہ گیا تھا۔ تمام ذخائر ختم ہوجانے کے بعد ۱۰ر دسمبر کو عثمان پاشا نے روسی صف کو چیر کر نکل جانے کی ایک نہایت جانبازانہ کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی اور
۵۱۰ ایک خونریز معرکہ کے بعد اپنی بقیہ افواج کے ساتھ ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہوگئے ؛

اب روسیوں کی جنوبی پیشقدمی کا آغاز ہوا۔ ترکوں کی تمامتر مساعی کے باوجود درۂ شپکہ روسیوں ہی کے قبضہ میں رہا اور بلقان پر ان کی پیشقدمی کی معقول مزاحمت بمشکل کہیں کیجاسکی۔ بدنصیب ترکوں پر ناسازگاریوں کا ہجوم ہونے لگا۔ ایشیا میں مختار کی مہمات یک بیک ختم ہوگئیں اور روسیوں نے ایکدفعہ پھر سرحد عبور کرلی ۱۸ر نومبر کو قارص پر انکا قبضہ ہوگیا تھا اور اب ارض روم پر پیشقدمی کر رہے تھے۔ دوسری طرف جنوب میں ان کا طلیعہ یعنی مقدمۃ لشکر طرابزون تک پہنچ چکا تھا۔ ۱۴ر دسمبر کو سرویوں نے بار دیگر اعلان جنگ کردیا تھا اور قدیم سربی دارالحکومت پر تزرندان کی تگ و تاز کی زد میں آچکا تھا انھوں نے ایک ترکی ڈویژن کو گرفتار کر کے خطہ بلقان کو مغرب کی طرف سے عبور کرلیا تھا حملہ کے اس بے پناہ سیل کو روکنے کے لیئے سلیمان ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ ذوار بعۃ الاضلاع سے جنوب کی طرف نہایت سرعت کے ساتھ بڑھا۔ لیکن روسی پیشقدمی اب ناقابل انسداد تھی۔ یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو گورکو نے بوگاروو پر قبضہ کیا۔ ۵ر کو صوفیا میں داخل ہوا اور اپنے سامنے سے ترکوں کو پسپا کر کے فلپوپولس تک پہنچادیا اور دس دن تک جنگ کرنے کے بعد ۱۷ر کو انھیں شکست دیدی۔ سلیمان، گورکو کی مظفر و منصور

افواج اور اس جدید ڈویژن کے درمیان گھر گر جو ڈوٹز کی کے تحت میں شبکہ سے پیشقدمی کر رہا تھا، پسپا ہونے پر مجبور ہوا اور بالآخر ۲۰ رجنوری کو گورکو فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ ادرنہ میں داخل ہوا ؎

انگلستان کا طرزعمل

حکومت برطانیہ قسطنطنیہ پر روسیوں کی تیز و سریع پیشقدمی کا ترقی پذیر اضطراب کے ساتھ مشاہدہ کر رہی تھی۔ آسٹریا کے مثل انگلستان کی غیر جانبداری ابتدا سے مشروط تھی[1] اور ۱۳ ردسمبر کو لارڈ ڈاربی نے کاؤنٹ شووالوف (Schuvaloff) کو ایک یادداشت بھیجکر اپنی اس دلی تمنا کا اظہار کیا تھا کہ روس، قسطنطنیہ یا ادرنہ پر قبضہ کرنے سے محترز رہیگا اور اس امر کو بھی واضح کر دیا تھا کہ بصورت دیگر، برطانوی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھ کر حکومت برطانیہ جو تدابیر مناسب خیال کرے گی عمل میں لائیگی۔ پرنس (Gortschakoff) جاگوف کی اس استدعا پر کہ اغراض و مقاصد متذکرہ کی توضیح کر دیجائے تاکہ اس کے متعلق روس سے کوئی معاملہ کیا جاسکے، ۲۳ رجنوری ۱۸۷۸ء کو لارڈ ڈاربی نے انگلستان کے اس ۵۱۱ اعتراض کا دوبارہ اعادہ کیا کہ کوئی ایسا فعل عمل میں نہ لایا جائے جس سے درۂ دانیال کے روس کے قابو یا اختیار میں آجانے کا امکان ہو سکتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی دریافت کیا تھا کہ آیا پرنس (Gortschakoff) گورجاکوف یہ یقین دلا سکتا تھا کہ جزیرہ نمائے گیلی پولی پر روسی افواج کا قبضہ نہ ہو جائیگا۔ اس آخری مذکور روسی حکومت نے فوراً اس شرط کو منظور کر لیا کہ وہاں کوئی ترکی فوج نہ جمع ہو اور خود انگلستان اس پر قابض ہونے کی کوشش نہ کرے۔ اس انتظام کے بعد برطانوی کابینۂ وزارت فی الحال مطمئن ہو گیا اور اس خبر نے کہ ترکی سفرائے مطلق عارضی صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے روسی مستقر جنگی کی طرف روانہ ہو گئے اس بات کی امید دلائی کہ اب جلد تصفیہ ہو جائیگا ؎

پلونا کی قسمت کے فیصلہ کے بعد ہی حکومت عثمانیہ نے مشترکہ اور متحدہ مداخلت کے لئے دول یورپ سے اپیل کر دی تھی۔ یہ نامنظور ہوئی لیکن بابعالی نے

[1] ٹجلد ۲۳، صفحہ ۳۵ ؎

ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں علیحدہ اپیل کی تو دیگر دول یورپ کی مکمل رضامندی کے ساتھ، انگلستان نے متخاصمین کے درمیان اپنی "خدمات نیک" بطور واسطہ اور شفیع پیش کردیں۔ برطانوی یادداشت کے جواب میں زار نے جنگ کو ختم کردینے اور سلسلۂ گفت وشنید کے آغاز کرنے میں اپنی آمادگی اور اشتیاق کا اظہار کیا۔ لیکن اس نیک میلان میں بظاہر اس کے جنرل شریک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ عثمانی سفرا کزانلاک میں گرینڈ ڈیوک نکولس سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن گفت وشنید کا باضابطہ سلسلہ اسوقت تک شروع نہ ہوا جب تک کہ روسی مستقر جنگی ادرنہ میں قائم نہ ہوگیا ہو

انگلستان اور روس کے درمیان اندیشہ جنگ

اس توقف نے برطانوی حکومت کے اندیشوں کو بیدار کردیا۔ ۱۷ جنوری کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس خاص طلب کیا گیا اور ملکہ کی تقریر میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اگر بدقسمتی سے سلسلہ جنگ کو طول دیا گیا تو بعض غیر متوقع حادثات کی بنا پر، بطور حفظ ماتقدم بعض تدابیر کا اختیار کرنا لازم آئیگا جس کے لئے پارلیمنٹ کی فیاضی اور سیر چشمی سے اپیل کیجائیگی۔ ایک ایسا بیان جس کے الفاظ اس درجہ احتیاط کے ساتھ ترتیب دئے گئے ہوں بمشکل تہدید جنگ کا مرادف ہوسکتا تھا۔ تاہم اس سے حکومت کے میلان خاطر کا پتہ لگتا تھا۔ اسمیں شک نہیں کابینۂ وزارت
میں نہایت اہم اختلاف آرا کا اظہار ہو رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ صلح و عافیت ۵۱۲
کا قیام، جہانتک یہ برطانوی اغراض ومقاصد کے ہم آہنگ ہوسکتا تھا ہر وزیر سلطنت

برطانوی کابینۂ وزارت میں اختلاف رائے

کے پیش نظر تھا لیکن یہاں پہنچکر ان کا اتفاق واتحاد ختم ہوگیا اراکین کا بیشتر حصہ جس کی سربراہی لارڈ بیکنسفیلڈ کررہا تھا، اس کا قائل تھا کہ اگر برطانیہ کے اس ارادہ کا نہایت نمایاں طور پر مظاہرہ کیا جائے کہ روس کی وعدہ شکنی کا ازالہ بزور شمشیر کیا جائیگا تو وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے وعدہ پر قائم رکھا جاسکتا ہے۔ لارڈ ڈاربی اور لارڈ کارنارون کا اعتقاد تھا کہ جب تک روس ان شرائط سے انحراف نہ کرے جن کی بنا پر اس نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا تھا، اسوقت تک اس قسم کے

منظاہرے نہ تو جائز تھے اور نہ قرین مصلحت کیونکہ بہت ممکن تھا کہ ان سے وہی خرابیاں رونما ہوں جنکا سدباب کرنے کیلئے یہ وضع کیئے گئے تھے اور یہ پر روسی قبضہ کی خبر پہنچی تو ۲۳ جنوری کو کابینۂ وزارت نے جنگی جہازات کو گیلی پولی بھیجنے کا فیصلہ صادر کر دیا لارڈ ڈاربی بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہتا تھا لیکن روسی شرائط صلح وصول ہو لئے پر اسے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنیکی ترغیب دیجاسکی اور لارڈ بیکنسفیلڈ نے جنگی جہازات کے لئے جو احکام صادر کئے تھے ان کو منسوخ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ۲۸ جنوری کو کابینۂ وزارت نے اس مقصد کو پیش نظر رکھکر کہ روس ان عہد ناموں کی خلاف ورزی نہ کرنے پائے جو آبنایوں میں جہازوں کی آمد و رفت سے متعلق تھے چھ لاکھ پونڈ کی رقم منظور کئے جانیکی تحریک پیش کر کے اپنے اس ارادہ کا اعلان کر دیا کہ اگر کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا تو اس کا ارادہ جنگ سے بھی دریغ نہ کرنے کا تھا۔

تین دن بعد ۳۱ جنوری کو روسی اور ترکی نمایندوں نے اورنہ میں ایک نوشتہ پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے جس میں "عارضی صلح" کے قیام کے لئے متخاصمین کے درمیان صلح کے ابتدائی ارکان کی تشریح و توضیح کی گئی تھی۔ اس تحریر کی رو سے

ضبطۂ اورنہ ۳۱ جنوری ۱۸۷۸ء

باسفورس اور دردہ دانیال میں روسی حقوق کی تصدیق کی گئی۔ طے پایا کہ تاوان جنگ جس کی نوعیت بعد کو متیقن ہوگی روس کو نقصانات جنگ کی تلافی میں ادا کئے جائینگے۔ بلغاریہ کو

۵۱۴ ایک خود مختار اور باجگذار ولایت کی حیثیت دیجانی طے پائی۔ اس کی حکومت قومی و عیسائی ہوگی اور ایک قومی ملیشیا بھی ہوگی۔ جبل اسود، رومانیا اور سرویا کو خود مختاری دیجائیگی جبل اسود کی مقبوضات وسیع کیجائینگی، رومانیا کو تاوان جنگ مقبوضات کی شکل میں ادا کیا جائیگا اور سرویا کے سرحدی بند و بست کی تصحیح و تعدیل کیجائیگی۔ بوسینیا اور ہرزیگوینا کو اپنے انتظامی معاملات میں، کافی ضمانت کے ساتھ خود مختاری تفویض ہوگی اور اسی قسم کی اصلاحات دیگر عیسائی صوبوں میں نافذ ہونگی۔ اسی روز عارضی صلح کے معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے وِڈِن، رسیچک اور سلستر کے قلعہ جات روس کے حوالہ کئے گئے اور بلغاریہ میں ترکوں کا قبضہ صرف وارنا کے ضلع پر قائم رکھا گیا اور روسیوں کو اس مقام تک بڑھنے کی اجازت

دیدی گئی جہاں سے قسطنطنیہ صرف چند میل کے فاصلہ پر رہجاتا تھا۔
اس عارضی صلح کے شرائط کے مطابق گرینڈ ڈیوک نکولس نے بڑھکر اپنا مستقر جنگی چتلجہ پر قائم کیا جہاں سے قسطنطنیہ کے منارے نظر آتے تھے۔ یہ جنگ کے قواعد مستمرہ کے مطابق تھا اور جہانتک ضابطہ کا تعلق تھا یہ اُس معاہدہ کے منافی نہ تھا جو روس اور انگلستان کے مابین ہوچکا تھا۔ تاہم نوبت یہانتک پہنچی کہ برطانوی بیڑہ کو

روسی، قسطنطنیہ کے سامنے!

درۂ دانیال سے گذرنے کے متعلق جو اعتراض لارڈ ڈاربی نے کیا تھا اسے اس نے واپس لے لیا اسی بنا پر "جان و مال کی حفاظت کے لئے" دو جنگی جہاز ولپ کو گیلی پولی سے اور ایک کو "جزائر الملوک" سے کچھ فاصلہ پر قائم اور مستعد ہوجانے کا حکم نافذ کر دیا گیا۔

اب موقع نہایت نازک ہوگیا تھا اسمیں شک نہیں کہ روس اور انگلستان کے درمیان ایک جدید مکالمہ ترتیب دیا گیا جس کی رو سے موخر الذکر نے اپنی افواج کو خشکی پر اتارنے اور اول الذکر نے خطوط بولیر پر قبضہ کرنے سے محترز رہنے کا وعدہ کیا لیکن کسی ایک ماتحت افسر کی نافہمی سے شعلۂ جنگ کے بھڑک جانیکا اندیشہ تھا۔ آسٹریا کے بھی تیور بدلے ہوئے تھے اور کاونٹ اندراسی نے علی الاعلان اس امر کا اظہار کر دیا تھا کہ وہ چند شرائط جو اور نہ میں طے ہوئی تھیں آسٹریا ہنگری کے اغراض و مقاصد کے منافی تھیں۔ اوران سب خطروں پر مستزاد یونان کا یہ احساس تھا کہ اس عام اخوتِ یونانی کے خواب کو عمل پذیر بنانے کا موقع آگیا ہے جس کی رو سے وہ متصلی ایپائرس کریٹ اور مقدونیہ کو اپنے اکلیل شہریاری سے وابستہ کرلینا چاہتا تھا۔ اس نے ۲ر فروری کو ٹرکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن یہ ایک ایسا موقع تھا جہاں دول یورپ ہم آہنگ تھے۔ ان کی متفقہ

یونان اعلان جنگ کرتا ہے اور دبا دیا جاتا ہے۔

صدائے احتجاج اس تہدید کے ساتھ مرکب ہوکر کہ عثمانی جنگی جہاز پیرئی روس پر ٹوٹ پڑینگے اس بے وقت مظاہرہ کا سد باب کردینے کے لئے کافی ثابت ہوئی اب یہ حقیقت روز بروز واضح ہوتی جارہی تھی کہ ایک خطرناک موقع اور ۵۱۴

حالت سے نجات پانیکی صورت صرف دول یورپ کی ایک کانگرس ہوسکتی تھی۔ انگلستان اور آسٹریا دونوں نے نہایت واضح طور پر اس امر کا اظہار کردیا تھا کہ جنگ کے بعد جو تصفیہ ہوگا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے "یوروپین" ہوگا اور ۵ رفروری کو کاؤنٹ اندراسی نے دول عظمٰی کو ایک کانفرنس میں باضابطہ مدعو بھی کردیا تھا بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کی بنا پر روس کو ایک ایسا راستہ اختیار کرنا پڑا جس کی رو سے فتح وظفر کے اُن ثمرات کا اس کے ہاتھوں سے نکل جانیکا اندیشہ تھا جنکو وہ قریب قریب حاصل ہی کرچکا تھا۔ اس نے اپنی فتوحات نہایت گراں قیمت پر حاصل کی تھیں اور اس کی خستہ اور ماندہ افواج اب اس قابل نہیں رہ گئی تھیں کہ وہ کسی ایسی جدید مہم سے عہدہ برآ ہوسکتیں جس میں شاید انگلستان اور آسٹریا اس کے خلاف صف آرا ہوگئے۔ رومانیا میں بھی کچھ تمرد کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ وہ اس تجویز کے خلاف کہ دبروجہ کے مبادلہ میں جو کم پسندیدہ تھا روس کو بیسر بیہ حوالہ کردیا جائے، صدائے احتجاج بلند کرچکی تھی۔ باوجود اس کے کہ بسمارک نے علی الاعلان آسٹریا کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا، روس کو یہ توقع تھی کہ دول یورپ کی کانگریس میں اس طرزعمل کی بنا پر جو اس نے ۱۸۷۰ء کی جنگ میں اختیار کر رکھا تھا، جرمنی کلیتہً اسکا ہمساز و ہمساز ہوگا۔ بنابراں روس کی طرف سے پرنس (Gortschakoff) گورچاکوف نے دول یورپ کی ایک کانگرس کے لئے اپنی رضا دیدی؛

ایک کانگرس کی تجویز پیش کیجاتی ہے

قبل اس کے کہ ابتدائی ضروری مراحل طے ہوتے معاہدہ اورنہ ۳ مارچ کو عہدنامہ سان استیفانو میں تبدیل ہوچکا تھا، اس تحریر میں دوسرے دول یورپ کے احساسات کو پیش نظر رکھنے کا کوئی میلان نہیں پایا جاتا تھا۔ یہ حقیقتاً یورپ میں عثمانی اقتدار کے خاتمے پر دال تھا یا ہوسکتا تھا۔ بشرطیکہ یہ کبھی موثر ہوسکتا! ایک نہایت ہی سنگین تاوان جنگ عائد کیا گیا تھا جس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں باطوم، اردھان اور قارص ایشیا میں اور دبروجہ یورپ میں روس کے حوالہ کردئے جاتے اور موخرالذکر بیسربیہ کے مبادلہ میں رومانیا کے حوالہ کیا جاتا جسکی وجہ سے روسی سرحد ایکبار پھر ڈینوب تک

عہدنامہ سان استیفانو ۳ مارچ ۱۸۷۸ء

پہنچ جاتی۔ سرویا، رومانیا اور جبل اسود (مانٹی نگرو) کو خود مختار مملکتوں کی حیثیت
تفویض کیجاتی جس میں سرویا کو اضلاع نش اور مٹروویٹزا حاصل ہوتے اور جبل اسود
کے رقبہ مقبوضات میں بوسینا کے خرچ پر کچھ اضافہ کیا جاتا اور ساحل اڈریاٹک کے ۵۱۵
دو بندرگاہوں (Dulcigno) ڈولسی نیو اور انٹی واری کا اضافہ کرکے مزید وسعت
پیدا کر دینے کی تجویز تھی روس اور آسٹریا کی تحفظ و نگرانی میں بوسنیا اور ہرزیگونیا
کو ادارات آزاد تفویض ہوجاتے لیکن ان سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ بلغاریہ کو
ایک خود مختار ولایت کی حیثیت دیجانی زیر تجویز تھی جس کی وسعت ڈینوب سے
مجمع الجزائر تک ہوتی اور جس میں کوہ بلقان کی شمال میں، بلغاریہ کے علاوہ، مشرقی
رومیلیا اور مقدونیہ شامل ہوتے۔ بلغاریۂ عظمیٰ کو جو یوروپین ٹرکی کے بقیہ حصہ کو دو
مساوی حصہ میں تقسیم کر دیتا ایک منتخب شدہ حکمران اور اسمبلی دیجاتی۔ ایک روسی کمشنر
کی نگرانی میں جسکا تقرر دو سال کے لئے ہوتا اور جس کی پشت پناہی کے لئے پچاس ہزار
افواج قابضہ موجود ہوتیں اسمبلی مذکور پر ایک دستور حکومت وضع کرنے کا فرض عائد
ہوتا تھا آخر میں یہ طے پایا کہ سواحل ڈینوب کے سارے قلعے منہدم کر دئے جائیں
کریٹ کا انتظامی بندوبست ان معاہدات کی رو سے عمل میں آنیوالا تھا جو آخری
ہنگامہ بغاوت کے بعد ۱۸۶۸ء میں وضع کیے گئے تھے۔ یہ بھی قرار پایا کہ دیگر عیسائی
صوبہ جات کو بھی چند موعودہ حقوق تفویض ہوں اور آرمینیا کو بہتر حکمرانی کی ضمانت
دی جائے[۱]۔

عہد نامہ سان استیفانو وول یورپ کے بدترین اندیشوں کا ترجمان تھا۔
آسٹریا نے اس حقیقت کو محسوس کیا کہ اب وہ زمانہ قریب آگیا ہے جب اسکی
وہ تمام حوصلہ مندیاں جنکی رو سے وہ سلانیک اور مجمع الجزائر تک پہنچنا چاہتا تھا
منقطع ہوجائینگی۔ انگلستان کو مشرق میں اپنا اثر و اقتدار زوال پذیر نظر آنے لگا۔ انکا

آسٹریا اور انگلستان مسلح ہوتے ہیں	طرز عمل بہت جلد ان کے اندیشہ کا آئینہ بنگیا۔ اندراسی نے بوسینیا اور ہرزیگونیا پر فوجی قبضہ کرنے کی نیت سے جسے وہ

[۱] ملاحظہ ہو ونقشہ جو آخر میں شامل ہے۔

بمشکل مخفی رکھ سکا تھا چھ کروڑ گلڈن کے لئے مجلس مندوبین میں تحریک پیش کی اور اسکی منظوری بھی حاصل کرلی، حکومت برطانیہ نے افواج محفوظہ کو طلب کرلیا۔ مالٹا کی افواج میں اضافہ کیا۔ اور ہندوستان سے افواج طلب کرنے کا انتظام کیا۔ لارڈ ڈاربی نے جس نے ابتک اپنا ابتدائی طرز اختیار کر رکھا تھا، استعفا دیدیا اور ۲۸ مارچ کو لارڈ سالسبری نے وزارت خارجہ کی عنان اپنے ہاتھ میں لی انعقاد کانگرس کے لیئے جو سلسلہ گفت و شنید قائم تھا اور جس طور پر ابتک اسمیں تاخیر ہو رہی تھی اس سے جنگ کے وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ انگلستان کا یہ مطالبہ تھا کہ روس معاہدہ سان استیفانو کو کانگرس میں پیش کردے تاکہ اس امر کا اندازہ لگایا جاسکے کہ یہ موجودہ عہد ناموں سے کس حدتک متغائر و متناقض ہے۔ روس کو اس بات سے انکار نہ تھا کہ دول یورپ کو اس عہد نامہ کی ہر مد کو معرض بحث میں لانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن وہ اس بات کا البتہ دعویدار تھا کہ اس بحث مباحثہ سے جو نتیجہ برآمد ہوتا اس کے منظور یا مسترد کردینے کا اسے حق حاصل تھا لیکن اگر وہ خود اس عہد نامہ کو من حیث الکل پیش کرتا تو شاید ایسا کرنے کا امکان نہ ہوتا لارڈ سالسبری نے یکم اپریل کو ایک گشتی مراسلہ شائع کیا جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ یہ تمام عہد نامہ موجودہ بین الاقوامی معاہدات سے متغائر و متناقض ہے اور اس بنا پر کہ یہ برطانوی اغراض و مقاصد کے لیئے مہلک ہے اور روس کو مشرق میں اس سے نہایت سنگین تفوق حاصل ہو جاتا تھا، اسے مورد لعن و طعن قرار دیا تھا (Gortschakoff) گورچاکوف کو ابتک یہ فکر لاحق تھی کہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے اور اس نے اس آتش غیظ و غضب کو فرد کرنے کے لیئے ایک جواب بھی بھیجا۔ امن و عافیت کے قیام میں بسمارک بھی مسلسل کوشاں رہا اور اس راستہ میں سب سے طویل قدم اُن اعتراضات کی تشریح و توضیح تھی جو اُن دو سلطنتوں کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے جن کا اس سے سب سے زیادہ تعلق تھا[1] آسٹریا کا صرف یہ مطالبہ تھا کہ بلغاریہ

۵۱۶

انگلستان عہد نامہ کو مطعون قرار دیتا ہے۔

[1] ملاحظہ ہو، ہاں میں بسمارک کی ۱۹ فروری ۱۸۷۹ء کی تقریر۔ (بسمارک جلد سوم) صفحہ ۸۲ء

کی منظور شدہ مقبوضات میں تغیر کیا جائے، روس اپنی افواج مدت معینہ سے اور پہلے اٹھالے، اور (Reichstast) رائخشٹاٹ میں جو مکالمہ ہوا تھا اس کی رو سے بوسینیا اور ہرزیگووینا پر خود آسٹریا کی افواج قابض ہو جائیں۔ برطانوی مطالبات جن کی ترجمان وہ یادداشت تھی جس پر ۳۰ مئی کو دستخط ہوئے تھے کچھ تو بالکل یہی تھے اور کچھ اپنے اثرات کے اعتبار سے اور زیادہ دوررس تھے۔ اس یادداشت میں اس امر کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ ترکی کی جو یوروپی مقبوضات ضبط کی گئی تھیں، صرف انھیں میں تخفیف نہ کیجائے بلکہ ان مقبوضات میں بھی تخفیف کیجائے جو ایشیا میں ضبط کیجا چکی تھیں ان میں سے بعض مطالبات کے متعلق زار نے مشروط رضامندی دیدی تھی، جو باقی رہ گئے تھے وہ کانگرس کی غور و فکر کے لئے چھوڑ دئے گئے تھے۔ انگلستان نے جس کا مشن روسی دراز دستیوں کے خلاف مسلسل ترکی کی حمایت تھی اور جسے وہ بمشکل مخفی رکھ سکا تھا باب عالی سے ۴ جون کو ایک خفیہ معاہدہ کر لیا جس کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ اگر باطوم قارص اور اردہان، روس ہی کے تصرف میں رہا تو انگلستان سلطان کی ایشیائی مقبوضات کا ضامن رہے گا۔ اس کے معاوضہ میں باب عالی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ ایشیائے کوچک میں مکمل اصلاحات نافذ کیجائیں اور برطانیہ عظمیٰ کو جزیرہ قبرص میں اپنی افواج رکھنے اور اس کے انتظامی بندوبست کا حق حاصل ہو گا

۵۱۷ تنقیحات کی تشریح ہوئی تھی کہ پھر انعقاد کانگرس میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوئی۔ ۱۳ جون کو بصدارت بسمارک برلن میں اس کا افتتاح ہوا۔ مختلف دول

کانگرس منعقدہ برلن

یورپ کی نمائندگی، ہر حالت اور ہر حیثیت میں کی گئی تھی۔ کہیں ان کے وزرائے اعظم تھے اور کہیں وزرائے امور خارجہ ایک نہایت تیز و تند بحث و مباحثہ کے بعد جس میں اکثر یہ اندیشہ ہونے لگتا تھا کہ کہیں یہ ساری گفت و شنود ہی نہ درہم برہم ہو جائے ۱۳ جولائی کو ایک صریح اور معین معاہدہ مرتب ہوا تھا

عہد نامہ برلن ۱۳ جولائی ۱۸۷۸ء

عہد نامہ برلن کی رو سے معاہدہ سان استیفانو کے وہ شرائط جو اپنے اثرات کے اعتبار سے نہایت دوررس تھے بہت کچھ

معتدل کردیئے گئے اور یہ بالخصوص سب سے زیادہ اہم معاملہ، ایک عظیم الشان
بلغاری سلطنت کی تکوین و وجوہ سے متعلق تھا۔ اب بجائے اس کے کہ ایک ایسا
بلغاریہ معرض وجود میں آتا جو اپنی وسعت کے اعتبار سے دریائے ڈینوب سے
مجمع الجزائر تک پھیلا ہوتا، جدید خود مختار ولایت کی جنوبی سرحد بلقان سے محدود کردی گئی
سرویا کو وسیع کرنے کے لئے اور چونکہ بسربیبیہ روس کے حوالہ کیا جاچکا تھا، اسلئے
رومانیا کو دبروجہ معاوضہ میں دیکر، اسکی مزید قطع برید کردی گئی تھی۔ جنوبی بلغاریہ کو جواب
مشرقی رومیلیا کے نام سے موسوم ہوا، اسبات کی ضمانت دی گئی کہ اس کا سابقہ
بہتر حکومت سے ہوگا لیکن اس کے والی کی نامزدگی بابعالی کی طرف سے ہوگی
اور جسے سرحدی چوکیوں پر اپنی افواج متعین اور بلقانی دروں پر اپنا قبضہ قائم رکھنے
کا حق حاصل ہوگا۔ دوسری ماتحت مملکتوں میں رومانیا، سرویا اور جبل اسود مانٹی نگرو
کو خود مختارانہ اقتدار حاصل ہوگا، رومانیا کو دبروجہ کے ساتھ بحر اسود پر بندرگاہ
قسطنطنہ بھی مرحمت کی گئی۔ سرویا کو بلغاریہ کے خرچ پر وسعت دیگئی علاوہ اسپتزا کے جو
آسٹریا کو دیا گیا۔ جبل اسود مانٹی نگرو کو وہ تمام توسیعات تفویض ہوئیں جنکا معاہدہ
سان اسٹی فانو کی رو سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اپائرس، تھسلی اور مقدونیہ کے متعلق
یونان کے جو مطالبات تھے وہ مسموع ہوئے لیکن منظور نہ ہوئے، فرانس اور
اٹلی کی درخواست پر دول یورپ جو کچھ کر سکے وہ یہ تھا کہ تھسلی اور حصہ اپائرس
کی حوالگی کے متعلق بابعالی کو یونان سے علیحدہ طور پر گفت و شنید کرنے کی دعوت
دیجائے۔ دول یورپ اس بات کا البتہ ذمہ لیتے تھے کہ اگر کوئی تصفیہ نہ ہوسکا تو
اس مسئلہ میں وہ اپنے نیک خدمات سے ذریع نہ کرینگے۔ اب رہے دول عظمیٰ کے
آسٹریا کو ایک غیر معین وقت تک کیلئے بوسینا اور ہرزیگووینا میں "امن وعافیت
کا تسلط قائم رکھنے" کا اختیار عطا کیا گیا۔ روس کو علاوہ اس کے کہ بسربیبیہ کے ۵۱۸
حاصل ہوجانے سے وہ ڈینوب پر اپنا اقتدار از سر نو قائم رکھ سکا۔ برطانیہ عظمیٰ کی سخت
مخالفت کے بعد اور اس شرط پر کہ باطوم کی قلعہ بندی نہ کیجائیگی، ایشیا میں باطوم
اور قارص پر قابض رہنے دیا گیا۔ ایک جوابی چرکے کے طور پر ۹ جولائی کو انگریزی
حکومت نے اس خفیہ عہد نامہ کو شائع کردیا جس کی رو سے قبرص، انگلستان

کے حوالہ کیا جاچکا تھا۔

معاہدہ برلن ایک قسم کا معاہدہ تھا اور ہر معاہدے کی طرح اسمیں بھی آئندہ وقتوں اور پیچیدگیوں کا عنصر غالب تھا۔ اسوقت اسپر یہ حکم لگایا جاتا تھا اور صحیح بھی تھا کہ یہ روس کی شکست اور انگلستان کی فتح و نصرت کا ترجمان تھا۔ اور لارڈ بیکنسفیلڈ جسوقت برلن سے "باعزت صلح" کا حامل بنکر اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ خطرات جنگ اس درجہ اندیشہ ناک ہو چکے تھے واپس آیا ہے تو اسکی پذیرائی کو انتہائی جوش مسرت کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ اسمیں شک نہیں اسوقت

عہد نامہ برلن کے نتائج

اسے ایک نہایت نمایاں سیاسی فتح نصیب ہوئی تھی لیکن باوجود اس احساس کے کہ اسطور پر متنازعہ فیہ مسائل میں مداخلت بیجا کا اندیشہ ہے یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ بیس سال کے بعد یہ امر عام طور پر تسلیم کیا جانے لگا کہ یہ فتح ایک بالکل ہی بے کار معاملہ میں حاصل کیگئی تھی رہا یہ امر کہ اسوقت سے ابتک روس ترکی میں اپنا کوئی اثر قائم نہ کر سکا یہ بالخصوص ان اسباب کی بناپر تھا جس کا مدبران کانگرس برلن اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔ انگلستان کے متعلق یہ مشتبہ ہے کہ آیا وہ روس کی توجہ کو مشرق قریبہ سے مشرق بعیدہ کی طرف منعطف کرا کے کوئی فائدہ بھی حاصل کر سکا یا نہیں انگلستان اور روس دونوں کے لئے لارڈ بیکنسفیلڈ کا مقولہ "ایشیا کی جولانگاہ

وسطی ایشیا میں روسی پیشقدمی

کافی وسیع ہے" بالکل صحیح تھا لیکن اس کا کیا جواب کہ انکی سیاسی بیراہہ روی نے دونوں سلطنتوں کے باہمی اعتبار و اعتماد کو بالکل ناممکن بنا دیا تھا (Count Malursevic) کاؤنٹ مالوسیوچ نے سالہا سال پہلے اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ جب تک ان دونوں سلطنتوں کی سرحدیں ایک دوسرے سے اتنی ہی فاصلہ پر قائم رہینگی جتنی کہ اسوقت معلوم ہوتی تھیں کہ یہ مدت تک یونہی رہینگے کسی قسم کی کشاکش کا اندیشہ ناممکن تھا لیکن روسی اور انگریزی طاقت و اقتدار کا سیلاب ساتھ ساتھ امنڈ رہا تھا۔ روس کی جو ریشہ دوانیاں کابل میں ہو رہی تھیں انسے ۱۸۷۸ء میں جنگ قریب قریب چھڑ گئی تھی ۱۸۸۱ء میں ترکستان فتح ہوا ۱۸۸۴ء میں انگلستان نے نہایت خوف و ہراس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ

۵۱۹ مرو نے روس کی اطاعت قبول کر لی۔ ۳۰ مارچ ۱۸۸۵ء کو روسیوں اور افغانوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جسکا انجام یہ ہوا کہ پنجدہ پر قبضہ ہو گیا اور ایسے مسائل رونما ہوئے جن کے باعث روس اور انگلستان ایک دفعہ پھر حاشیہ جنگ پر نظر آنے لگے لیکن خوش قسمتی سے یہ حادثہ بخیر و خوبی طے پا گیا۔ لیکن ہمالیہ کے باعث روس کا سیلاب شرقی ہندوستان کی طرف مائل ہونے سے رُکا تو مشرق کی طرف بغیر کسی روک ٹوک کے بڑھتا چلا گیا یہانتک کہ منچوریا مسخر ہو گیا اور دارالخلافت چین سے کچھ ہی فاصلہ پر بحرالکاہل پر ایک بحری مورچہ قائم ہو گیا۔ یہ اتفاق بھی دیدنی ہے کہ اس نے مشرق بعیدہ میں ایک ایسا مسئلہ مشرقی پیدا کر دیا ہے جس کے مقابلہ میں مشرق قریبہ کی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی۔

مشرق ادنیٰ میں بھی روس کے لئے یہ درس بصیرت مقدر ہو چکا تھا کہ برلن میں جو کچھ طے ہوا تھا، اسمیں تغیر و تبدل تو بہت کچھ ہو چکا تھا لیکن تصفیہ کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ترکی اور روس کے درمیان ایک صریح اور معین عہدنامہ پر ۸ فروری ۱۸۷۹ء کو دستخط ثبت ہوئے لیکن زمانہ گذرتا گیا۔ یہانتک کہ اگست آن پہنچا جب روسی افواج نے واپس ہونا اور برطانوی جنگی جہازات نے بحر مارمورا سے مراجعت کرنا شروع کیا۔ بابعالی بالکل نیست و نابود ہونے سے محفوظ رہا لیکن اس اعتبار سے کہ اسکا بالکل دیوالہ نکل چکا تھا اور روس کو بیس کروڑ روبل تاوان جنگ ادا کرنے تھے اس کی حالت کسی طور پر مستحکم اور استوار نہیں رکھی جاتی تھی اور اسکا طیش اور بے صبری کے ساتھ کسی خارزار کو رہ رہ کر ٹھوکریں مارنا ایسا نہ تھا جس سے اس کی حالت کے بہتر ہونے کی کوئی توقع کیجاسکتی تھی۔ اہالیان بوسینیا نے اپنے ملک کو آسٹریا کے تصرف میں پاکر انتہائی جوش و شدت کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا جسمیں انکو برابر شہ ملتی رہی قبضہ کی تکمیل انتہائی دقتوں کے ساتھ ۱۸۷۹ء کے موسم خزاں میں ہوئی۔ لیکن یہ پورے طور پر اسوقت جاکر مستحکم اور استوار ہوا جبکہ ۱۸۸۲ء میں ایک ہنگامہ بغاوت بلند ہوا اور انتہائے غلبہ کے ساتھ فرد کیا گیا۔ اس سے زیادہ سخت و سنگین وہ مخالفت تھی جو اڈریاٹک کی بندرگاہوں کو مانٹی نگرو کے حوالہ کئے جانے پر برسرکار لائی گئی۔ "البانی لیگ" نے اسلام اور سلطان کے

نام پر (Dulcigno) پر قبضہ رکھا لیکن سلاطین یورپ کے ایک بحری مظاہرہ نے بابعالی کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے حوالہ کر دینے کے لئے لیگ پر زور ڈالے بایں ہمہ قبل اس کے کہ یہ ۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو مانٹی نگرو کے حوالہ کیا جاتا عثمانی افواج کو شہر مذکور پر جبراً قابض ہونا پڑا۔ تھسلی اور ایپیرس کو یونان کے حوالہ کرنے میں جو گفت و شنید ہوئی اسمیں بھی مخالفت کے اس شدید جذبہ کا اظہار کیا گیا۔ یہاں تک کہ حسب منشاء عہدنامہ دول یورپ کو اس معاملہ میں فریضہ وساطت گیری سے عہدہ برا ہونا پڑا۔ حکومت عثمانیہ اب بھی جنینا کے حوالہ کرنے سے انکار کرتی رہی بالآخر ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کو ایک عہد نامہ پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے تھسلی اور ایپیرس کا ایک حصہ یونان کے حوالہ کر دیا گیا۔ ۵۲۰

بابعالی کے نا آمیز میلانات ذہنی کے باوجود، جس نے ابتدائے کار میں بہت کچھ کشاکش اور کشمکش پیدا کر دی تھی جنگ ۱۸۷۸ء کے نتائج عام نے انگلستان کے خطرات کو نہیں بلکہ روس کے اندیشہ کو حق بجانب ثابت کر دیا۔ یہ حقیقت بہت جلد منکشف ہوگئی کہ جزیرہ نمائے بلقان میں خود مختار عیسائی حکومتوں کی تخلیق وتکوین کے باوجود، روس اپنے اثر واقتدار کو کسی طور پر مستحکم اور استوار نہ کر سکا تھا سب سے

روس اور بلگیریا ۱۸۷۸-۹۵ء

پہلے بلگیریا نے پہلو بدلنے شروع کئے۔ ایک روسی عارضی گورنر کی نگرانی میں دستور حکومت ۱۸۷۹ء میں اتمام پذیر ہو چکا تھا اور ۲۹ اپریل کو بلگیریا کی مجلس ملیہ نے زارہ کے ایک عزیز پرنس الگزنڈر آف برٹنبرگ کو حکمران منتخب کیا، لیکن اسی اثنا میں روسی افسروں نے بلغاری مستحفظین کی ایک جماعت ترتیب دیدی اور اب ایک حد تک روسی "محروسہ" کا معرض وجود میں آجانا بالکل متیقن معلوم ہوتا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ایک جماعت ملی روس کی مخالفت میں قائم ہوگئی جس کی، پرنس الگزنڈر کو چار ناچار سر براہی قبول کرنی پڑی ۱۹ ستمبر ۱۸۸۳ء کو سوبلف اور کانبرس دو روسی

بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کا اتحاد ۱۸۸۵ء

افسروں کے استعفا داخل کر دینے سے روس کے ساتھ تعلقات کا قطعی طور پر منقطع ہو جانا متیقن ہوگیا اسکے بعد ہی فلپوپولس میں ۱۸ ستمبر ۱۸۸۵ء کو ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس میں خون کا

ایک قطرہ نہیں بہایا گیا اور جس کی رو سے مشرقی رومیلیا نے بلگیریا کے ساتھ اپنے اتحاد اور وابستگی کا اعلان کر دیا۔ پرنس الگزنڈر نے اب شاہ بلغارین کا لقب اختیار کیا۔

دول یورپ نے اسے عہدنامۂ برلن کی خلاف ورزی قرار دیکر اس کے خلاف باضابطہ احتجاج کیا لیکن جن اسباب کے باعث انھوں نے بلگیریا برتری کی۔ جو عہدنامہ سین اسٹی فانو کی رو سے معرض وجود میں آیا تھا۔ قطع برید کی تھی وہ اب موجود نہ تھے کیونکہ بلگیریا نے اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ وہ ایک روسی صوبے کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ اسطرح پر دول یورپ کا احتجاج محض احتجاج ہی ہو کر رہ گیا۔ اور اس طرز عمل کے مقابلہ میں روس نے اپنے افسروں کو بلغاری افواج سے واپس لیکر صوفیا سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کر کے اپنی کوفت اور پیچ وتاب کا اظہار کر دیا۔

بلگیریا کی ناسپاسی پر روس کا غم وغصہ بالکل بجا تھا، اور جزیرہ نما کے دوسرے عیسائی باشندوں کو اس وار پر پیچ وتاب ہو رہا تھا جو دول یورپ کے علی الرغم سر کیا گیا تھا اور کامیاب ہوا تھا۔ یونان نے فوراً ”مقبوضات کی صورت میں معاوضہ“ ۵۲۱
طلب کیا اور تھسلی کی سرحد پر اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ دول یورپ کی طرف سے فوراً تنبیہ نازل ہوئی اور یہ دیکھکر کہ اسے تعمیل سے گریز تھا اسکی بندرگاہوں کی ”ڈھیلے سے ناکہ بندی“ کر دی گئی۔ یہ جو اس پر جا کر دینے کا نہایت موثر نسخہ ثابت ہوا۔

سرویا اور بلگیریا میں جنگ

بلگیریا کے تفوق کے خلاف سرویوں کا احتجاج اس سے کہیں زیادہ شدید بھی تھا اور مہلک بھی۔ ۱۸۸۵ء کے موسم خزاں میں شاہ میلان نے اپنی افواج کے ہمراہ بلگیریا پر حملہ کر دیا۔ لیکن ۱۹ نومبر کو اسے سلونٹز میں شکست ہوئی اور سرحد پار بھگا دیا گیا۔ فاتح بلغاریوں نے تعاقب کیا اور پرنس الگزنڈر پورے طور پر نش کے راستہ پر آچکا تھا کہ دول یورپ نے ایکبار پھر دخل دیا۔ پرنس الگزنڈر مصافی تگ وتاز ختم کر دینے اور شرائط صلح تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جو کچھ چاہتا تھا اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلگیریا کا اتحاد اب ایک حقیقت مسلمہ تسلیم کر لیا گیا۔

صوفیا میں سیاسی خداعت فجائیہ۔ الگزنڈر کا تاج و تخت سے دست بردار ہونا اگست ۱۸۸۶ء

لیکن ایک نئی مملکت کے لئے روس کے خلاف ایک عرصہ تک ہر من کشاکش میں مبتلا رہنا ناممکن تھا، ایک مستعد اور سازشی روسی جماعت، فوج میں خصوصیت کے ساتھ، اب بھی موجود تھی انکا پرنس کو لے بھاگنا گویا ان کی سازشانہ تگ و دو کا معراج کمال تھا۔ پرنس تاج و تخت سے دستکش ہونے کی تحریر دیدینے پر مجبور کیا گیا اور بالآخر سرحد سے گذار کر آسٹریا میں داخل کر دیا گیا۔ جماعت ملی نے اسٹامبولف کی رہبری میں، جس نے روسی جماعت کو نکال باہر کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ پرنس کو واپس آنے کی دعوت دیدی چنانچہ وہ فاتحانہ تزک و احتشام کے ساتھ صوفیا میں داخل ہوا۔ لیکن روسی مخاصمت کے مقابلہ میں اس نے اپنی حالت و حیثیت کی کمزوری محسوس کی۔ نظر براں جب وہ زار کی کبیدگی اور آزردگی کو زائل نہ کر سکا تو، ۷ ستمبر ۱۸۸۶ء کو تاج و تخت سے دست بردار ہوگیا۔

روسی جماعت کی فتحیابی اب بھی متیقن نہ ہوئی، ریجنسی کی عنان اسٹمبولف کے ہاتھ میں تھی اور اس کے اثر و اقتدار سے، ۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو مجلس ملیہ نے پرنس فرڈننڈ آف کوبرگ کو جو لوئی فلپ کا پوتا اور آسٹرومی فوج کا ایک افسر تھا منتخب کیا۔

بلگیریا، روس سے متفق ہوتا ہے ۱۸۹۵ء

روسی زبردستیوں کے خلاف چند سال تک کشاکش جاری رہی اور اسٹامبولف اپنی پالیسی کو انتہائے شدت کے ساتھ بر سر کار لاتا رہا لیکن فرڈیننڈ ایک ایسی پالیسی سے، جس نے ۵۲۲ گو بلغاری ملت کی ایک سنگین تعمیر کھڑی کر دی تھی لیکن روسی مخاصمت کے باعث ایسے مسلم تاجداروں کے سحر آگین حلقہ سے باہر رکھا تھا، عاجز اور تنگ آچکا تھا۔ اسٹامبولف ۱۸۹۵ء میں قتل کر دیا گیا اور پرنس کو روس کے ساتھ مصالحت کرنے کا موقع ملگیا۔ نامناسب اور ناسالم الگزنڈر سوم اب جاں بحق ہو چکا تھا لیکن شہر خوار بورس تبدیل مسلک، جو بلغاری تاج و تخت کا وارث اور جسکا نکولس دوم کفیل و ضامن تھا، روس کی جانب بلگیریا کی پشیمانی کا ایک ظاہر اور نمایاں مظہر تھا

اسطور پر مسئلہ مشرقی نے، جہانتک وہ ٹرکی کی شکست سے متعلق ہے اور اسپارۂ خاص میں روس کو جو نسبت دیگر دول یورپ سے تھی، آخر صدی میں ایک

ایسی نوعیت اختیار کر لی جس کی واضعان عہد نامہ برلن کو توقع نہ تھی۔ سواحل بحر اسود پر رومانیا اور بلگیریا کی دو جدید قوموں نے بحری طاقت کی اولین بنیاد قائم کر دی ہے اور اسطور پر ضمناً، ان کو قسطنطینیہ اور آبنائے باسفورس کے مقدرات میں حق مداخلت حاصل ہو گیا ہے۔ گذشتہ صدی کی ابتدا میں جو حالت تھی اب اس کے خلاف روس اور آسٹریا کے درمیان، جزیرہ نمائے بلقان میں کسی قسم کی تقسیم و تنظیم نہیں بلکہ ایک ایسی کشاکش کا امکان تھا جس میں تفوق و غلبہ کے لئے متقابل اور مخلوط اقوام ستیزہ کار ہونیں۔ ۱۸۹۷ء میں جو اضطراب کریٹ میں رونما تھا اس سے مشتعل ہو کر یونان کے ترکی پر حملہ کر دینے سے بہت سی باتیں منکشف ہوئیں از آنجملہ اس حقیقت کا بھی انکشاف تھا کہ جدید ترکی کی حالت جبکہ اس کی ریلوی لائنوں کا جال جو فوجی نقل و حرکت کے اعتبار سے نہایت اہم تھا روز بروز پھیلتا جاتا تھا اور اس کی جفاکش فوج جو جرمن افسروں کی نگرانی میں قواعد و پریڈ سے مرتب اور مکمل ہو چکی تھی، موجودہ صدی کے اوائل نصف اول کی حالت سے بالکل مختلف تھی جبکہ وہ محض ایک کمزور اور غیر مرتب و منتظم سلطنت کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے اس امر کا بھی انکشاف کر دیا تھا کہ مشرق کی وراثت کے لئے ایک نیا دعویدار آمادہ مسابقت ہے۔ تمام دول یورپ میں صرف جرمنی ایسا تھا جسے

ترکی میں جرمنی کی بتدریج اثر پذیری

عہد نامہ برلن سے کوئی ظاہری منفعت حاصل نہیں ہوئی تھی اور اسطور پر بے لوثی کی جو شہرت حاصل ہوئی وہ اس کے لئے تلافی ما فات ہو گئی۔ آرمینی قتل و خونریزی کے زمانہ میں اس کی کج اخلاقی اور ترشروئی نے اس اثر پر مہر لگا دی جو سالہا سال سے قسطنطینیہ میں رونما ہو رہا تھا۔ شہنشاہ ولیم نے جو عافیت زا سفر جہاد بیت المقدس کے لئے اختیار کیا تھا
اس کی بنیاد محض کسی لوثرہی احساس اتقا پر نہ تھا بلکہ یہ ایک نیرنگ نظر تھا جو دفعتاً ۵۲۳
بے نقاب کر دیا گیا تھا اور جس کی ترتیب اور تہذیب نہایت غور و فکر کے بعد کی گئی تھی اور جسکا دامن نہایت دور رس، باوصفیکہ یہ پوری طور حق بجانب ہی تھے اسرار و رموز کا حامل تھا دیگر دول یورپ بالخصوص انگلستان نے ایسے ایسے امور پر بے سود اور اشتعال انگیز احتجاج کر کے جن کا وہ اپنی از کار رفتگی کے باعث سدباب نہیں کر سکتے تھے، اپنے اثر و اقتدار کو

بالکل برباد کر دیا تھا۔ جرمنی نے جس کی نگاہیں سالہا سال سے ایشیائے کوچک کے نشۂ توسیع دولت اور ثروت پر، اس موقع کو تاڑ لیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ معاملات کی اس آخری نوعیت نے مسئلۂ مشرقی کی پیچیدگیوں اور اس کی دلچسپیوں میں سے کسی ایک میں بھی کمی پیدا نہیں کی ہے۔

باب بستم ۵۲۴

عصر جدید

یورپ کی وسعت پذیری۔ دول یورپ / مابعد برلن کانگریس "صلح مسلح" حکم نامہ زار۔ روسی فرانسیسی مخالفہ اتحاد ثلاثہ۔ بسمارک اور روس۔ الگزینڈر ثانی کی وفات۔ کل اسلافیت (پین سلوزم)، ولیم اول اور فریڈرک ثالث کی وفات۔ عزل بسمارک ولیم ثانی فرانس اور روس ؛

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں مہذب دنیا کے مرکز ثقل نے یک بیک اور یکلخت جگہ بدلی۔ وہ مسائل زیر بحث جو ۱۸۷۸ء میں دول عظمیٰ کے درمیان انتہائی شدومد کے ساتھ زبان پر یوروپین حیثیت رکھتے تھے اب وہ ایک عالمگیر نوعیت کے ہو گئے۔ اب وہ ان قومی حوصلہ مندیوں سے وابستہ نہ تھے جن کا مرکز کبھی کنارہ دریائے ڈینیوب، جزیرہ نمائے بلقان اور سواحل آڈریاٹک ہوتا تھا بلکہ اب وہ ان شہنشاہی ہوسناکیوں سے ہم آہنگ تھے جنکی جولانگاہ ایشیا، افریقہ جنوبی سمندر کے جزائر تھے اور اب اگر ان مسائل کا مقابلہ جو یورپ کی قومی حدبندیوں سے متعلق تھے اور جن کا ابتک کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا تھا، اُن مہتم بالشان مسائل سے کیا جائے جو افریقہ اور مشرق بعیدہ میں معرض بحث میں تھے تو مقدم الذکر کی حیثیت محض خانگی دلچسپیوں تک محدود رہ جاتی ہے ؛

تجارتی اور استعماری توسیعات

اسوقت تک جب تک کہ ۱۸۸۴ء میں جرمنی نے افریقہ کے جنوبی ساحل پر الحاق کر کے سلطنت استعماری کا اولین سنگ بنیاد نہ رکھدیا دنیا کو اس تغیر سے متنبہ کرنے کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے اس وقت تک جنگ کی افواہوں اور اندیشہ ناکیوں کے باوجود

دول عظیمہ کو، بیرون یورپ کسی نازک موقع یا محل سے عہدہ برا ہونے کا اتفاق نہیں
ہوا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا میں روسی اور برطانوی فتوحات کا سیلاب ایک
عرصے سے بتدریج اور دوش بدوش رہ نورد تھا۔ لیکن وہ نازک ساعت جب یہ دونوں
ایک دوسرے سے دوچار ہوئے ابتک معرض وجود میں نہ آئی تھی شمالی افریقہ میں فرانسیسی ۵۲۵
سلطنت کی وسعت پذیریوں نے ابتدائے ۱۸۳۰ء سے جبکہ فرانسیسیوں کا پہلا پہل
یہاں ورود ہوا تھا، برطانوی مدبران سلطنت کو مضطرب اور مشوش کر رکھا تھا۔
لیکن وہ بُحرانی ساعت جسکا انجام مصر پر برطانوی قبضہ ہو جانے پر ہوا، اب تک
معرض خفا میں تھی غرضکہ کانگریس برلن منعقدہ ۱۸۷۸ء تک براعظم کے جملہ
مدبرین سلطنت نقشۂ یورپ کی جدید ترتیب اور تنظیم میں کچھ اس درجہ منہمک تھے کہ
وہ اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کو خاطر نشیں کرنے کے قابل ہی نہ تھے اور اقوام
یورپ کے اذن فحوائی کے ساتھ برطانیہ عظمی کو گویا کرۂ ارض کے غیر مقبوضہ قطعات
پر قبضہ کرنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ افراد کے مانند اقوام کا بھی یہ خاصہ ہے کہ جس چیز
کو وہ آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتی ہیں اور اس پر اپنا قبضہ بھی قائم رکھ سکتی ہیں،
اس کا بہت کم سرمایہ پس انداز کر لیتی ہیں، اسطور پر ایک عرصے تک انگلستان
میں یہ خیال عام رہا کہ استعماری سلطنت، سرچشمۂ منفعت ہونے کے بجائے ایک
بارگراں تھی۔ اسکا باعث کسی حد تک لارڈ بیکنس فیلڈ کا یہ جلیل الشان تخیل تھا جسے
انگریزی کے بجائے مشرقی کہنا زیادہ موزوں ہوگا جس چیز کو محض ایک "سرمایۂ تجارت"
تصور کیا جاتا تھا اسمیں ایک طرح کے رومانی عنصر کی بھی آمیزش تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ جدید
"شہنشاہی" عالم وجود میں آگئی لیکن تخیل سے یکسر معرا، ایک ایسی قوم کے لئے
جیسی کہ انگریزوں کی تھی محض دو ایک شاندار سیاسی مصادمے کسی دیرینہ مطمح نظر کو
منقلب نہیں کر سکتے تھے، ۱۸۷۶ء میں ملکہ کا "قیصرۂ ہند" کے لقب سے ملقب ہونا
یا جدید "شہنشاہی" کے اوراد و وظائف، ایسے حالات اور واقعات نہ تھے جن سے
یہ توقع کی جا سکتی کہ وہ فرانسیسی آرائے عامہ کو ہمراز و ہمساز بنا سکتے تھے بلکہ یہ جدید اور عجیب
حریف قوتوں کے معرض وجود میں آنیکا دفعۃً منکشف ہونا تھا جس نے انگلستان
کو ان امکانات سے آشنا کر دیا جو اپنی وسعت کے اعتبار سے تمام صفحۂ ارض کو

اپنے دامن میں لئے ہوئے تھے اور چونکہ انجام کار انگلستان بالطبع تجارت نہیں بلکہ حقیقت کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اسے اپنی ان ذمہ داریوں کا بھی کامل احساس ہوا جو بلحاظ وسعت ان امکانات کے ہم پایہ تھیں جنکا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

بہر حال یہ جدید امکانات کیسے ہی کچھ کیوں نہ رہے ہوں، کانگرس منعقدۂ برلن کے کچھ دن بعد تک یہ منکشف اور متیقن نہ ہو سکے سلطنت ہائے یورپ میں سے صرف روس اور انگلستان کے متعلق یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عالمگیر حکومتیں تھیں

یورپ مابعد عہد نامۂ برلن

جن کا طریقہ یوروپین مسائل کی طرف صرف ان رقیبانہ کشاکش اور کشمکش سے متیقن ہو سکتا تھا جو بیرون یورپ پیش آتے تھے۔ فرانس کی استعماری بلہوسی باوجود اس کے کہ وہ پورے طور پر برسر کار تھی اس کی مقصد عین۔ حصول السیاس لورین۔ پر غالب نہ آسکی تھی۔ گو جرمنی میں ایک استعماری سلطنت کی تکوین و وجود کے لئے کافی سرگرمی اور شور و شین ۵۲۶
کا اظہار کیا جا رہا تھا، اس کی نظر ابتک فرانس پر جمی ہوئی تھی اور وہ یورپ کی کونسلوں میں اپنی عظمت اور تفوق کا سکہ جمانے کی فکر میں تھا۔ آسٹریا جس کی نوعیت اور سیاسی دستور دونوں، ایک استعماری حکومت کے سد راہ تھے، بوسینیا اور جزیرۂ نمائے بلقان میں اپنے اثر و اقتدار کو مستحکم اور متیقن کرنے کے درپے تھا۔ قدیم یورپ اب بھی مدبران عالم کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

"صلح مسلح"

چند غیر معروف سرحدی ہنگاموں کے علاوہ، کانگرس منعقدۂ برلن کے بعد ستائیس سال تک یورپ پر امن و عافیت کا تسلط رہا۔ الطولی فیاجرہ کے زمانہ سے آج تک باعتبار میعاد و مدت یہ صلح جس حد تک عدیم المثال ہے، اتنا ہی یہ اپنی نوعیت اور خصوصیت کے اعتبار سے بھی بے نظیر اور بے ہمتا ہے۔ یہ طرح طرح کے اندیشوں سے مملو بھی رہی اور اسی حد تک غیر خاموش بھی! اور یہ اس بنا پر نہ تھا کہ جنگ و جدل کے اسباب دور کر دیئے گئے تھے بلکہ یہ ایک ایسی جنگ و جدل کی تکمیل سامان پر تھا جو ناگزیر تھی اور جس میں ابتک محض اسوجہ سے تعویق ہو رہی تھی کہ کسی کو نہ تو اس کی خونریزیوں کا اندازہ تھا اور نہ اس کے انجام کا۔ یہ صلح مسلح جسے دنیا کے لئے بسمارک اور مولٹکے کی وراثت تسلیم کرنا چاہئے۔ تیس سال تک یورپ

کی سیاست بین الاقوام میں ایک واقعۂ نفس الامری کی حیثیت سے رونما رہی یہ وہ زمانہ تھا کہ اس سے قبل جنگ وپیکار کی اندیشہ ناک افواہوں کے باوجود ذمہ دار وزرائے خارجہ کا لب ولہجہ اور طبیعت وطینت کچھ اسدرجہ غیر مصافی نظر نہیں آئی تھی حتی کہ پامرسٹن ایسے وزرا کا بھی یہ زہرہ نہ تھا کہ تاوقتیکہ آرائے عامہ اپنے انتہائی شدومد کے ساتھ پشت پناہی کے لئے آمادہ نہ ہوتی وہ کسی شدید کارروائی کے اختیار کرنے کی تنک زا تہدید دیگر سلسلۂ مراسلات کے ختم کر دینے کی جراءت کر سکتے دوسری طرف ایک ایسے ملک میں جہاں ہر شخص پر فوجی خدمت لازم آتی ہے آرائے عامہ معمولی طور پر اعلان جنگ پر آمادہ نہیں ہو سکتی اسطور پر باوجود اسکے کہ قومی رشک ورقابت اس سے قبل کبھی اس درجہ شدید نہ تھی اور باوجود اس کے کہ زخم ابتک مندمل نہیں ہو سکے ہیں اور دیرینہ حوصلہ مندیاں اور بوالہوسیاں بھی آسودہ نہیں ہوئی ہیں، یورپ کی عافیت اور سلامتی کا مدار ہنوز خوف اور اندیشہ پر ہے ٭

۲۴ر اگست ۱۸۹۸ء کے مشہور گشتی مراسلہ میں جس میں زار نے آلات حرب وضرب میں تخفیف عام کئے جانے کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس کی تجویز پیش کی تھی، کاؤنٹ موراوی الیف نے سیاسی حالات اور واقعات کے نتائج کی یوں تلخیص کی تھی (۱) قیام امن وصلح بین الاقوامی لائحۂ عمل کا مقصد عین قرار دیا گیا ہے۔ ۵۲۷
اسی کے نام پر دول عظیمہ نے آپس میں زبردست اتحادات قائم کئے ہیں۔ انھوں نے

احکام زار۔ ۲۴ر اگست ۱۸۹۸ء

صلح وعافیت کی ضمانت میں جس طور پر اپنی حربی قوت کو ترقی دی ہے۔ اور تناسب ترقی جیسا کچھ عدیم المثال رہا ہے اور جیسی کچھ ابتک اس میں ترقی ہو رہی ہے اور جس طور پر دول عظیمہ حصول مقصد کے لئے کسی ممکن قربانی سے دریغ نہیں کر رہے ہیں وہ سب کچھ بہتر اور مستحسن ہے۔ بایں ہمہ یہ تمام مساعی اس امن وآشتی کے حصول میں کامیاب، نہیں ہو سکتی ہیں جو ان کا مقصد خصوصی تھا۔ جس پر تناسب کے ساتھ دول یورپ کے سامان جنگ میں افزونی وافزائش ہو رہی ہے اسی تناسب سے یہ آمادگی حرب ان مقاصد کی تکمیل میں سد راہ ہو رہی ہے جو حکومتہائے متعلقہ کے پیش نظر ہیں۔ اس بے پناہ آمادگی حرب کے باعث جس اقتصادی بحران کا اندیشہ ہے اور سامان جنگ کی فراوانی اور فراہمی سے

جو شدید اور مسلسل خطرہ اسوقت رونما ہے اس سے یہ "صلح مسلح" ایک ایسے مصیبت انگیز بارگراں میں تبدیل ہو رہی ہے جو مختلف اقوام کے لیئے روز بروز ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔ نظر براں ظاہر ہے کہ اگر یہی حالت قائم رہی تو اس کا انجام ایک ایسا المناک حادثہ ہوگا جس کا سدباب کرنے کے لیئے یہ خود عالم وجود میں آئی تھی اور جس کے فتنہ و فساد کا تصور کر کے ہر صاحب فہم و ادراک لرزہ براندام ہو جاتا ہے[1] ان مقدمات سے زار روس اپنے وزراء کے توسل سے جو نتائج اخذ کرنا چاہتا تھا اس کا تذکرہ بعد میں کیا جائیگا۔ لیکن جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے۔ یہ اُن سیاسی ریشہ دوانیوں کی ایک گرانقدر اور مشرح تفسیر ہے اور جسے مشتبہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو کانگرس منعقدہ برلن کے بعد رونما تھیں۔ اس سے یہ پتا چل سکتا ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر دول یورپ باوجود اس کے کہ پوستین شیر میں ملبوس تھے پھر بھی چمک گرج کے بجائے صرف فاختہ کی کو کو پر اکتفا کرتے تھے۔"

دول یورپ مابعد برلن کانگرس

کانگرس منعقدہ برلن میں جو سیاسی مشاجرہ پیش آیا اس سے وہ جدید محالفہ مقدسہ جو تین سلاطین کے درمیان ہوا تھا اگر فی الفور درہم برہم نہیں ہو گیا تو اسمیں شک نہیں کہ اسے افسوسناک صدمہ پہنچا جنگ ۱۸۷۰ء کے نازک موقع پر روس نے جس مربیانہ غیر جانبداری کا اظہار کیا تھا اس سے یہ توقع تھی کہ شکر گذار جرمنی مشرق میں اس کی (روس کی) افکار و آراء کا معین و موئید ہوگا لیکن بسمارک کا بیان تھا کہ اس نے ۱۸۵٦ء کے
٥٢١ عہد نامہ کا خاتمہ کر کے تلافی مافات کر دی تھی اور فی الحال اپنی پالیسی کو نتیجہ خیز بنانے اور جرمنی کی طرف سے اس کی توجہ دوسری طرف منتقل کر دینے کے لئے اس نے فوراً آسٹریا کی طرف رجوع کیا۔ اور اس کی (آسٹریا کی) ان تدابیر کو کامیاب بنانیکے لئے شہ دینا شروع کر دیا جو جزیرہ نمائے بلقان میں آسٹریا کے پیش نظر تھے۔ رہا آسٹریا اس کا یہ حال تھا کہ روس کو سان اسٹی فانو میں جو انکشافات ہوئے تھے اس کے

[1] ہیگ کانفرنس کے لئے ملاحظہ ہو "صلح کا نفرنس منعقدہ ہیگ" مصنفہ فرڈرک ہوس "عدالتہائے بین الاقوامی" مصنفہ ڈبلیو ایونس ڈاربی۔

بعد اُن دونوں حکومتوں میں کسی قلبی موانست کا ہونا ناممکن ہوگیا تھا۔ ان حالات کے ماتحت روس نے بالکل تنہا و بے یار و مددگار رہ کر اور کانگرس میں زک اٹھانے کے بعد اور اپنے گذشتہ دوستوں کے خلاف نہایت تلخ تجربات حاصل کر کے جدید رفقا و رفاقت کیلئے ہر چار طرف نگاہیں ڈالنی شروع کر دیں۔ اب صرف ایک جگہ باقی رہ گئی تھی جو بالکل نمایاں بھی تھی اور ناممکن بھی۔ روسی فرانسیسی اتحاد کا خیال نہایت قدیم تھا۔ اس لئے ایکبار ٹلسٹ میں عملی جامہ اختیار کیا تھا اور باوجود اس کے کہ یہ آزمائش ناکامیاب رہی تھی، تاہم اس خیال کو روسی وزارت خارجہ کے نزدیک ایک روایت دیرینہ کی حیثیت اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں آئی، گو اس میں بھی شک نہیں محالفۂ مقدسہ کے ساتھ الگزنڈر اول نے جس وفاشعاری کا اظہار کیا تھا اور نکولس اول کو انقلاب پسند فرانس کے خلاف جیسی کچھ نفرت تھی اس کی بنا پر اس خیال کو عملی سیاست میں بار نہ حاصل ہو سکا۔ خود فرانس میں بالکل مختلف الخیال مدبرین سلطنت اس پر متفق تھے کہ ایک ایسا اتحاد جسے لامارٹین نے اپنے مبالغہ آمیز انداز سے "بانگ فطرت انکشاف جغرافیہ استماد جنگ اور توازن صلح" قرار دیا تھا بہر نوع سودمند ثابت ہوگا لیکن جمہوریہ فرانس کو پولینڈ کی حصول آزادی سے جو عمیق ہمدردی تھی اس کی بنا پر پچاس سال تک ایک ایسی گفت وشنید معرض تعویق میں رہی جس سے فرانس کو جیسا کچھ نفع ہو سکتا تھا اس کا اندازہ اُن شدید فکرمندیوں سے ہو سکتا ہے جو دیگر مدبرین سلطنت کو اس گفت وشنید کے ممکن العمل ہونے سے لاحق تھیں لیکن اب جبکہ خود اپنے ہی ملک کے گرد و پیش چند ایسی شکایات رونما ہوگئی تھیں، جن کے مقابلہ میں پولینڈ کی شکایات کو محض حیثیت ثانوی حاصل تھی، اور دونوں حکومتوں کے شدید متضاد سیاسی خیالات ایک حد تک معتدل ہوگئے تھے، دونوں ممالک کو ربط و ارتباط کے اعتبار سے قریب تر ہونے کا موقع ملگیا تھا۔ ذاتی مقاصد و مطالبہ کے ساتھ سیاسی مقاصد و مطالب بھی شامل کر لئے گئے اس طور پر پرنس گورچاکوف نے جو شرائط آزمائشی فرانس کو پیش کئے اوس کی محرک وہ خواہش تھی جس کی بنا پر وہ اپنے دشمن دیرینہ بسمارک کو زک دینا چاہتا تھا۔ بسمارک خوب جانتا تھا کہ ہوا کا رخ کسطرف ہے اور روس سے تعلقات باہمی

لہ اسکا اقتباس آلیویر کے "لبرل سلطنت" میں ہوا ہے۔

کی اصلاح یا اس قسم کی خواہش کرنے کے بجائے اس نے آسٹریا کے ساتھ اپنے باہمی تعلقات کو اور زیادہ استوار اور محکم کر دیا۔ اگست ۱۸۷۹ء میں وہ کاؤنٹ اندراسی سے گاسٹائن میں ملا۔ اپنے اپنے آرا و افکار کی بذات خود انھوں نے تفصیل اور تشریح کر دی تو ایک معاہدۂ عمومی کی ضرورت پیش آئی اور اس طور پر ۲۱ ستمبر کو انھوں نے وائنا میں ایک عہد نامہ پر دستخط ثبت کئے جس کی رو سے یہ طے پایا کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک حکومت پر حملہ کیا گیا تو دونوں اس کی مدافعت کو اپنا مقصد مشترک قرار دینگی۔ اکتوبر کی آیندہ ۱۵ تاریخ کو شہنشاہ ولیم نے اس عہد نامہ کی تصدیق و توثیق کر دی لیکن یہ کارروائی صیغۂ راز میں رکھی گئی اور اس اثنا میں برلن اور سینٹ پیٹرس برگ کے قصر ہائے حکومت میں بظاہر دوستانہ تعلقات قائم رہے ؎

آسٹرو جرمن معاہدہ مخالفہ۔ اگست ۱۸۷۹ء

لیکن جو حالت فی الحال رونما تھی اسمیں بہت جلد اعتدال پیدا ہو گیا۔ ۱۸۸۱ء کے موسم بہار میں افریقہ پر توجہ نے بہت جلد دیگر امور پر اپنا اثر ڈال دیا، یوروپین معاملات پر سایہ افگن ہو گیا۔ ۱۲ مئی کو عہد نامۂ بارڈو کی رو سے فرانسیسی حکومت نے تونس کو اپنی حمایت میں لے لینے کا اعلان کیا یہ فعل گویا انجام کار حکومت فرانس میں تونس کے شامل کر لینے کا پیش خیمہ تصور کیا گیا اور بجا تصور کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹلی پر شدید ہیجان و اضطراب طاری ہو گیا کیونکہ قطع نظر اس کے کہ خود اسکے دعاوی کیا تھے یا خود تونس سے اس کے کیا کیا اغراض وابستہ تھے، اس نے اسے اسپر محمول کیا کہ یہ گویا صریحی طور پر اس کوشش کے سلسلہ میں تھا کہ شمالی افریقہ میں اس کا کہیں اثر و اقتدار قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصہ کیلئے تو دونوں سلطنتیں حاشیۂ جنگ پر نظر آنے لگیں۔ فرانس کے جنوب میں فرانسیسی اور اطالوی کام کرنے والوں کے درمیان نہایت خونریز ہنگامے برپا ہو گئے۔ روما میں حکومت معزول کر دی گئی، اور سینیور دپریتیس جدید وزیر اعظم نے فرانس سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرنے اور فوج کے خیمہ و خرگاہ میں اضافۂ کثیر کا اعلان کیا۔ لیکن خوش قسمتی سے معاملات

فرانس، تونس اور اٹلی ۱۸۸۱ء

ؔ بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۵۰ وغیرہ ؎

لے سنگین پہلو اختیار نہیں کیا اور چند ماہ بعد پیرس اور روما کے درمیان از سر نو
تعلقات قائم ہو گئے۔ تاہم اس واقعہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ کی حیثیت و نوعیت میں
دائمی طور پر ایک طرح کا اعتدال پیدا ہو گیا۔ فرانسیسی اطالویوں کو ناشکر گذاری کا مرتکب
قرار دیتے تھے دوسری طرف اطالوی اس کا یہ جواب دیتے تھے کہ سیوائے اور نیس کی ۵۳۰
جبری حوالگی اور کتنے اور مظالم کے باعث عرصہ ہوا کہ ان پر فرانس کا کوئی احسان باقی
نہیں رہ گیا تھا اور جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ فرانسیسیوں کے تمام بے لوث
وعدہ وعید محض خود غرضانہ منصوبوں اور تفوق حاصل کرنے کے مقدمہ تھے! اسطور پر اٹلی
اور فرانس کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تھے ان کی آخری دھجیاں بھی برباد ہو گئیں
اٹلی نے متنفر ہو کر اپنے قدیم رفقا سے منھ موڑا اور اپنے دیرینہ دشمن جرمنوں سے
سلسلۂ اتحاد کی طرح ڈالی اور آسٹریا اور جرمنی کی لیگ میں شریک ہونے کی سلسلہ جنبانی
شروع کر دی لیکن یہ خیال ایسا نہ تھا جو بآسانی عمل پذیر ہو سکتا اطالوی
غیر مفکوکیوں Irredenti کی ۱۸۷۸ء میں اٹلی میں ایک جماعت قائم ہو گئی تھی جس کا
مقصد یہ تھا کہ وہ تمام اطالوی ممالک جو دوسرے ممالک کے ماتحت ہوں اٹلی سے
ملحق کر دیئے جائیں آسٹریا اب بھی دشمن تھا جو اطالوی ٹیرول اور ٹریسیٹ پر اپنا ناروا
قبضہ رکھکر اطالوی اتحاد کی تکمیل میں سدراہ تھا۔ بسمارک بھی اطالوی انتہائی استیصالی
حکومت سے متنفر تھا۔ اب صرف ایک اصول مشترک پاپائیت کی مخالفت۔ ایسا
تھا جو دو ایک سال قبل کسی گفت و شنید یا معاہدہ میں معین ہو سکتا تھا لیکن یہی اصول
اب اس راستہ میں سنگ راہ تھا۔ کیونکہ آہنیں صدر اعظم کو تجربہ نے وہ حقیقت ذہن نشین
کرا دی تھی جو تاریخ کے پورے دفتر کی ورق گردانی سے حاصل ہو سکتی تھی یعنی آہنیں مشت
اپنی شمشیر جیسی چیز کو کچل دینا یا ریزہ ریزہ کر دینا جو نہایت سخت بھی تھا اور لچکیلا بھی اپنی
قوت اور طاقت کو رائگاں کرنے کا مرادف تھا اس کے علاوہ اس نے یہ حقیقت
بھی محسوس کر لی تھی کہ سلطنت جرمنی کو روما کے روحانی دعاوی باطل سے زیادہ
اشتراکی جمہوریت پسندوں کی قوت پذیریوں سے اندیشہ تھا اور اس دشمن کے
خلاف سب سے زیادہ کار آمد رفیق کاتھولیکیت تھی جس کے خلاف وہ صف آرا
تھا۔ مختصر یہ کہ وہ اسقفیۂ مقدسہ سے مفاہمہ کرنے کے لئے آمادہ ہو رہا تھا۔ اگر

اتحاد ثلاثہ ۱۸۸۳ء

"کنوسہ جاتے وقت" وہ[1] "کومی انبال" بن کر جاتا تو پاپائے روما اس کی توبہ و تاسف کا قائل نہیں ہو سکتا تھا۔ بایں ہمہ کسی نہ کسی قسم کے مفاہمہ کا امکان تھا اور اکتوبر ۱۸۸۱ء میں شاہ اور ملکۂ اٹلی نے جو سفر وائنا کا اختیار کیا تھا اسے بجا طور پر سیاسی وقعت دیگئی۔ دو سال بعد ۱۸۸۳ء میں آسٹریا، جرمنی اور اٹلی کے درمیان اتحاد ثلاثہ ایک راز آشکار تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد قیام امن و صلح تھا۔ ۵۳۱

دول یورپ میں سے تین حکومتیں صریحی طور پر متحد ہو چکی تھیں۔ تین ایسی تھیں جو اپنے ہی محور پر گردش کر رہی تھیں "جنکی حیثیت اور نوعیت کا تیقن سیاسی دائرۃ البروج کے دیگر اجرام کے تجذاب یا اندفاع پر تھا۔ انگلستان میں جہاں ۲۴ راپریل ۱۸۸۰ء کو بیکنس فیلڈ کے بجائے وزارت گلیڈسٹن برسرکار آئی تھی وہی دیرینہ پالیسی "براعظم کی پیچیدگیوں" سے احتراز، محض برقرار ہی نہیں رکھی گئی بلکہ اس پر انتہائی زور دیا جا رہا تھا۔ تاہم ایسی حالت میں جبکہ ایکطرف سرحد ہندوستان پر روسیوں سے مخالفت اور دوسری جانب مصر میں فرانسیسیوں کا سامنا تھا، برطانیہ عظمٰی کے محالفۂ ثلاثہ کو، جسے ایک طور پر برطانیہ کی سیاسی پالیسی کا حصن حصین تصور کرنا چاہیے، دوستانہ نگاہ سے دیکھنا عین مقتضائے فطرت تھا، لیکن بسمارک کے تلطف اور تملق کے باوجود انگلستان نے اپنی مہربانی آمیز علیحدگی کو ہاتھ سے نہ دیا اور اس کے عام طرز کی ترجمان اگر کوئی ظاہری علامت تھی تو یہ تھی کہ اس نے اٹلی کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ بڑھا لئے کیونکہ فرانس سے جنگ چھڑ جانے کی حالت میں اس کے لئے بحیرۂ روم میں اٹلی کی بحری طاقت کا نہایت گرانقدر ثابت ہونا لابد تھا۔ اس اثنا میں بسمارک باوجود اس کے کہ روسی معاندت کے خلاف ہر قسم کی نہایت زبردست پیش بندیاں کیجا چکی تھیں روس کی رفاقت اور دوستی سے مایوس نہیں ہوا تھا۔

بسمارک اور روس

محالفۂ ثلاثہ پس پشت ڈالدیا گیا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس کی حیثیت محض یہ رہ گئی تھی کہ شاہنشاہان جرمنی اور آسٹریا کے درمیان جو مفاہمہ ہوا تھا یہ صرف اس کی ایک توسیع یافتہ شکل تھا اور جیسا کہ بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں[2] ظاہر کر دیا تھا اس کے مقاصد میں

---

[1] دی اصل ادب تمدن و معاشرت، اور "جرمنی میں جمہوریۂ اشتراکی کے عروج" کیلئے ملاحظہ ہو لوبی جلد چہارم

[2] اسکا تذکرہ اس خط میں ہے جو شاہ لوبریا کے پاس بھیجا گیا تھا بسمارک جلد دوم صفحہ ۲۵۸۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر حلیفوں میں سے کسی ایک پر روس نے حملہ کیا تو اس میں سے ہر ایک متفقہ طور پر اس کا تدارک کریگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حسب دستور سابق روس کے ساتھ صلح کرنے کی نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش جاری رکھی جائے اور ہر سہ سلاطین کے باہمی اتحاد کو مزید تقویت پہنچائی جائے لیکن ۱۸۸۱ء میں ایک ایسا سنگین جرم وقوع پذیر ہوا جس سے اس مقصد کے حصول میں اور زیادہ رکاوٹ پڑگئی۔ ۱۳ مارچ
کوشاہنشاہ الگزنڈر نے ایک دستخطی فرمان شائع کیا جس کی رو سے ایک انجمن شوریٰ ۵۳۲
قائم کی گئی جس کے ارکین کا انتخاب جماعتی اور صوبہ واری مجالس کے سپرد کیا گیا اور اس طور پر روس میں حکومت دستوری کی بنیاد پڑگئی۔ لیکن اسی روز سہ پہر میں قبل اس کے

الگزنڈر دوم کا قتل ۱۸۸۱ء

کہ یہ فرمان شائع ہوا الگزنڈر نائٹرو گلیسرین کے ایک بم سے جو اس کی گاڑی کے نیچے رکھدیا گیا تھا ہلاک ہوگیا۔ اسکا جانشین الگزنڈر سوم اپنے احساسات کے اعتبار سے جرمن اور جرمنی کا مخالف تھا اور اس نے اپنے آپکو اُس کل اسلافی تحریک سے وابستہ کردیا تھا جسے بسمارک نے یورپ کے امن وعافیت کے خلاف ایک خطرۂ مخصوص قرار دیا تھا لیکن یہ حقیقت جلد آشکار ہوگئی کہ جدید شاہنشاہ کی سلافی ہمدردی کا سد باب وہ جوشیدہ شیفتگی کررہی تھی جو اسے قیام امن وعافیت سے تھی اور اسطور پر بسمارک کی سیاسی اس اعتبار سے کہ اس نے روس کے ساتھ موانست قلبی قائم رکھنے کے لئے راستہ صاف رکھا، کامیاب رہی۔ ستمبر ۱۸۸۴ء میں اپنے صلح کارانہ خیال وارادہ کا ایک نمایاں ثبوت دینے کی غرض سے جو باوجود اس کے کہ ان پر وقتاً فوقتاً کافی زور دیا جاتا رہا قومی سامان جنگ کی روز افزوں ترقی سے مشتبہ نظر آنے لگا تھا، ہر سہ سلاطین اسکیرنیوس میں ملاقی ہوئے۔ اب اس خیال سے کہ ممکن ہے آسٹریا اپنا میدان تبدیل کردے، بسمارک نے روسی اور جرمن شاہنشاہوں کو ایک خفیہ عہد نامہ پر دستخط کردینے کی ترغیب دی جس کی رو سے آپس میں یہ قرارداد ہوئی کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر حملہ کیا گیا تو "دوستانہ غیر جانبداری" ملحوظ رکھی جائیگی۔ آسٹریا اور اٹلی کے ساتھ جو دفعتہً عہد وپیمان ہوا تھا اس کے خلاف یہ کارروائی اتنی ہی بے آہنگ کہی جاسکتی ہے جتنی اٹلی کی روس اور جرمنی کے موانسات قلبی ہیں، جسے لبہ ا ک ہمیشہ قائم رکھنا

چاہتا تھا، مخل ہوتا تھا۔ لیکن اس سے جس حصول مقصد کی توقع تھی اسکا بر نہ آنا ہی اسکے لئے تقدیر ہو چکا تھا۔ ابھی اس پر بمشکل دستخط ثبت ہوئے تھے کہ جزیرہ نمائے بلقان میں کچھ ایسے واقعات پیش آگئے جن سے آسٹریا اور روس کے باہمی تعلقات قریب قریب منقطع نظر آنے لگے اور جس کا انجام ہردو بلغاریہ کے اتحاد پر ہوا اور چونکہ بسمارک کے نزدیک مصلحت یہی تھی کہ آسٹریا کی حمایت کیجائے روس اور جرمنی کے درمیان قطع تعلق کا باضابطہ تو اعلان نہیں ہوا لیکن اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے یہ بالکل مکمل تھا۔

یہ عہد نامہ فی الاصل سنہ ۱۸۹۰ء تک نافذ رہا اور اگر بسمارک اپنے منصب پر قائم رہتا تو اس کی تجدید اور اسے موثر بنانے کی کوئی نہ کوئی فکر اور کوشش ضرور کیجاتی۔ لیکن اس اثنا میں معاملات جرمنی میں چند اساسی تبدیلیاں واقع ہوگئیں۔ ۵۲۳
۹ مارچ سنہ ۱۸۸۸ء کو شاہنشاہ ولیم نے ۹۱ سال کی عمر طبعی پا کر وفات کی اور ۱۵ جون کو اس کے فرزند شاہنشاہ فریڈرک کی المناک موت نے نوخیز شاہ ولیم ثانی کو تاج و تخت کا مالک بنا دیا۔ بسمارک کا یہ فرض کرنا بالکل حق بجانب تھا کہ ایک ایسا وزیر جو ایک کہن سال اور پختہ کار شاہنشاہ کے لئے ناگزیر تھا اوسکے پوتے کے لئے ناگزیر تر ہوگا۔ لیکن وہ لوگ جنھیں حکمران جدید کو نہایت غور سے دیکھنے کا موقع حاصل ہو چکا تھا اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب صدر اعظم کو ایک ایسی شخصیت سے سابقہ پڑا تھا جو اس سے بھی زیادہ جری تھی۔ اکتوبر سنہ ۱۸۸۹ء میں الگزنڈر سوم اور بسمارک ایک دفعہ پھر برلن میں ملاقی ہوئے اور صدر اعظم کو "ان شبہات کا ازالہ کرنے میں جنھیں زار" اپنے ساتھ کوپن ہاگین سے لایا تھا اور جن میں اس کا آخری شبہہ جو میرے منصب وزارت پر قائم رہنے کے متعلق تھا شامل تھا، ایکبار پھر کامیابی ہوئی" بسمارک نے اپنے خود نوشت تذکرہ میں کسی قدر تلخ ہو کر یہ جملہ تحریر کیا ہے" جسوقت اس نے یہ سوال کیا ہے اسے اسبارے میں مجھ سے زیادہ معلومات حاصل تھیں"۔ مارچ سنہ ۹۰ء میں بسمارک کو سنہ ۱۸۵۲ء کے قاعدہ کی پابندیوں پر اصرار ہوا یعنی ہر محکمہ کے وزرا کے تمامی مراسلات وزیر صدر الوزراء (خود بسمارک) کے توسل سے شاہنشاہ کی خدمت میں پیش

ولیم ثانی شاہنشاہ جرمنی سنہ ۱۸۸۸ء

عزل بسمارک سنہ ۹۰ء

ہونے چاہئیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہنشاہ نے اس سے منصب صدر اعظم اور پروشیائی صدارت سے مستعفی ہوجانے کی درخواست کی۔ اور بسمارک کو سبکدوش ہوکر انتہائی سرگرانیوں کے ساتھ (Friedrichsruh) فریڈرش رُدہ میں عزلت گزین ہوجانا پڑا۔ پروشیا اور جہانتک دستور حکومت کے مطابق تھا۔ جرمنی میں شخصی حکومت کا آغاز ہوا۔ اسی سال اس خفیہ عہد نامہ کی بنیاد جو روس کے ساتھ ہوا تھا ختم ہوگئی جسکی بارِ دیگر تجدید نہیں کی گئی ؛

۱۸۸۹ء میں زار نے علی الاعلان "اپنے تنہا مخلص اور وفاشعار رفیق جبل اسود (مانٹی نگرو) کا جام صحت نوش کیا"، ۱۸۹۰ء میں روس کا تفرد و تجرد جو اس سے قبل کبھی کبھی صرف محسوس ہوجایا کرتا تھا بالکل نمایاں اور آشکار ہوگیا۔ فرانس کے تفرد اور تجرد کا اعلان اس سے پہلے ہوچکا تھا جبکہ پیرس کی وطن پرست جماعت کے "طوفان تنجز" اور افواہ جنگ کے جواب میں جیسے چند "سرحدی حادثات" نے اور زیادہ ناخوشگوار بنا دیا تھا۔ بسمارک نے اوائل ۱۸۸۸ء میں اس عہد نامہ کو شائع کردیا تھا جو ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کے ساتھ ہوا تھا فرانس اب بالکل تنہا اور ۵۳۴
بے یار و مددگار رہ گیا تھا۔ ان حالات کے ماتحت، باہمی اتحاد سے فریقین کو جو نفع حاصل

فرانسیسی روسی اتحاد

ہونا وہ اسدرجہ نمایاں تھا کہ محض چند ایسے اختلافات جو دونوں حکومتوں کے مقاصد، طبیعت وطینت یا عقائد سے متعلق ہونے فرانس کو روس کے ساتھ وابستہ کردینے میں مانع نہیں آسکتے تھے۔ جولائی ۱۸۹۱ء میں فرانسیسی جنگی بیڑے کا کرونشٹاٹ میں رسم ملاقات بجا لانیکے لئے داخل ہوا تھا کہ اس جدید اخوت حربی سے تمام عالم واقف ہوگیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب دنیا نے شک واشتباہ کے ساتھ روسی حربی بینڈ سے فرانسیسی قومی نغمہ "مارسیلیز" کا غیر مانوس ترانہ سنا۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں روسی بیڑا طولون میں داخل ہوکر رسم بازدید بجالایا اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں برسم دید و بازدید نوخیز شاہنشاہ نکولس نے پیرس آکر اور پریسیڈنٹ فیلکس فور نے دوسرے سال سینٹ پیٹرس برگ جاکر روسی فرانسیسی اتحاد کو مکمل کردیا ؛

یورپ کے ان تبدیل شدہ حالات کے ماتحت وہ فرانسیسی روسی اتحاد کسی

خطرہ یا اندیشہ کا محرک نہ ہوا جس کے محض امکان سے مخالفۂ عظیمہ کے ایام میں، آسٹریا اور انگلستان کے قصر ہائے حکومت لرز جاتے تھے۔ اتحاد ثلاثہ کے مانند اتحاد ثانی کے اکابر و عمائد نے بھی اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ یہ اتحاد بھی یورپین امن و عافیت کی ایک مزید ضمانت ہے۔ اور اس کی حیثیت صرف "مدبرانہ حرکت" کی تھی اور اس کی ضرورت محض اس لئے محسوس کی گئی کہ دیگر دول یورپ نے بھی اسی قسم کی ایک صورت پیدا کر دی تھی۔ یہ فرانس کے لئے یوں سودمند تھا کہ اس سے اُسے موجودہ خطرناک تفرد و تجرد سے نجات حاصل ہو جاتی تھی اور اسی کے باعث اس پر جو خوف و ہراس طاری تھا اس کا بھی ازالہ ہو جاتا تھا۔ روس نے اس سے زیادہ اور سریع لازوال نفع اٹھایا۔ ایک نہایت عظیم الشان قرض کے علاوہ جسے پیرس نے فی الفور فراہم کر دیا، اتحاد متذکرۂ صدر کو مشرق اقصیٰ میں اپنی توسیع کے لئے فرانس کی اعانت حاصل ہو گئی اور مشرق قریبہ میں، اسے فرانس کی ذات میں بجائے ایک رقیب کے۔ جیسا کہ ابتک چلا آیا تھا، ایک شریک جرم کی خدمات حاصل ہو گئیں[1] لیکن جو نفع اسطور پر حاصل ہوا وہ یکطرفہ ثابت ہوا۔ انگلستان نے مجبوراً روس کو، چین میں اپنی درازدستیوں کو برسرکار لانے کی اجازت دیدی۔ اس کا تفرد و تجرد فرانس کو فشوڈا میں "ذلیل و رسوا" کرنے سے اسے باز نہ رکھ سکا۔ بعد میں جب روس کو جاپان سے فاحش شکست نصیب ہوئی ۵۳۵ ہے، اسوقت اہالیان فرانس کے ترقی پذیر شکوک و شبہات اور زیادہ ترقی کر گئے اور انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ فرانس کو ایک رفیق کی تلاش میں موصولہ نفع سے کہیں زیادہ سنگین معاوضہ ادا کرنا پڑا ہے۔

چین میں روسی پیشقدمی کا تذکرہ اور بالائے نیل پر فرانسیسی اور انگریزی مقاصد کی باہمی کشاکش ایسے واقعات ہیں جنسے ان تغیرات کا نہایت دلنشین نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جو موجودہ صدی کے آخری دس سال میں سیاسی حالات اور حوادثات میں راہ پا گئے تھے حقیقت یہ ہے کہ اس تبدیلی کا سنگ بنیاد جو پچھلے دنوں اتنی ہی

[1] بالخصوص ارمنی خونریزی میں جب روس نے فرانس کی اعانت سے، یورپ کو متحدہ مداخلت سے باز رکھا اور اسباب کا اعلان کر دیا کہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ آرمینیہ، بلغاریۂ ثانی ہو کر رہے۔"

یورپ کی وسعت پذیری

سریع تھی جتنا کہ انقلاب انگیز، بہت سی حالتوں میں، عرصہ ہوا کہ رکھا جا چکا تھا۔ انیسویں صدی میں برطانیہ عظمیٰ کی وسعت پذیریاں فی الحقیقت اس کی سولھویں اور سترھویں صدی کی اولین بحری اولوالعزمیوں کے ناگزیر اور منطقی نتائج تھے۔ اسی طور پر مرکزی ایشیا میں زار کے مقبوضات کی وسعت ابتک کسی مخصوص متعین پالیسی کی بنا پر نہ تھی بلکہ جیسا کہ سلطنت ہندوستان کے متعلق پیش آیا۔ یہ سب کچھ مہمات تادیبی کے سلسلہ میں تھا جو سیاسی ضرورتوں کی بنا پر پیش آیا اور جو تکلیف دہ سرحدی اقوام کی سرزنش کے لئے وقتاً فوقتاً ترتیب پاتی ہیں اور جن کا انجام، بالآخر، الحاقات پر ہوا۔ ہندوستان اور روس کی سرحدوں کو ایکدوسرے سے متصل کر دینے سے جن خوف و خطر کے معرض وجود میں آنے کا امکان ہو سکتا تھا انکا پورے طور پر احساس کیا جا سکتا تھا۔ لیکن توسیع سلطنت کے سلسلہ میں کرۂ ارض کے مختلف حصص میں، دیگر حکومتوں کی تگ وتاز سے جن پیچیدگیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، انکا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا؛

افغانستان میں روسی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے انگلستان اور روس کے باہمی تعلقات ۱۸۷۸ء میں کشیدہ ہو چکے تھے لیکن بنظر اعتدال و رواداری، زار کے بروقت دخل دینے سے تعلقات باہمی کے شکست کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد

روس اور انگلستان وسط ایشیا میں

جنگ افغانستان وقوع میں آئی جو کیونیگزی، برطانوی وزیر متعینہ کابل کے قتل اور قندھار پر رابرٹس کی مشہور تاخت کے لئے ہمیشہ یادگار رہیگی۔ مسٹر گلیڈسٹن نے جو اختتام جنگ سے پہلے ہی برسرکار آ چکے تھے، سنہ ۱۸۸۰ء میں حکومت بیکنسفیلڈ کی "اقدامی پالیسی" کو بالکل منقلب کر دینے کا عزم کر لیا۔ لیکن برطانیہ کے نامزد کردہ امیدوار امیر عبدالرحمن کی فتحیابی نے ۵۳۶
اکتوبر سنہ ۱۸۸۱ء میں انگریزی اثر و اقتدار کو، کم سے کم کچھ عرصہ کے لئے، افغانستان میں متیقن کر دیا لیکن اسی وقت روس سرحد افغانستان کی جانب برابر پیش قدمی کر رہا تھا اس کی فوجی ریل کی پٹری ترکمانی مقبوضات کے وسط تک پہنچ چکی تھی اور ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۸۱ء کو اسکوبیلف نے ٹکی، قلع جیوک ٹپے کو گولے مار کر اڑا دیا اس کامیابی کا نہایت زبردست اثر ہوا مرکزی ایشیا کے قبیلوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور سنہ ۱۸۸۲ء میں روسی حکومت نے فارس

کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے رو سے موخرالذکر مرو کے حقوق شہریاری سے دست کش ہو گیا جس پر فروری ۱۸۸۴ء میں اسکوبیلف کے جانشین جنرل کُمراف نے قبضہ کر لیا۔ آیندہ اپریل میں سارکس پر جو ہرات کے راستہ پر تھا قبضہ ہو گیا۔ برطانوی حکومت کی زبردست صدائے احتجاج پر، افغانستان اور روس کے درمیان حدود متعین کرنے کے لئے روس نے ایک مشترکہ کمیشن کی رضا دیدی لیکن جبکہ کمیشن اپنی تحقیقات میں مصروف تھا

حادثۂ پنجدہ۔ ۳۰ مارچ ۱۸۸۵ء

جنرل کوماروف نے ایک افغان فوجی چوکی پر حملہ کر کے اسے منتشر کر دیا اور پنجدہ۔ مرو کے جنوب میں ایک موضع۔ پر قبضہ کر لیا۔ زار اور حکومت گلیڈسٹن کی صلح آمیز طبیعتوں نے ایکبار پھر معاملات کو رو براہ کر دیا۔ سرحدی کمیشن نے جلد جلد کار مفوضہ کو ختم کیا اور بالآخر ایک معاہدہ پر دستخط ثبت ہوئے جس کی رو سے درّۂ ذوالفقار، افغانستان کی سرحد قرار پایا اور مرو، سارکس اور پنجدہ روس کے قبضہ میں رہنے دیئے گئے۔ روسی فتوحات کا سیلاب ہمالیہ سے، ٹکرا کر واپس ہوا تو اس نے شمال مشرق کا رُخ کیا۔ ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء میں کوہستان پامیر پر تاخت کی گئی جو بالآخر ایک معاہدہ کی رو سے ۱۸۹۵ء میں روس اور انگلستان کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ دو ایک سال بعد جنگ چین و جاپان کے سلسلہ میں روس کو ایک ایسا موقع ہاتھ لگ گیا جس کا وہ ایک عرصہ سے منتظر تھا اور پورٹ آرتھر کے اجارہ کے سلسلہ میں اسے بحرالکاہل پر ایک غیر منجمد بندرگاہ حاصل ہو گئی۔

روس کا چین میں ایک جارحانہ حکومت کی حیثیت سے رونما ہونا تھا کہ اسے نہ صرف انگلستان سے ہم آورد ہونا پڑا جسکے تجارتی اغراض و مقاصد اس سلطنت میں سب پر فوق رکھتے تھے، بلکہ اس کا سابقہ جرمنی، فرانس اور مشرق کی جدید بحری قوت جاپان سے بھی ہوا۔ فرانس کچھ عرصے سے مشرق کے کسی دوسرے حصہ میں اس سلطنت کی تعمیر ۵۲۷

مشرق اقصیٰ میں دول یورپ کی حریفانہ تگ و دو

کرنا چاہتا تھا جس کا شیرازہ ہندوستان میں بکھر چکا تھا اسکی ابتدا نپولین سوم نے ۱۸۶۴ء میں سائے گون حاصل کر کے کی تھی۔ ۱۸۷۴ء میں اوسکی یہ خواہش ہوئی کہ اسے کچھ وسعت دینی چاہئے نظر براں اس نے شاہ انام کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسکی رو سے موخرالذکر نے فرانس کی "حمایت"، تسلیم کی۔ اس بنا پر وہاں کے باشندوں، بالخصوص فریق "علم اسود"، اسے

جن کو کسی حد تک بحری ڈاکو کہنا بجا ہوگا، مناقشہ کی صورت پیدا ہوئی۔ بالآخر چین سے جنگ کی نوبت آئی جو اُن مقبوضات پر اپنی سطوت شہریاری کا مطالبہ کر رہا تھا جو فرانسیسی نگاہوں کو جذب کر رہی تھیں ۱۱ رمئی ۱۸۸۴ء کو تین سین میں صوبۂ پے چلی کے صوبہ دار لی ہنگ چنگ کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا لیکن اسے پیکن میں مسترد کر دیا گیا لیکن

فرانس اور ٹونکن

دو ہی ایک ہفتہ کی مزید جنگ کے بعد چینی حکومت نے سر تسلیم خم کر دیا اور ایک عہد نامہ کے ابتدائی مراتب پر پیرس میں چینی صدر ناظم کروڑگیری سر رابرٹ ہارٹ کے ایجنٹ کی طرف سے دستخط ثبت ہوئے۔ جس کی رو سے چین نے انام اور ٹونکن کی فرانسیسی حمایت تسلیم کی۔ تین متصل چینی صوبوں کو یوروپین تجارت کے لئے آزاد کر دیا گیا اور تین ماہ کے اندر اندر فرانس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ کی تکمیل قرار پائی۔

جس طور پر ہندوستان کی شمالی سرحد پر انگریزوں اور روسیوں کے درمیان پیچیدگیاں رونما ہوئی تھیں اب ہندی چینی جزیرہ نما میں بھی کچھ اسی قسم کی کشاکش پیدا ہو چلی تھی۔ ۱۸۸۵ء

برھما

کے موسم خزاں میں شاہ تھیبا والی برما کی دراز دستیوں کے باعث وائسرائے ہند کو اس کے خلاف مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا جس کا انجام یہ ہوا کہ بادشاہ معزول کیا گیا اور اس کا ملک ممالک محروسۂ برطانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ برطانوی اور فرانسیسی مقبوضات کے درمیان مشرق اقصیٰ میں اب صرف سلطنت سیام باقی

سیام

رہ گئی تھی اور افغانستان کے مانند اسے بھی ”حکومت حاجب“ کی حیثیت سے قائم رکھنا برطانوی سیاست کا عین مقصد رہ گیا۔ یہ مقصد ابتک
حاصل نہیں ہوسکا ہے ۱۸۹۳ء میں فرانس نے سیام سے جھگڑا مول لیا اور گو انگلستان ۵۳۸
کے دخل دینے سے سیامی سلطنت کا بڑا حصہ اپنی آزادی اور خود مختاری کو سلامت رکھ سکا لیکن انجام کار ارض شان میں فرانسیسی اور انگریزی سرحدیں دریائے میکانگ پر آکر مل ہی گئیں۔

چین کے حصہ بخرہ نے جس کی مثال اس طور پر فرانس نے پیش کی تھی، کچھ عرصہ بعد نتائج کا ایسا خرمن فراہم کیا جس کے تلخ ثمرات سے دنیا اب کچھ کچھ آشنا ہونے لگی ہے۔

۱؎ مسائل مشرقی کے لئے ملاحظہ ہو ڈریولٹ۔

اس میں سے جو واقعہ اپنی عظمت کے اعتبار سے قریب تر تھا اور جس کا اثر دول یورپ کے باہمی تعلقات پر پڑتا تھا، افریقہ کا حصہ بخرہ تھا۔ یہ وسیع براعظم جس کے محض حاشیوں کا ناقص

افریقہ کا حصہ بخرہ

اور نامکمل نقشہ ۱۸۱۵ء میں تصفیہ وائنا کے موقع پر طیار کیا جاسکتا تھا متعدد سیاحوں کی جولانگاہ بنگیا جس میں سب سے زیادہ ممتاز لونگ اسٹون تھا، تاہم برلن کانگرس کے کئی سال بعد تک یورپ براعظم افریقہ کے تقریباً تمامتر انھیں مقامات سے وابستہ رہا جنکو کوئی تاریخی حیثیت حاصل تھی اور جس میں مصر اور وہ شمالی ممالک شامل تھے جو رومن سلطنت کے دور میں بحیرۂ روم کے تمدن کے زیر اثر رہے

نہر سویز اور مصر

تھے کچھ تو یوں بھی ان کی وقعت مسلم تھی لیکن ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کی تعمیر سے ان کی وقعت اور شان کا اندازہ ہی لگانا دشوار ہوگیا۔

فرانس نے جو نہایت تندہی کے ساتھ ۱۸۳۰ء ہی سے بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل پر اپنی سلطنت کی توسیع میں مصروف رہا تھا، اس حقیقت کو محسوس کیا، اور اس میں وہ ایک حد تک حق بجانب بھی تھا کہ اس کا اس ارض قدیم پر کچھ حق بھی تھا جس کی تزئین و تہذیب میں اس کے فرزندوں کی ذہانت و فطانت کو اس درجہ دخل تھا[1] لیکن انگلستان کو یہ کب گوارا ہوسکتا تھا کہ ہندوستان پہنچنے کیلئے قریب ترین راستہ تھا وہ کسی معاند حکومت کے زیر تصرف ہو۔ نظر براں اس سے قبل اس نے جتنے دلائل بحیرۂ روم میں فرانسیسی تفوق پذیری کے خلاف پیش کئے تھے، ان کو المضاعف کردیا۔ نومبر ۱۸۷۵ء میں لارڈ بیکنسفیلڈ کی حکومت نے نہر سویز میں خدیو کے جو حصے خرید لئے ان کی قدر و قیمت کا تعین محض تجارتی مقصد و منفعت کے اعتبار سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بنیاد تھی برطانیۂ عظمیٰ کے اس مطالبہ کی جس کی رو سے وہ ایک ایسے اقدام عمل میں یارائے زبان آوری کا دعویدار تھا جو اس کے شہنشاہی اغراض
۵۳۹ و مقاصد کے اعتبار سے نہایت باوقعت تھا خدیو کے معاملات میں جو الجھنیں پیدا ہوگئی تھیں اور جن کے باعث حصص کے فروخت کرنے کی نوبت آئی تھی، اپنے منطقی نتائج کے اعتبار سے اس حد تک ترقی کر گئے جہاں پہنچکر انگریزی افواج نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ اپنے مہتم بالشان منصوبوں کو سوڈان میں برسرکار لانے کے لئے اسمٰعیل پاشا نے جس بے دریغ اور

[1] ملاحظہ ہو پامرسٹن کا وہ ریمارک جو گیرنرز کے تذکرہ جلد چہارم صفحہ ۵۳۴ میں درج ہے۔

بے محابا طور پر قرض لیا تھا، وہ حد سے بڑھ گیا تھا، جس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۷۶ء میں اسے یورپ سے دو بدو ہونا پڑا جس لئے ان قرضوں پر سود کا بے ہنگام تقاضا شروع کر دیا جن کو ادا کرنے سے وہ کلیتہً قاصر تھا۔ رہی یہ سبیل کہ پرانے قرضوں کو ادا کرنے کے لئے نہایت سنگین شرح سود سے جدید قرضوں کی طرح ڈالی جائے، اس کی حیثیت محض ایک جرعۂ لطیف کی تھی جو مرض کی مزید ترقی کا باعث ہوا۔ آخر میں اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا کہ یا تو بالکل دیوالہ نکالدیا جائے یا یورپین قبضہ کی نوبت آئے۔ دول یورپ نے حسب توقع اسے ترک یا اختیار کا موقع نہ دیا۔ اور ۱۸۷۸ء میں مصر کا صیغۂ مالیات فرانس اور انگلستان کے تحت میں مشترکہ طور پر آگیا۔ اسوقت سے مصر گویا مالکان و ستاویز کے ہاتھوں رہن ہو گیا اور ملک کے تمام ذرائع اور وسائل اس سنگین قرض کی ادائی کے نذر ہونے لگے جس کا ذمہ دار ایک غیر ذمہ دار حکمراں تھا۔ مقتضائے قانون کچھ ہی کیوں نہ ہو اسمیں شک نہیں باشندگان ملک کو ایک شکایت تھی۔ انھوں نے کچھ عرصے تک تحمل سے کام لیا اسکے بعد اظہار احتجاج کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۱۸ر جنوری ۱۸۸۱ء میں عرابی بیگ کی سرکردگی میں ایک ہنگامۂ بغاوت بلند ہوا۔ ایک سال بعد "قوم پرستوں" کو یہانتک کامیابی حاصل ہوئی کہ تمام یوروپین ملازمین ملازمت خدیوی سے برطرف کر دیئے گئے۔ یہ انگلستان اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں نے اسپر صدائے احتجاج بلند کی اور عرابی کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ اس کا جواب اسکندریہ کے گلی کوچوں میں یوروپین باشندوں کے قتل اور ایک ایسی وزارت کا قیام تھا جس کی روح رواں عرابی تھا اب ایک مسلح مداخلت ناگزیر تھی۔ اور دول یورپ کے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے انگلستان نے فرانس کو شریک کار ہونے کی دعوت دیدی لیکن چونکہ فرانس خود مہات ٹونکن کے نامتناہی سلسلہ سے زیر بار ہو رہا تھا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مزید پیچیدگیوں سے دوچار ہونا پڑے۔ انگلستان نے تنہا اسکندریہ کو توپوں پر دھر لیا اسوقت صرف انگلستان "عارضی طور" پر مصر پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ کرۂ ارض کے دور دراز حصص میں فرانس جس طور پر مصروف و منہمک تھا بسمارک اس کا مشاہدہ نہایت اطمینان کے ساتھ کر رہا تھا۔ فرانسیسی زیر جنگ کا پیشن

لہٰ انگلستان مصر میں مصنفہ ملز "مصر انیسویں صدی میں" مصنفہ کیمرن۔

نے ۲۳ر جنوری ۱۸۸۵ء کو اپنے منصب سے مستعفی ہوجانے کو ایسی پالیسی پر ترجیح دی جس کی وجہ سے اگر کسی وقت یورپ میں ضرورت محسوس ہوجاتی تو فوج کی تعداد بالکل ناکافی ثابت ہوتی اس کے جانشین میوال نے حکومت کی پالیسی کو حق بجانب قرار دیکر

جرمنی اور استعماری توسیعات

اس امر کا اعلان کیا کہ فرانسیسی افواج کے لئے یہ تقریباً ناممکن تھا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے گویا عالم خواب میں کوہستان ووژ کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھی رہیں۔ یہ گویا سارے حالات اور واقعات کی تلخیص تھی۔ بہت ممکن ہے دول یورپ کی توجہ کو یوروپین حالات اور واقعات کے بجائے کسی دوسری طرف مائل رکھنے میں جو فائدہ تھا اس نے بسمارک کو اس ارادہ پر پختہ کردیا ہو کہ اسوقت جرمنی کی ضروریات جہانتک اس کی مقتضی ہوں، جرمنی کو کم وبیش تندہی کے ساتھ ایک ایسی پالیسی پر کاربند ہونا چاہئے جو اس کی استعماری وسعت پذیری میں معین ہو۔ اس کا یہ فائدہ بھی تھا کہ حسب مصلحت ٹوگولینڈ اور کیمرون میں چند مراعات مستحسن طور پر روا رکھکر ان تکلیف دہ مطالبات سے گلوخلاصی حاصل کرلیجایا کرے جن کا تعلق وطن سے قریب کسی موضع یا موقع سے ہو۔ جرمنی کی ترقی پذیر بحری تجارت بھی انگلستان کی نظروں میں کھٹک رہی تھی اور وہ ہاتھ پاؤں نکالنے پر آمادہ نظر آرہا تھا۔ اسے بھی سبق دینا ضروری تھا۔ وزارت خارجہ کے بے ہنگام طریق نیت و فعل سے صدر اعظم کو ذاتی طور پر جراحت پہنچ چکی تھی اس لئے اسے بیدار کرنے کا عزم کرلیا اور اس میں کامیاب بھی ہوا۔

انگرا پیکوئے نا

۲ر مئی ۱۸۸۴ء کو غیر رسمی طور پر انگرا پے کوئے نا پر جرمن علم بلند کیا گیا۔ برطانوی حکومت ششدر رہ گئی لیکن راس امید کے حکام سے مشورہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ریاست متعلقہ پر انگلستان کا کوئی قانونی حق نہیں پہنچتا تھا بالآخر جرمن صیانت تسلیم کرلینے کا عزم کرلیا گیا[1]، ۷ر اگست کو اس کا باضابطہ اعلان کردیا گیا اور انگلستانی علم شہنشاہی پوری حرمت کے ساتھ توڑ ڈالا گیا اس کے بعد افریقہ کے دوسری جانب خلیج سنتا لوسیا کے الحاق کی کوشش کی گئی لیکن حکومت راس امید

[1] مفصل سیاسی مراسلات کے لئے ملاحظہ ہو ہان/ بسمارک جلد پنجم۔

کے بروقت تعرض کرنے سے یہ کوشش بے کار گئی مگر ۵ رجولائی کو ٹوگولینڈ کا جرمن حمایت میں آجانے کا اعلان کر دیا گیا اور ۱۴ر تاریخ کو کیمرون کا الحاق کر لیا گیا۔ اب

ٹوگولینڈ اور کیمرون

انگلستان کافی طور پر بیدار ہو چکا تھا۔ اور اب انتہائی عجلت کے ساتھ اس نے اُن چیزوں کے چھین لینے کا ارادہ کیا جن کو وہ آج

۵۴۱ سے دس سال قبل نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے میں ضم کر سکتا تھا وہ بالائی نائجر پر فرانسیسیوں کی پیشقدمی سے جس کا مقصد ایک ایسی سلطنت کی تعمیر تھی جو باعتبار وسعت بحیرۂ روم سے کونگو تک پھیلی ہوئی خوفزدہ ہو چکا تھا اب ۱۸۸۴ء میں اس نے ان معاہدات کو تسلیم کرنا شروع کیا جو برطانوی متحدہ افریقی کمپنی نے صناوید نائجر سے کیے تھے اور اس طور پر قبل اس کے کہ جرمنی ایسا کر سکتا اس نے نائجر کے ڈیلٹا کو ممالک محروسہ میں شامل کر لیا۔

کونگو

کونگو پر بھی تصرف کا سوال درپیش تھا۔ ۱۸۷۶ء میں بصدارت شاہ لیوپولڈ برسلز میں ایک غیر معمولی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جسکا مقصد ایک "بین الاقوامی انجمن افریقی" کا قیام تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک جماعت مخصوص بھی معرض وجود میں آئی جس کا مقصد ریاستہائے کونگو سے جائز ناجائز ہر قسم کے جلب منفعت کا تھا اب پرتگالیوں نے دریائے نائجر پر اپنے حقوق جتانے شروع کیے۔ یہ مطالبہ ایک عہد نامہ کی رو سے جو ۲۶ر فروری ۱۸۸۴ء کو برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ ہوا، تسلیم کر لیا گیا۔ اتنا وسیع رقبہ یورپ کی ایک ایسی ریاست کو حوالہ کر دینا جو اپنی ترقیوں کے اعتبار سے اس درجہ پست تھی ایک نہایت زبردست خلفشار کا موجب ہوا۔ آخر کار یہ تجویز ہوئی کہ یہ سارا مسئلہ دول یورپ کی ایک کانفرنس کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

افریقہ میں عظمت اور تفوق حاصل کرنے کے سلسلہ میں جو کشاکش رونما رہی اس نے ایک ایسا موقع، اور مزید مناقشات کے لئے ایسے امکانات پیدا کر دیئے کہ براعظم کی آیندہ تقسیم اور حصہ بخرہ کے سلسلہ میں جو حالات اور حادثات رونما ہونے، مقتضائے مصلحت یہ تھا کہ ان سے عہدہ برا ہونے کے لئے کسی بین الاقوامی سطوت و اقتدار کے ماتحت ایک اصول عام مقرر کر دیا جائے۔ ۵ار نومبر ۱۸۸۴ء کو کانفرنس کا اجلاس برلن میں منعقد ہوا جس کے اجلاسات ۳۰ر جنوری ۱۸۸۵ء تک ہوتے رہے۔ وہ تین مسائل جلیلہ

کانفرنس منعقدہ برلن ۸۵-۱۸۸۴ء

جن کا کانفرنس کو تصفیہ کرنا تھا کونگو، نائجر اور ان شرائط سے متعلق تھے جن کی بنا پر جدید و مزید الحاقات صحیح و درست تسلیم کئے جا سکتے تھے۔ ان میں سے اول کے متعلق کانفرنس کا بین الاقوامی افریقی انجمن کو ایک خود مختار ریاست کی حیثیت اور کونگو فری اسٹیٹ (آزاد ریاست کونگو) کے نام سے تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ طرف دریائے کونگو میں تجارتی آزادی دی گئی اور دریا کی جہاز رانی کو ایک بین الاقوامی کمیشن کی نگرانی میں دیدیا گیا۔ نائجر کے متعلق
۵۴۲ بھی عملاً یہی تصفیہ ہوا باستثنائے اسکے کہ یہ برطانوی اور فرانسیسی صیانت میں آگیا اور اسی کے ساتھ کشتی رانی کے متعلق جو قواعد وضع کئے گئے اس میں برطانیۂ عظمی کے لئے چند مخصوص حقوق محفوظ کر دیے گئے۔ سب سے آخر میں یہ طے پایا کہ ساحلی قطعات پر اس وقت قبضہ جائز و درست ہو سکتا تھا جبکہ یہ موثر ہو۔ اس کے ساتھ ان ذمہ داریوں کی بھی تشریح کر دی گئی جو "حلقہ جات اثر" (صحیفۂ سیاسی کا جدید ترین فقرہ) سے متعلق تھیں۔

ان فیصلہ جات کی اساسی قدر و قیمت کے علاوہ کانفرنس منعقدۂ برلن تاریخ عالم میں ایک جدید باب کا افتتاح کرتی ہے۔ سوئزرلینڈ کے علاوہ ہر حکومت کے نمایندے اس میں شریک تھے لیکن اس کا سب سے زیادہ اہم پہلو، یورپ کی آزاد اقوام میں ممالک متحدہ امریکا کی شرکت اولین تھی۔ یہ سب گویا ان سنگین انقلابات کا پیش خیمہ تھا جو موجودہ صدی کے آخر میں جنگ اسپین و امریکا اور منصۂ عالم پر امریکا کی ایک شہنشاہی طاقت کی حیثیت سے نمودار ہونے سے عالم وجود میں آیا۔ یہ عمل شروع ہو چکا تھا اور کانفرنس منعقدۂ ہیگ نے اس میں مزید شدت اور سرگرمی پیدا کر دی کانفرنس کے یورپ کا تخیل اب کانفرنس دول عالم کے وسیع مفہوم میں ضم ہو رہا تھا۔

برلن کانفرنس کے کارنامے، اس میں شک نہیں بہت جلالت و وقعت رکھتے تھے لیکن افریقہ کی تقسیم سے جتنے مسائل رونما ہوئے تھے، یہ ان سب کا تصفیہ نہ کر سکے تھے عام اصول کی تشریح و توضیح کر دینے کے علاوہ اس کی تمام تگ و دو مغربی ساحل تک محدود رہی لیکن اسی اثنا میں دوسرے حصص میں بھی حالات اور واقعات مختلف صورتیں اختیار کر رہے تھے۔ جرمن مستفر (سیاح) ڈاکٹر پیٹرس کی تگ و دو کی بنا پر سلطان زنجبار کے ان مقبوضات کو جو برّاعظم کے مشرقی ساحل پر واقع تھے، جرمنی میں شامل کر لیا گیا۔ انگلستان

لئے خندہ روئی کے ساتھ ایک ناگزیر حادثہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیا سلطان زنجبار کی رود وقدح کو زنجبار سے کسی قدر فاصلہ پر ایک بحری مظاہرہ کر کے مسترد کردیا گیا۔ اسی اثنا میں وٹیوما پر جرمن صیانت کا اعلان کیا گیا اور نومبر ۱۸۸۶ء میں سرحدی کمیشن لئے جسے برطانوی اور جرمنی حکومتوں نے مقرر کیا تھا، فرائض مفوضہ کو بحسن وخوبی انجام کو پہنچا دیا۔ سند یافتہ جرمن مشرقی افریقی کمپنی کی بد انتظامیوں کے باعث وہاں کے اصلی باشندوں نے جرمن اور انگریز دونوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۸۸۹ء میں جرمن مشرقی افریقہ ایک شاہی کمشنر کے تحت میں دیدیا گیا۔ ۱۸۹۰ء تک راس ونگادو سے دریائے واجی تک تمام ساحل پر جرمن اثر واقتدار مسلم ہوگیا۔ یہ سارے واقعات پیش آئے اور گذر گئے لیکن یہ نہ ہوا کہ انگلستان سے کسی قسم کی کشاکش یا کشمکش کی نوبت نہ آئی کیونکہ بسمارک کے نزدیک وہ طریق عمل جو مستعمرات سے متعلق تھا اس طرز عمل کے مقابلہ میں جو یورپ سے متعلق ہو، حیثیت ثانوی رکھتا تھا۔ استعماری جماعتوں کے سارے جوش وسرگرمی کو وہ کسی حد تک تو انگلستان پر ایک طرح کا نرم دباؤ ڈالنے کے لئے بر سر کار لاتا تھا اور کچھ فرانس کی توجہ کو کسی دوسری طرف منتقل رکھنے میں، جب پردہ یہ حقیقت منکشف کرنے کے درپے رہتا تھا کہ انگلستان کی خود پرستانہ سخت گیریوں کے خلاف جرمنی اور فرانس کے مقاصد قطعاً مشترک اور متحد تھے۔ اگر اس کی پالیسی یہی تھی تو اسمیں شک نہیں تھوڑے عرصے کے لئے وہ مفید بھی رہی اور تھوڑے ہی عرصہ کے لئے فشوڈا کی تلخیوں نے السا س لورین کی تلخیوں کو بھلا دیا ۔ ۵۴۳

اس اثنا میں انگریزی حکومت کا لب ولہجہ کافی سے زیادہ صلح جویانہ رہا اور تمام حقوق ومطالبات کی نہایت صریح اور واضح تعریف کر کے اس باب غلط فہمی کے ازالہ کی کوشش کی گئی۔ ۱۸۸۹ء میں فرانس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے دونوں ممالک کے وہ تمام تعلقات باہمی طے ہوگئے جو گیمبیا اور سیرالیون نے دجبل اسد) سے متعلق تھے۔

فرانس اور جرمنی کے ساتھ انگلستان کے عہدنامجات

دوسرے ہی سال اگست میں ایک دوسرا معاہدہ ہوا جس نے مرکزی افریقہ میں ان کے مختلف حلقہ ہائے اثر کو معین کردیا اسی سال مدغاسکر کا حسب ضابطہ فرانسیسی صیانت میں آجانا طے پا یا یکم جولائی ۱۸۹۰ء کو جرمنی کے ساتھ بھی ایک خاص عہدنامہ

ہوا۔ اس کی رو سے مشرقی افریقہ میں برطانیۂ عظمیٰ اور جرمنی کے حلقہ ہائے اثر کی تشریح و توضیع کی گئی اور جرمنی نے زنجبار اور پمبا کا برطانوی صیانت میں آجانا تسلیم کر لیا۔ اس کے معاوضہ میں انگلستان نے بحیرۂ شمالی میں جزیرۂ ہیلیگولینڈ، جرمنی کے حوالہ کر دیا۔ اسی عہدنامہ کی رو سے جنوبی مغربی افریقہ میں، جرمنی اور انگلستان کے حلقہ ہائے، اثر کی تصریح و توضیح کی گئی اس زمانہ میں اٹلی نے ۱۸۸۴ء میں اَسَب اور ۱۸۸۲ء میں مسوّہ پر قبضہ کر کے ۱۸۸۵ء میں بحراحمر کے بنجر ساحل پر راس قصر سے ادیاب تک قبضہ کر لیا اور اریٹریا کی بدنصیب نوآبادی کی بنیاد رکھدی۔ ۱۸۸۹ء میں اس نے ساحل سومالی کا
الحاق کیا تو اس کا سابقہ انگلستان سے ہوا۔ مارچ ۱۸۹۱ء میں ایک عہدنامہ ہوا جس ۵۴۴
کی رو سے دونوں حکومتوں کے باہمی تعلقات کا انجام پذیر ہونا طے پایا۔ اس وقت کے بعد لارڈ کچنر کا خلیفہ کو تباہ و برباد کر دینا اور سوڈان کا بار دیگر مسخر ہونا ایسے واقعات تھے جن کے باعث انگریز اور فرانسیسی ایک دفعہ پھر دوبدو نظر آنے لگے۔ اور بالائے نیل فرانسیسیوں کی تاخت اور حادثۂ فشوڈا ایسے واقعات تھے جن کی بنا پر تھوڑی دیر کے لئے یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کا انجام نہایت سنگین پیچیدگیوں پر ہوگا۔ لیکن خوش قسمتی سے فرانسیسی حکومت نے بعجلت تمام اپنے منچلے لفٹنٹ کے اس فعل سے کلیتہً بے تعلقی کا اظہار کیا جس کی وجہ سے فرانس اور برطانیۂ عظمیٰ کے درمیان اسی مو النست قلبی کا امکان ہو گیا جس کے تصرف سے ۱۹۰۴ء میں ان تمام نازک مسائل کا تصفیہ ہو گیا جو دونوں حکومتوں کے درمیان مابہ النزاع تھے ؎

گذشتہ پندرہ سال تک یورپ کی دست درازی کا جیسا کچھ مجمل اور سرسری خاکا پیش کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جن مسائل تنقیحی کا فیصلہ درپیش تھا ان سے کس درجہ وسیع اور بسیط وہ مسائل ہیں جو اب دول یورپ کے سامنے تصفیہ طلب ہیں۔ اتحاد یورپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ کرۂ ارض کے صرف ایک حقیر حصہ کی امن و عافیت کو ان ملکی سرحدوں کے اعتبار سے قائم رکھا جائے جو وائنا میں قائم کر دیگئی تھیں لیکن یہ فرض اس کی تاب و طاقت سے کہیں گراں تھا۔ اب پنچایت کا عین مقصد یہ ہوگا۔ اگر وہ قیام امن کا ایک موثر آلہ بننا چاہتی تھی کہ وہ دنیا کے ان تمامی متنازعہ فیہ مطالبات کو مرتب اور منضبط کر دے۔

جن کی ان تمام عہدناموں میں تشریح کامل یا تشریح ناقص ہوچکی ہے جو دنیا میں ہزاروں کی تعداد تک پہنچ چکے ہیں کیا اسے کامیابی نصیب ہوسکتی ہے ؟
۱۸ مئی ۱۸۹۹ء کو کاؤنٹ موراویف کے گشتی مراسلہ کے جواب میں جس کا تذکرہ اس سے قبل کیا جاچکا ہے ۲۶ سلطنتوں کے نمایندے، سامان جنگ کی بے پناہ

صلح کی کانفرنس ہیگ میں ۱۸۹۹ء

فراوانیوں کو کم کرنے اور جنگ کے بجائے پنچایت کو برسرکار لانے کے امکان پر غور کرنے کے لئے ہیگ میں جمع ہوے جن سلاطین کے نمایندے یہاں جمع ہوئے تھے اس کا مقابلہ اگر اس تعداد سے کیا جائے جو وائنا یا ایکس لاشیپل کی کانگرسوں میں شریک تھے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا نقشہ کس حد تک بدل چکا تھا۔ دول یورپ کے نائبین کے علاوہ ممالک متحدۂ امریکا، میکسیکو، چین، جاپان، فارس حتی کہ سیام تک کے نائبین موجود تھے۔
۵۴۵ ۲۹ رجولائی کو کانفرنس کی مساعی کا انجام "بین الاقوامی جھگڑوں کے صلح جویانہ تصفیے" کے لئے ایک معاہدہ کی صورت میں نمودار ہوا جس پر تمام دول کے دستخط ثبت کرنے کے لئے سال کے آخر تک میعاد رکھی گئی۔ سامان جنگ کو عام طور پر تخفیف کردینے کا مسئلہ حسب توقع ناقابل عمل تصور کیا گیا لیکن جنگ کے خوف وخطر میں مزید اعتدال پیدا کرنے کی تجویز پاس ہوئی۔ ایک بین الاقوامی مجلس ثالثی قائم کی گئی جس کے طریق عمل اور اصول وضوابط کی بھی تشریح کردی گئی۔ تھوڑی دیر کے لئے تو یہ محسوس ہونے لگا کہ شاعر کی "جنت نگاہ"

"انسانوں کا دار الشوریٰ اور عالم کا اجتماع"

ایک حقیقت مسلمہ کی صورت میں جلوہ گر ہونے والے ہیں۔ کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ہی جنوبی افریقہ کی جنگ چھڑ گئی اور یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ ان تمام انسانی توقعات کا، جس میں دنیائے سیاست شریک نہ تھی، شیرازہ درہم برہم ہوجائیگا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ نتائج کانفرنس کے متعلق مدبرین سلطنت نے جس امتنان واطمینان کا اظہار کیا تھا وہ سب محض مکر ومنافقت کے سلسلہ میں تھا، ممکن تھا مجلس ثالثی عہدنامجات اور دیگر کاغذی شہادتوں کا بے لوث اور منصفانہ مطالعہ کرنے کے بعد سیکڑوں ایسے جھگڑوں کا تصفیہ کرسکتی جن کے باعث ازمنۂ پیشیں میں اقوام جدال وقتال کے لئے

آمادہ ہو جائیں تاہم سیاسی حکمت بالغہ نے عہدنامجات کے نامکمل ہونے کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ میٹرنخ اور محالفۂ عظیمہ کی ناکامیابی کا راز اسی حقیقت کے عدم احساس پر تھا۔ پرنس بسمارک[1] کا مقولہ ہے کہ ہر اُس عہدنامہ میں جس کا انفاذ مقصود ہوتا ہے ایک قسم کے جمود کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تنازع للبقا کے محک پر آکر ان تمام معاہدات کی غیر مشروط پابندی ختم ہو جاتی ہے جو بڑی بڑی سلطنتوں میں طے پا چکے ہوتے ہیں کوئی زبردست قوم ایسی حالت میں جبکہ وہ ان دو صورتوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کے لئے مجبور کیجائے، اپنے وجود کو معاہدات کی پابندیوں پر قربان نہیں کر سکتی عہدنامہ جات کے تمام اصول و ضوابط پر Ultra posse nemo obligatur کا اصول غالب رہتا ہے (یعنی جو چیز ناممکن ہو اسکے کرنے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہو سکتا) کوئی عہدنامہ ایسی حالت میں جبکہ ان لوگوں کے ذاتی اغراض و مقاصد جو اس کے تحت میں آتے ہوں اس کے اصل و متن کو نافذ نہ کرتے ہوں متعلقہ ذمہ داریوں کی بجا آوری کا ضامن نہیں ہو سکتا[2]،، یہ دو حقائق
۵۴۶ ہیں جو ثالثی کی اس قدر و قیمت کو لازماً فنا نہیں بلکہ محدود کرتے ہیں جس کے تصرف سے بین الاقوامی جھگڑے طے پا سکتے ہیں۔ اس ضابطہ قوانین کا مدار جس پر عدالت بین الاقوام کے فیصلوں کا انحصار ہوگا لازماً موجودہ عہدنامجات کے خلاصہ پر ہوگا۔ متعدد مثلاً شاید بیشتر ایسے معاملات ہونگے جن کیلئے یہ کافی ہونگے لیکن تا وقتیکہ دنیا کی مختلف و ترقی قوموں کا عروج و ہبوط، روزافزوں آبادی کی کش مکش، قابو میں لائی جا سکے بلا شبہ ایسے واقعات اور حالات رونما ہونگے جن کی وجہ سے ازمنۂ گذشتہ کی مقررہ کی ہوئی ساری حدبندیاں، تنازع للبقا کی بے پناہ زد میں آکر پاش پاش ہو جائینگی۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جو میٹرنخ کی پالیسی ”استحکام“ کی ناکامیابی سے ہمیشہ کے لئے متیقن ہو گئی تھی۔ اسے الگزنڈر اول نے بھی اسی وقت تسلیم کر لیا تھا جب عہدنامۂ اتحاد مقدس کے بعد اس نے اصول و مقاصد مشترک کی بنا پر، ائتلاف یورپ کی تعمیر و تشکیل کا ارادہ کیا تھا۔ ڈچ وزیر خارجہ ام۔ ڈی۔ بوفورٹ نے ہیگ کانفرنس کے موقع پر نائبین مجلس کو

---

[1] سرگذشت باب دوم صفحہ ۲۸۰۔
[2] تذکرہ جلد دوم صفحہ ۲۷۰

مخاطب کر کے الگزنڈر کے اس رفیع الشان زاویۂ نگاہ کی داد دی تھی جس کے محرک وہ جذبات انسانیت تھے جن کے تصرف سے نکولس دوم کا حکم عالم وجود میں آیا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات کی روشنی میں ان لوگوں کا مضحکہ اڑانا آسان ہے جو خیالی دنیا کے خیالی نظریے وضع کیا کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ ناقابل عمل مطمحات نظر کے عمل پذیر نتائج کا حقیر اندازہ لگانا بھی آسان ہے۔ ایک عالمگیر امن و عافیت کا تخیل اب بھی محض خواب و خیال ہے۔ لیکن اس حقیقت کو علی الاعلان تسلیم کر لیتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا کی عافیت و تسلط کے ذمہ دار ہیں، عافیت و تسلط کے متفقہ طور پر متمنی بھی ہیں، منزل مقصود کی طرف بڑھ کر قدم بڑھانے کا مرادف ہے وہ دن گذر گئے جب فاتحانہ فوج کشی تاجداروں کا طرۂ شوکت و جلال تصور کیجاتی تھی۔ بہت ممکن ہے وہ دن بھی آئے جب گذشتہ تلخ تجربات کی بنا پر لوگ یہ محسوس کرنے لگیں کہ ان کے مقاصد حقیقی قومی اختلافات کو بے جا طور پر طول دینے میں مضمر نہیں ہیں بلکہ انکا مدار ان بے شمار مقاصد مشترک کی فعلیت پر ہے جو دنیا کی ذہنی اور مادی ترقیوں کے دوش بدوش قوموں کو ایک ہی شیرازۂ اتحاد میں منسلک کر کے، ایک وسیع اور زبردست نظام جمہوریہ میں تبدیل کر دینگے۔

تمت

فہرست اصطلاحات

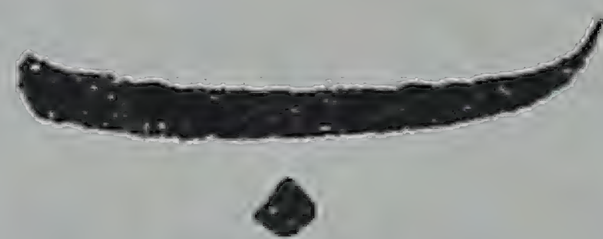
Zollverein	اتحاد محاصلی
Concert of Europe	مجالسۂ یورپ
Reign of Terror	عہد ہول انگیز
Tariff System	نظام محاصلی
Dictator	حاکم مطلق
Doctrinairism	اصول پرستی
The Dual Monarchy	دوعملی شاہی
Burschenschaften	انجمن ہائے طلبہ
Protocol	مضبطہ
Insularity	جزیریت
Coup d' etat	حکمت عملی
Hetairia Philike	انجمن برادران
The Directory	منتظمیہ
The Restoration	بحالی
Outlaw	خارج الذمہ
Ulltimatum	پیام آخری
Janissaries	ینی عسکری
Philhellenism	یونان پرستی
Buffer	حاجب
The Four Ordinances	ضوابط اربعہ
Hotel de ville	ایوان بلدی

Provisional Government	ہنگامی حکومت
Panic	سراسیمگی
National guard	جماعت محافظی ملی
The Palatinate	بلاطیہ
The Sonderbund	وفاقیت منفصلہ
The Quadrilateral	قلعہ جات اربعہ
The Triune Kingdom	سلطنت ثلاثیہ
Crisis	بحران
Ballot	خفیہ رائے دہی
Commission	ماموریہ
Commissioner	مامور
Plenipotentiary	سفیر مختار
Destructive	انہدامی
Constructive	تعمیری
Chargé d'affaires	منصرم امورات
Benevolent neutrality	مہربانی آمیز غیر جانبداری
Watering place	آبگاہ
Militia	ضبطعہ
Wire-puller	زمام گیر
The Irredentists	لامفکوکی۔ غیر مفکوکی
Italia Irredenta	اطالیۂ لامفکوکیہ

اشاریہ

یورپ جدید

الف




ت

ٹ

چ

س

ش و ص

ع

ک

گ

ل

م

ن



ی

ممالک یورپ سنہ ۱۸۱۵ء میں




علامات
جرمن
زیک
سلوواک
روتهنی
پول
مگیار (مجار)
سلووین
سربوکروات
اطالوی ولادی
رومانی
جرمانیه
روسیه
بوهمیه
موراویه
گلیشیه
آستریه
تیرول
کارنتیه
هنگری
ترانسیلوانیه
کارنیوله
ونیشیه
سلاوونیه
کرواشیه
دالماچیه
بوسنیه
سرویه
رومانیه
آدریاتیک
نقشه
آستریه هنگری
میل ۱۵۰ ۱۰۰ ۵۰

اطالیه

کاتدریجی اتحادی

١٠٠ ٨٠ ٦٠ ٤٠ ٢٠ ٠

سلطنت آسٹریه

فرانس

لومبارڈی

ونیشیه

پیڈمونٹ

پارما

رومانا

ٹسکنی

اقطاع پاپای

روم

نیپلز

سارڈینیه

صقلیه

بحر ادریاتك

اضلاع مفوضه به فرانس

اصل مملکت سارڈینیه

ملحقه اغستوس سنه ١٨٥٩

« مئی سنه ١٨٦٠

« نومبر سنه ١٨٦٠

ملحقه سنه ١٨٦٦

یورپ ۱۸۷۵ء میں




نقشه
معاہدۂ برلن
کی کیفیت دکھانے کے لئے
۰ ۲۰ ۴۰ ۶۰ ۸۰ ۱۰۰
رومانیه
بلغاریه
مشرقی رومیلی
ترکیه
سرویه
بوسنیه
بیسارابیا
استنبول
بحر مرمره
بحر اسود
جبل اسود
علامات
حدود سلطنت ۱۸۵۶ء میں
مجوزہ حدود بروئے معاہدہ سین سٹی فانو
حدود مقررہ بروئے معاہدہ برلن

صحت نامہ تاریخ یورپ جدید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳	۱۸	متھار	تھا
۳	۲۵	ultramou tane	ultramon tane
۴	۲۴	۲ے	۳ے
״	۲۵	۳ے	۲ے
۵	۲	ہیبرغ	ہیٹرغ
״	۱۸	کے لحاظ	کے لحاظ سے
۷	۲	خانہ براندازگیاں	خانہ براندازیاں
۸	۷	دلکش	دست کش
۹	۲۰	خود برد	خورد برد
۱۰	۶	کی طرح	کس طرح
۱۲	۲۰	consonal	cantonal
״	״	Fedral	Federal
۱۳	۱۰	کونٹ کاونٹز	کونٹ کاونٹز (Count Kaunitz)
״	۱۱	چانسلر (Count Kamitz)	چانسلر
۱۳	۲۴	Ewrope	Europe

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳	۲۵	Revalution	Revolution
۱۴	۴	مقرر	موقر
״	۶	خودتھا	تھا
״	۲۵	Conpedera tion	Confedera tion
۱۶	۱	*	+
״	۳-۵	Intro nvable	Intro uvable
״	۶	ٹکساران	ٹالےران
״	۸	پایا	کیا گیا
״	۲۲	ازادگی	آزردگی
۱۷	۱۳	مرغوب	مرعوب
״	۱۹	طلماء	علماء
۱۸	۱	پیکار ہے	پیکار رہے
۲۰	۹	ہوتی	ہوگئی
״	۱۰	پیکیش	پیٹیں
۲۴	۲۲	وہ بھی	واپس
۲۶	۱۴	حصہ نمبر ا	حصہ نمبر ۲
۲۸	۱۰	Boule vords	beoule vards
۳۱	۲	جگوبنس	جکوبنس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۱	۹	Ex-conveo tional	Ex-conven tional
"	۱۱-۱۲	Richeliow	Richelieu
"	۲۵	فرانسیس	فرانسیسی
۳۲	۱۰	ایک یہ	یہ ایک
"	۱۴	Ocoupation	Occupation
۳۴	۲۱	German	Germain
۳۵	۳	Labeboyere & Lavalette Ney	Labedoyere, Lavalette & Ney
"	۱۱	Labeboyere	Labedoyere
۳۶	۳	انجمن ایوان امرا نوابین کی	ایوان امرا کا
۳۶	۷	Lavalett	Lavatte
۳۷	۲۲	ایوان	ایوان میں
۳۸	۱۲	Countе	Comte
"	۲۵	Napolean's concordate	Napoleon's concordat
۳۹	۱۶	اصولوں	صوبوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۹	۱۹	یہ خطرہ کچھہ عرصہ کیلیے حکام	وہ خطرہ رفع ہوگیا جسکی بنا پر حکام
"	۲۰	ہوگئے	ہونے کا اندیشہ تھا
۴۰	۳	Borgs	Borgo
۴۱	۹	ہوسکے	ہوسکتے
"	۱۰	ہوئے	ہولیں
"	۱۳	ایوان	ایوانوں
"	۱۶	Renpha tion	Occupation
"	۲۱	Utra	Ultra
"	۲۴	ممکنات	ناممکنات
۴۲	۶	خوشحالی	خوشحال
"	۱۴	Hopeamd	Hope and
"	۲۵	رنگے	سے رنگے
۴۸	۱۴	Assemdly	Assembly
"	"	روے	رو سے
"	۱۵	ہوئے	ہوتے
۴۹	۴	Liechtin stein	Liechten stein
۵۰	۱۰	offtedira tion	of Federa tion
"	۱۵	Harden barg	Hardenberg

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۰	۱۸	Hain loin	Hanlein
۵۱	۶	کوئٹ	کوئنٹ
۵۲	۱۸	بیدابرا	بیدار
//	۲۵	Eschon burger	Eschen burger
۵۳	۱	لبرسر	لبرلز
//	۹	۱۹۱۶ء	۱۸۱۶ء
//	۱۴	Wimer	Weimar
//	۲۵	لبرلزم الفرادیت	لبرلزم اور انفرادیت
۵۴	۹	Partioulor ainsm	Particular ism
//	۱۷،۲۱	Hohenso lern	Hohenzo llerns
۵۵	۲	مسلک اشراف	ملک اشراف
۵۹	۱۲	Honse	House
۶۰	۱۵	Shorn horst.	Schorn horst
//	۱۸	کی کفیل	کا کفیل
//	۲۱	تو	گو
۶۲	۲۱	ورزش کھیل اور	ورزشی کھیل اور
۶۳	۱	غل کے	غل
۶۵	۲	جبکولیذم	جیکوبن ازم
//	۱۴	متنون	فتنوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۶	۲	ہوچلا	ہوچلی
//	۱۱	کے تھا	کے تھے۔
//	۲۰	زیرن	زیرین
۶۷	۸	کوتس ہو	کوتس ہیو
//	۱۲	شلیو	رشلیو
۶۸	۲۲	یورپ میں)	یورپ میں پھیلے ہوئے تھے)
۶۹	۵	بورنیس	بوربنس
//	۰	کانفرس	جہاں جہاں یہ لفظ کتاب میں آئے اسے کانفرنس پڑھا جائے۔
۷۰	۴	سَتشتر	سستشن
۷۱	۲۰	بہ جد	بے حد
۷۷	۱۰	دعوے کیا	دعوے نہیں کیا
۷۸	۲	Doctri Mairism	Doctri nairism
۸۳	۱۳	نظموں نے	نظمیں
۸۵	۱۶	کا مجاز ہوگا	کی مجاز ہونگی
۸۶	۲۰	مائنس	مائنتس
۸۷	۴	دائیما	دائیمار
//	۵	اس لئے	پہلے ہی
//	۱۵	Burea cracy	Bureaucracy

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۱	۱۴	جوہر	جو
۹۷	۶	جامی	حامی
۹۹	۲۱	Due	Due
۱۰۴	۱۸	تلوار	ناوار
۱۰۴	۲۰	لیڈرد	میڈرڈ
۱۰۵	۱۹	کورٹنر	کورٹنز
۱۰۷	۱۲	درولبست	داروبست
۱۳۳	۱۴	زیرحکومت کرنے	زیرحکومت
۱۳۰	۱۱	Turkay	Turkey
۱۳۵	۲۴	رھے پرا	رہے پر
۱۵۶	۲	Estatude	Estatudo
۱۶۴	۲	فلیپلزم	ہیلینیزم
۲۲۳	۱۷	ٹولی علری	ٹولی لڑی
۲۴۵	۱۱	کئے تھے	کیئے گئے تھے
۲۴۸	۳۱	فلپیرل	فلیپوبلا
〃	۲۲	Philipprille	Philippville
۲۵۳	۳	Cousalvi	Consalvi
۲۶۳	۱۴	Thetapia	Therapia
۲۶۴	۴	دول	دول مغربی نے
۲۸۳	۷	لاگوریا	لاگوریا
۲۸۹	حاشیہ سطر ۳	تجربہ	تجزیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۸۹	حاشیہ سطر ۱۱	آنبائے	وانبائے
۲۹۱	۲۰	کولینشن	کومیشن
۲۹۲	۹	ترتب	مترتب
〃	۱۱	Gnizot	Guizot
۲۹۳	۲	کولیشن	کومیشن
۲۹۴	۱	Gnizot	Guizot
۲۹۶	۵	پٹرسنٹ	پیڈمنٹ
〃	۱۶	Gnizot	Guizot
۳۰۰	۲۲	Chatean	Chateau
۳۰۲	۶	حریف	فریق
۳۰۴	۱۰	Gioberty	Gioberti
۳۰۶	۱۶	Chardinal	Cardinal
۳۰۷	۲۱	Munchan gratz	Munchen gratz
۳۰۹	حاشیہ سطر ۳	Casta	Costa
۳۱۰	۳	ہمپبرک	ہیپبرگ
۳۱۲	۶	اشمار	کتب
۳۱۳	۲۲	Constitution	Institution
۳۱۴	۲۵	Nicholis	Nicholas
۳۱۵	۲۱	Hirelap	Hirlap
۳۱۸	۹	Lyudevil gaj	Lyudevitgaj

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۱۸	۱۱	uillach	villach
۳۲۴	۱	Hamhach	Hambach
″	۶	plantinate	platinate
۳۲۵	۱۴	باوجود	بلاوجوہ
۳۲۶	۸	کے	لے
۳۴۲	حاشیہ سطر ۱	۳۵	۳۵۵
۳۴۶	۲۵	۲۱ فروری	۲۴ فروری
۳۴۷	۱۴	Commo nists	Commu nists
۳۵۱	۱۷	Consti tnent	Consti tuent
۳۵۷	۱۲	کوستی	کوستھ
″	۱۵	″	″
۳۵۸	۲۰	شرازہائے	شرارہ ہائے
۳۶۳	۶	Koaauth	Kossuth
۳۶۶	۷	openheim	Heipen heim
″	۲۴	Darustadt	Darmstadt
۳۷۲	۲۱	Curtasone	Curtatone
۳۸۰	۲	ستی	ہوئی
۳۹۶	۱۹	Connt	Count

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۰۰	۱۰	Gorgai	Gorgei
۴۰۱	۹	Fraice	Prince
۴۱۴	۳	Sigevano	Vigevans
۴۲۰	۶	Confact	Compact
۴۲۲	۲۰	بادشاہوں	بادشاہتوں
۴۲۷	۱۴	Schwaizen berg	Schawarzen berg
″	۲۴	Hassenffug	Hassenpflug
۴۲۹	۲۱	Manteanel	Manteauel
۴۳۴	حاشیہ سطر ۱	Emfiro Liberal	Empire Liberal
۴۳۷	۱۷	کو	کی
۴۴۶	۱۲	سنقول	معقول
۴۶۶	۱۸	Sigmarin ges	Sigmarin gen
۴۶۹	۱۷	Vosgen	Vosges
۴۷۶	۲۱	قبضے	فیصلے
″	حاشیہ نمبر ۲	لفٹش	لفنٹس
۴۸۱	۲۱	حکم نکلتا	حکم لگانا
″	حاشیہ سطر ۱	صفحہ ۶۱)	صفحہ ۴۶۱
۴۸۳	۲۳	Azeghis	Azeglio

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۸۴	۳	Azeglis	Azeglio
۴۸۶	۱۵	۱۳ر جنوری	۱۶ر جنوری
۴۸۸	۱۳	تدبیر	تذبذب
״	״	نفرت	تصرف
۴۸۹	۵	باب	باپ
״	״	ہاتھ نکل چکے تھے	ہاتھ سے نکل چکے تھے
״	۲۱	واقعات	وہ واقعات
״	۲۲	زیر نگرانی	کے زیر نگرانی
۴۹۵	۲۲	Cire	Ciere
۴۹۶	۱۲	ایریا	امبریا
״	۲۰	واٹرلونہ	والٹرلو
۴۹۸	۲۰	کیپو	کپوا
۵۰۰	۱۶	مقابلہ	مفاہمہ
۵۰۲	۲۰	ہو	ہوا ہے
۵۰۳	حاشیہ سطر ۲	تاتیز ۲ر مئی ۱۸۴۹ء	تا نزمر ۲۰ر مئی تا نزمر
۵۰۹	۱۹	لبرک	لبرل
۵۱۶	۲۰	دول یورپ	دیگر دول یورپ
۵۲۵	۲	نہ ہوگا	نہ ہوگا سلہ
۵۲۸	۲۱	شلیوگ	شلسوگ
۵۳۲	۱۳	گوبن	کوبن
۵۳۳	۱۴	۱۸۵۴	۱۸۵۲
۵۳۸	۱۱	شلسوک	شلسوگ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۴۱	۱۰	۱۸۹۵ء	۱۸۶۵ء
۵۵۳	۷	عہد	عہد بیت
۵۵۴	۸	Pforteni	Pforten
۵۵۵	۱۰	Colentz	Coblentz
۵۵۷	۴	برمن	برلن
۵۵۹	۱۷	بینڈک	بینیڈک
۵۶۴	۱۴	ڈارسٹاٹ	وارمشٹاٹ
۵۶۶	۹	کامل	کا حال
״	۲۴	Reichsratlh	Reichsrath
۵۶۷	۴	Reichsratlh	Reichsrath
״	۹	ہیسبرک	ہیبسبرگ
۵۶۹	۸	وائیس	وائیمن
״	۱۳	کوروس	کوروس کا
״	۱۸	فطری	جن فطری
۵۷۰	۱۸	۱۸۲۱ء	۱۸۶۱ء
۵۷۲	۷ و ۸ و ۱۳	مکسیمیکن	مکسملین
۵۷۲	۱۶	سوم اصولوں	عام اصولوں
۵۷۳	۱۱	Thiersrs	Thiers
۵۷۶		×	جرمن پارلیمنٹ محاصلی
۵۸۰	۸	پولیستبانی	پوستبانی
۵۸۴	۲	نٹانا	نتانا

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۵۸۷	۱۶	ہونیر قلرن	ہونیز ولرن	۶۳۱	۱۴	۱۳ ر	۲۳ ر
۵۹۰	۹	سینائنت	سینانات	۶۴۲	۳	کیلی پولی	گیلی پولی
۵۹۱	۳۱	۱۵ ر	۱۶ ر	〃	۲۴	سلبستر	سلستریا
۵۹۴	حاشیہ سطر ۱	گرہینوی	گرہیول	۶۴۷	۲	Reichstast	Reichstadt
۶۱۹	۱۰	خودوہ	خواہ وہ	۶۵۶	۱۷	جنوبی	جنوبی مغربی
۶۲۵	۱	منظور کرلیا	اسے منظور کرلیا	〃	۱۸	×	انگرا ایکوے ناکا
〃	۱۵	پڑتا	پڑا	۶۶۲	۲۲	وبرتیس	وپرتیس
۶۲۷	۱۹	بلالیا جاتا	بلالیا جاتا ہے	۶۷۲	۱۴	قریب	جو قریب
۶۲۸	حاشیہ سطر ۱	گرہنول	گرینول	۶۷۶	۱۸	کانفرنس کے یورپ	کانفرنس یورپ
۶۲۹	۱۷	کوکسی	کونسی				



صحت نامہ اشاریہ یورپ جدید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۲۲	اسنلنلوف	استنبولوف
۱۹	۱۷	کاربباڈ	کارلمباڈ
"	۱۳	۳۵۳	۲۵۳
۲۰	۲۰	شعارزن برگ	شوازن برگ
۲۰	۲۴	کاپمفلٹ	کانمپلٹ
۲۱	۲۳	پاپایا	پاپا
۲۲	۱۵	دالافراحکا	والافرانکا
۲۳	۲۴	مردبیمار	ادبیار
"	۲۵	منسکوف	متسیگوف
۲۵	۱	ٹرانسلوینیا	ٹرانسلونیا
"	۲۴	۴۴	۲۴
۲۶	۳	اورباں	اورباؤں
"	۹	کارلیباڈ	کارلمباڈ
۲۸	۲۴	۶۵	۱۶۵
۳۰	۱۲	کارنسائو	کارلمباڈ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۵	۱	۲۲۸	۴۲۸
۴۴	۲	نوارنیو	نوارنو
۴۵	۲۰	انتنا نا	نتنا نا
۴۶	۱۸	۷۷۰	۷۷
۴۸	۳	اس سے	اس شہر سے
۴۹	۲۲	۷۹۰	۹۰
۵۳	۱۲	۲۳۰	۲۳۶
۵۵	۳و۵	میونش	میونشن
۵۵	۱۸	نیلپس	نیپلس
۵۷	۷	ڈٹلی	اٹلی
۵۷	۸	۲۹۳	۳۹۳
۵۹	۲و۵	میونش	میونشن
۶۳	۱۵	(۲۱	۲۲۱

